لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ

اسوۂ

انسانِ کامل

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشاں پہلو

حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اوّل

یہ امر میرے لئے انتہائی مسرت وسعادت کا موجب ہے کہ سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر زیر نظر تصنیف کی تکمیل سے ہمارے عہد کے مایۂ ناز عاشق رسولؐ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تمنا پوری ہو رہی ہے۔

اللہ جزا دے برادرم مکرم نسیم مہدی صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ کینیڈا کو جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں یہ مبارک تجویز پیش کی کہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے مطبوعہ رسالہ ''انسان کامل'' کے خاکہ مضمون میں واقعات کے رنگ بھر کر ایک دلکش گلدستہ سیرت تیار ہونا چاہیئے۔ حضور انور نے ازراہ شفقت خاکسار کو اس کام کی تکمیل کا ارشاد فرمایا۔

سیرت کے موضوع پر قلم اُٹھانا دیرینہ دلی آرزو بھی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ جامع بیان بھی پیش نظر تھا جس میں آپؑ نے رسول اللہؐ کی ذات والا صفات میں درج ذیل اخلاق فاضلہ پائے جانے کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔

''عقلِ ذکا، سرعت فہم، صفائی ذہن، حسنِ تحفظ، حسنِ تذکر، عفت، حیا، صبر، قناعت، زہد، تورع، جوانمردی، استقلال، عدل، امانت، صدق لہجہ، سخاوت فی محلّہ، ایثار فی محلّہ، کرم فی محلّہ، مروت فی محلّہ، شجاعت فی محلّہ، علو ہمت فی محلّہ، حلم فی محلّہ، تحمل فی محلّہ، حمیت فی محلّہ، تواضع فی محلّہ، ادب فی محلّہ، شفقت فی محلّہ، رافت فی محلّہ، رحمت فی محلّہ، خوفِ الٰہی، محبت الٰہیہ، اُنس باللہ، انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ''

اس کے بعد آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے۔۔۔اُن نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحی الٰہی ہے وارد ہوگیا اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجود با جود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔‘‘

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 ص 195 حاشیہ 11)

مذکورہ بالا حوالہ میں مندرج خوبصورت عناوین کے ساتھ میر صاحب مرحومؓ کے ’’انسانِ کامل‘‘ کے عناوین بھی زیرِ نظر کتاب میں سمونے کی سعی کی گئی ہے۔ الحمدللہ۔

سیرۃ خاتم النبیین مصنفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے میں سوانح کی تکمیل کے بعد حضرت میاں صاحب کا ارادہ ’’شمائل نبویؐ‘‘ کے موضوع پر لکھنے کا بھی تھا (جیسا کہ کتاب کے آخر میں مجوزہ فہرست عناوین سے ظاہر ہے) یہ پاکیزہ خواہش بھی اس کتاب کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے۔ ثم الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ یہ حقیر مساعی کو قبول فرماتے ہوئے اسے افادۂ عام کا موجب بنائے اور ہمیں اپنی زندگی اسوۂ رسول کی روشنی میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام

خاکسار حافظ مظفر احمد

۱۳۔ جون جمعۃ المبارک ۲۰۰۳ء

نام کتاب	:	اسوۂ انسان کامل
مصنف	:	حافظ مظفر احمد (فاضل عربی، استاذ الحدیث)
سن اشاعت	:	2003ء
تعداد	:	ایک ہزار
ناشر	:	مصطفٰے اکیڈمی۔لاہور
مطبع	:	بلیک ایرو پرنٹرز۔لاہور
قیمت	:	500 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سیرت کے موضوع پر زیرِ نظر کتاب ''اسوۂ انسانِ کامل'' دیرینہ ضرورت تھی جو سالہا سال کی محنت و کاوش کا ثمر ہے۔

بالعموم رسول اللہ ﷺ کی ذات پر لکھی گئی کتب ہائے سیرت میں آپؐ کی سوانح اور سن وار احوال و واقعات بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ مصنف آخر میں پہنچ کر طبعاً تھک جاتا ہے اور سیرت کے بیان میں اختصار سے کام لیا جاتا ہے، حالانکہ اسوۂ رسول کا مضمون اپنی ذات میں انتہائی اہم ہے۔ قرآن شریف میں رسول اللہؐ کو مسلمانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا کہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ بلاشبہ آپؐ نے مکارم اخلاق کے بہترین نمونے قائم کرنے کا حق ادا کر کے دکھا دیا اور ہر خلق کو اُس کی معراج تک پہنچا دیا۔ تبھی تو عرش کے خدا نے اس پر گواہی دی کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ القلم:6) کہ اے نبیؐ یقیناً آپ عظیم الشان اخلاق فاضلہ پر قائم ہیں۔ بقول مولانا روم

بہرایں خاتم شداست او کہ بجود
مثل او نے بودنے خواہند بود

یعنی رسول کریمؐ اسلئے بھی ''خاتم'' ٹھہرے کہ آپؐ اخلاق میں بے مثل ہیں۔مثلاً سخاوت میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا، نہ ہوگا۔

جہاں تک اسوۂ رسولؐ کے موضوع پر لکھنے کا تعلق ہے، علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبیؐ کی دوسری جلد میں سیرت و اخلاق فاضلہ پر عمدہ نوٹ قلمبند کئے ہیں جو مختصر اور ناکافی ہیں۔بعض اور علماء نے بھی اسوۂ حسنہؐ کے موضوع پر کتب لکھیں مگر ایک تو اُن میں واقعاتی پہلو کم ہے، دوسرے مستند حوالہ جات پر انحصار نہیں۔

متداول کتب سیرت میں یہ تشنگی محسوس کرتے ہوئے ''اُسوہ انسانِ کامل'' میں سوانح کی بجائے اسوۂ حسنہ کے مختلف پہلو دلچسپ واقعاتی رنگ میں پیش کرنے کا عزم کر کے سیرت پر کام کا آغاز کیا گیا۔

ظاہر ہے ایسی کتاب کی تیاری ایک کٹھن، صبر آزما اور طویل محنت طلب کام تھا جو مرحلہ وار ممکن ہوسکا۔علم حدیث میں تخصص کے دوران نیز بعد میں کتب حدیث وسیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے موضوعات بالا پر مواد ساتھ ساتھ اکٹھا کیا جاتا رہا، بعد میں سیرۃ النبیؐ پر مضامین کا ایک سلسلہ شروع کر دیا گیا جو مختلف اخبارات وجرائد کی زینت بنتے رہے۔

الحمدللہ کہ اُن تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ مضامین کو ''اسوۂ انسان کامل'' کی صورت میں پیش کرتے ہوئے کئی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کی توفیق مل رہی ہے۔

جہاں تک ''اسوۂ انسان کامل'' میں بیان کردہ واقعاتِ سیرت کا تعلق ہے اُن کی اپنی ایک دلکشی ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر ان کی اہمیت یہ کہ وہ ایک

صاحبِ ایمان کے لئے بہترین دعوت عمل کا ذریعہ ہیں۔

اس کتاب کی دوسری خصوصیت مضمون کی جامعیت ہے۔کوشش کی گئی ہے کہ سیرت رسول اور اخلاق فاضلہ کا کوئی اہم پہلو بیان سے رہ نہ جائے۔ چنانچہ چالیس عناوین پر مبسوط مضامین کتاب کی زینت ہیں جن میں واقعات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے نبیؐ غریبوں، دولت مندوں، محکوموں، حاکموں، شادی شدہ اور مجرد لوگوں سب کے لئے ایک نمونہ تھے نیز بحیثیت باپ، بحیثیت شوہر، بحیثیت دوست، بحیثیت سپاہی اور بحیثیت جرنیل آپؐ ایک انسان کامل تھے۔

''اسوۂ انسان کامل'' کی تیسری اہم خوبی حوالہ جات کے استناد کا خصوصی اہتمام ہے۔

☆ قرآنی آیات کے حوالے بسم اللہ کو سورت کی پہلی آیت شمار کرتے ہوئے ساتھ ہی دے دیئے گئے ہیں۔

☆ ہر واقعۂ سیرت کے ساتھ عام قاری کی سہولت کے لئے مختصر حوالہ ذکر کر دیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ہر بات باحوالہ ہو۔

☆ اہل علم محقق حضرات کے لئے مضمون کے آخر میں تفصیلی حوالے بھی درج کئے گئے ہیں۔ حوالہ میں جہاں حدیث کا نمبر درج ہے وہ حدیث کی سی ڈی (CD) موسوعة الحديث الشريف الاصدار الثانی لشركة البرامج الاسلاميه الدولية (97-1991) کے مطابق ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی معیاری اور ٹھوس علمی کام کا تنہا پیش کرنا مشکل

ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے اس لئے مختلف پہلو سے تعاون کرنے والے احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

پہلے مرحلے پر کتاب کے لئے فراہمی مواد کے سلسلہ میں بعض اہم بنیادی کتب حدیث و مآخذ سیرت نیز حوالہ جات حدیث کی تلاش کے لئے کلیدی کتب مہیا کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والے ہمارے بعض احباب ہیں۔

دوسرے مرحلے میں تیاری مضمون کے وقت بعض دفعہ املاء لینے یا رف مسودہ قلمبند کرنے والے، مضمون کی کمپوزنگ کرنے والے، پروف ریڈنگ کرکے مسودہ کے بارہ میں مفید مشورے دینے والے احباب کی فہرست ہے جن میں متخصّصین فی الحدیث بطور خاص عزیزم مکرم عطاء اللہ مجیب صاحب قابل ذکر ہیں جنہوں نے حوالہ جات کی تلاش میں مخلصانہ تعاون پیش کیا ہے۔

تیسرا کٹھن مرحلہ اس ضخیم کتاب کی اشاعت کا تھا جس کے مختلف درجوں میں معاونت کرنے والے احباب الگ ہیں جو سب شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عاجز راقم کے لئے سعادت دارین کا موجب بنا دے اور ہمیں اسوۂ رسول کی پیروی اور اُس کی برکات سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

گر قبول اُفتد زہے عزّو شرف

راقم

حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَلَغَ العُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کمالات عطا فرمائے تھے، اُن کے سبب آپؐ انتہائی بلندی پر فائز ہوگئے۔ آپؐ کے ظاہری و باطنی حُسن سے اندھیرے کافور ہوئے۔ آپؐ کے اخلاق اور تمام عادات و خصائل نیک، پاکیزہ اور حسین تھے۔ آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر درود و سلام ہو!

اے خداوندم، بنامِ مُصطفےٰ ؐ

کِش شُدی، در ہر مقامے ناصِرے

دستِ من گِیر، از رہِ لُطف وکرم

درمُہمّ باش یار و یاورے

تکیہ برزورِ تُو دارم، گرچہ من

ہمچُو خاکم ، بلکہ زاں ہم کمترے

اے میرے خدا! مصطفیٰ ؐ کے نام کا واسطہ! جس کا تو ہر جگہ مددگار رہا ہے۔ اپنے لطف وکرم سے میرا ہاتھ پکڑ لے اور میرے کاموں میں میرا دوست اور مددگار بن جا۔ میں محض تیری قوت پر بھروسہ رکھتا ہوں اگرچہ میں خاک کی طرح ہوں بلکہ اس سے بھی کم تر۔

يَارَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِماً
فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانِ

اے میرے رب! اپنے نبیؐ پر ہمیشہ درود بھیج۔ اس دنیا میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی۔

******

محمد ہی نام اور محمد ہی کام

عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلَامُ

شمائل نبویؐ کی ایک جھلک

اس مضمون میں اپنے آقا و مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ عادات و اطوار کا ایک نقشہ پیش کرنا ہے جن کے بارہ میں قرآن شریف کی یہ گواہی ہے کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی آپؐ عظیم الشان اخلاق پر فائز تھے۔(سورۃ القلم:5)اس آسمانی شہادت سے بہتر آپؐ کے اخلاق کی تصویر کشی کون کر سکتا ہے؟

رسول اللہؐ کی رفیقہء حیات حضرت عائشہؓ کی یہ شہادت ہے کہ اللہ کی رضا کے تابع آپؐ کے سب کام ہوتے تھے اور جس کام سے خدا ناراض ہو، آپؐ اس سے دور رہتے تھے۔(نوادر)1

حضرت عائشہؓ نے اپنی چشم دید شہادت کا خلاصہ یہ بیان کیا کہ نبی کریمؐ کے اخلاق قرآن تھے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ اوّل۔آپؐ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن نے بیان کر دیئے ہیں۔قرآن کی اخلاقی تعلیم پر عمل کر کے آپؐ نے ایسا حسین عملی نمونہ پیش کر دیا ہے جسے قرآن کریم نے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔(سورۃ الاحزاب:22)

دوم۔قرآن نے جو حکم دیئے وہ آپؐ نے پورے کر دکھائے۔

آیئے ان دونوں پہلوؤں سے شمائل نبوی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

قرآن شریف میں رسول کریمؐ کی شخصیت ،آپؐ کے لباس، حقوق العباد کی نازک ذمہ داریوں، روزمرہ بے پناہ مصروفیات ،عبادات، ذکرالٰہی، تبلیغ اور انقطاع الی اللہ ،پاکیزہ اخلاق،سچائی ،راستبازی، استقامت، رافت و رحمت ،عفووکرم وغیرہ کے واضح اشارے ملتے ہیں۔

شخصیت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرکشش شخصیت کا عکس آپؐ کے خوبصورت اور پرکشش چہرہ سے خوب نمایاں تھا۔جس کے ہزاروں فدائی اور عاشق پیدا ہوئے۔

بلاشبہ آپؐ کا بھرا بھرا، کھلتے ہوئے سفید رنگ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوتا تھا،شرافت وعظمت کا نور اس پر برستا تھااور بشاشت و مسکراہٹ اس پاکیزہ چہرہ کی رونق تھی۔

آپؐ کا سر بڑا تھا اور بال گھنے۔ریش مبارک گھنی تھی ،ناک پتلی کھڑی ہوئی ،کالی خوبصورت آنکھیں اور رخسار نرم و ملائم تھے۔ دہانہ کشادہ دانت فاصلے دار اور سفید موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔گردن لمبی ،سینہ فراخ ،بدن چھریرا اور پیٹ سینہ کے برابر تھا۔قد درمیانہ اور متناسب تھا۔پُشت مبارک پر کندھوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کے برابر سُرخ رنگ کا گوشت کا ایک ٹکڑا اُبھرا ہوا

تھا جو مہر نبوت سے موسوم تھا اور جسکا ذکر قدیم نوشتوں میں رسول اللہؐ کی شناخت کی ایک جسمانی نشانی کے طور پر موجود تھا۔ (ترمذی) 2

روزمرہ کے معمولات

کہتے ہیں کسریٰ شاہ ایران نے اپنے ایام کی تقسیم اس طرح کر رکھی تھی کہ جس دن بادِ بہار چلے وہ سونے کیلئے مقرر ہوتا تھا، ابر آلود موسم شکار کیلئے مختص تھا، برسات کے دن رنگ وطرب اور شراب کی محفلیں سجتی تھیں اور جب مطلع صاف ہوتا اور دن روشن تو دربار شاہی لگایا جاتا اور عوام وخواص کو اذن باریابی ہوتا۔ ظاہر ہے یہ تو ان اہل دنیا کا حال ہے جو آخرت سے غافل ہیں۔

مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰؐ نے ہر حال یسر عسر میں اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ دن کا ایک حصہ عبادت الٰہی کیلئے، ایک حصہ اہل خانہ کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذاتی ضروریات کیلئے مقرر تھا۔ پھر اپنی ذات کیلئے مقرر حصہ میں سے بھی ایک بڑا حصہ بنی نوع انسانی کی خدمت میں صرف ہوتا تھا۔ (الشفاء) 3

رسول کریمؐ کی ۲۳ سالہ زندگی میں سے ۱۳ سالہ مکی دور نزول قرآن، تبلیغی جدوجہد، اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت اور ابتلاء و مصائب کا ایک ہنگامی دور تھا۔ اس کے معمولات کی تفصیلات اسطرح نہیں ملتیں جس طرح دس سالہ مدنی دور کے معمولات روز و شب کی تفاصیل احادیث میں ملتی ہیں اور

جن سے مکی دور کا ایک اندازہ کیا جاسکتا ہے۔احادیث کے مطابق آپؐ روزانہ اپنی مصروفیات کا آغاز نماز تہجد سے فرماتے تھے۔نماز سے قبل وضو کرتے ہوئے مسواک استعمال فرماتے اور منہ اچھی طرح صاف کرتے۔نہایت خوبصورت اور لمبی نماز تہجد ادا کرتے جس میں قرآن شریف کی لمبی تلاوت کرتے اتنی کہ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہوجاتے۔نماز کے بعد آپؐ کچھ دیر لیٹ جاتے۔اگر آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی جاگ رہا ہوتا تو اس سے بات کر لیتے ورنہ آرام فرماتے۔پھر جونہی نماز کے لئے حضرت بلالؓ کی آواز کان میں پڑتی فوراً نہایت مستعدی سے اُٹھتے اور دو مختصر رکعت سنت ادا کر کے نماز فجر پڑھانے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے۔کبھی نماز تہجّد بیماری وغیرہ کے باعث رہ جاتی تو دن کے وقت نوافل ادا کرتے۔(بخاری) 4

نماز کے بعد صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے۔ذکرِ الٰہی سے فارغ ہوکر صحابہ سے احوال پرسی فرماتے اور پوچھتے کہ اگر کسی کو کوئی خواب آئی ہو تو سنائے۔اچھی خواب پسند فرماتے اور اسکی تعبیر بیان کرتے۔کبھی اپنی کوئی خواب بھی سنا دیتے۔(بخاری) 5

صبح ہی اپنے دن کا پروگرام مرتب فرما لیتے۔اگر کسی صحابی کے بیمار ہونے کا علم ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔(احمد) 6 اور کسی کی وفات کا علم ہوتا تو اس کے جنازے میں شرکت فرماتے۔روزمرہ محاسبۂ نفس کا اتنا خیال آپؐ کو

رہتا تھا کہ روزانہ صبح منکر ونکیر فرشتوں کا استقبال مرحبا کہہ کر فرماتے۔

رسول کریمؐ کی مجالس صحابہ کی تعلیم و تربیت کا بھی ایک نہایت عمدہ موقع ہوتی تھیں۔ اس دوران کبھی مدینہ کے بچے حصول تبرک کیلئے برتنوں میں پانی وغیرہ لے کر آتے تھے۔آپؐ برتن میں انگلیاں ڈال کر تبرک عطا فرماتے۔قومی کاموں سے فارغ ہو کر آپؐ گھر تشریف لے جاتے۔ اہل خانہ سے پوچھتے کہ کچھ کھانے کو ہے۔مل جاتا تو کھا لیتے اور اگر کچھ موجود نہ ہوتا تو فرماتے اچھا آج ہم روزہ ہی رکھ لیتے ہیں۔(ترمذی) 7

بادشاہ اور بڑے لوگ اپنے کام وزراء اور دوسروں کے سپرد کر کے خود عیش وعشرت سے زندگی گزارتے ہیں مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں جو وقت گزرتا کام کاج میں اہل خانہ کی مدد فرماتے۔ہاتھ سے کام کرنا عار نہ سمجھتے تھے۔عام آدمی کی طرح گھر میں کام کرتے، کپڑے خود سی لیتے تھے، پیوند بھی لگائے ،ضرورت پر جوتا بھی ٹانک لیا، جھاڑو بھی دیا،حسب ضرورت جانوروں کو باندھ دیتے اور چارہ بھی ڈال دیتے، دودھ دوہ لیا کرتے۔خادم تھک جاتے تو اس کی مدد فرماتے۔(احمد) 8

ہمسایوں کا بہت خیال رکھتے،ان کی بکریاں اُن کو دوھ کر دیتے۔(احمد) 9

بیت المال کے جانوروں کو نشان لگانے کی خاطر خود داغ دیتے۔ ہمارے نبیؐ نمازیں جمعہ،عید خود پڑھاتے۔ ملنے والوں کا ایک تانا بندھا رہتا تھا مگر کوئی دربان نہ تھا۔

رسول کریمؐ پر ایک بہت اہم اور نازک ذمہ داری نزول قرآن اور اس کی حفاظت کی تھی۔جس کے لئے اپنے اوقات کا بڑا حصہ آپؐ کو وقف کرنا پڑتا تھا۔ گھر یا مجلس میں جہاں اور جب بھی وحی کا نزول ہوتا اس کے بوجھ سے ایک خاص کیفیت آپؐ پر طاری ہوتی کہ جسم پسینہ سے شرابور ہوجاتا جس کے فوراً بعد کاتب کو بلوا کر وحی الٰہی لکھوا لیتے۔(بخاری) 10

وحی قرآن کے یاد رکھنے اور نمازوں میں تلاوت کیلئے بھی گھر پر اعادہ اور غور وتدّبر ایک محنت طلب کام تھا۔

ذکرالٰہی ودعا

آپؐ ہر کام اللہ کا نام لیکر شروع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسکے بغیر کام بے برکت ہوتے ہیں۔فراغت ومصروفیت ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے تھے۔ ''دست درکار و دل بایار'' کے حقیقی مصداق تھے۔

ہر موقع اور محل کے لئے آپؐ سے دعائیں ثابت ہیں۔صبح اٹھتے ہوئے خیر و برکت کی دعا مانگتے تو شام کو انجام بخیر کی۔گھر سے جاتے اور آتے ہوئے، مسجد داخل ہوتے اور نکلتے ہوئے، کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں، بیت الخلاء جاتے آتے، بازار جاتے ہوئے، سفر پر روانہ ہوتے ہوئے، سوتے اور جاگتے وقت ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرتے اور اسے سہارا بنا کر دعا کرتے۔ مجلس میں بیٹھے ستّر مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔(بخاری) 11

دعاؤں میں زیادہ الحاح اور تضرّع کے وقت یـا حیّ و یا قیوم (یعنی اے زندہ اے قائم رکھنے والے) پڑھ کر دعا کرتے۔ مصیبت کے وقت آسمان کی طرف سر اٹھا کر **سبحان الله العظیم** پڑھتے۔ مجلس میں چھینک آنے پر دھیمی آواز میں الحمدللہ کہتے اور کسی دوسرے کو چھینک آنے پر **یـرحمک الله** کی دعا دیتے۔ (بخاری) 12

صحابہ سے عام ملاقاتیں، وعظ ونصیحت اور سوال و جواب کی مجالس کے پروگرام نمازوں کے اوقات میں ہو جاتے تھے۔ کبھی اپنے اصحاب کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ (احمد) 13 حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے گھر بھی تشریف لے جاتے، کبھی ان کے باغ میں وقت گزارتے۔ (بخاری) 14

ظہر کے بعد گھر میں حسب حالات کچھ قیلولہ فرما لیتے اور فرمایا کرتے کہ قیلولہ کے ذریعے رات کی عبادت کیلئے مدد حاصل کیا کرو۔ نماز عصر کے بعد باری باری سب ازواج مطہرات کے گھر جایا کرتے تھے۔ (احمد) 15 جو ایک حویلی میں مختلف کمروں کی صورت میں پاس پاس ہی تھے۔ مغرب کے بعد سب بیویاں اس گھر میں جمع ہو جاتیں جہاں حضور کی باری ہوتی وہاں ان کے ساتھ مجلس فرماتے۔

عشاء سے قبل سونا آپؐ کو پسند نہ تھا تا کہ نماز عشاء نہ رہ جائے اور عشاء کے بعد بلاوجہ زیادہ دیر تک فضول باتیں اور گپ شپ پسند نہ فرماتے تھے۔ البتہ

بعض اہم دینی کاموں کیلئے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ سے عشاء کے بعد بھی مشورے فرمائے۔ (احمد) 16 دن کے کاموں کا اختتام نمازِ عشاء سے پہلے پہلے کر کے عشاء کے بعد آرام کرنا پسند کرتے تاکہ تہجد کیلئے بروقت بیدار ہوسکیں۔ (بخاری) 17

پھر آدھی رات کے قریب جب آنکھ کھلتی اپنے مولیٰ سے راز و نیاز میں محو ہوجاتے۔ آپؐ نے رات کے ہر حصہ میں نماز تہجّد ادا کی ہے۔ مگر اکثر رات کی آخری تہائی میں عبادت کرتے تھے۔ (بخاری) 18

خوراک وغذا

آپؐ کی خوراک وغذا نہایت سادہ تھی۔ بسا اوقات رات کے کھانے کی بجائے دودھ پر ہی گزارا ہوتا تھا۔ (بخاری) 19

جو ملی گندم کے اَن چھنے آٹا کی روٹی استعمال کرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں۔ یوں تو حضورؐ کو دستی کا گوشت پسند تھا مگر جو میّسر آتا کھا کر حمد وشکر بجالاتے۔ سبزیوں میں کدّو پسند تھا۔ سِرکہ کے ساتھ بھی روٹی کھائی اور فرمایا ''یہ بھی کتنا اچھا سالن ہوتا ہے۔'' (بخاری) 20

عربی کھانا ثرِید (جس میں گندم کے ساتھ گوشت ملا ہوتا تھا) مرغوب تھا۔ اسی نوع کا ایک اور کھانا ہریسہ بھی استعمال فرمایا ہے۔ سنگترہ کھجور کے ساتھ ملا کر کھانے کا لطف بھی اٹھایا۔ اللہ کی ہر نعمت کے بعد اس کا شکر ادا کرتے۔ (بخاری) 21 میٹھے

میں شہد کے علاوہ حلوہ اور کھیر پسند تھی۔(احمد) 22

طہارت وصفائی

ارشاد ربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(سورۃ البقرہ: 223) یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے باطنی طہارت کیلئے ظاہری طہارت کو ضروری قرار دیا اور اس کے تفصیلی آداب سکھائے۔دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا۔جسم کی صفائی کیلئے ہفتہ میں کم ازکم دو مرتبہ نہانے کی ہدایت فرماتے۔کم ازکم ایک صاع (یعنی قریباً تین لٹر) پانی سے نہالیتے تھے۔غسل کی عادت زیادہ تھی۔(ترمذی) 23 آنکھوں کی حفاظت کیلئے رات کو سرمہ لگاتے تھے۔(ترمذی) 24

دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیتے ،فرماتے تھے۔''اگر اُمت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ (دن میں پانچ مرتبہ) مسواک کا حکم دیتا۔''اپنا یہ حال تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔مسواک دانتوں کے آڑے رُخ یعنی نیچے سے اوپر کرتے تھے۔تاکہ درزیں خوب صاف ہوں۔(مسلم) 25 بوقت وفات بھی مسواک دیکھ کر اسکی خواہش کی تو حضرت عائشہؓ نے نرم کر کے استعمال کروائی۔(بخاری) 26

آپؐ عمدہ خوشبو پسند کرتے تھے۔اپنی مخصوص خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے پسینے سے جو خوشبو آتی تھی وہ مشک سے بھی

بڑھ کر ہوتی تھی۔سر کے بال کانوں کی لو سے بڑھ کر کندھوں پر آ جاتے تو کٹوا دیتے۔ داڑھی حسب ضرورت لمبے اور چوڑے رخ سے ترشواتے تھے۔جو مشت بھر رہتی تھی ۔بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔(ترمذی) 27

لباس

قرآنی ارشاد کے مطابق لباس میں پردہ اور زینت کی بنیادی شرائط ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔عام طور پر ایک تہبند اور ایک اوڑھنے کی چادر عربوں کا لباس تھا جو آپؐ نے بھی پہنا مگر سلا ہوا لمبی آستین والا کرتا زیادہ پسند تھا۔سادہ موٹے کپڑے استعمال فرماتے ۔آپؐ جبہ، پاجامہ اور سردی میں تنگ آستین والی روئی بھری صدری بھی استعمال فرماتے تھے۔حسب موسم وضو کے بعد پونچھنے کیلئے تولیہ بھی استعمال فرماتے۔

آپؐ نے ٹوپی بھی استعمال فرمائی۔ جمعہ کے روز کلاہ کے اوپر پگڑی پہنتے۔ جمعہ عیدین اور وفود کی آمد پر عمدہ کپڑے اور خاص طور پر ایک سرخ قبا زیب تن فرماتے۔ایک چاندرات میں سرخ قبا پہنی ہوئی تھی ۔دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس رات آپؐ چاند سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔سفید کپڑے زیادہ پسند تھے۔مگر سرخ، سبز اور زعفرانی رنگ بھی استعمال فرمائے۔ نیا کپڑا پہننے پر دو رکعت نماز ادا فرماتے اور پرانا کپڑا کسی ضرورت مند کو دے دیتے تھے۔ چمڑے کے موزے استعمال فرماتے اور بوقت وضو ان پر مسح فرماتے۔ چمڑے کے کھلے

جوتے دو تسمے والے (ہوائی چپل، سلیپر نما) استعمال فرماتے۔ (ترمذی) 28

چاندی کی انگشتری پر محمد رسول اللہؐ کندہ تھا جو خطوط پر مہر لگوانے کے لئے بنوائی تھی۔ (بخاری) 29

ایک عرصہ تک یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے رہے پھر بائیں ہاتھ میں بھی پہنی۔ بیت الخلاء جاتے تو یہ انگوٹھی اتار دیتے۔ وضو کرتے وقت اسے حرکت دے کر انگلی کو دھوتے۔ ہاتھ میں بالعموم کھجور کی شاخ کی چھڑی رکھتے تھے۔

جنگ میں آپؐ نے خود اور زرہ بھی پہنی ہے۔ غزوۂ احد میں تو دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ ایک زرہ کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں دھنس گئی تھیں۔ (بخاری) 30

چال ڈھال اور گفتگو

چال ڈھال میں آپؐ نہایت کو ہ وقار انسان تھے۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہوں۔ ابوھریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا ایسے لگتا تھا کہ زمین آپؐ کے لئے لپٹتی جارہی ہے۔ ہم ساتھ چل کر تھک جاتے مگر حضور پر تھکاوٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ گردن اکڑا کر نہ چلتے بلکہ نظریں نیچی رکھتے تھے۔ (ترمذی) 31

حسب ارشاد باری کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپؐ کو نرم کر دیا ہے۔ (سورۃ آل عمران: 107) آپؐ کی گفتگو میں تلخی تھی نہ تیزی ٹھہر ٹھہر کر اور

سمجھا کر وضاحت اور نرمی سے آپ اس طرح کلام فرماتے کہ بات ذہن نشین ہوجاتی ۔(بخاری) 32 تین دفعہ بات دہراتے تھے۔(احمد) 33

کوئی بھی عزم کر لینے کے بعد خدا پر کامل بھروسہ رکھتے ۔جب آپؐ تین دفعہ کوئی بات کہہ دیتے تو اسے کوئی پلٹا نہیں سکتا تھا۔(احمد) 34 لیکن آپؐ کبھی صحابہ کی طاقت سے زیادہ ان کو حکم نہ دیتے تھے۔(احمد) 35

حضرت حسن بن علیؓ اپنے ماموں ھند بن ابی ہالہ کا ایک خوبصورت بیان حضور کی گفتگو کے بارہ میں یوں پیش فرماتے تھے کہ

آنحضورؐ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے تھے اور جب بولتے تھے تو فصاحت و بلاغت سے بھر پور نہایت بامعنی کلام فرماتے ۔خود بات شروع کرتے اور اسے انتہا تک پہنچاتے ۔آپؐ کی گفتگو فضول باتوں اور ہر قسم کے نقص سے مبرّا اور بہت واضح ہوتی تھی۔اپنے ساتھیوں سے تلخ گفتگو نہیں کرتے تھے۔نہ ہی انہیں باتوں سے رسوا کرتے تھے۔معمولی سے معمولی احسان کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے۔کسی پر محض دنیوی بات کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے البتہ جب کوئی حق سے تجاوز کرتا تو پھر آپؐ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا اور ایسی بات پر آپؐ سزا ضرور دیتے تھے مگر محض اپنی ذات کی خاطر غصے ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے۔غصے میں منہ پھیر لیتے تھے۔خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے۔مسکراتے تو سفید دانت اس طرح

آبدار ہوتے جیسے بادل سے گرنیوالے اولے۔(الشفاء)36

زیادہ تر آپؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد تک ہوتی تھی۔مسکرانا تو آپؐ کی عادت تھی۔صحابہ کہتے ہیں ''ہم نے حضور سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ تمتما اُٹھتا تھا۔''(احمد)37

آپؐ کی گفتگو خشک نہ تھی۔بلکہ ہمیشہ شگفتہ مزاح فرماتے تھے۔مگر مذاق میں بھی کبھی دامن صدق نہ چھوٹا۔فرماتے'' میرے منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔'' (طبرانی)38

مزاح کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ایک دفعہ ایک عمر رسیدہ خاتون سے کہا کہ بوڑھی عورتیں تو جنت میں نہ جائیں گی۔وہ پریشان ہوئی تو فرمانے لگے وہ جنت میں جوان ہو کر جائیں گی۔

ایک صحابی نے ایک دفعہ سواری کیلئے آپؐ سے اونٹ مانگا۔رسول کریمؐ نے فرمایا میں تجھے اونٹ کا بچہ دے سکتا ہوں۔وہ سراسیمہ ہو کر بولے حضور اونٹنی کا بچہ لے کر میں کیا کروں گا۔مجھے تو سواری چاہیئے فرمایا'' بھئی!اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔''(ترمذی)39

صحابہ کو وعظ و نصیحت کرنے میں ناغہ کرتے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں۔آپؐ کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ دلکش اور جوش سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔بعض دفعہ خطبہ میں یہ جوش وجلال بھی دیکھا گیا کہ آنکھیں سرخ ہیں اور آواز بلند۔جیسے کسی حملہ

آ ورلشکر سے ڈرار ہے ہوں جو صبح یا شام حملہ آ ور ہونے والا ہے۔ ایک دفعہ صفات الٰہیہ کے بیان کے وقت منبر آ پؐ کے جوش کے باعث لرز رہا تھا۔ (مسلم) 40

آپؐ جو کہتے تھے وہ کر کے بھی دکھاتے تھے۔ زبان وادب کا عمدہ ذوق تھا۔ گفتگو میں الفاظ کے چناؤ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے اور الفاظ کے بے محل استعمال کی اصلاح فرما دیتے ،عرب میں غلام اپنے آ قاؤں کو ''رب'' کہتے تھے جسکے معنے ہیں پالنے والا۔ اور جو حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آ قا کو سید کہا کرو۔ یعنی سردار۔ آ قا اپنے غلام کو 'عبدٗ کہتے تھے یعنی نوکر۔ فرمایا فتٰی کہہ کر مخاطب کرو۔ یعنی نوجوان یا بچے تا کہ انکی عزت نفس قائم رہے۔ (بخاری) 41

آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے **جوامع الکلم** عطا کئے گئے تھے یعنی مختصر کلام میں ایسے گہرے مضمون بیان فرماتے تھے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیتے تھے۔ نہایت لطیف خوبصورت محاورات میں کلام فرماتے تھے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں وفد نہد آیا تو رسول اللہؐ نے انکی درخواست پر ان کے حق میں دعا کی اور پھر انہیں ایک معاہدہ لکھ کر دیا کہ جو نماز قائم کرے مومن ہے، جو زکوۃ ادا کرے مسلمان ہے جو کلمہ شہادت (لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مَحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) پڑھ لے وہ غافل نہیں لکھا جائے گا وغیرہ۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں اس معاہدہ کی فصیح و بلیغ عبارت دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم ایک باپ کے بیٹے۔ایک شہر کی گلیوں میں بڑھے پلے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ وفود عرب سے آپؐ ایسی زبان میں کلام کرتے ہیں کہ اسکا جواب نہیں۔فرمایا اللہ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور بہت بہترین سکھایا ہے اور میں بنی سعد میں پروان چڑھا ہوں۔(الشفاء)42

رسول کریمؐ کو اچھے نام پسند تھے جیسے عبداللہ،عبدالرحمٰن وغیرہ۔کسی نام کے اچھے معنے نہ ہوتے تو اسے بدل دیتے۔ایک شخص کا نام حزن تھا جس کے معنی غم کے ہیں آپؐ نے اس کا نام سہل رکھ دیا جو آسانی کے معنی دیتا ہے۔(بخاری)43

ایک عورت کا نام عاصیہ تھا جس میں نافرمانی کا مفہوم ہے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا یعنی خوبصورت۔

معاشرت

رسول کریمؐ کی معاشرت اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کے ساتھ رافت و رحمت کی آئینہ دار تھی۔فرمایا ’’تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کیلئے بہتر ہو۔اور میں تم میں سب سے بڑھ کر اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔‘‘(ابن ماجہ)44

گھر میں بے تکلفی سے خوش خوش رہتے۔کبھی بیویوں کو کہانیاں اور قصے بھی سناتے۔اہل خانہ سے حد درجہ کی نرمی اور اکرام کا سلوک

فرماتے ۔ (بخاری) 45

اپنے صحابہ کی ضروریات اور جذبات کا بے حد احساس تھا۔ ان کے حالات سے باخبر رہتے مگر کسی کے خلاف یکطرفہ کوئی سننا گوارہ نہ کرتے ۔ فرماتے تھے کہ اپنے اصحاب کیلئے میرا سینہ صاف رہنے دو۔ (ابوداؤد) 46

صحابہ کو فاقہ کی تکلیف ہوتی تو اپنے گھر لے جا کر تواضع فرماتے یا پھر صحابہ کو تحریک کر دیتے ۔ اگر کوئی صحابی مسلسل تین دن تک نمازوں میں نظر نہ آتا تو یاد فرماتے اگر موجود ہوتا تو اس سے ملاقات کرتے اگر کہیں سفر وغیرہ پر گیا ہوتا تو اس کے حق میں دعا کرتے ۔ اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے ۔ (بخاری) 47

اپنے یہودی خادم کا حال پوچھنے اس کے گھر گئے ۔ بوقت عیادت مریض پر ہاتھ پھیرتے اور شفا کی دعا کرتے ۔ (بخاری) 48

اپنے ساتھیوں پر خاص توجہ فرماتے ۔ کوئی ساتھی راستہ میں مل جاتا تو رک کر اس سے ملتے اور کھڑے رہتے یہاں تک کہ وہ خود اجازت لیتا۔ کسی سے مصافحہ کرتے تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ نہ چھوڑے ۔

اپنے ساتھیوں سے تحائف قدردانی کے ساتھ وصول فرماتے تھے۔ خوشبو اور دودھ کا تحفہ کبھی رد نہ فرماتے اور بدلہ میں بہتر تحفہ عطا فرماتے تھے ۔ (احمد) 49

تحفہ میں زمزم کا پانی دینا پسند فرماتے تھے ۔ صدقہ کا مال اپنی ذات کے

لئے نہ لیتے تھے۔انصار کے گھروں میں ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔(احمد) 50 ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ۔پیار دیتے اور دعا کرتے ۔ بعض بچوں کی پیدائش پر کھجور سے گڑتی بھی دی ۔(بخاری) 51

گھر میں بیک وقت نو بیویاں رہیں ہمیشہ ان میں عدل فرماتے، ان میں سے کسی کو سفر پر ہمراہ لے جانے کے لئے فیصلہ قرعہ اندازی سے فرماتے۔(احمد) 52 مدینہ سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور واپسی پر مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ہی آ کر ملتے ۔(احمد) 53 سفر سے واپس تشریف لاتے تو خاندان کے بچے اور اہل مدینہ آپؐ کا استقبال مدینہ سے باہر جا کر کرتے ۔(بخاری) 54

آپؐ عام مسلمانوں کی دعوت طعام بلا تفریق قبول فرماتے۔(بخاری) 55 اپنے صحابہ کے جنازہ اور تدفین میں شامل ہوتے تھے۔سوائے اس کے کہ کوئی شخص مقروض ہو تو اس کے بارہ میں فرماتے تھے کہ اس کا جنازہ خود پڑھ لو۔(بخاری) 56

ایک دفعہ رات کو ایک غریب خادم مسجد فوت ہوا اور آپؐ کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر جا کر دعا کی اور صحابہ کو خفا ہوئے کہ کیوں اس کے

جنازہ کی اطلاع نہ کی۔(بخاری) 57

صحابہ کے ساتھ قومی کاموں میں برابر کے شریک ہوتے۔مسجد نبوی کی تعمیر میں ان کے ساتھ مل کر اینٹیں اٹھائیں تو غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی میں حصہ لیا اور مٹی باہر نکالی۔(بخاری) 58

آپؐ خادموں سے بہت حسن سلوک فرماتے تھے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے کبھی آپؐ نے مجھے اُف تک نہیں فرمایا کبھی کسی بات پر نہیں ٹوکا۔(بخاری) 59

حضرت علیؓ نے امام حسینؓ کے اس سوال پر کہ رسول کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا تھا۔حضور کی معاشرت کا دلآویز نقشہ یوں کھینچا کہ:۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مسکراتے تھے۔عمدہ اخلاق والے اور نرم خُو تھے۔ترش رُو تھے نہ تندخو، نہ کوئی فحش زبان پر لانے والے نہ چیخ کر بولنے والے۔عیب چیں تھے نہ بخیل۔ جو بات ناگوار ہوتی اس کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے نہ ہی اس کے بارے میں کوئی جواب دیتے۔آپؐ نے اپنے آپؐ کو تین باتوں سے کلیتہً آزاد کرلیا ہوا تھا۔جھگڑے،تکبر اور لایعنی وفضول باتوں سے اور تین باتوں میں لوگوں کو آزاد چھوڑ رکھا تھا یعنی آپؐ کسی کی مذمت نہ کرتے تھے، کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور کسی کی پردہ دری نہ چاہتے تھے۔آپؐ صرف اس

امر کے بارے میں گفتگو کرتے جس میں ثواب کی اُمید ہو۔جب آپؐ خاموش ہوجاتے تو لوگ بات کرلیتے تھے مگر آپؐ کے سامنے ایک دوسرے سے باتیں نہ کرتے اور جب آپؐ کے سامنے کوئی ایک بات کر رہا ہوتا تو باقی لوگ اس کی بات خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ بات پوری کرلے۔آپؐ اپنے صحابہ کی باتوں میں دلچسپی لیتے۔ان کی ہنسی مذاق کی باتوں میں ان کا ساتھ دیتے اور تعجب کا موقع ہوتا تو تعجب فرماتے۔کبھی کوئی اجنبی مسافر آجاتا تو اسکی گفتگو یا سوال نہایت توجہ سے سماعت فرماتے۔(الشفاء) 60

صحابہ مہمانوں کو حضورؐ کی خدمت میں بڑے شوق سے لایا کرتے تھے۔ وہ خود از راہ ادب آپؐ سے اکثر سوال نہ کرتے تھے بلکہ اس انتظار میں رہتے کہ کوئی بدو آکر مسئلہ پوچھے تو ہم بھی سنیں۔(بخاری) 61

آپؐ کی ہدایت تھی کہ اگر کوئی ضرورت مند دیکھو تو اسے کچھ دے دو ورنہ اس کی مدد کے لئے تحریک کر دیا کرو۔فرماتے تھے کہ نیک سفارش کا بھی اجر ہوتا ہے۔مبالغہ آمیز تعریف و ستائش آپؐ کو قطعاً پسند نہ تھی۔سوائے اس کے کہ جائز حدود کے اندر ہو۔(بخاری) 62

آپؐ کسی کی قطع کلامی پسند نہ فرماتے تھے سوائے اس کے کہ وہ اپنی حد سے تجاوز کرے۔ایسی صورت میں اسے روک دیتے تھے یا خود اس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

متفرق معمولات

آپؐ ہفتہ کے روز کبھی پیدل اور کبھی سواری پر مسجد قبا جایا کرتے تھے جو بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں مدینہ سے چند میل دور تھی۔ یوں ہفتہ وار تفریح بھی ہو جاتی اور اس محلّہ کے صحابہ سے ملاقات بھی۔ (احمد) 63 حضور کو سبزے اور جاری پانی کو دیکھنا بہت پسند تھا۔

جمعہ کا دن تو جمعہ کی تیاری اور اس کی مصروفیات میں گزر رتا۔ کوئی مہم بھجوانا ہوتی تو بالعموم جمعرات کو دن کے پہلے حصہ میں بھجواتے۔ (احمد) 64 اور تین یا اس سے زائد افراد پر امیر مقرر فرماتے۔ (بخاری) 65

ہر کام میں دائیں پہلو کو ترجیح دیتے۔ جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے، نہانے وغیرہ میں یہی معمول تھا۔ دایاں ہاتھ کھانے پینے، مصافحہ کرنے کے لئے استعمال فرماتے۔ (بخاری) 66

دیگر طہارت وغیرہ کے کام بائیں ہاتھ سے کرتے۔ دائیں پہلو پر سوتے۔ جوتا پہننے میں پہلے دایاں پاؤں پہنتے اور اتارتے وقت پہلے بایاں اتارتے۔ (مسلم) 67

مسجد میں داخل ہوتے وقت اندر پہلے دایاں پاؤں رکھتے اور باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے۔

کسی کے بارے میں کوئی شکایت پہنچتی تو نام لئے بغیر (بعض لوگ کہہ

کر) مجلس میں سرزنش یا تنبیہہ فرماتے۔(بخاری) 68

کسی کا نام بھول جاتا تو یا بن عبداللہ کہہ کر پکارتے یعنی اے اللہ کے بندے کے بیٹے! کوئی کام یادرکھنے کیلئے انگلی پر دھاگہ باندھ لیتے۔

سفر پر جاتے تو مدینہ میں امیر مقرر فرماتے۔موسم گرما کی سخت گرمیوں کے بعد جب موسم سرما کی آمد آمد ہوتی تو خوش ہو کر اسے مرحبا کہتے۔بادل یا آندھی کے آثار دیکھ کر فکرمند ہو جاتے اور چہرہ متغیر ہو جاتا کہ کہیں گزشتہ قوموں کی طرح عذاب کا پیش خیمہ نہ ہو اور پھر دعائے خیر میں لگ جاتے۔(بخاری) 69

مگر موسم گرما کی عام بارش سے خوش ہوتے اور اسے بڑے شوق سے سر پر لے کر فرماتے۔''میرے رب کی طرف سے تازہ یہ رحمت آئی ہے''(احمد) 70

خوش ہوتے تو چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا۔ناراض ہوتے تو چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا اور چہرے پر اس کے آثار ظاہر ہو جاتے۔(احمد) 71

کوئی غم پہنچتا تو فرماتے بندوں کی بجائے میرا رب میرے لئے کافی ہے۔اور نماز کی طرف توجہ فرماتے۔(احمد) 72

کسی کو سرزنش کرتے تو اتنا فرماتے۔''اللہ اس کا بھلا کرے اسے کیا ہوا۔''زیادہ سوالات اور قیل وقال سے منع فرماتے تھے۔(بخاری) 73

مسائل میں الجھنیں اور مشکلات پیدا کرنے سے بھی روکتے اور فرماتے ''آسانی پیدا کرو مشکل پیدا نہ کرو۔''

مجلس میں چھینک آتی تو منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لیتے۔ ابکائی آتی تو ہاتھ منہ پر رکھ لیتے۔تھوک پرمٹی ڈال کر اسے دفن کر دیتے۔ (بخاری) 74

کبھی آپؐ کو دردشقیقہ کی تکلیف بھی ہو جاتی تھی جو ایک یا دو دن رہتی تھی۔ایسی صورت میں گھر میں آرام فرماتے۔

اخلاق فاضلہ

وہ ہستی جس کے بارے میں عرش کے خدا نے گواہی دی کہ اے نبی تو عظیم اخلاق پرفائز ہے۔ وہ اخلاق کیسے شاندار ہونگے۔

حضور کے عام اخلاق کے بارہ میں حضرت خدیجہؓ کی پندرہ سالہ رفاقت کے بعد وہ گواہی کیسی زبردست ہے کہ آپؐ صلہ رحمی کرنے والے، دوسروں کے بوجھ بانٹنے والے،گمشدہ اخلاق اور نیکیوں کو زندہ کرنے والے، مہمان نواز اور راہ حق میں مصائب پر مدد کرنے والے ہیں اس لئے آپؐ جیسے انسان کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔ (بخاری) 75

پھر حضرت عائشہؓ کا آپؐ کے اخلاق کے بارہ میں بیان ہے کہ آپؐ کبھی فحش کلامی نہ فرماتے تھے۔ نہ ہی بازاروں میں آوازے کسنا آپؐ کا شیوہ تھا۔آپؐ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے تھے بلکہ عفو اور درگذر سے کام لیتے تھے۔ (بخاری) 76

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ سب لوگوں کے محبوب ترین انسان آپؐ تھے۔ (احمد) 77 جب کبھی آپؐ کو دو معاملات میں اختیار دیا جاتا تو آسان امر کو

اختیار کرتے۔ آپؐ سے زیادہ اپنے نفس پر ضبط کرنیوالا کوئی نہ تھا۔(بخاری) 78

حیاء ایسی تھی کہ آپؐ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔(احمد) 79 حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آپؐ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔(مسلم) 80

جب بھی آپؐ سے سوال کیا گیا آپؐ نے عطا فرمایا۔(احمد) 81

مال فئی (غنیمت) جس روز آتا اسی روز تقسیم فرما دیتے تھے۔توکل ایسا تھا کہ کبھی کل کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے۔(بخاری) 82

آپؐ تمام لوگوں سے بڑھ کر زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے(احمد) 83 اپنے آپؐ کو دنیا میں ایک مسافر سمجھتے تھے جو ستانے کے لئے ایک درخت کے نیچے آرام کیلئے رکتا اور پھر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔(ترمذی) 84

شجاعت ایسی کہ جنگوں میں تن تنہا میدان میں لڑتے اور کبھی قدم پیچھے نہ ہٹایا۔اشجع الناس اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔(مسلم) 85

عفو ایسا کہ جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ کرنے والوں کو بھی معاف کر دیا۔(بخاری) 86

الغرض آپؐ جامع اخلاق فاضلہ تھے۔آپؐ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے۔آپؐ خلق عظیم پر فائز تھے اور بنی نوع انسان کے لئے ایک خوبصورت اور

کامل نمونہ تھے۔ ایسا نمونہ جسکی پیروی کی برکت سے آج بھی خدا مل سکتا ہے اور آج بھی وہ ہمارا خالق و مالک یہ پاکیزہ اخلاق نبوی اپنے بندوں میں دیکھ کر ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔

حوالہ جات

1 نوادرالاصول فی احادیث الرسول حکیم ترمذی جلد 4 ص25 دارالجیل بیروت

2 شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ

3 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد1 ص74 دارالکتاب العربی

4 بخاری کتاب التہجد

5 بخاری کتاب االتعبیر الرؤیاء

6 مسند احمد جلد6 ص45

7 ترمذی کتاب الصوم

8 مسند احمد جلد6 ص21 ،اسد الغابہ جلد1 ص29

9 مسند احمد جلد5 ص11

10 بخاری بدء الوحی و فضائل القرآن

11 بخاری وترمذی کتاب الدعوات

12 بخاری کتاب الادب

13 مسند احمد جلد6 ص398

14 بخاری کتاب الصلوۃ و کتاب التفسیرسورۃ ال عمران لن تنالواالبرّ

15 مسند احمد جلد6 ص59

16 مسند احمد1 ص26

17 بخاری و ترمذی کتاب الصلوۃ

18 بخاری کتاب التہجد

19 بخاری کتاب الرقاق

20 بخاری کتاب الاطعمه

21 بخاری و ترمذی کتاب الاطعمه

22 مسند احمد6ص59

23 ترمذی کتاب الطهارت

24 شمائل الترمذی باب ماجاء فی محل رسول اللهؐ

25 مسلم کتاب الطهارة باب السواک30

26 بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ

27 شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللهؐ

28 ترمذی کتاب الادب

29 بخاری کتاب العلم

30 بخاری کتاب المغازی

31 شمائل ترمذی باب ماجاء فی مشیة رسول اللهؐ

32 بخاری کتاب العلم

33 مسند احمد3ص21

34 مسند احمد جلد3ص24

35 مسند احمد6ص56

36 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ اللقاضی عیاض جلد1 ص22دار الکتاب العربی

37 مسنداحمد جلد4ص53

38 معجم الطبرانی الکبیر جلد12 ص91

39 شمائل الترمذی باب ماجاء فی مزاح رسول اللہؐ

40 مسلم کتاب الجمعه باب تخفیف الصلوة و الخطبه415

41 بخاری کتاب الادب

42 الشفاء للقاضی عیاض جلد1 ص9

43 بخاری کتاب الادب

44 ابن ماجه کتاب النکاح

45 بخاری کتاب النکاح

46 ابو داؤد کتاب الادب باب فی رفع الحدیث من المجلس4218

47 بخاری کتاب التفسیر سورة الحجرات

48 بخاری کتاب المرضیٰ

49 مسند احمد جلد6 ص90

50 مسند احمد جلد4 ص398

51 بخاری کتاب الادب

52 مسند احمد جلد6 ص17

53 مسند احمدجلد3 ص45

54 بخاری کتاب المغازی

55 بخاری کتاب الاطعمه

56 بخاری کتاب الحوالات

57 بخاری کتاب الجنائز

58 بخاری کتاب المغازی

59 بخاری کتاب المناقب

60 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ جلد3ص206دارالکتاب العربی

61 بخاری کتاب العلم

62 بخاری کتاب الادب

63 مسند احمد جلد2ص4

64 مسند احمد جلد4ص41

65 بخاری و مسلم کتاب الجهاد و مسند احمد جلد5ص53

66 بخاری کتاب الصلوة باب التیمن

67 مسلم کتاب القدر46

68 بخاری کتاب الادب

69 بخاری کتاب التفسیر سورة الاحقاف

70 مسند احمد جلد6ص49

71 مسند احمد جلد3ص40و مجمع الزوائد جلد8ص27

72 مسند احمد جلد5ص38

73 بخاری کتاب الاستقراض

74 بخاری کتاب الادب و کتاب الصلوة

75 بخاری بدء الوحی

76 بخاری کتاب الادب

77 مسند احمد جلد3ص42

78 بخاری کتاب المناقب36

79 مسند احمد جلد3ص71

80 مسلم کتاب الفضائل

81 مسند احمد جلد3ص90

82 بخاری کتاب الرقاق

83 مسند احمد جلد4ص98

84 ترمذی کتاب الزھد

85 مسلم کتاب الفضائل

86 بخاری کتاب المغازی

توحید پرستوں کا بادشاہ

رسول اللہ ﷺ کی محبت الٰہی اور غیرت توحید

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرک و بت پرستی کے تاریک دور میں قیام توحید کا عظیم الشان کام لیا جانا تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آغاز سے ہی آپؐ کے دل میں توحید کی محبت اور بت پرستی سے نفرت رکھ دی تھی اور اپنی خاص مشیئت سے آپ کو ہر قسم کے شرک سے محفوظ رکھا۔

شرک سے نفرت

رسول اللہؐ کی کھلائی ام ایمنؓ بیان کرتی تھیں کہ ’’بوانہ‘‘ وہ بت تھا جس کی قریش تعظیم کرتے تھے۔اُس کے پاس حاضری دے کر قربانیاں گزارتے اور سال میں ایک دن وہاں اعتکاف کرتے تھے۔ابو طالب بھی اپنی قوم کے ساتھ وہاں جاتے اور رسول اللہؐ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے مگر آپؐ انکار کر دیتے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات حضورؐ کی پھوپھیاں اور ابو طالب آپ سے سخت ناراض ہوتے اور کہتے کہ بتوں سے آپ کی بیزاری کے باعث ہمیں آپؐ کے بارے

میں ڈر ہی رہتا ہے۔

ایک دفعہ اپنی پھوپھیوں کے اصرار پر آپؐ وہاں چلے تو گئے مگر سخت خوفزدہ ہو کر واپس آ گئے اور کہا کہ میں نے ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ پھوپھیوں نے کہا کہ اتنے نیک انسان پر شیطان اثر نہیں کر سکتا اور پوچھا آپ نے کیا دیکھا ہے؟

آپؐ نے بتایا کہ جونہی میں بت کے قریب جانے لگتا تھا تو سفید رنگ اور لمبے قد کا ایک شخص چلّا کر کہتا تھا کہ اے محمدؐ! پیچھے رہو اور اس بت کو مت چھوؤ۔ بعد میں پھوپھیوں نے بھی اصرار چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو ایسی مشرکانہ رسوم سے محفوظ رکھا۔ (بیہقی) 1

بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ سفر شام کے دوران عیسائی راہب بحیرٰی سے ملاقات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک سوال پر فرمایا تھا کہ مجھ سے لات، اور عزیٰ کے بارہ میں مت پوچھو، خدا کی قسم! ان سے بڑھ کر مجھے اور کسی چیز سے نفرت نہیں۔ (بیہقی) 2

نبی کریمؐ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر جب ملک شام گئے تو اپنا سودا فروخت کیا۔ کسی شخص نے اس دوران آپ سے لات اور عُزّٰی کی قسم لینا چاہی۔ آپؐ نے فرمایا میں نے کبھی آج تک ان بتوں کے نام کی قسم نہیں کھائی اور نہ کبھی ان کی طرف توجہ کی ہے۔ (ابن سعد) 3

عبادت الٰہی کی محبت

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بچپن سے ہی اپنے خالق ومالک کی محبت بھر دی گئی تھی۔عبادت اور ذکر الٰہی سے آپ کو خاص شغف تھا، خلوت پسند تھی۔عین عنفوانِ شباب میں آپ کو نیک اور سچی خوابوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔(بخاری) 4

جوانی میں آنحضورؐ ہر سال غار حرا میں ایک مہینہ کے لئے اعتکاف فرمایا کرتے اور تنہائی میں اللہ کو یاد کرتے تھے۔جاہلیت میں قریش کی عبادت کا یہ ایک طریق تھا۔جب آپ کا یہ اعتکاف ختم ہوتا تو واپس آکر پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔جب حضورؐ کو پہلی وحی ہوئی تو یہ رمضان کا ہی مہینہ تھا جس میں آپ غار حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے۔(ابن ھشام) 5

اس زمانہ میں مکہ میں گنتی کے چند لوگ توحید پرست باقی رہ گئے تھے جو دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ان میں ایک قابل ذکر انسان زید بن عمرو تھے۔ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ان سے مکے کے قریب بلدح بستی میں ہوئی۔مشرکین کی طرف سے آنحضرتؐ کے سامنے کچھ کھانا پیش کیا گیا۔آپؐ نے کھانے سے انکار کر دیا۔پھر زید کو کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی یہ کہہ کر کھانے سے انکار کیا کہ تم لوگ اپنے بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہو اس لئے میں ہرگز تمہارا کھانا نہ کھاؤں گا،سوائے اس کھانے کے جس پر اللہ کا نام لیا

گیا ہو۔ زید بن عمرو قریش کا ذبیحہ حرام سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ بکری پیدا کرنے والا تو خدا ہے۔ اس کے لئے گھاس اُگانے والا بھی وہی ہے۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر کیوں ذبح کرتے ہو؟ (بخاری) 6

نبی کریم کی پہلی وحی کا آغاز ہی بنیادی طور پر توحید کے پیغام سے ہوا۔ پہلے محض اِقْرَأْ کے الفاظ پر آپؐ رکتے رہے مگر جب کہا گیا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ یعنی اپنے اس پیدا کرنے والے پروردگار کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا، تو بے اختیار آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کیونکہ آپ تو پہلے ہی اپنے خالق و مالک پر فدا تھے۔

محبت الٰہی کی تمنّا

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت الٰہی کے نظارے دیکھ کر مکے کے لوگ سچ ہی تو کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہ' کہ محمد تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ اپنے رب کے سچے عاشق تھے۔ آپ کی محبت کا اظہار نمازوں، عبادات، دعاؤں اور ذکر الٰہی سے خوب عیاں ہے۔ محبت الٰہی کا یہ حال تھا کہ حضرت داؤدؑ کی یہ دعا بڑے شوق سے اپنی دعاؤں میں شامل کرتے تھے۔

''اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اُس کی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک

پہنچا دے۔اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔''(ترمذی) 7

مگر محبت الٰہی کی جو دعا آپؐ نے سکھائی وہ حضرت داؤدؑ کی دعا سے کہیں جامع اور بلیغ ہے۔آپ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتے:۔

''اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اُس کی محبت جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔اے اللہ! میری دل پسند چیزیں جو تو مجھے عطا کرے ان کو اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لئے قوت کا ذریعہ بنا دے۔اور میری وہ پیاری چیزیں جو تو مجھ سے علیحدہ کر دے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرما دے۔(ترمذی) 8

جس سے محبت ہو اس کی چیزوں سے بھی پیار ہو جاتا ہے، جب سال کی پہلی بارش ہوتی تو رسول اللہؐ اسے ننگے سر پر لیتے اور فرماتے ہمارے رب سے یہ تازہ نعمت آتی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔(کنز) 9

رسول کریمؐ کی عبادات اور اعمال پر توحید کی گہری چھاپ تھی۔آپؐ نماز کا آغاز ہی اس دعا سے کرتے تھے ''وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّ مَا اَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔(الانعام:80) میں نے موحّد ہو کر اپنی تمام توجہ اس ذات کی طرف پھیر دی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔(نسائی) 10

رسول اللہؐ کی عبادات محض اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے وقف اور خالص تھیں اور توحید کی گہری چھاپ کی وجہ سے ہر قسم کے ریاء سے پاک تھیں۔ جس پر عرش کے خدا نے بھی گواہی دی کہ اے نبی تو کہہ دے میری نماز، میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی امر کا حکم دیا گیا ہے اور میں اُس کا سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔(سورۃ الانعام:163,164)

فرض نمازوں کے علاوہ بالخصوص رات کے وقت آپؐ اللہ تعالیٰ کی گہری محبت سے سرشار ہو کر نہایت خشوع و خضوع سے بہت لمبی اور خوبصورت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اپنے رب کی عبادت آپ کو ہر دوسری چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین بیوی حضرت عائشہ کے ہاں نویں دن باری آتی تھی۔ ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو ان کے لحاف میں داخل ہو جانے کے بعد اُن سے فرمانے لگے کہ عائشہ! اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گزار لوں۔ انہوں نے بخوشی اجازت دے دی اور آپ نے رات بھر عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کر دی۔(سیوطی) 11

توحید کے اقرار کا بھی آپ کو بہت لحاظ تھا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے عرض کیا کہ میرے ذمّہ ایک مسلمان لونڈی آزاد کرنا ہے۔ یہ ایک حبشی لونڈی ہے اگر آپؐ سمجھتے ہیں کہ یہ مومن ہے تو میں اسے آزاد کر دیتا ہوں۔ آنحضورؐ نے اس

لونڈی سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا! کیا گواہی دیتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا یوم آخرت پر ایمان لاتی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا ''اسے آزاد کردو۔ یہ مومن عورت ہے۔'' (احمد) 12

قیام توحید

رسول اللہؐ کی شریعت کا پہلا سبق ہی کلمہ توحید لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہَ تھا۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپؐ کا اوڑھنا بچھونا توحید ہی تھا۔ صبح و شام خدا کی توحید کا دم بھرتے تھے۔ دن چڑھتا تو آپؐ کے لبوں پر یہ دعا ہوتی۔ ''ہم نے اسلام کی فطرت اور کلمۂ اخلاص (یعنی توحید) پر اور اپنے نبی محمدؐ کے دین اور اپنے باپ ابراھیمؑ کی ملت پر صبح کی جو موحد تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (احمد) 13

شام ہوتی تو یہ دعا زبان پر ہوتی۔ ''ہم نے اور سارے جہاں نے اللہ کی خاطر شام کی ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہت اسی کی ہے۔ تمام تعریفوں کا وہی مالک ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔'' (مسلم) 14

کوئی مصیبت درپیش ہوتی تو یہ دعا کرتے۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

وہی عظمت والا اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عظیم عرش کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمان اور زمین کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش کریم کا رب ہے۔'' (بخاری) 15

حضرت محمدؐ مصطفٰی ہی تھے جنہوں نے شرک و بت پرستی کے ماحول میں نعرۂ توحید بلند کیا۔ پھر عمر بھر علمِ توحید بلند کیے رکھا اور کبھی اس پر آنچ نہ آنے دی۔ اس کلمہ توحید کی خاطر ہر طرح کے دکھ اٹھائے، اذیتیں برداشت کیں، اپنے جانی دوستوں کی قربانی دی اور خود اپنی جان کی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ہمیشہ قیام توحید کے لئے کوہ استقامت بن کر تمام ابتلاؤں کا مقابلہ کیا۔ آپؐ نے توحید کو ہی ذریعہ نجات قرار دیا اور فرمایا کہ جس نے صدق دل سے توحید باری کا اقرار کیا وہ جنتی ہے۔ (احمد) 16

اپنی امت کو ہمیشہ توحید کے ترانے اور نغمے الاپنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے دن میں سو مرتبہ خدا کی توحید کا یوں اقرار کیا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَـهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَـىءٍ قَدِيْرٌ!ZZ کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اُسی کی ہے۔ تمام تعریفوں کا بھی وہ مستحق ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔'' ایسے شخص کو دس غلاموں کی آزادی کے برابر ثواب ہوگا اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں مٹائی جائیں گی۔ توحید باری

پر مشتمل یہ ذکر اُس دن شام تک کے لئے شیطان سے اُس کی پناہ کا ذریعہ بن جائے گا اور کوئی شخص اُس سے بہتر عمل والا قرار نہیں پائے گا سوائے اُس شخص کے جو یہ ذکر اِس سے زیادہ کثرت سے کرے۔ (بخاری) 17

رسول اللہؐ نے توحید کی حفاظت کی خاطر وطن کی قربانی بھی دی اور مدینہ ہجرت کر لی۔ جب وہاں بھی دشمن تعاقب کر کے حملہ آور ہوا تو مجبوراً دفاع کے لئے تلوار اٹھائی مگر ان دفاعی جنگوں کی غرض بھی یہی تھی کہ خدا کا نام بلند ہو۔

ایک دفعہ کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کوئی شخص حمیت کی خاطر لڑتا ہے، کوئی شجاعت کے لئے تو کوئی مال غنیمت کی خاطر۔ ان میں سے خدا کی خاطر جہاد کرنے والا کون شمار ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ''وہ شخص جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور توحید کی عظمت قائم ہو، فی الحقیقت وہی خدا کی راہ میں لڑنے والا شمار ہوگا۔'' (بخاری) 18

رسول اللہؐ نے توحید کا یہ احترام بھی قائم کیا کہ اپنے اوپر حملہ آور ہونے والے اور ظلم کرنے والے جانی دشمنوں کے متعلق فرمایا کہ اب بھی اگر یہ کلمۂ توحید پڑھ لیں تو ہماری ان سے کوئی لڑائی نہیں۔ (بخاری) 19

گویا ہماری تلواریں جو اپنے دفاع کے لئے اٹھی تھیں کلمہ کے احترام میں پھر میانوں میں واپس چلی جائیں گی۔ چنانچہ آنحضورؐ نے کلمہ توحید کا اقرار کرنے پر جانی دشمن کو امان دینے کا حکم دیا ہے۔

حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے پوچھا کہ اگر کسی کافر کے ساتھ میدان جنگ میں میرا مقابلہ ہو، وہ میرا ہاتھ کاٹ دے اور کسی درخت کی آڑ لے کر مجھ سے بچنے کی خاطر کہہ دے کہ میں اللہ کی خاطر مسلمان ہوتا ہوں تو کیا اس کلمے کے بعد میں اسے قتل کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ فرمایا ''نہیں تم اسے ہرگز قتل نہ کرو۔'' میں نے عرض کیا حضورؐ اس نے میرا ہاتھ کاٹا ہے اور اس کے بعد مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا'' اسے قتل نہ کرو۔ اگر تم اسے قتل کرو گے تو وہ مسلمان اور تم کافر سمجھے جاؤ گے۔'' (بخاری) 20

حضرت اسامہؓ نے جب ایک جنگ میں مدّ مقابل دشمن کو (جس نے کلمہ پڑھ لیا تھا) ہلاک کر دیا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ توحید کا اقرار کرنے والے ایک شخص کو کیوں قتل کیا؟ قیامت کے روز جب کلمہ تمہارے گریبان کو پکڑے گا تو کیا جواب دو گے؟ اور جب اسامہؓ نے کہا کہ وہ سچے دل سے کلمہ نہیں پڑھتا تھا تو فرمایا کہ'' کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟'' (مسلم) 21

حضرت عمرؓ ایک دفعہ اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے انکو پکار کر فرمایا سنو! اللہ تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جسے قسم کھانے کی ضرورت پیش آئے وہ اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری) 22

کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ عامر بن مالک جو بنی عامر کا سردار

تھا نبی کریمؐ کے پاس کوئی تحفہ لے کر آیا۔آپ نے اسے اسلام کی طرف دعوت دی۔اس نے انکار کیا تو آپ نے غیرت توحید کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں مشرک کا ہدیّہ قبول نہیں کرتا۔(ھیثمی) 23

زندگی کے بڑے سے بڑے ابتلاء میں بھی جب خود رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہ کی جانیں خطرہ میں تھیں آپؐ غیرت توحید کی حفاظت سے غافل نہیں ہوئے بلکہ آپؐ کی محبت توحید کمال شان کے ساتھ ظاہر ہوئی۔

غیرت توحید

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ غزوۂ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ حرۃ الوبرہ مقام پر ایک مشرک شخص حاضر خدمت ہوا۔جرأت و شجاعت میں اس کی بہت شہرت تھی۔صحابہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے (کہ ایک سورما حالت جنگ میں میسرّ آیا ہے)۔اس نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس شرط پر آپ کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونے آیا ہوں کہ مال غنیمت سے مجھے بھی حصّہ دیا جائے۔آپؐ نے فرمایا کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔آپؐ نے فرمایا پھر تم جا سکتے ہو۔میں کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتا۔سبحان اللہ! توحید کی کیسی غیرت ہے کہ حالتِ جنگ میں ہوتے ہوئے بھی ایک بہادر سورما کی مدد اس لئے قبول کرنے کو تیار نہیں کہ وہ مشرک ہے۔کچھ دیر بعد اس نے پھر حاضر ہو کر یہی درخواست کی تو آپؐ نے وہی جواب

دیا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی شریک لشکر کرلیں۔آپؐ نے پھر پوچھا کہ اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہو؟اس دفعہ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا ''ٹھیک ہے پھر ہمارے ساتھ چلو۔'' (مسلم)24

عظمت توحید

غزوۂ احد میں کفار مکہ کے درۂ اُحد سے دوبارہ حملہ کے بعد مسلمانوں کو ھزیمت اٹھانی پڑی۔ اس دوران ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔خود حضورؐ کی شہادت کی خبریں پھیل گئیں ۔دشمن کو اس پر خوش ہونے کا موقع میسر آ گیا۔ ابوسفیان فخر میں آ کر اپنی فتح جتلانے لگا۔اس نازک حالت میں (جب مسلمان خود حفاظتی کی خاطر ایک پہاڑی دامن میں پناہ گزیں تھے)ابوسفیان مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔'' کیا تم لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں؟'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ مصلحت ارشاد فرمایا کہ ان کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔مسلمانوں کی خاموشی دیکھ کر ابوسفیان کا حوصلہ بڑھا۔ کہنے لگا کیا تم میں ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکرؓ) ہے؟ حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ جواب نہ دو۔اس پر ابوسفیان پھر بولا کیا تم میں خطاب کا بیٹا (عمرؓ) ہے؟ مسلمانوں کی مسلسل خاموشی دیکھ کر ابوسفیان نے فتح وکامرانی کا نعرہ لگایا اور کہا اُعْلُ ھُبُلُ ۔ ھبل بت زندہ باد۔ یہ سن کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرتِ توحید نے جوش مارا اور آپؐنے جواب دینے کا ارشاد فرمایا۔صحابہ نے پوچھا

ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعۡلٰی وَاَجَلُّ اللہ سب سے بلند اور اعلیٰ شان والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارا تو عزیٰ بت ہے۔ تمہارا کوئی عزیٰ نہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دو اور یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔ (بخاری) 25

خدائے واحد کا گھر ابراہیم ؑ خلیل اللہ نے ان دعاؤں کے ساتھ تعمیر کیا تھا کہ خدایا مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچانا۔ (سورۃ ابراھیم:36)

رسول اللہ ؐ کی بعثت کے وقت اس خانہ خدا کو ۳۶۰ جھوٹے خداؤں نے گھیر رکھا تھا۔ لیکن ابراہیمی دعاؤں کی بدولت رسول اللہ ؐ کے ذریعہ اس ظلم اور جھوٹ کے مٹنے کا وقت آ گیا تھا چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ؐ نے خانہ کعبہ تشریف لا کر خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔

مکے میں داخلے کے وقت دنیا نے کمال انکسار کا ایک منظر دیکھا کہ جب اپنی ذات کا معاملہ تھا تو اس فخر انسانیت نے اپنا وجود کتنا مٹا دیا اور اپنا سر کتنا جھکا دیا تھا کہ سواری کے پالان کو چھونے لگا لیکن جب رب جلیل کی عظمت و واحدنیت کی غیرت کے اظہار کا وقت آیا تو نبیوں کے اس سردار ؐ نے ایک ایک بت کے پاس جا کر پوری قوت سے اُس پر اپنی کمان ماری۔ یکے بعد دیگرے انکو گراتے چلے گئے۔ آپ بڑے جلال سے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

جَاءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (سورة بنی اسرائیل: 82)

کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور وہ ہے ہی مٹنے والا۔ (بخاری) 26

فتح پر خدائے واحد کی عظمت کے نعرے

چند لمحوں میں ضرب مصطفویؐ سے لات نامی بت ریزہ ریزہ ہو گیا۔ عزیٰ ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو گیا اور ھبل پاش پاش ہو کر بکھر گیا۔ (ابن ھشام) 27

تعمیر بیت اللہ کا یہ مقصد پورا ہوا کہ اس میں صرف اور صرف خدائے واحد کی پرستش کی جائے۔ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرادوں اور تمناؤں کے پورا ہونیکا دن تھا۔ یہ خدا کی بڑائی ظاہر کرنے اور عظمت قائم کرنے کا دن تھا۔ اس روز رسولِ خدا کو زندگی کی سب سے بڑی خوشی پہنچی کہ توحید کا بول بالا ہوا تھا۔ اس کیفیت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس تشریف لائے اور حجرا سود کا بوسہ لیا تو وفور جذبات سے آپؐ نے بآواز بلند اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

صحابہؓ نے بھی جواب میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور اس زور سے لگائے کہ سرزمین مکہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ مگر نعرے تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے صحابہؓ کو خاموش کرایا۔ (زرقانی) 28

پس فتح مکہ کا دن بھی دراصل توحید کی عظمت اور قیام کا دن تھا۔ اس روز آپ نے اپنی فتح کا کوئی نقارہ نہیں بجایا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے

شادیانے ضرور بجائے گئے۔ یہ کہتے ہوئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَعَزَّ جُنْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس نے اپنے لشکر کی عزت افزائی کی اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ تنہا اسی نے تمام لشکروں کو پسپا کر دیا۔ یہ تھا اپنی زندگی کی عظیم فتح پر ہمارے آقا و مولیٰ کا نعرۂ توحید۔ (بخاری) 29

توحید پر گہرے ایمان کی وجہ سے رسول اللہؐ کو کبھی کسی کا خوف پیدا نہیں ہوا۔ غزوۂ حنین میں تیروں کی بوچھاڑ کے سامنے خچر پر آگے بڑھ رہے تھے اور بآوازِ بلند فرما رہے تھے

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (بخاری) 30

آپؐ کا تن تنہا ایک لشکر کے تیروں کی بوچھاڑ کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھنا جہاں توحیدِ کامل پر ایمان کا نتیجہ تھا وہاں آپؐ کی صداقت کا محیر العقول معجزہ بھی تھا۔ یہاں آپ کی غیرتِ توحید ایک اور رنگ میں ظاہر ہوئی۔ خدشہ تھا کہ آپؐ کو مافوق البشر مخلوق نہ خیال کرلیا جائے اس لئے اپنی صداقت کی گواہی کے ساتھ یہ وضاحت فرما دی کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور ایک انسان ہوں۔ یہ رعب بھی خدا داد ہے اور یہ حفاظت خدا تعالیٰ کی عطا کردہ۔

رسول اللہؐ کو قیامِ توحید اور احکام الٰہی کی بڑی غیرت تھی۔ طائف

سے ثقیف قبیلہ کا وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے بعض احکام میں رخصت کی شرط پر اسلام قبول کرنے کی حامی بھری اور عرض کیا کہ نماز معاف اور زنا،شراب اور سود حلال کر دیا جائے۔رسول کریمؐ نے اس کی اجازت نہیں فرمائی اور فرمایا ’’وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہیں‘‘

اسی طرح ان لوگوں نے اپنے بت ’’لات‘‘ کے بارہ میں جسے وہ ’’ربہ‘‘ کہتے تھے عرض کیا کہ تین سال تک اسے منہدم نہ کیا جائے۔رسول اللہؐ کی غیرت توحید نے یہ مداھنت قبول نہیں فرمائی۔پھر انہوں نے عرض کیا کہ ایک سال تک ہی اسے نہ گرائیں۔رسول اللہؐ نے پھر بھی انکار کیا۔انہوں نے کہا چلیں ایک ماہ تک اسے نہ گرانے کی اجازت دے دیں تاکہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور بے وقوف لوگ اور عورتیں اسے گرانے کی وجہ سے اسلام سے دور نہ ہوں، لیکن رسول اللہؐ نے اس کی بھی رخصت نہیں دی اور ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھجوا کر اس بت کو گروا دیا۔(الحلبیہ) 31

رسول کریمؐ کی تو ہر بات کی تان توحید الٰہی اور عظمت باری پر جا کر ٹوٹتی تھی۔آپ کی اونٹنی عضباء بہت تیز رفتار تھی جس سے آگے کوئی اور اونٹنی نہ نکل سکتی تھی۔ایک دفعہ ایک اعرابی نے اپنی اونٹنی اُس کے ساتھ دوڑائی اور آگے نکل گیا۔صحابہ کو بڑا رنج ہوا مگر رسول کریمؐ نے عجب طمانیت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی کسی بھی چیز کو اونچا کرتا ہے تو لازم ہے کہ اسے نیچا بھی کرے

کیونکہ سب سے اونچی خدا کی ذات ہے۔(ابوداؤد)32

نبی کریمؐ کی پشت پر گوشت کا ابھرا ہوا ایک ٹکڑا تھا۔ابورمثہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نبی کریمؐ کو کہا کہ یہ جو آپ کی پشت میں اُبھارسا ہے ذرا مجھے دکھائیں کیونکہ میں طبیب آدمی ہوں۔اُس کا مطلب تھا کہ میں اس کا علاج کر کے ٹھیک کر دوں گا۔نبی کریمؐ نے کس غیرت سے فرمایا کہ اصل طبیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے آپ ایک دوست اور ساتھی ہو اسکا طبیب وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا۔(ابوداؤد)33

رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ اللہ فرماتا ہے، کبریاء یعنی بڑائی میرا لباس ہے،عظمت میرا اوڑھنا ہے جو کوئی ان دونوں میں سے میرے ساتھ مقابلہ کرے گا میں اسے آگ میں پھینکوں گا۔(ابوداؤد)34

توحید کی یہی محبت آپ نے اپنے صحابہ میں بھی پیدا فرمائی۔چنانچہ ایک انصاری صحابی کا ذکر ہے کہ وہ مسجد قبا میں نماز پڑھاتے تھے اور جہری قراءت والی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پہلے سورۃ الاخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ کر پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت تلاوت کرتے تھے۔نمازیوں نے انہیں مشورہ دیا کہ سورت اخلاص ہی پر اکتفا کرلیا کریں اسکے ساتھ الگ سورۃ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟انہوں نے کہا کہ اگر مجھ سے نماز پڑھوانی ہے تو میں ایسے ہی پڑھاؤں گا ورنہ بیشک کسی اور کو امام بنالو۔چونکہ وہ ان میں سے صاحب فضیلت تھے اس لئے

انہوں نے امام تو نہ بدلا البتہ انہوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ان کی شکایت کردی۔آپؐ نے اُسے بلا کر ہر رکعت میں سورت اخلاص پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یہ سورت خدائے رحمان کی صفات پر مشتمل ہے۔ مجھے اس کی تلاوت بہت پیاری لگتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس سورت سے محبت تمہارے جنت میں داخلہ کا ذریعہ بن جائے گی۔(ترمذی) 35

یاد رہے کہ سورۃ الاخلاص میں توحید کا مضمون نہایت اختصار اور کمال شان سے بیان ہوا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ ایک دفعہ تورات کا ایک نسخہ اٹھالائے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ تورات کا نسخہ ہے۔ رسول اللہؐ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ اس میں سے پڑھنے لگے تو رسول اللہؐ کے چہرے کا رنگ متغیّر ہونے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اس طرف توجہ دلائی کہ آنحضور ﷺ یہ پسند نہیں فرمارہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے معذرت کی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ تم میں ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی اختیار کرتے تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاتے اور اگر وہ خود بھی زندہ ہونے کی حالت میں میرا زمانۂ نبوت پالیتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔(دارمی) 36

فتح مکہ کے موقع پر ایک قریشی عورت کے چوری کرنے پر جب اس کا

ہاتھ کاٹنے کی سزا کا فیصلہ ہوا اور لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ترین فرد اسامہ بن زیدؓ سے معافی کی سفارش کروائی تو آپؐ جوش میں آ کر فرمانے لگے ''اے اسامہ کیا تم اللہ کے احکام میں سے ایک حکم کے بارہ میں سفارش کی جرأت کرتے ہو؟'' (بخاری) 37

احکام الٰہی کی تعمیل کی غیرت کا ایک اور واقعہ ابوسعید بن معلّیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا میں نے جواب نہیں دیا اور نماز پڑھتا رہا۔ نماز سے فارغ ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو جب وہ تم کو پکارے تاکہ تمہیں زندہ کرے۔ (بخاری) 38 حضورؐ کا اشارہ سورۂ انفال آیت 25 کی طرف تھا۔

حضرت ابوبکرؓ تہجد کی نماز میں بہت آہستہ آواز میں قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ ذرا اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ رسول اللہؐ نے دونوں سے اسکی وجہ پوچھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے رب سے سرگوشی میں بات کرتا ہوں۔ وہ میری حاجت کو جانتا ہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے کو جگاتا ہوں۔ جب قرآن شریف کی یہ آیت اتری کہ نماز میں بہت اونچی تلاوت نہ کرو، نہ ہی بہت ہلکی آواز سے پڑھو اور درمیانی راہ اختیار کرو۔ (بنی اسرائیل: 111) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ذرا اونچی آواز میں پڑھا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ ذرا ہلکی آواز میں پڑھا کرو تا کہ قرآنی آیت کی تعمیل ہو۔ (سیوطی) 39

نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی بڑی غیرت تھی۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی ذات کے بارہ میں کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کو توڑا جاتا تو پھر آپ ضرور غیرت دکھاتے اور سزا دیتے تھے۔ (بخاری) 40

رسول اللہؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا جو ماریہ (یعنی حضرت مریمؑ) کے نام سے موسوم تھا۔ آپؐ اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی خاموش نہ رہ سکے۔ جوشِ توحید میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ''برا ہو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو معابد بنالیا۔'' گویا بالفاظ دیگر اپنی وفات کو قریب جانتے ہوئے آپ بیویوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو میرے بعد توحید پر قائم رہنا اور میری قبر پر ایسا نہ ہونے دینا۔ (بخاری) 41

گویا یہ آپ کی توحید کے قیام کے لئے آخری کوشش بھی تھی اور خواہش بھی۔ آپ یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثْنًا اے اللہ میری قبر کو بت پرستی کی جگہ نہ بنانا۔ (احمد) 42

حوالہ جات

1 دلائل النبوة للبیھقی جلد1 ص58 مطبوعه بیروت

2 دلائل النبوة للبیھقی جلد2 ص26 تا29 مطبوعه بیرت

3 طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد1 ص31مطبوعه بیروت

4 بخاری باب بدء الوحی

5 السیرة النبویه لابن هشام جلد1 ص20 مکتبه مصطفی البابی الحلبی

6 بخاری بنیان الکعبه باب حدیث زید بن عمرو

7 ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح42

8 ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح43

9 کنزالعمال حدیث نمبر49

10 نسائی کتاب الصلوة باب افتتاح الصلوة

11 الدّرالمنثورفی التفسیر الماثور للسیوطی جلد6ص27مطبوعه بیروت

12 مسند احمد جلد3 ص42مطبوعه بیروت

13 مسند احمد جلد3ص46 مطبوعه بیروت

14 مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شرماعمل49

15 بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عندالکرب58

16 مسند احمدجلد4صفحه41مطبوعه بیروت

17 بخاری کتاب بد ء الخلق باب صفة ابلیس و جنوده

18 بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا29

19 بخاری کتاب الایمان باب فان تابو واقا موا الصلوة24

20 بخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکة بدر اً

21 مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ40

22 بخاری کتاب الادب باب من لم یر اکفار من قال متاولاًاوجاھلاً

23 مجمع الزوائد للھیثمی جلد4ص12 مطبوعہ بیروت

24 مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کراھة الاستعانہ فی الغزو بکافر

25 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد

26 بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ

27 السیرة النبویّہ لابن ھشام جز4ص59مطبوعہ مصر

28 شرح مواھب اللدنیہ لزرقانی جلد ۲ صفحہ ۳۳۴مطبوعہ بیروت

29 بخاری کتاب الجہاد باب مایقول اذارجع من الغزو24

30 بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین

31 السیرة الحلبیہ جلد3ص27بیروت

32 ابوداؤد کتاب الادب باب فی کراھیة الرفعة فی الامور

33 ابوداؤدکتاب الترجل باب فی الخضاب

34 ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر

35 ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی سورة الاخلاص28

36 سنن دارمی مقدمہ باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ

37 بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الغار36

38 بخاری کتاب التفسیر سورۃ الفاتحه

39 الدرالمنثورزیر آیت سورۃ بنی اسرائیل جلد5ص350مطبوعه بیروت

40 بخاری کتاب الادب باب یسرواو لا تعسروا561

41 بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی البیعه

42 مسند احمد جلد2ص246مطبوعه بیروت

حق بندگی ادا کرنیوالا.... عبد کامل

صحرائے عرب کی تاریک اور پرسکوت رات میں ہُو کا عالم طاری تھا۔ ہر طرف ایک سنّاٹا تھا۔ خانہ کعبہ کے پڑوسی اور وادی بطحا کے مکین رنگ رلیاں منا کر اور شراب کی محفلیں سجانے کے بعد خواب نوشیں میں مست پڑے سو رہے تھے.... عین اِس وقت مکہ سے چند میل دور جنگل کے ایک پہاڑی غار میں ایک معصوم اور عابد و زاہد عربی نوجوان عبادت میں مصروف تھا۔ وہ اپنے ربِ کریم کے آستانہ پر سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری کر رہا تھا اور نہایت سوز و گداز کے ساتھ اس کے حضور میں التجا کرتا تھا ''اے ہادی! اس جاہل قوم کو ہدایت دے!'' عہد شباب میں ہی اس سعید نوجوان کو دنیا سے بے رغبتی ہو چکی تھی اور دنیا کی رعنائیاں اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔

خلوت میں یادِ الٰہی

اس سعادت مند نوجوان کو عبادت الٰہی سے انتہائی لگاؤ تھا۔ تنہائی کی

دعاؤں میں وہ ایک خاص لطف اٹھاتا۔ دنیا سے الگ تھلگ ہوکر خشوع وخضوع کے ساتھ خدا کو یاد کرنے میں وہ ایک خاص سرور ولذت محسوس کرتا۔ وہ تن تنہا کچھ زادِراہ ساتھ لے کر مکہ سے چند میل دور حرا نامی پہاڑی غار میں جا کر، معتکف ہوکر عبادت کیا کرتا۔ مہینوں وہ مکہ کی طرب خیز زندگی سے کنارہ کش رہتا۔ پھر جب زادِراہ ختم ہوجاتی تو واپس آکر اور زاد ساتھ لے لیتا اور تنہائی میں جا کر مراقبہ کرتا۔ اللہ کو یاد کرتا۔ (بخاری) 1

یہ پاک طینت اور نیک خصلت انسان درگاہِ الٰہی میں بار پا گیا.

حرا سے اُتر کر سوئے قوم آنے والا یہ فخر عرب نوجوان ہادیٔ برحق، سیدالمعصومین حضرت مصطفٰے ﷺ کا وجود باجود ہے جسے رب العزت نے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

عین عنفوان شباب میں جبکہ آرزوئیں اور تمنائیں جوبن پر ہوتی ہیں اور خواہشات کے ہجوم کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔ محمد ﷺ دنیا سے بے رغبت ہوکر آبادی مکہ سے کوسوں دور ایک ویران پہاڑی غار حرا میں چلے جاتے۔ وہاں تنہائی میں غور وفکر کرتے۔ اللہ کو یاد کرتے۔

شہر مکہ کے طرب خیز اور پُر رونق ماحول کو چھوڑ کر ایک نوجوان کی اللہ کی یاد میں ایسی محویت، استغراق اور خلوت پسندی ایک غیر معمولی واقعہ تھا جسے مکہ والوں اور کم از کم آپ کے خاندان کے لوگوں نے تعجب اور حیرت کی نظر سے

دیکھا۔ وہ سوچتے تھے کہ یہ عجیب انسان ہے جو دنیا کی دلچسپیوں سے بیزار ہے۔ عالمِ جوانی میں بھی بیوی بچوں گھریلو زندگی پر ویرانوں کو ترجیح دیتا ہے۔

عین جوانی میں حضرت محمدؐ دین ابراہیمی اور عربوں کے دستور کے مطابق سال میں ایک ماہ اعتکاف فرماتے تھے۔عمر کے چالیسویں سال میں آپ رمضان کے مہینہ میں غار حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے کہ پہلی وحی ہوئی۔(ابن ھشام)

نماز کی عبادت

جبریلؑ نے ابتدائی وحی کے بعد نبی کریم ﷺ کو وضو کر کے دکھایا اور اسکا طریق سکھا کر آپ کو نماز پڑھائی۔آنحضورؐ نے حضرت خدیجہ کو وضو کا طریق سکھا کر نماز پڑھائی جس طرح جبریلؑ نے آپ کو سکھایا تھا۔(ابن ھشام)2

حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آغاز میں نماز دو دو رکعت ہوتی تھی۔مدینہ ہجرت کے بعد چار رکعت ہوگئی۔(بخاری)3

آپؐ کو منصب نبوت عطا ہوا تو عبادت کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ارشاد ہوا۔فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (الانشراح:8,9)

کہ جب تو دن بھر کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو تو رات کو اپنے رب کے حضور کھڑا ہو جا اور اسکی محبت سے تسکین دل پایا کر۔

مکی دور کے آغاز میں ہی حضرت جبریلؑ نے نبی کریم ﷺ کو پانچ

نمازوں کی امامت کروا کے نماز کا طریق اور اوقات سمجھا دیئے تھے۔ (ترمذی) 4

فرضیت نماز کے روز اول سے لیکر تا دم واپسیں آپ نے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ(بنی اسرائیل:79) میں پنج وقت نمازوں کی ادائیگی کے حکم کی تعمیل کا حق ایسا ادا کر کے دکھایا کہ خود خدا نے گواہی دی کہ آپؐ کی نمازیں، عبادتیں اور مرنا اور جینا محض اللہ کی خاطر ہو چکا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (سورۃ الاعراف:163,164)

رسول اللہؐ پر آغاز میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ ہی ایمان لائے تھے کہ آپؐ نے ان کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ پھر عمر بھر سفر و حضر، بیماری و صحت، امن و جنگ غرض کہ ہر حالتِ عسر و یسر میں اس فریضہ کی بجا آوری میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی۔

نبی کریم ﷺ ابتداً کفار کے فتنہ کے اندیشہ سے چھپ کر بھی نماز ادا کرتے رہے۔ کبھی گھر میں پڑھ لیتے تو کبھی کسی پہاڑی گھاٹی میں۔ البتہ چاشت کی نماز اعلی الاعلان کعبہ میں ادا کرتے۔ (بخاری) 5

دعویٰ نبوت کے بعد کفار مکہ آپ کو عبادت سے روکتے اور تکالیف دیتے۔ ظالموں نے ایک دن حالت سجدہ میں اونٹنی کی غلیظ نجاست سے بھری ہوئی بھاری بھرکم بچہ دانی رسول اللہ ﷺ کی پشت پر ڈال دی۔ (بخاری) 6

ایک بدبخت نے ایک دن حضورؐ کے گلے میں چادر ڈال کر مروڑنا

شروع کیا اور گردن دبوچنے لگا۔دم گھٹنے کو تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے دھکا دیکر ہٹایا اور کہا ''کیا تم ایک شخص کو اسلئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔'' مگر آپؐ عبادت سے کب باز آسکتے تھے۔(بخاری) 7

اہتمام نماز

یہ تو آپ کا روزانہ و شبانہ کا وہ معمول تھا جس میں آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ ہر چند کہ امّت کی سہولت کی خاطر رسول اللہؐ نے یہ رخصت دی کہ کھانا چنا جا چکا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر پھر نماز ادا کرلو۔مگر اپنا یہ حال تھا کھانا کھاتے ہوئے بلالؓ کی آواز سنی کہ نماز کا وقت ہو گیا تو صرف اتنا کہا'' اسے کیا ہوا اللہ اُسکا بھلا کرے۔''(یعنی کھانا تو کھا لینے دیا ہوتا) مگر اگلے ہی لمحے وہ چھری جس سے بھنا ہوا گوشت کاٹ رہے تھے وہیں پھینک دی اور سیدھے نماز کیلئے تشریف لے گئے۔(ابوداوٗد) 8

حضرت عائشہؓ آپؐ کا معمول یہ بیان فرماتی تھیں کہ بلال کی نماز کیلئے اطلاعی آواز پر آپؐ بلا توقّف مستعد ہو کر اٹھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔(بخاری) 9

بیماری میں بھی نماز ضائع نہ ہونے دیتے۔ایک دفعہ گھوڑے سے گر جانے کے باعث جسم کا دایاں پہلو شدید زخمی ہو گیا۔کھڑے ہو کر نماز ادا نہ فرما سکتے تھے۔

بیٹھ کر نماز پڑھائی مگر باجماعت نماز میں ناغہ پسند نہ فرمایا۔(بخاری) 10

سفر میں بھی نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔روایات حدیث کے مطابق زندگی بھر میں صرف دو مواقع ایسے آئے کہ جن میں دو صحابہ کو آپ کی نیابت میں نماز پڑھانے کی نوبت آئی۔

ایک اس وقت جب آپؐ بنی عمرو بن عوف میں مصالحت کے لئے تشریف لے گئے۔جیسا کہ ہدایت فرما گئے تھے تاخیر کی صورت میں کچھ انتظار کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بلالؓ کی درخواست پر نماز پڑھانی شروع کی۔اتنے میں آپؐ تشریف لے آئے۔حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آپؐ نے خود امامت کروائی۔(ابوداؤد) 11

دوسرا واقعہ وہ ہے جب ایک سفر میں آپ قافلے سے پیچھے رہ گئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے نماز فجر قضا ہونے کے اندیشہ سے شروع کروائی اور آپؐ پیچھے سے آکر شامل ہوگئے۔آپ نے بروقت نماز ادا کرنے پر صحابہؓ سے اظہار خوشنودی فرمایا۔(مسلم) 12

نبی کریمؐ نے غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر مدینہ سے یہود بنی قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوتے ہوئے صحابہ کو یہ ہدف دیا کہ عصر کی نماز بنوقریظہ جاکر ادا کی جائے۔(بخاری) 13 یوں حالت سفر میں بھی نماز کی حفاظت کا پیشگی انتظام فرمادیا۔

رسول کریمؐ سفر میں جدھر سواری کا رخ ہوتا اسی طرف منہ کر کے نفل

نماز سواری پر ادا فرما لیتے تھے۔(ابوداؤد)14

تاہم فرض نمازیں ہمیشہ قافلہ روک کر باجماعت قصر اور جمع کر کے ادا کرتے۔(بخاری)15 بارش کی صورت میں بعض دفعہ سواری کے اوپر بھی فرض نماز ادا کی ہے۔(ترمذی)16

ایک سفر میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کرتے ہوئے بلالؓ کی ڈیوٹی فجر کی نماز میں جگانے پر لگائی گئی مگران پر نیند غالب آ گئی۔دن چڑھے سب کی آنکھ کھلی۔فجر کی نماز میں تاخیر ہو چکی تھی۔پریشانی کے عالم میں رسول اللہؐ نے اس جگہ مزید رکنا بھی پسند نہیں فرمایا جہاں یہ واقعہ ہوا اور آگے جا کر نماز ادا کی۔(بخاری)17

جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔غزوہ بدر سے پہلے اپنی جھونپڑی میں نماز کی حالت میں گریہ وزاری کر رہے تھے اور تین سو تیرہ عبادت گزاروں کا واسطہ دے کر دراصل آپؐ نے دعاؤں کے ذریعہ اس کوٹھری میں ہی یہ جنگ جیت لی تھی۔

غزوۂ احد کی شام جب لوہے کے خود کی کڑیاں دھنے رخسار میں ٹوٹ جانے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا۔آپؐ زخموں سے نڈھال تھے اور ستر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا۔اس روز بھی آپ بلالؓ کی نداء پر نماز کیلئے اسی طرح تشریف لائے جسطرح عام دنوں تشریف لاتے تھے اور

دنیا نے قیام عبادت کا ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔(فتوح العرب)18

غزوۂ احزاب میں دشمن کے مسلسل حملہ کے باعث ظہر وعصر کی نمازیں وقت پر ادا نہ ہوسکیں یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔وہی رسول خدا جو طائف میں دشمن کے ہاتھوں سے لہولہان ہوکر بھی ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔نماز کے ضائع ہونے پر بے قرار ہوکر فرماتے تھے۔خدا ان کو غارت کرے انہوں نے ہمیں نماز سے روک دیا۔ پھر حضورؐ نے اصحاب کو اکٹھا کیا اور نمازیں ادا کروائیں۔(بخاری)19

نماز باجماعت کا اہتمام اس قدر تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر شہر کے ایک جانب مسجد الحرام سے کافی فاصلے پر قیام تھا۔مگر باقاعدہ تمام نمازوں کی ادائیگی کے لئے حرم تشریف لاتے رہے۔

جنگوں کے دوران خطرے اور خوف کی حالت میں بھی آپؐ نے نماز نہیں چھوڑی بلکہ اس حال میں صحابہ کو اس طرح نماز پڑھائی کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا اور دوسرے نے آپؐ کے ساتھ نصف نماز ادا کی۔ پھر پہلے گروہ نے آکر نماز پڑھی۔یوں آپؐ نے سبق دیا کہ موت کے بڑے سے بڑے خطرے میں بھی نماز ترک نہیں کی جاسکتی یہ رخصت دیدی کہ سواری پر یا پیدل یا چلتے ہوئے بھی اشارے سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔(بخاری)20

آخری بیماری میں رسول کریمؐ تپ محرقہ کے باعث شدید بخار میں مبتلا تھے مگر فکر تھی تو نماز کی۔ گھبراہٹ کے عالم میں بار بار پوچھتے، کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ بتایا گیا کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ بخار ہلکا کرنے کی خاطر فرمایا کہ میرے اُوپر پانی کے مشکیزے ڈالو۔ تعمیل ارشاد ہوئی مگر پھر غشی طاری ہوگئی۔ ہوش آیا تو پھر پوچھا کہ کیا نماز ہوگئی؟ جب پتہ چلا کہ صحابہ انتظار میں ہیں تو فرمایا ''مجھ پر پانی ڈالو'' جس کی تعمیل کی گئی۔ غسل سے بخار کچھ کم ہوا تو تیسری مرتبہ نماز پر جانے لگے مگر نقاہت کے باعث نیم غشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ مسجد تشریف نہ لے جاسکے۔ (بخاری) 21

بخار میں پھر جب ذرا افاقہ ہوا تو اسی بیماری اور نقاہت کے عالم میں دو صحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر، اُنکا سہارا لیکر رسول اللہؐ نماز پڑھنے مسجد گئے۔ حالت یہ تھی کہ کمزوری سے پاؤں زمین پر گھسٹتے جارہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ نے اُنکے بائیں پہلو میں امام کی جگہ بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور یوں آخر دم تک خدا کی عبادت کا حق ادا کر کے دکھا دیا۔ (بخاری) 22

دنیا میں آپؐ کی آخری خوشی بھی نماز کی خوشی تھی جب آپ نے سوموار کے دن (جس روز دنیا سے کوچ فرمایا) فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو صحابہ محو عبادت تھے۔ اپنے غلاموں کو نماز میں دیکھ کر آپؐ کا دل سرور سے بھر گیا۔ خوشی سے چہرے پر تبسم کھیلنے لگا۔ (بخاری) 23

آپؐ نے سچ ہی تو فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ایسے اہتمام سے ادا کی جانیوالی نمازیں محبت الٰہی اور خشوع وخضوع سے کیسی بھری ہوئی ہوتی ہونگی (اسکا تفصیلی نقشہ رسول اللہؐ کی خشیئت کے زیر عنوان بیان ہوا ہے)۔

نماز تہجد

نبی کریم ﷺ کی فرض نمازیں نسبتاً مختصر ہوتی تھیں تا کہ کمزور، بیمار، بچے بوڑھے اور مسافر کیلئے بوجھ نہ ہو لیکن آپ کی تنہا نفل نمازوں کی شان تو بہت نرالی تھی۔فرماتے تھے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ بدستور اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں ہوجاتا ہے۔بلاشبہ محبت الٰہی اور فنا فی اللہ کا یہ مقام آپؐ نے حاصل کرکے ہمیں خوبصورت نمونہ دیا۔

تہجد کی نماز رسول اللہؐ کی روح کی غذا تھی۔فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔(طبرانی)24

ابتدا میں آپؐ رات کے وقت تیرہ یا گیارہ رکعتیں (بمعہ وتر)ادا فرماتے اور آخری عمر میں کمزوری کے باعث نو رکعتیں پڑھتے رہے۔اگر کبھی رات کو اتفاقاً آنکھ نہ کھلتی تو دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا کر کے اس کی تلافی فرماتے۔حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر چکی ہوتی تو

آپؐ بآواز بلند فرماتے ''لوگو! خدا کو یاد کرو زلزلہ قیامت آنیوالا ہے۔اس کے پیچھے آنیوالی گھڑی سر پر ہے ۔موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔''(ترمذی) 25

رات کے وقت آپؐ کی نماز بہت لمبی ہوتی ۔نسبتاً لمبی سورتیں تلاوت کرنا پسند فرماتے ۔حضرت عائشہؓ سے رسول اللہؐ کی نماز (تہجد) کی کیفیت پوچھی گئی ۔آپؓ نے فرمایا۔حضور ﷺ رمضان یا اس کے علاوہ دنوں میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔مگر وہ اتنی لمبی پیاری اور حسین نماز ہوا کرتی تھی کہ اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو!''یعنی میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے آپؐ کی اس خوبصورت عبادت کا نقشہ کھینچ سکوں ۔(بخاری) 26

نوجوان صحابہؓ کو حضورؐ کی عبادت دیکھنے کا بہت شوق تھا۔رسول اللہؐ کے عم زاد اور حضرت میمونہؓ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں ۔''میں ایک رات رسول اللہؐ کے گھر ٹھہرا۔ نصف رات یا اس سے کچھ پہلے آپ بیدار ہوئے ۔ چہرے سے نیند زائل کی ۔آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں ۔ پھر گھر میں لٹکے ہوئے مشکیزہ سے نہایت عمدہ طریق پر وضوء کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے ۔میں جا کر دائیں پہلو میں کھڑا ہوگیا۔آپؐ نے مجھے کان سے پکڑ کر بائیں طرف کر دیا۔آپؐ نے تیرہ رکعتیں ادا فرمائیں ۔''(بخاری) 27

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ ایک رات مجھے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات کو عبادت کرنے کی توفیق ملی۔ آپؐ نے پہلے سورۃ بقرہ پڑھی۔ آپؐ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گزرتے تھے مگر وہاں رک کر دعا کرتے اور کسی عذاب کی آیت سے نہیں گزرے مگر رک کر پناہ مانگی۔ پھر قیام کے برابر آپؐ نے رکوع فرمایا۔ جس میں تسبیح وتحمید کرتے رہے۔ پھر قیام کے برابر سجدہ کیا۔ سجدہ میں بھی یہی تسبیح، دعا پڑھتے رہے۔ پھر کھڑے ہوکر آل عمران پڑھی۔ پھر اس کے بعد ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ (ابوداؤد) 28

حضرت حذیفہ بن یمانؓ (رسول اللہؐ کے راز دان صحابی) فرماتے ہیں کہ انہوں نے رمضان میں ایک رات رسول اللہؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نماز شروع کی تو آپؐ نے کہا

”اَللّٰہُ اَکۡبَرُذُ وۡالۡمَلَکُوۡتِ وَالۡجَبۡرُوۡتِ وَالۡکِبۡرِیَاءِ وَالۡعَظۡمَۃِ۔“

یعنی اللہ بڑا ہے جو اقتدار اور سطوت کبریائی اور عظمت والا ہے۔

پھر آپؐ نے سورۃ بقرہ (مکمل) پڑھی، پھر رکوع فرمایا، جو قیام کے برابر تھا، پھر رکوع کے برابر وقت کھڑے ہوئے، پھر سجدہ کیا جو قیام کے برابر تھا۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ۔ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ میرے رب مجھے بخش دے کہتے ہوئے اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر سجدہ کیا تھا۔ دوسری رکعتوں میں آپ نے آل عمران، نساء، مائدہ، انعام وغیرہ طویل سورتیں تلاوت فرمائیں۔ (ابوداؤد) 29

ام المؤمنین حضرت سودہؓ نہایت سادہ اور نیک مزاج تھیں، ایک رات انہوں نے بھی اپنی باری میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے کا ارادہ کیا اور حضورؐ کے ساتھ جا کر نماز میں شامل ہوئیں، نامعلوم کتنی نماز ساتھ ادا کر پائیں۔مگر اپنی سادگی میں دن کو رسول کریمؐ کے سامنے اس لمبی نماز پر جو تبصرہ کیا اس سے حضورؐ بہت محظوظ ہوئے۔ کہنے لگیں ''یارسول اللہ! رات آپؐ نے اتنا لمبا رکوع کروایا کہ مجھے تو لگتا تھا جھکے جھکے کہیں مجھے نکسیر ہی نہ پھوٹ پڑے۔'' حضورؐ (جن کی ہر رات کی نماز ہی ایسی لمبی ہوتی تھی) ایک رات کی نماز پر یہ تبصرہ سن کر خوب مسکرائے۔(الاصابہ)30

حمد باری

یہ نمازیں بھی یاد الٰہی اور اللہ کی حمد سے خوب لبریز ہوتی تھیں اور اس پہلو سے اللہ کی حمد کرنے میں آپکی ایک اور سبقت کی شان بھی کھل کر سامنے آتی ہے، جیسا کہ آپ کا نام ''احمدؐ'' بھی تھا واقعی آپ اسم بامسمّٰی تھے۔ اللہ کی حمد وستائش روئے زمین پر اس شان سے کب ہوئی ہوگی جو آپ نے کر دکھائی۔

آپؐ اپنی نفل نماز کا آغاز تسبیح وحمد سے کرتے اور اسکے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب فرماتے کہ جن کو سوچ کر آج بھی روح وجد میں آجاتی ہے۔تسبیح وتحمید کے یہ نغمے اور ترانے جو کبھی حرا کی تنہائیوں میں الاپے اور کبھی مکہ اور مدینہ کی خلوتوں میں آپؐ نے اپنے محبوب حقیقی سے سوز وگداز میں ڈوبی کیا کیا سرگوشیاں کیں۔ یہ

تو احادیث کا ایک طویل باب ہیں۔آپ نماز تہجد کا آغاز ہی'' **اللھم لک الحمد**'' سے کرتے کہ سب تعریف تیرے لئے ہے پھر رکوع سے کھڑے ہوتے تو عرض کرتے:۔

''اے اللہ تیری اتنی تعریفیں کہ جن سے آسمان بھر جائے۔۔۔اور اتنی تعریفیں کہ زمین بھی ان سے بھر جائے۔۔۔اور اتنی حمد کہ آسمان وزمین کے بعد جو تُو چاہے وہ بھی بھر جائے۔۔اے تعریف اور بزرگی کے لائق!'' کوئی ہے جو اس ایک حمد سے ہی بڑھ کر کوئی حمد پیش کر سکے؟

بسا اوقات آپ ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔آپؐ اتنی دیر (نماز میں) کھڑے رہے کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کرلیا۔پوچھا گیا کہ کیا ارادہ تھا؟ فرمایا''میں نے سوچا کہ رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔''(بخاری) 31

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ قرآن کریم کی ایک آیت ساری رات نماز میں پڑھتے رہے۔

حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ساری رات ایک ہی آیت قیام،رکوع اور سجود میں پڑھتے رہے۔یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی آیت تھی۔

فرمایا '' یہ آیت: اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُکَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (المائدہ:199)

خدایا! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخشنا چاہے تو تو بہت غالب اور بڑی حکمتوں والا خدا ہے۔(نسائی) 32

سبحان اللہ! خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمن آرام کی نیند سو رہے ہیں اور خدا کا پیارا رسولؐ بے قرار ہو کر گڑگڑا کر بارگاہ ایزدی میں ان کی مغفرت کا ملتجی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آخری عمر میں جب حضور کے بدن میں کچھ موٹاپے کے آثار ظاہر ہوئے۔تو بیٹھ کر تہجد ادا کرتے اور اسمیں لمبی تلاوت فرماتے۔ جب سورت کی آخری تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر تلاوت کرتے پھر سجدے میں جاتے۔(بخاری) 33

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔'' آپ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے پھر سو جاتے پھر اُٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔'' (بخاری) 34

نماز میں خشوع

کبھی گھر کے لوگ سو جاتے تو آپؐ چپ چاپ بستر سے اٹھتے اور دعا ومناجات الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات

میری آنکھ کھلی تو آپ کو بستر پر نہ پایا۔سمجھی کہ آپ کسی اور بیوی کے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں ۔اندھیرے میں ادھرادھرٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانی مبارک خاک پر ہےاورآپ سربسجود مصروفِ دعا ہیں۔سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْــــتَ ۔اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔فرماتی ہیں'' یہ دیکھ کر مجھے اپنے شبہ پر ندامت ہوئی اور دل میں کہا۔سبحان اللہ! میں کس خیال میں ہوں اور خدا کا رسولؐ کس عالم میں ہے۔''(نسائی) 35

رات کے وقت جب سارا عالم محوخواب ہوتا لوگ میٹھی نیند سورہے ہوتے۔آپؐ چپکے سے بستر چھوڑ کر بعض دفعہ سنسان قبرستان میں چلے جاتے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا میں مصروف ہوجاتے۔ایک دفعہ حضرت عائشہؓ تجسّس کیلئے پیچھے گئیں تو آپؐ جنت البقیع میں کھڑے دعا مانگ رہے تھے۔اپنے رب سے محوراز و نیاز تھے۔حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں سوچا کہ خدا کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔(یعنی میں آپ کی باری میں کہیں اور کیسے جا سکتا تھا) پھر فرمایا مجھے جبریلؑ نے آ کر تحریک کی کہ اہل بقیع کی بخشش کی دعا کروں اور میں نے خیال کیا تم سوگئی ہواوراس لئے جگانا نامناسب سمجھا۔(نسائی) 36

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ ایک رات میری باری میں باہر تشریف لے گئے ۔کیا دیکھتی ہوں کہ ایک کپڑے کی طرح زمین پر پڑے ہیں اورکہہ رہے ہیں سَجَدَلَکَ سَوَادِیْ وَ خِیَالِیْ وَ آمَنَ لَکَ فُؤَادِیْ رَبِّ

هٰـذِهٖ یَـدَایَ وَمَا جَنَیْتُ بِهَا عَلٰی نَفْسِیْ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکُلِّ عَظِیْمٍ اِغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْمَ۔(ھیثمی)37

(اے اللہ) تیرے لئے میرے جسم و جاں سجدے میں ہیں۔میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔اے میرے رب! یہ میرے دونوں ہاتھ تیرے سامنے پھیلے ہیں اور جو کچھ میں نے ان کے ساتھ اپنی جان پر ظلم کیا وہ بھی تیرے سامنے ہے۔اے عظیم! جس سے ہر عظیم بات کی اُمید کی جاتی ہے۔عظیم گناہوں کو تو بخش دے۔ پھر فرمایا ''اے عائشہ! جبریل نے مجھے یہ الفاظ پڑھنے کیلئے کہا ہے تم بھی اپنے سجدوں میں یہ پڑھا کرو۔جو شخص یہ کلمات پڑھے سجدے سے سر اٹھانے سے پہلے بخشا جاتا ہے۔''

عبادت سے محبت

رسول کریمؐ کو اپنے رب کی عبادت ہر دوسری چیز سے زیادہ عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین بیوی حضرت عائشہؓ کے ہاں نویں دن باری آتی تھی۔ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو ان کے لحاف میں داخل ہو جانے کے بعد ان سے فرماتے ہیں کہ عائشہ! اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گزار دوں وہ بخوشی اجازت دیتی ہیں اور آپ ساری رات عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کر دیتے ہیں۔(سیوطی)38

رسول کریمؐ کی نماز میں خشوع وخضوع کا یہ عالم ہوتا تھا کہ روتے ہوئے سینے سے ھنڈیا اُبلنے کی طرح آواز آتی تھی۔(احمد)39

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بجا طور پر آپکی یہ تعریف کی کہ

یَبِیۡتُ یُجَافِیۡ جَنۡبَہٗ عَنۡ فِرَاشِہٖ اِذَا سۡتَثۡقَلَتۡ بِالۡمُشۡرِکِیۡنَ الۡمَضَاجِعٗ

کہ آپ اس وقت بستر سے الگ ہوکر رات گزار دیتے ہیں جب مشرکوں پر بستر کو چھوڑنا نیند کی وجہ سے بہت بوجھل ہوتا ہے۔40

رمضان میں عبادت کا اہتمام

آپ کی عبادات اور دعاؤں کا عام معمول تھا۔رمضان کے مہینہ میں آپ کی عبادات میں بہت اضافہ ہوجاتا۔خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ کے دورانِ اعتکاف میں تو بہت زیادہ عبادت کرتے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ’’جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ کمر ہمت کس لیتے۔بیدار رہ کر راتوں کو زندہ کرتے،خود بھی عبادت کرتے،اہل بیت کو بھی جگاتے۔اس آخری عشرہ میں آپ اعتکاف بھی فرماتے۔‘‘(بخاری)41

آنحضورؐ سارا وقت خدا کے گھر میں بیٹھ کر یادالٰہی اور عبادت میں مصروف رہتے۔حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ کچھ بیمار تھے۔صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آج کچھ بیماری کا اثر آپ پر نمایاں

ہے۔فرمانے لگے ''اس کمزوری'' کے باوجود آج رات میں نے طویل سورتیں نمازتہجد میں پڑھی ہیں۔(الوفاء) 42

صحابہ کرام رسول اللہؐ کی کثرت عبادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے اور اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔آپؐ سے عرض کی گئی کہ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی بخشش کا اعلان فرما کر آپ کو معصوم و بے گناہ قرار دے چکا ہے تو آپؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! کیا میں (اس نعمت پر) عبادت گزار اور شکر گزار انسان نہ بنوں؟(بخاری) 43

عبادت الٰہی کی خاطر آرام طلبی ہرگز پسند نہ تھی۔ایک رات حضرت حفصہؓ نے آپ کے بستر کی چار تہیں کر دیں۔صبح آپؐ نے فرمایا'' رات تم نے کیا بچھایا تھا۔اسے اکہرا کر دو اس نے مجھے نماز سے روک دیا ہے۔''(ترمذی) 44

قرآن کی تلاوت بھی ایک عبادت ہے۔نبی کریمؐ کو تلاوت کلام پاک سے بھی خاص شغف تھا۔روزانہ سورتوں کی مقررہ تعداد عشاء کے وقت تلاوت فرماتے ،پچھلی رات بیدار ہوتے تو کلام الٰہی زبان پر جاری ہوتا۔(عموماً آلِ عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے) رات کے وقت نماز میں نہایت وجد اور ذوق وشوق سے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں'' کبھی پوری رات آپ قیام فرماتے۔سورہ بقرہ،آل عمران اور سورہ نساء تلاوت

کرتے۔ جب کوئی عذاب کی آیت آتی تو خدا سے پناہ طلب کرتے اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو اس کے لئے دعا کرتے۔" (نسائی) 45

تلاوت قرآن سے شغف

رمضان کے مہینہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر ماہ رمضان میں قرآن کریم کی دہرائی فرماتے۔وفات سے قبل آخری رمضان میں آپ نے دوبار قرآن کریم دوہرایا۔(بخاری) 46

آپ قرأت بلند آواز سے فرماتے کہ لوگ بستروں میں پڑے آپ کی آواز سنتے۔کلام الٰہی سن کر آپ پر رقّت طاری ہو جاتی۔آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپؐ نے فرمایا" قرآن سناؤ!" جب وہ اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا تو آپؐ تاب نہ لا سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔ہاتھ کے اشارے سے فرمایا بس کرو۔(بخاری) 47

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہؐ کے ساتھ مجھے ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔آپ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے۔پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی ہر دفعہ آپ

روتے روتے گر پڑتے۔ پھرآخر میں مجھے فرمانے لگے وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔(الوفاء)48

روزہ کی عبادت

روزہ کی عبادت کا بھی آپؐ خاص اہتمام فرماتے تھے۔نبوت سے قبل عربوں کے دستور کے مطابق دسویں محرم روزہ رکھتے۔نبوت کے بعد قیام مکہ کے دوران آپؐ کئی مہینوں تک روزہ رکھتے رہے۔مدینہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔رمضان کے علاوہ مدینہ میں آپؐ شعبان کا اکثر مہینہ روزے رکھتے تھے۔(بخاری)49

سال کے باقی مہینوں میں یہ کیفیت رہتی کہ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے۔پھر روزہ چھوڑ دیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ پھر نہیں رکھیں گے۔(بخاری)50

مہینہ کے نصف اول میں اکثر روزے رکھتے اور مہینہ میں تین دن معمولاً روزہ رکھتے۔بالعموم مہینہ کے پہلے سوموار اور اگلے دونوں جمعرات کے دن۔(مسلم)51

فرمایا کرتے تھے کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال (خدا کے حضور) پیش ہوتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل اس حالت میں پیش ہوں کہ میں

روزہ دار ہوں۔(ترمذی) 52

اس کے علاوہ محرم کے پہلے دس دن ،اور شوال کے پہلے چھ دن (2 شوال سے ساتویں تک) آپ روزے رکھتے تھے۔عام حالات میں آپؐ کبھی گھر تشریف لاتے پوچھتے کچھ کھانے کو ہے۔جواب ملتا کچھ نہیں۔فرماتے تو میں آج روزہ رکھ لیتا ہوں۔(ترمذی) 53

کبھی کبھی ''صوم وصال'' بھی رکھتے یعنی متواتر کئی دن تک روزہ رکھتے ، درمیان میں افطار نہ کرتے تھے لیکن صحابہؓ کو آپؐ نے اس سے روکا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے۔(بخاری) 54

الغرض رسول خدا ﷺ کی زندگی ہمہ تن عبادت تھی۔

حوالہ جات

1 بخاری بدء الوحی

2 سیرت ابن هشام جلد1ص251,260,261مطبوعه مصر

3 بخاری کتاب المناقب باب التاریخ من أین أرخوالتاریخ3642

4 ترمذی کتاب الصلوۃ باب ماجاءِ فی مواقیت الصلوۃ138

5 بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظهرا المصلی قذر233

6 بخاری کتاب الصلوۃ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیئًا من الأذی490

7 بخاری کتاب التفسیرسورۃ المؤمن4441

8 ابوداؤد کتاب الطهارۃ باب فی ترک الوضؤ ممامست النار160

9 بخاری کتاب الجمعه باب من نام اول اللیل1078

10 بخاری کتاب المرضیٰ باب اذا عاد مریضاً5226

11 ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب التصفیق فی الصلوۃ

12 مسلم کتاب الصلاۃ باب تقدیم الجماعۃ 640

13 بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبیؐ من الاحزاب3810

14 ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب ردّالسلام

15 بخاری ابواب تقصیر الصلوۃ

16 ترمذی کتاب الصلوۃ باب ماجاءِ فی الصلوۃ علی الدابه فی الطین

17 بخاری کتاب المواقیت الصلوۃ باب الاذان بعد ذهاب الوقت5609

18 فتوح العرب فی شروع الحرب ص387

19 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃالاحزاب ـ:3802

20 بخاری کتاب التفسیرسورۃ البقرۃ باب قولہ عزوجل فان خفتم فرجالا:4171

21 بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ4088

22 بخاری کتاب الاذان باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ:624

23 بخاری کتاب الاذان باب اھل العلم والفضل احق بالا مامۃ639

24 المعجم اللکبیرلطبرانی جلد12ص84

25 ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب منہ:2381

26 بخاری کتاب الجمعۃ باب قیام النبی بلیل فی رمضان

27 بخاری کتاب الوضوء باب قراءۃ القرآن بعد الحدث

28 ابوداؤد کتاب الصلوۃ ـ باب فی الدعا ء مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ

29 ابوداؤدکتاب الصلوۃ باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ740

30 الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد7ص721

31 بخاری کتاب الجمعہ باب طول القیام فی صلاۃ اللیل1067

32 نسائی کتاب الافتتاح باب تردید الا یۃ:1000

33 بخاری کتاب الجمعۃ باب اذا صلی قاعدا:1051

34 بخاری کتاب التفسیر باب بغفرالک اللہ4460

35 نسائی کتاب عشرۃ النساء باب الغیرۃ

36 نسائی عشرۃ النساء باب الغیرۃ

37 مجمع الزوائد ھیثمی جلد2ص128مطبوعہ بیروت

38 الدرالمنشور فی تفسیر الماثورجلد6ص27مطبوعہ بیروت

39 مسند احمد جلد 4ص26مطبوعه مصر

40 بخاری کتاب الجمعه باب فضل من تعار من الیل1087

41 بخاری کتاب صلاة التراویح باب العمل فی العشر الاواخرمن رمضان1884

42 الوفا باحوال المصطفےٰ للجوزی ص511بیروت

43 بخاری کتاب التفسیر باب لیغفر لک الله ماتقدم4459

44 الشمائل النبویه الترمذی باب ماجاء فی فرا ش رسول الله

45 نسائی کتاب الافتتاح باب مسأ لة القاری اذا مرّبآیة رحمة999

46 بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام

47 بخاری کتاب الفضائل القرآن باب قول المقرئ للقارئ حسبک

48 الاتحاف للزبیدی ج 4ص505بحواله الوفا للجوزی ص549 بیروت

49 بخاری کتاب الصوم باب صوم شعبان1834

50 بخاری کتاب الجمعة باب قیام النبیؐ باللیل من نومه1073

51 مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة ایّام من کل شهر1972

52 ترمذی کتاب الصیام باب فی صوم یوم الاثنین

53 ترمذی کتاب الصوم

54 بخاری کتاب الصوم باب برکة السحورمن غیر ایجاب1788

نبی کریمؐ کی خشیئت اور خوف الٰہی

قرآن شریف نے جس خالق کائنات اور قادر مطلق ہستی کا ہمیں پتہ دیا ہے، وہ بادشاہ بھی ہے، غنی بھی، جبار قہار اور متکبر بھی۔۔۔اسکے سامنے انسان وہ عاجز مخلوق ہے۔ جو ہر لحظہ اس کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ''احسن تقویم'' یعنی بہترین صورت میں اپنی فطرت پر پیدا کیا اور اسکی پیدائش کا مقصد عبودیّت ٹھہرایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضل شامل حال نہ ہو تو انسان فطرت صحیحہ کو چھوڑ کر شیطانی راہوں میں بھٹک جاتا اور اسفل السافلین یعنی ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر سکتا ہے۔ یہ وہ خوف ہے جو ایک ذی شعور انسان کو بے چین کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خدا کی ذات پر ایمان کے نتیجہ میں یہ خوف زائل ہوتا اور امید ورجاء کا بندھن مضبوط ہوتا ہے اس لئے ایمان وہی قابل تعریف قرار دیا گیا ہے جو خوف ورجاء کے درمیان ہو۔

سب سے بڑھ کر خدا ترس

ہمارے نبی ﷺ اوّل المؤمنین تھے اسلئے سب سے بڑھ کر اپنے مولیٰ کی خشیئت آپ میں تھی جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے

تھے۔ پہلی وحی جو خدا کی طرف سے آپ پر ایک عظیم روحانی انعام تھا۔ آپ کیلئے یہ بھی مقام خوف تھا اس لئے حضرت خدیجہؓ سے آ کر کہا **لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِيْ** (بخاری) 1 مجھے تو اتنا ڈر پیدا ہوا ہے کہ اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔

ایک دفعہ بعض صحابہ دنیا سے بے رغبتی کے اظہار کے طور پر عمر بھر شادی نہ کرنے، ساری ساری رات عبادت کرنے اور ہمیشہ روزہ رکھنے کے عہد کر رہے تھے۔ رسول کریمؐ نے انہیں اس بات سے روکا اور اپنے اسوہ پر چلنے کی طرف توجہ دلائی نیز فرمایا دیکھو میں نے شادی بھی کی ہے، رات سوتا بھی ہوں، عبادت بھی کرتا ہوں، روزے رکھتا بھی ہوں اور اس میں ناغہ بھی کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی کیا بات آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ انکا مطلب تھا ہم کمزور اور گناہگار ہیں ہمیں زیادہ نیکیوں کی ضرورت ہے۔ تب آپؐ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ **اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا**۔ (بخاری) 2 کہ تم میں سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والا اور اللہ کی معرفت رکھنے والا میں ہوں۔ گویا نجات کے لے میرے نمونہ کی پیروی تم پر لازم ہے اور یہی امر واقعہ ہے کہ ہمارے نبیؐ ہی سب سے زیادہ خدا ترس انسان تھے۔

نبی کریمؐ اکثر اپنی دعاؤں میں یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ **يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ**۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے اور مضبوط کر دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ

بھی یہ دعا کرتے ہیں حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔(اور ہمیں ہدایت دینے والے) فرمایا ہاں! دل تو رحمان خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے وہ جیسے چاہے اسکو پھیر دے۔(ترمذی)3

آنحضورؐ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو کھول کر سنا دیا کہ تمہارے عمل ہی تمہارے کام آئیں گے، میں یا میرے ساتھ تمہارا رشتہ کچھ کام نہیں آئے گا۔(بخاری)4

آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ کی رحمت اور فضل نہ ہو تو میں بھی اپنی بخشش کے بارہ میں قطعیت سے کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا۔(بخاری)5

اللہ تعالیٰ کے غناء سے ہمیشہ آپؐ کو یہ خوف بھی دامنگیر رہتا تھا کہ نیک اعمال خدا کے حضور قبولیت کے لائق بھی ٹھہرتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ قرآن شریف میں ذکر ہے کہ سچے مومن وہ ہیں جو اپنے رب کی خشیئت کے باعث ڈرتے رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں اور یہ لوگ جب دیتے ہیں جو بھی وہ (خدا کی راہ میں) دیں تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(المؤمنون : 58تا61)

حضرت عائشہؓ کے دل میں ان آیات کے بارہ میں ایک سوال پیدا ہوا اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے، چوری (وغیرہ گناہ) کرتے اور پھر اللہ سے ڈرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ تو قرآن کی عملی

تفسیر تھے۔آپؐ سے بڑھ کر کون اِن آیات کی حقیقت بیان کرسکتا تھا۔آپؐ نے کیا خوب فرمایا ’’ اے صدیق کی بیٹی ! یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ،نمازیں پڑھتے اورصدقات دیتے ہیں مگر پھر بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نیکیاں غیرمقبول ہوکر ردّ ہو جائیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔‘‘(ترمذی)6

خداتعالیٰ کی ناراضگی اور پکڑ کا خوف

آنحضورؐ ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں آپ کا رحیم وکریم خدا آپ سے ناراض نہ ہوجائے۔ایک دفعہ حضورؐ بیمار ہوگئے اور دو یا تین راتیں نماز تہجد کیلئے نہ اُٹھ سکے۔حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ میرے خیال میں آپ کے ساتھی (یعنی جبرائیلؑ) کے نزول میں کچھ تاخیر ہوگئی ہے۔حضور کو بھی طبعاً فکر ہوئی ہوگی۔ چنانچہ سورۃ والضُّحٰی نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو تسلی دیتے ہوئے یہ ارشاد ہے مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰے کہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ تجھ سے ناراض ہوا۔(بخاری)7

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ جب بادل یا آندھی کے آثار دیکھتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہوجاتا۔میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول لوگ تو بادل دیکھ کرخوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی۔مگر میں دیکھتی ہوں کہ آپ بادل دیکھ کر پریشان ہوجاتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا اے عائشہؓ کیا پتہ اس آندھی میں کوئی

ایسا عذاب پوشیدہ ہو جس سے ایک قوم ہلاک ہوگئی تھی اور ایک قوم (عاد) ایسی گزری ہے جس نے عذاب دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو بادل ہے برس کر چھٹ جائے گا۔مگر وہی بادل اُن پر دردناک عذاب بن کر برسا۔(بخاری) 8

قرآن شریف کی جن سورتوں میں عذاب الٰہی کے نتیجہ میں بعض گزشتہ قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔اُن کے مضامین کا حضورؐ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر تھا۔ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ کے بالوں میں کچھ سفیدی سی جھلکنے لگی ہے۔آپؐ نے فرمایا ہاں سورۃ ھود،سورۃ الواقعہ،سورۃ المرسلات،سورۃ النبا اور سورۃ التکویر وغیرہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔(ترمذی) 9

احکام الٰہی کی بجا آوری

نبی کریمؐ کے تقویٰ کا ایک اظہار اللہ کے احکام کے بجا آوری سے خوب ہوتا تھا جو آپ ایسی مستعدی سے کرتے تھے جسکی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ جب سورۃ نصر میں افواج کے اسلام میں داخلہ پر استقبال کی خاطر اللہ کی تسبیح وحمد اور استغفار کا حکم ہوا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اسکے بعد آپؐ کی کوئی نماز خالی نہ جاتی تھی جس میں آپ یہ کلمات نہ پڑھتے ہوں **سُبُحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ**۔ اے اللہ تو پاک ہے اے ہمارے رب اپنی حمد کے ساتھ اے اللہ مجھے بخش دے۔(بخاری) 10

رسول کریمؐ احکام الٰہی کی پیروی میں تقویٰ کی انتہائی باریک راہوں کا

خیال رکھتے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے سنا۔حلال اورحرام واضح ہیں اوران کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کواکثر لوگ جانتے نہیں۔ جوشخص ان مشتبہ چیزوں سے بچتاہے اس نے اپنا دین اورعزت بچالی۔ جو اِن شبہات میں پڑ گیا وہ اُس چرواہے کی طرح ہے جوایک رَکھ(محفوظ چراگاہ) کے اِردگرد بکریاں چراتا ہے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کی بکریاں اس چراگاہ کے اندر چلی جائیں گی۔سنو ہر بادشاہ کی ایک رَکھ ہوتی ہےاوراللہ کی رکھ اس کی زمین میں اُس کی منع کردہ چیزیں ہیں۔ پھرسنوجسم میں ایک ایسا عضو ہے کہ اگر وہ درست ہوتو سب جسم درست رہتاہےاوراگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہوجائے گا۔اوریادرکھو یہ دل ہے۔(بخاری) 11

حضرت عقبہؓ بن حارث سے روایت ہے کہ اس نے ابواھاب کی بیٹی سے شادی کی۔ ایک عورت نے آکر کہہ دیا کہ اس نے عقبہ اوراس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔عقبہؓ نے کہا مجھےتو تم نے دودھ نہیں پلایا اورنہ ہی بتایا ہے۔عقبہؓ حضورؐ کے پاس مکہ سے مدینہ یہ مسئلہ پوچھنے آئے۔حضورؐ نے فرمایااب جب یہ کہا جاچکاہےاورشک پڑچکا ہے۔ پھرکیسےتم میاں بیوی رہ سکتے ہواورحضورؐ نے ان کو جدا کردیا۔عقبہؓ نے اورشادی کرلی۔(بخاری) 12

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر

حدیبیہ کے لئے نکلا آپؐ اور دیگر صحابہ تو احرام میں تھے مگر میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ دوران سفر میں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور حملہ کر کے اُسے شکار کر لیا اور حضورؐ کے پاس آ کر عرض کیا کہ حضور! میں احرام سے نہیں تھا اس لئے آپ کی خاطر یہ شکار کر لیا۔ چونکہ محرم کا خود یا اس کی خاطر کسی کا شکار کرنا بھی جائز نہیں۔ حضورؐ نے میرے اس فقرہ کی وجہ سے کہ ''میں نے آپ کی خاطر یہ شکار کیا ہے'' اُس میں سے کچھ کھانا پسند نہ کیا البتہ اپنے صحابہ کو اس گوشت سے کھانے کی اجازت دیدی۔ (ابن ماجہ) 13

اللہ کے نام کی عظمت اور احترام

آنحضرت ﷺ تو خدا کا نام درمیان آجانے سے ڈر جاتے تھے۔ اُمیمہ بنت شراحیل وہ معزز خاتون ہیں جو قبیلہ بنو الجون نے آنحضورؐ سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کے لئے آپؐ کی خدمت میں بھجوائی۔ آپؐ کا ارادہ بھی اُن کو اپنے عقد میں شامل کرنے کا تھا۔ (معلوم ہوتا ہے اُس کی ملازمہ جو ساتھ تھی یا کسی نے اس بی بی کو کہہ دیا کہ پہلے دن سے ہی رسول اللہؐ پر رعب جمانا)۔ آنحضرت ﷺ نے ایک باغ میں ان کے لئے خیمہ لگوایا۔ جب ان کے پاس میں تشریف لے گئے تو فرمایا اپنے آپ کو میرے لئے ھبہ کر دو۔ وہ بولی کیا کوئی شہزادی بھی ایک عام شخص کو اپنی ذات ھبہ کرتی ہے۔ حضورؐ نے اُسے مانوس کرنے کے لئے اُس کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اُس نے کہا میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپؐ نے

فرمایا تم نے بہت عظیم الشان ہستی کی پناہ مانگی ہے۔ پھر طلاق دے کر اُسے عقد سے آزاد کر دیا اور مال ومتاع دیکر واپس اُس کے قبیلہ میں بھجوادیا۔ (بخاری) 14

تقویٰ کی باریک راہیں

آنحضرتؐ ہر لحظہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بسا اوقات گھر میں بستر پر ایک کھجور پڑی پاتا ہوں۔ اٹھا کر کھانے لگتا ہوں پھر خیال آتا ہے کہ صدقہ کی نہ ہو اور جہاں سے اٹھائی وہیں رکھ دیتا ہوں۔ (بخاری) 15

رسول اللہؐ نے اپنی اولاد کی بھی اسی رنگ میں تربیت فرمائی اور ان کے دل میں بھی بچپن سے خوف خدا پیدا کیا۔ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ یا حسینؓ نے گھر میں کھجور کا ڈھیر دیکھا اور صدقہ کی ان کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ نبی کریمؐ نے دیکھ لیا۔ انگلی بچے کے منہ میں ڈالی، کھجور نکال کر باہر پھینک دی اور فرمایا بچے! ہم آل رسول ہیں۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (بخاری) 16

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اسکے بعد خلاف معمول بڑی تیزی سے صحابہ کی صفیں چیرتے ہوئے گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے تو ہاتھ میں سونے کی ایک ڈلی تھی۔ فرمایا کچھ سونا آیا تھا وہ مستحقین میں تقسیم ہو گیا۔ یہ سونے کی ڈلی تقسیم ہونے سے رہ گئی تھی۔ نماز میں مجھے خیال آیا تو اسے میں جلدی سے لے آیا ہوں تا کہ قومی مال میں سے کچھ ہمارے گھر میں نہ رہ

جائے۔طہارت نفس اور خوفِ الٰہی کی یہ کیسی بے نظیر مثال ہے۔ (بخاری) 17

آنحضرتؐ ہر دم اللہ تعالیٰ کے غنا اور عظمت سے خائف رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے میں بسا اوقات ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔(بخاری) 18

قرآن شریف میں انبیاء علیھم السلام کے قبولیت دعا کے تجارب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انکی ایک مشترک خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ہم سے چاہت اور خوف سے دعا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے اور خشوع اختیار کرنے والے تھے۔(سورۃ الانبیاء:91)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعاؤں میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

دعاؤں میں گریہ وبکا

نبی کریمؐ خوف الٰہی سے اکثر گریہ وزاری کرتے دیکھے جاتے۔غزوۂ بدر کے موقع پر جب آپؐ کے تین سو تیرہ نہتے ساتھیوں کا مقابلہ ایک ہزار کے مسلح جنگجو لشکر سے تھا،آپؐ میدان بدر میں اپنے جھونپڑے میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوکر رو رو کر دعائیں کر رہے تھے،حالانکہ اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کے وعدے موجود تھے مگر آپ کی نگاہ اپنے مولیٰ کے غنا پر بھی تھی اسلئے سجدہ میں پڑے گریہ و زاری کررہے تھے۔بدن پرلرزہ طاری تھا۔کپکپاھٹ سے کندھوں پر سے چادر

سرک کر گر رہی تھی اور آپ اپنے مولیٰ سے یہ التجا کر رہے تھے۔ اے اللہ! اگر آج اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔ (مسلم) 19

حجتہ الوداع میں میدان عرفات میں آپؐ نے خشوع وخضوع خشیئت اور ابتہال سے بھری ہوئی جو دعا کی، وہ آپ کے خوف و ابتہال اور خشیئت کا بہترین شاہکار ہے۔ آپ اپنے مولا کے حضور عرض کرتے ہیں۔

''اے اللہ تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ مَیں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے میری دعا قبول کر لینا۔'' (طبرانی) 20

قرآن شریف میں ان مومنوں کی تعریف کی گئی ہے جو اپنی نمازوں میں

خشوع وخضوع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کی نماز خشوع کا بہترین نمونہ ہوتی تھی۔چنانچہ رکوع میں آپ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے۔

''میرے اللہ! تیری خاطر مَیں نے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں۔اور تجھی پر میرا توکّل ہے۔تو ہی میرا پروردگار ہے۔میرے کان اور میری آنکھیں، میرا گوشت اور خون، میری ہڈیاں اور میرا دماغ اور میرے اعصاب اس اللہ کی اطاعت میں جُھکے ہوئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

گریہ وزاری اور خشوع وخضوع کی یہ کیفیت آپ کی تنہائی کی نمازوں میں خاص طور پر پائی جاتی تھی۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ خدا کے حضور اسطرح گڑگڑاتے تھے کہ آپ کے سینے سے اسکی آواز سنی جاسکتی تھی جو ھنڈیا کے ابلنے کی آواز سے مشابہ ہوتی تھی۔(نسائی) 21

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر سے غائب پایا تلاش کیا تو مسجد میں تھے۔(اندھیرے میں) میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلوے کو چھوگیا۔آپ کے پاؤں زمین پر گڑے ہوئے تھے اور سجدے کی حالت میں مولیٰ کے حضور آپ یہ زاری کررہے تھے۔

''اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔میں خالص تیری پناہ چاہتا ہوں۔میں

تیری تعریف شمار نہیں کرسکتا بے شک تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف آپ کی ہے۔''(ابن ماجہ)22

حضرت مطرفؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔گریہ وزاری اور بکاء سے یوں ہچکیاں بندھ گئی تھیں گویا چکی چل رہی ہے اور ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز کی طرح آپ کے سینہ سے گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔(ابوداؤد)23

حضرت عبداللہؓ بن عمر حجتہ الوداع کا یہ خوبصورت منظر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حجر اسود کی طرف منہ کیا۔پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیئے اور دیر تک روتے رہے۔پھر اچانک توجہ فرمائی تو حضرت عمر بن الخطابؓ کو (پہلو میں کھڑے) روتے دیکھا اور فرمایا اے عمر! یہ وہ جگہ ہے جہاں (اللہ کی محبت اور خوف سے) آنسو بہائے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ)24

حضرت عبداللہؓ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ رسول کریم ﷺ کی کوئی بہت پیاری اور خوبصورت سی بات سنائیں۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا انکی تو ہر ادا ہی پیاری تھی۔ایک رات میرے ہاں باری تھی۔آپؐ تشریف لائے اور میرے ساتھ بستر میں داخل ہوئے۔آپؐ کا بدن میرے بدن سے چھونے لگا۔پھر فرمانے لگے اے عائشہؓ! کیا آج کی رات مجھے اپنے رب کی عبادت میں گزارنے کی اجازت دوگی۔میں نے کہا مجھے تو

آپ کی خواہش عزیز ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر آپؐ اٹھے، مشکیزہ سے وضو کیا، اور نماز میں کھڑے ہوکر قرآن پڑھنے لگے۔ پھر رونے لگے یہاں تک آپؐ کے آنسوؤں سے دامن تر ہو گیا۔ پھر آپؐ نے دائیں پہلو سے ٹیک لگائی۔ دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر کچھ توقف کیا۔ پھر رونے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے آنسوؤں سے زمین بھیگ گئی۔ صبح بلالؓ نماز کی اطلاع کرنے آئے تو آپؐ کو روتے پایا اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپؐ کو بخش دیا۔ فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

پھر فرمانے لگے میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج رات مجھ پر یہ آیات اتری ہیں اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّھَارِ۔ آپؐ نے آل عمران کے آخری رکوع کی یہ آیات پڑھیں اور فرمایا ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے یہ آیات پڑھیں اور ان پر غور نہ کیا۔ (سیوطی) 25

عہد نبویؐ میں ایک دفعہ سورج گرہن ہوا۔ رسول اللہؐ نماز کسوف پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ بڑے لمبے رکوع اور سجدے کئے۔ آپ اس قدر روتے جاتے تھے کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس حال میں رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے۔

''میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ جب تک میں ان لوگوں میں ہوں تو انہیں عذاب نہ دے گا۔ کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے تو ان پر عذاب نازل نہ کرے گا۔ پس ہم استغفار کرتے ہیں۔'' (تو ہمیں معاف فرما)۔ (سیوطی) 26

آپؐ اس وقت تک یہ دعا کرتے رہے جب تک سورج گرہن ختم نہ ہو گیا۔

خشیئت کی اس کیفیت کے باوجود رسول کریم ﷺ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے مولیٰ کے حضور مناجات میں اس کا تقویٰ اور خشیئت مانگا کرتے۔ کبھی کہتے ''اے اللہ میرے نفس کو اپنا خوف اور تقویٰ نصیب کر دے اور اسے پاک کر دے۔ تجھ سے بڑھ کر کون اسے پاک کر سکتا ہے۔ تو ہی اسکا دوست اور آقا ہے۔'' (مسلم) 27

کبھی یہ دعا کرتے ''اے اللہ اپنی وہ خشیئت ہمیں عطا کر جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے۔'' (ترمذی) 28

تلاوت قرآن اور خشیئت الٰہی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے۔ جب ان پر رحمان خدا کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے خدا کے حضور ٹھوڑیوں کے بل سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اللہ خشوع میں انہیں اور بڑھا دیتا ہے۔ (بنی اسرائیل 110:)

دوسری جگہ فرمایا کہ قرآن کا کلام سن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الزمر 24:)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بڑھ کر کون اس مضمون کا مصداق ہو سکتا ہے جو سب سے بڑھ کر خدا ترس تھے۔ قرآن پڑھتے اور سنتے ہوئے آپ

کی کیفیت بھی یہی ہوتی تھی۔

کلام الٰہی سن کر آپ پر رقت طاری ہوجاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپؐ نے فرمایا قرآن سناؤ! جب وہ اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُ لَاءِ شَهِيْدًا (سورۃ النساء:42) تو آپؐ تاب نہ لا سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔ہاتھ کے اشارے سے فرمایا بس کرو۔(بخاری)29

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہؐ کے ساتھ مجھے ایک رات گزارنے کا موقع ملا۔آپ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے۔پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی ہر دفعہ آپ روتے روتے گر پڑتے۔پھر آخر میں مجھے فرمانے لگے وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے۔(الوفاء)30

کندہ قبیلہ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے آپؐ سے کوئی نشانِ صداقت طلب کیا۔آپؐ نے قرآن شریف کے اعجازی کلام کو بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایسا کلام ہے جس پر باطل آگے سے نہ پیچھے سے کبھی بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا۔پھر آپؐ نے سورۂ صافات کی ابتدائی چھ آیات خوش الحانی سے پڑھ کر سنائیں۔وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا o فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا o فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا o اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ oرَبُّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِo (الصّٰفّٰت: 1تا6)

یہاں تک تلاوت کر کے حضور رُک گئے کیونکہ آواز بھرا کر گلوگیر ہوگئی تھی۔ آپ ساکت و صامت اور بے حس وحرکت بیٹھے تھے۔آنکھوں سے آنسو رواں تھے جو ٹپ ٹپ داڑھی پر گر رہے تھے کندہ کے لوگ یہ عجیب ماجرا دیکھ کر حیران تھے کہنے لگے کیا آپ اپنے بھیجنے والے کے خوف سے روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اسی کا خوف مجھے رُلاتا ہے جس نے مجھے صراطِ مستقیم پر مبعوث فرمایا ہے۔تلوار کی دھار کی طرح سیدھا مجھے اُس راہ پر چلنا ہے اگر ذرا بھی میں نے اس سے انحراف کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔(الحلبیہ) 31

کبھی آپؐ روتے روتے خدا کے حضور عرض کرتے۔''اے اللہ مجھے آنسو بہانے والی آنکھیں عطا کر جو تیری خشیت میں آنسوؤں کے بہنے سے دل کو ٹھنڈا کردیں، پہلے اس سے کہ آنسو خون اور پتھر انگارے بن جائیں۔''(طبرانی) 32

قصہ مختصر اس فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی یہی دلدوز چیخ وپکار اور دعائیں ہی تو تھیں جنہوں نے عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا اور یک دفعہ سرزمین عرب میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہوا کہ پہلے اس سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔

حوالہ جات

1 بخاری باب کیف کان بدء الوحی

2 بخاری کتاب الایمان باب قول النبیؐ انا اعلمکم بالله 19

3 ترمذی کتاب القدر باب ماجاء ان القلوب بین اصبع الرحمان2006

4 بخاری کتاب الوصایا باب ھل یدخل النساء والولدفی الاقارب2548

5 بخاری کتاب المرضی باب تمنی المریض الموت5241

6 ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورة المؤمنون 3099

7 بخاری کتاب التفسیر سورة والضحیٰ

8 بخاری کتاب التفسیر سورة الاحقاف باب قوله فلما راوه عارضا مستقبل اودیتھم

9 ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب من سورة الوقعه3219

10 بخاری کتاب الاذان باب الدعاء فی الرکوع752

11 بخاری کتاب الایمان باب فضل من الستبرأ لدنیه

12 بخاری کتاب العلم باب الرحلة فی المسئلة النازله

13 ابن ماجه کتاب المناسک باب الرخصة فی ذلک الم یصد3084

14 بخاری کتاب الطلاق باب من طلق وھل یواجه الرجل امرا ته بالطلاق4853

15 بخاری کتاب اللقطة باب اذا وجدتمرة فی الطریق2252

16 بخاری کتاب الزکاة باب اخذ الصدقة التمر1390

17 بخاری کتاب الزکوة باب من احب تعجیل الصدقة1340

18 بخاری کتاب الدعوات باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللیلة5832

19 مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالملائکة فی غزوة بدر3309

20 المعجم الکبیرلطبرانی جلد11ص174بیروت

21 نسائی کتاب السهو باب البکاء فی الصلوة

22 ابن ماجه کتاب اقامة الصلوة باب ماجاء فی القنوت1169

23 بو داؤد کتاب الصلوة باب البکاء فی الصلوة:157

24 ابن ماجه کتاب المناسک باب استلام الحجر2945

25 الدرالمنثورللسیوطی جلد6:27جز 4ص409دارالفکر بیروت

26 الدرالمنثورللسیوطی ج9ص59دارالفکر بیروت

27 مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ماعمل4899

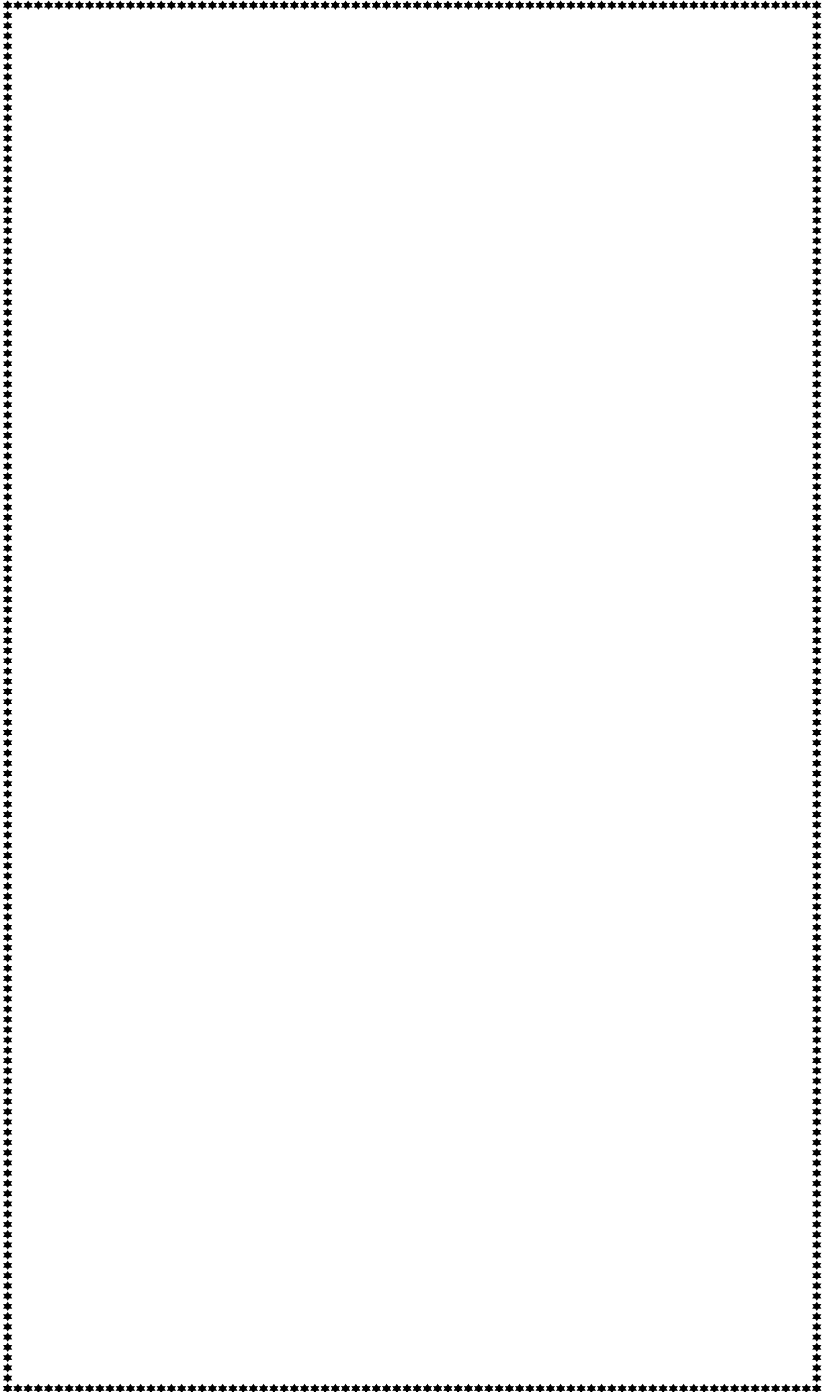
28 ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح34241

29 بخاری کتاب فضائل القرآن باب قول المقرئ للقاری حسبک4662

30 الوفاباحوال المصطفیٰ لابن جوزی ص549بیروت

31 السیرة الحلبیه جلد3ص227بیروت

32 کتاب الدعاء جلد3ص1480از علامه طبرانی مطبوعه بیروت



ذکرالٰہی اورحمدوشکرمیں اسوۂ رسولؐ

کہتے ہیں کہ انسان جس چیز سے محبت کرتا ہے وہ اسکا بہت ذکر کرتا ہے اور ہمارے نبی حضرت محمدؐ کی تو پہلی اور آخری محبت اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔عین عالم جوانی میں آپ دنیا کی دلچسپیوں سے بیزار غارحرا کی تنہائیوں میں جا کراس محبوب حقیقی کو ہی تو یاد کرتے تھےاوراسی میں آپ کی زندگی کا سارا لطف تھا۔آپ کی یہ وارفتگی دیکھ کر اہل مکّہ بھی کہتے تھے کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہوگیا ہے۔

مگرامرواقعہ یہ ہےآپ فنافی اللہ کےاس مقام پر تھے جہاں انسان اپنا وجودبھی فراموش کربیٹھتا ہےاورمحویت کےاس عالم میں صرف اللہ کی یاد باقی رہ جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق نبی کریمؐ ہرلحظہ و ہر آن خداکو یادرکھتے تھے۔(مسلم) 1

یادالٰہی میں شغف

دن ہو یا رات ،خلوت ہو یا جلوت عالم خواب ہو یا بیداری کبھی بھی آپؐ اپنے ربّ کی یادنہیں بھولے۔فرماتے تھے کہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے میں

بعض دفعہ ستّر سے بھی زائد مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔(ابوداؤد)2

صوفیاء نے ''دست در کار و دل بایار'' کے محاورہ میں عشق کے جس مقام کا ذکر کیا ہے کہ ہاتھ کام میں لگے ہوں مگر دل یار کے ساتھ ہو ظاہر ہے اُس کا تعلق بیداری کی حالت سے ہی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہیں آگے تھے کہ سوتے ہوئے بھی آپ کا دل یادِ الٰہی سے معمور ہوتا تھا۔فرماتے تھے میری آنکھیں جب سو جاتی ہیں تو بھی دل نہیں سوتا۔(بخاری)3

گویا ذکرِ الٰہی آپ کے دل کی غذا تھا۔جیسے جسم کا انحصار دورانِ خون اور عملِ تنفس پر ہے آپؐ کی روح کا دارومدار ذکرِ الٰہی پر تھا۔دن بھر میں قضائے حاجت کے ہی چند لمحے ہوں گے جن میں اللہ کے ذکر کی عظمت اور احترام کے باعث آپؐ اس سے رُک جاتے ہوں، شاید اس لئے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آتے تو غُفْرَانَکَ کی دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تیری بخشش کا طلبگار ہوں۔(ترمذی)4 اس میں بھی ایک راز تھا کہ یہ چند لمحے بھی کیوں یادِ الٰہی میں روک بنے۔

انسانی زندگی کا ایک لمحہ بھی اپنے خالق و مالک کی توفیق اور احسان کے بغیر ممکن نہیں بلکہ محتاجِ محض ہے جبکہ صفتِ رحمانیت کے تحت بغیر کسی تقاضا کے اللہ تعالیٰ کے فیضانِ عام اور عنایات کے لامحدود سلسلہ نے اسکا احاطہ کیا ہوا ہے۔پھر صفتِ رحیمیت کے طفیل انسان کی محنت کے اجر کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی جاری و ساری ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں اور احسانات نے اسطرح انسان

کو گھیر رکھا ہے کہ بے اختیار انسان کو اس قرآنی آیت کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔(سورۃ ابراھیم:15) قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے بندوں پر افسوس بھی کیا ہے کہ ان میں سے بہت کم شکرادا کرنے والے ہوتے ہیں وہاں حقِ شکرادا کرنیوالوں کا تعریف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

شکرِ نعمت

حضرت نوحؑ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وہ عبدِ شکور تھے۔(سورۃ الاسراء:171)یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت شکرگزار بندے۔حضرت ابراھیمؑ کے بارہ میں فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے والے تھے۔(سورۃ النمل:122) پھر آنحضرتؐ کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ اللہ کی عبادت کریں اور شکر کرنے والے بندوں میں شامل ہو جائیں۔(سورۃ الزمر:40)

اللہ تعالیٰ کا اپنے شکرگزار بندوں سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں اور زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔(سورۃ النساء:114) ہمارے نبی کریم ﷺ نے واقعی حقِ شکرادا کر کے اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات سے حصہ پایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔(سورۃ النساء:114)

رسول اللہؐ کی یادِ الٰہی کی اصل معراج آپؐ کی نماز تھی۔جس میں آپؐ کی آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک تھی۔(نسائی)5

عام لوگوں کا دل نماز میں نہیں لگتا اور نماز میں ہو کر بھی خیالات کہیں اور ہوتے ہیں۔ اسکے برعکس نبی کریمؐ کا دل نماز کے علاوہ اوقات میں بھی نماز میں ہی اٹکا ہوتا تھا۔ اللہ کو اتنا یاد کرنے کے بعد بھی آپؐ اپنے رب کے حضور یہ دعا کرتے تھے کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ ذَاکِرًا لَکَ شَاکِرًا۔ (ابوداؤد) 6

یعنی ''اے میرے رب مجھے اپنا ذکر کرنیوالا اور اپنا شکر کرنیوالا بنائیو۔'' کیونکہ شکر بھی دراصل ذکر الٰہی اور محبت کے اظہار کا ایک خوبصورت اسلوب ہے۔ اور ذکر کی ایک بہترین شکل حمد و ثنا ہے۔

آپ کی نماز مجسم شکرانہ ہوتی تھی جو الحمدللہ کہہ کر اللہ کی حمد سے شروع ہوتی۔ اسکا وسط بھی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر حمد کثیر پر مشتمل ہوتا تو اس کی انتہاء اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کی جامع حمد پر ہی ہوتی تھی۔ آپؐ کے رکوع و سجود بھی اسی حمد الٰہی سے لبریز ہوتے تھے جن میں آپؐ عرض کرتے ''اے اللہ تو پاک ہے اپنی تمام تعریفوں کے ساتھ۔'' (بخاری) 7

رکوع سے اٹھ کر پھر یہ حمد باری یوں ٹھاٹھیں مارتی جیسے بے قرار سمندر۔ آپ عرض کرتے اے اللہ ہمارے رب! سب تعریفیں تجھی کو حاصل ہیں۔ یہ حمد کر کے بھی آپ کا جی سیر نہ ہوتا تو کہتے بڑی اتنی تعریفیں کہ جس سے سارے آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے وہ بھی بھر جائے۔ (مگر تیری حمد ختم نہ ہو)۔ اے تعریف اور بزرگی کے لائق ہستی۔ بندہ جتنی تیری تعریف کرے تو اسکا

مستحق ہےاورہم سب تیرے بندے ہی تو ہیں ۔(مسلم) 8

فرض نمازوں کے علاوہ نوافل میں آپؐ کے شکرانے کا یہ عالم تھا کہ پوری پوری رات خدا کے حضور عبادت میں گزار ردیتے یہاں تک پاؤں سُوج جاتے ۔حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو کیا خوب جواب دیا اَفَلاَ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کہ میں عبدشکوریعنی خدا کا انتہائی شکرگزار بندہ نہ بنوں ۔(بخاری) 9

محبت الٰہی اور ذکروشکر سے بھری اس نماز سے فارغ ہوکر آپ یادخدا کو بھولتےنہیں تھے بلکہ یہ دعا کرتے تھے ۔اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔(ابوداؤد) 10

اے اللہ! مجھے اپنے ذکر، اپنے شکر اور خوبصورت عبادت کی توفیق عطا فرما۔اس دعا کی قبولیت عملی زندگی میں لحہ بلحہ آپ کے ہمرکاب نظرآتی ہے۔رات کا کچھ حصّہ آرام کرکے اٹھتے تو پہلا کلمہ جوآپؐ کی زبان پر جاری ہوتا وہ اللہ کی حمد اورشکر کا کلمہ ہوتا۔آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور اقرار کرتے کہ تمام تعریف اس خدا کی ذات کیلئے ہے جس نے نیند جیسی موت کے بعد ہمیں پھر سے زندگی دی اور بالآخرتواسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(بخاری) 11

روکھی سوکھی پر گزارا کرتے ہوئے بھی کھانے کے بعدرسول اللہؐ کے شکرگزاردل سے بے اختیار حمداورتشکر کے جذبات نکلتے تھے۔فرماتے تھے کہ اللہ

تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت راضی اور خوش ہوتا ہے۔ جو ایک لقمہ بھی کھاتا ہے تو اللہ کی حمد اور تعریف کرتا ہے۔ پانی پیتا ہے تو اس پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہے۔ چنانچہ کھانے کے بعد آپؐ دعا کرتے اس خدا کی تمام تعریف ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنایا۔(ترمذی)12

یعنی شکر کی یہ توفیق دی گویا توفیق شکر ملنے پر بھی ایک شکرانہ ادا کرتے تھے۔ الغرض ذکرالٰہی آپ کے وجود کا جزو لاینفک تھا۔

قضائے حاجت سے فارغ ہو جانے پر بھی اللہ کا شکر ہی بجالاتے اور عرض کرتے تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مضر چیز مجھ سے دور کردی مجھے تندرستی عطا کی اور غذا کے نفع بخش مادے میرے جسم میں باقی رکھ لئے۔(ابن ماجہ)13

رات کو بستر پر جاتے ہوئے دن بھر میں ہونیوالی اللہ کی نعمتوں کا شکر یوں ادا کرتے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ پر اپنا احسان اور فضل کیا اور مجھے عطا کیا اور بہت دیا اور ہر حال میں اللہ ہی کی حمد وثنا ہے۔(ابوداؤد))14

کوئی نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو اللہ کی حمد بجالاتے۔(ترمذی)15

جب کبھی عرصہ کے بعد موسم گرما کی بارش ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر شکر سے خدا کے حضور جھک جاتا، آپ اپنے سر سے کپڑا وغیرہ ہٹا دیتے اور ننگے سر پر بارش لیتے اور فرماتے یہ میرے رب سے تازہ تازہ

آئی ہے۔(احمد)16

جب کوئی دعا بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ پاتی یا کوئی نیک کام انجام کو پہنچتا تو کسی فخر کی بجائے اللہ کی حمد بجالاتے اور کہتے تمام تعریف اس خدا کی ہے جس کے جلال وعظمت سے ہی نیک کام انجام کو پہنچتے ہیں۔(حاکم)17

اپنے یہودی غلام کی عیادت کو گئے اسکا آخری وقت دیکھ کر اسے کلمہ پڑھنے کو کہا اور جب اس نے پڑھ لیا تو بے اختیار آپکی زبان پر یوں حمد باری جاری ہوئی کہ اس خدا کی تعریف ہے جس نے ایک روح کو آگ سے بچالیا۔(بخاری)18

سجداتِ شکر

کوئی خوشی کی خبر آتی تو فوراً خدا کے حضور سجدہ میں گر جاتے اور سجدہ تشکّر بجالاتے۔(خطیب)19

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکے سے مدینہ واپس لوٹ رہے تھے۔جب ہم عزوراء مقام پر تھے وہاں حضورؐ اترے۔آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور کچھ وقت دعا کی۔پھر حضورؐ سجدے میں گر گئے۔لمبی دیر سجدے میں رہے۔پھر کھڑے ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔پھر سجدے میں گر گئے۔آپؐ نے تین دفعہ ایسے کیا۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ

میں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی تھی اور اپنی امت کیلئے شفاعت کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کی ایک تہائی کی شفاعت کی اجازت دی۔ میں اپنے رب کا شکرانہ بجالانے کیلئے سجدے میں گر گیا اور سر اُٹھا کر پھر اپنے رب سے امت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مزید ایک تہائی اپنی امت کی شفاعت کیلئے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں پھر شکرانے کا سجدہ بجالایا۔ پھر سر اُٹھایا اور امت کیلئے اپنے رب سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے میری امت کی تیسری تہائی کی بھی شفاعت کیلئے مجھے اجازت عطا فرمادی اور میں اپنے رب کے حضور سجدۂ شکر بجالانے کے لئے گر گیا۔ (ابوداؤد) 20

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ مسجد میں تشریف لائے اور قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپ کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ اُٹھ بیٹھے اور پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبدالرحمٰن۔ فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح تو قبض نہیں کر لی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبریلؑ آئے تھے انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اس پر اپنی رحمتیں نازل کرونگا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ یہ سُن کر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالایا ہوں۔ (احمد) 21

اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی مکہ کی فتح کے موقع پر آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھے تھے اور سر جھک کر پالان کو چھُو رہا تھا۔آپ سجدۂ تشکر بجالاتے ہوئے یہ دعا پڑھ رہے تھے اے اللہ تو پاک ہے اپنی حمد اور تعریف کے ساتھ۔(ابن ہشام) 22

شکر کے نئے گوشے

نبی کریم ﷺ کے شکرادا کرنے کا ایک لطیف پہلو یہ ہے کہ آپ شکر کے نئے گوشے تلاش کرتے تھے۔محض نعمتوں اور احسانوں اور کامیابیوں پر ہی آپ اللہ کا شکر نہیں کرتے تھے بلکہ گردش زمانہ اور مصائب سے محفوظ رہنے پر بھی اللہ کی حمد بجالاتے تھے۔ ہر مصیبت زدہ آپ کو اس شکر کی یاد دلاتا تھا۔چنانچہ کسی معذور یا مصیبت زدہ کو دیکھ کر جہاں انسانیت کے ناطہ سے آپ کے دل میں اسکے لئے درد پیدا ہوتا تھا وہاں آپ اللہ کا شکر بھی کرتے تھے کہ اس خدا کی تعریف ہے جس نے ہمیں اس مصیبت سے بچا کر صحت وتندرستی عطا کی اور اپنی بیشتر مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔(ترمذی) 23

اپنی ایک مناجات میں آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں۔

’’تیرا نور کامل ہے تو نے ہی ہدایت فرمائی سب تعریف تیرے لئے ہے، تیرا حلم عظیم ہے۔تو نے ہی بخشش عطا کی پس کامل حمد تجھے ہی حاصل ہے۔تیرے ہاتھ فراخ ہیں۔تو نے ہی عطا کی پس کامل حمد تجھے ہی حاصل ہے۔اے ہمارے رب تیرا چہرہ سب چہروں سے زیادہ قابل عزت ہے اور تیری

وجاہت تمام وجاہتوں سے بڑھ کر ہے۔تیری عطا تمام عطاؤں سے افضل اور شیریں ہے۔اے ہمارے رب! جب تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تُو قدردانی کرتا ہے اور تیری نافرمانی ہو تو بھی تیری بخشش میں فرق نہیں آتا۔تو ہی ہے جو مجبور اور لاچار کی دعا سنتا اور تکلیف دور کرتا ہے، بیمار کو صحت عطا فرماتا، گناہ بخشتا اور توبہ قبول کرتا ہے۔کوئی نہیں جو تیری نعمتوں کا بدلہ اتار سکے اور تیری تعریف تک کسی مدحت گر کی زبان رسائی نہیں پاسکتی۔(شوکانی) 24

اللہ تعالیٰ کو رسول اللہؐ کی حمد وستائش کے ادا کئے ہوئے یہ نغمے ایسے پسند آئے کہ اس نے فیصلہ فرمایا کہ قیامت کے روز جب نفسانفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص کسی پناہ کی تلاش میں ہوگا تو رسول اللہؐ کو ''مقام محمود'' یعنی حمد باری کے انتہائی مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا۔(ترمذی) 25

آپ کی صفت احمد کی شان اس رنگ میں ظاہر ہوگی کہ آپ پر حمد کے نئے مضامین کھولے جائیں گے اور خدا کے لئے تعریفی کلمات سکھائے جائیں گے۔

پھر آپؐ سجدہ ریز ہو کر وہ حمد باری بجالائیں گے جسکے جواب میں آپؐ کو یہ انعام ملے گا کہ اے محمدؐ! آج جو مانگیں گے آپؐ کو عطا کیا جائیگا۔تب آپؐ اپنی امت کی شفاعت کی دعا کریں گے۔اور یہ حمد الٰہی کی ایک عظیم الشان برکت ہے جو آپؐ کو نصیب ہوگی۔(بخاری) 26

حمد باری کے حریص

رسول اللہؐ تو اپنے رب کی حمد کے حریص تھے۔ اللہ کی حمد اور شکر کے ایسے اعلیٰ ذوق اور توفیق کے بعد پھر بھی اگر کسی کو حمد باری کرتے ہوئے سن لیتے تو اس پر رشک کرتے۔ (احمد) 27

مشرک شاعر امیہ بن صلت کا حمد باری پر مشتمل ایک شعر جب آپؐ نے سنا تو دل پھڑک اٹھا۔ فرمانے لگے امیہ کا شعر تو ایمان لے آیا مگر خود اسکو ایمان کی توفیق نہ ملی۔ دل کافر ہی رہا۔ شعر یہ تھا

لَکَ الْحَمْدُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ رَبَّنَا   فَلَا شَیْءَ اَعْلیٰ مِنْکَ حَمْدًا وَّاَمجَدًا

یعنی اے ہمارے رب! سب تعریفیں تیرے لئے ہیں، احسان اور فضل بھی تیرے ہیں کوئی چیز حمد اور بزرگی سے تجھ سے بڑھ کر نہیں۔ (کنز) 28

لبید عرب کا مشہور شاعر تھا جس کا بلند پایہ کلام خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ مگر رسول اللہؐ کو اسکے سارے کلام سے جو شعر پسند آیا وہ اللہ کی عظمت کے بارہ میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو لبید نے کہی وہ اسکے شعر کا یہ مصرع ہے۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

کہ سنو! اللہ کے سوا ہر چیز بالآخر فنا ہونیوالی ہے۔ (بخاری) 29

مقام حمد کی معراج

پس سچی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہؐ سے بڑھ کر آج تک اللہ کی کوئی حمد کرنیوالا پیدا نہیں ہوا۔اسی لئے تو الٰہی نوشتوں میں آپ کا نام ''احمدؐ'' رکھا گیا تھا کہ سب سے بڑھ کر خدا کی حمد کرنیوالا۔اسی حمد باری کے صدقے آپ محمدؐ کہلائے اور آپ کی دنیا بھر میں تعریف ہوئی۔آپ کی ایک دعائیہ حمد کا نمونہ اس جگہ پیش کیا جاتا ہے۔اپنے مولیٰ کے حضور کسی تضرع اور عاجزی سے آپ شکر بجالاتے ہیں۔ایسے لگتا ہے کہ ہر ذرہ وجود مجسم شکر بن چکا ہے۔

''تیرا نور کامل ہے، تُو نے ہی ہدایت عطا فرمائی،سب تعریف تیرے لئے ہے، تیرا حِلم عظیم ہے تُو نے ہی بخشش عطا کی پس کامل حمد تجھے ہی حاصل ہے، تیرے ہاتھ فراخ ہیں تو نے ہی عطا کیا۔پس کامل حمد تجھے ہی حاصل ہے۔اے ہمارے ربّ! تیرا چہرہ سب چہروں سے زیادہ قابلِ عزت ہے اور تیری وجاہت تمام وجاہتوں سے بڑھ کر ہے، تیری عطاء تمام عطاؤں سے افضل اور شیریں ہے،اے ہمارے ربّ! جب تیری اطاعت کی جاتی ہے تو تُو قدردانی کرتا ہے اور تیری نافرمانی ہو تو بھی تیری بخشش میں فرق نہیں آتا تُو ہی ہے جو مجبور اور لاچار کی دعا سنتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے۔بیمار کو صحت عطا فرماتا،گناہ بخشتا اور توبہ قبول کرتا ہے۔کوئی نہیں جو تیری نعمتوں کا بدلہ اُتار سکے اور تیری تعریف تک کسی مدحت گر کی زبان رسائی نہیں پاسکتی۔''(شوکانی)29A

جذبۂ شکر اور قدردانی

دراصل شکر ایک جذبہ ہے جو احسان کے نتیجہ میں ایک قدردان دل کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ انسان میں اس جذبہ کا ہونا اللہ کی سچی حمد اور شکر ادا کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ جو لوگوں کے احسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ (ترمذی)[30] کیونکہ اسے شکر کی نیک عادت ہی نہیں یا یہ جذبہ سرد پڑ چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے شکریہ ادا کرنے کا طریق بھی اپنی امت کو سمجھایا۔ حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی نیکی کی جائے تو وہ اس نیکی کرنے والے سے یہ کہے جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بہترین جزا دے تو اس شخص نے تعریف کا حق ادا کر دیا۔ (ترمذی)[31]

چنانچہ آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص تمہارے ساتھ نیکی کرے اسکا بدلہ دو اور اس کی طاقت نہیں تو اسکے لئے دعا کیا کرو اتنی دعا کہ تم جان لو کہ تم نے اسکے احسان کا بدلہ اُتار دیا ہے۔ (ابوداؤد)[32]

انسانوں کا شکر

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تو بدی کا بدلہ بھی نیکی سے دینے کے عادی تھے اور جہاں تک نیکی کے بدلہ کا تعلق ہے آپ قرآن شریف کی اس آیت پر عمل کرنے

کی کوشش کرتے تھے مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه‘۔(سورۃ زلزال:8) یعنی جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اسکا بدلہ بھی پائے گا۔ بلکہ بعض دفعہ بظاہر معمولی نیکی کا غیر معمولی بدلہ عطا فرماتے۔ایک دفعہ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو آپؐ کے کم سن چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ نے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ دیا۔آپؐ نے آکر پوچھا کہ یہ کس نے رکھا ہے اور پھر معلوم ہونے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے یہ دعا کی کہ اے اللہ انکو قرآن اور حکمت سکھا۔(بخاری)33 اور انکو دین کی گہری سمجھ عطا کر۔اس دعا نے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔(بخاری)34

نبی کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو انصار مدینہ نے خدمات کی سعادت پائی۔بعض نے کھجور کے درخت پیش کر دیئے۔اسکے بعد جب بنوقریظہ اور بنونصیر کے اموال غنیمت آئے تو آپ ان قربانی کرنیوالے انصار کا خاص خیال رکھتے اور اُن کے تحائف کا بدلہ بہترین رنگ میں اُنہیں واپس دینے کی کوشش فرماتے تھے۔(بخاری)35

فتح مکہ کے بعد بھی رسول کریمؐ نے انصار کی تالیف قلبی اور احساسات و جذبات کا خاص خیال رکھا اور فرمایا اب میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔چنانچہ آپؐ نے مدینہ کو ہی اپنا وطن ثانی قرار دیئے رکھا۔انصار کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔فرماتے تھے انصار کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔(بخاری)36

کعب بن زہیر مشہور عرب شاعر تھا جو رسول اللہؐ کے خلاف گندے

اشعار کہنے کی وجہ سے لائق گرفت تھا۔ جب وہ معافی کا خواستگار ہو کر حاضر خدمت ہوا تو حضورؐ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس میں مہاجرین کی تعریف کی اور انصار کا ذکر نہیں کیا۔

رسول کریمؐ کو انصار کی اتنی دلداری مقصود ہوتی تھی، فرمانے لگے کہ تم نے انصار کی شان میں کچھ نہیں کہا یہ بھی مدح کے مستحق ہیں۔ تو اس نے یہ شعر کہا

مَنْ سَرَّہٗ کَرَمُ الْحَیَاۃِ فَلَا یَزَلْ

فِیْ مِقْنَبٍ مِنْ صَالِحِی الْاَنْصَارِ

جس شخص کو با عزت زندگی پسند ہے وہ ہمیشہ نیک انصار کے شہ سواروں کے دستہ میں شامل رہے گا۔ (حلبیہ) 37

الغرض نبی کریم ﷺ کے ساتھ جس کسی نے زندگی میں کبھی کوئی نیکی کی آپ نے کبھی فراموش نہیں کیا۔

نبی کریمؐ حضرت خدیجہؓ کی خدمات کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ اس بارہ میں ازراہ غیرت کچھ عرض کیا تو فرمایا ''جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو خدیجہ نے قبول کیا۔ جب لوگوں نے انکار کیا تو وہ ایمان لائیں۔ جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی اور اللہ نے مجھے اولاد بھی عطا فرمائی۔ (مسند احمد) 38

نبی کریمؐ جب اہل مکہ کے رویّہ سے مایوس ہوکر تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے تو واپسی پر مکہ میں داخلہ سے قبل حسب دستور کسی سردار کی امان لینی ضروری تھی۔آپ نے مختلف سرداروں کو پیغام بھجوائے مگر کسی نے حامی نہ بھری سوائے مطعم بن عدی کے جس نے اپنے بیٹوں کو بھجوایا کہ حضور کو اپنی حفاظت میں شہر میں لے آئیں۔نبی کریمؐ نے مطعم کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھا۔وہ بدر سے پہلے وفات پاچکے تھے مگر نبی کریمؐ نے بدر کی فتح کے بعد جب ستّر کفار مکہ کو قیدی بنایا تو فرمایا اگر آج انکا سردار مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھے ان قیدیوں کی رہائی کی سفارش کرتا تو میں اسکی خاطر ان سب کو چھوڑ دیتا۔(بخاری)39

رسول اللہؐ کے چچا ابو طالب نے زندگی بھر آپ سے وفا کی، ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا اور آپ کی خاطر شعب ابی طالب میں محصور رہے۔وہ بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔انہوں نے دعا کی درخواست کی کہ اپنے رب سے دعا کرو۔اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور پھر آپ کی دعا سے وہ صحت یاب ہوئے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابو طالب آپ کو دل سے سچا مانتے تھے مگر کھل کر اسکا اظہار نہ کرتے تھے۔آخری بیماری میں بھی حضور انہیں اعلانیہ اظہار اسلام کی تحریک کرتے رہے مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔اس کے باوجود نبی کریمؐ نے آخر دم تک ان سے حسن سلوک کیا۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو جب اپنے والد

ابو طالب کی وفات کی اطلاع کی تو آپ رو پڑے اور فرمایا جاؤ ان کو غسل دو اور کفن کا انتظام کرو۔ نیز آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم کرے۔(ابن سعد) 40

جب ابو طالب کا جنازہ اُٹھا تو اپنے محسن کے سفر آخرت کو دیکھ کر بے اختیار رسول اللہؐ کو ان کی صلہ رحمی اور احسان یاد آئے تو یہ دعا کی کہ صلہ رحمی کا بدلہ آپ کو عطا ہو اور اے چچا اللہ آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔ آمین۔(البدایہ) 41

حوالہ جات

1 مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة و غیر ھا558

2 ابو داؤد کتاب الصلاة باب فی الاستغفار:1294

3 بخاری کتاب المناقب باب کان النبی تنام عینه و لا ینام قلبه3304

4 ترمذی کتاب الطھارة باب مایقول اذاخرج من الخلاء :7

5 نسائی کتاب عشرة النساء باب حب النساء 3879

6 ابو داؤد کتاب الصلاة باب مایقول الرجل اذاسلم:1391

7 بخاری کتاب الصلوة باب مایقول الامام ومن خلفه اذا رفع رأسه من الرکوع
و باب مایتخیر من الدعاء بعد التشھد

8 مسلم کتاب الصلوة باب مایقول اذا رفع رأ سه من الرکوع

9 بخاری کتاب التفسیر باب لیغفرلک اللہ ما تقدم من زنبک4460

10 ابو داؤد کتاب الصلوة باب فی الاستغفار:1301

11 بخاری کتاب الدعوات باب مایقول اذانام:5837

12 ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول اذا فرغ من الطعام:3379

13 ابن ماجه کتاب الطھارة باب مایقول اذا خرج من الخلاء:297

14 ابو داؤد کتاب الادب باب مایقال عندالنوم

15 ترمذی کتاب اللباس باب مایقول اذا لبس ثوباجدیدا:1689

16 مسند احمد جلد3ص267مطبوعه بیروت

17 مستدرک حاکم جلد1ص730مطبوعه بیروت

18 بخاری کتاب الجنائزباب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیه

19 تاریخ الخطیب للبغدادی جلد4ص157

20 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی سجود الشکر:2394

21 مسند احمد جلد1ص191مطبوعه بیروت

22 السیره النبویه لابن هشام جلد4ص91مطبوعه بیروت

23 ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی مایقول اذا رأی مبتلیً

24 تحفة الذاکرین از علامه شوکانی ص290 مطبوعه بیروت

25 ترمذی کتاب المناقب باب فی فضل النبیؐ3543

26 بخاری کتاب التفسیرسورة البقره باب قول الله وعلم ادم الاسماء کلها

27 مسند احمد جلد2ص470مطبوعه بیروت و مسلم کتاب الشعر

28 کنز العمال: 15241وفتح الباری جلد7ص154

29 بخاری کتاب المناقب باب ایام الجاهلیة3553

29A تحفة الذاکرین لشوکانی ص290دارالکتاب العربی

30 ترمذی کتاب البروالصلة باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک1877

31 ترمذی کتاب البروالصلة باب ماجاء فی الثناء بالمعروف1958

32 ابوداؤد کتاب الزکاة باب عطیة من سأل بالله:1424

33 بخاری کتاب العلم باب قول النبی اللهم علمه الکتاب73

34 بخاری کتاب الوضوء باب وضع الماً عندالخلاء140

35 بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر

36 بخاری کتاب الایمان باب حب الانصار من الایمان

37 السیرة الحلبیه جلد3ص215مطبوعه بیروت

38 مسنداحمد بن حنبل جلد6ص117مطبوعه بیروت

39 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر

40 الطبقات الکبری لابن سعد جلد1ص27مطبوعه بیروت

41 البدایه والنهایه جلد3ص125مطبوعه بیروت

رسول اللہؐ کی قبولیت دعا

آداب دعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قبولیت دعا کے راز اپنے تجربے سے مشاہدہ کرنے والے تھے۔آپؐ نے ہمیں دعا کے آداب بھی سکھائے اور بعض حالات، مقامات، اوقات، مواقع اور کیفیات بھی ایسی بتائی ہیں جن میں دعائیں بطور خاص قبول ہوتی ہیں۔ان تمام کیفیات پر غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ حالتیں انسان میں جوش اضطراب اور دعا کی تحریک میں مدومعاون ہوتی ہیں۔اس لئے ان حالات واوقات کی دعائیں خاص قبولیت کا اثر رکھتی ہیں۔ان بابرکت اوقات کا تذکرہ یہاں مناسب ہوگا۔

☆ نماز تہجد کی دعائیں (بالخصوص رات کے آخری حصہ میں)

☆ اذان کے وقت نیز اذان واقامت کے درمیان کی دعا

☆ آمین کی کیفیت میں ملائکہ سے موافقت نیز نماز میں توجہ سے دعا

☆ حالتِ سجدہ کی دعائیں

☆ نماز جمعہ میں قبولیت دعا کی گھڑی

☆ مسلمانوں کے اجتماع اور پاکیزہ مجالس ذکر کی دعائیں

☆ روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا

☆ رمضان المبارک بالخصوص آخری عشرہ اور لیلۃ القدر کی دعائیں

☆ ختم قرآن کے وقت کی دعا

☆ بارش کے وقت کی دعا

☆ حالتِ مظلومیت کی دعائیں

☆ غائب کی غائب کے حق میں دعائیں

☆ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔

بعض تعلقات کی وجہ سے بھی دعا میں اضطراب اور جوش پیدا ہوتا ہے۔

☆ والدین کی اولاد کے بارے میں اور نیک اولاد کی والدین کے حق میں دعا

☆ امام عادل کی دعا نیز صالح اور نیک لوگوں کی دعائیں

بعض مقامات بھی قبولیت دعا کے لئے خاص تاثیر رکھتے ہیں۔

☆ مکّہ مکرمہ میں بیت اللہ کو دیکھ کر دعا

☆ مقام ابراہیم پر نیز حجر اسود کے پاس دعا

☆ صفا مروہ پر دعا

☆ مشعر الحرام اور میدان عرفات میں دعا

☆ مسجد نبوی اور بیت المقدس میں دعا

اس جگہ قبولیت دعا کے ان جملہ مواقع اوقات وحالات اور تعلقات کے بارہ میں رسول کریم ﷺ کے ارشادات بیان کرنے مناسب ہوں گے۔

ا۔ نماز تہجد کا وقت خاص قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ ہمارا رب ہر رات کو جب آخری تہائی شب باقی رہ جائے، نچلے آسمان پر اتر آتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور مَیں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور مَیں اسے بخش دوں۔ (بخاری) 1

بعض روایات میں آدھی رات گزر جانے کے بعد اور بعض میں ایک تہائی رات گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نچلے آسمان پر اُتر آنے کا ذکر ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ رات کے درمیانی حصہ میں سب سے زیادہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرض نمازوں

کے معاً بعد کے اوقات بھی خاص قبولیت کے ہیں۔(ترمذی)2

۲۔ اذان کے وقت کی دعا کے بارے میں حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" دو ایسے اوقات ہیں جن میں دعا ردّ نہیں کی جاتی ایک اذان کے وقت، دوسرے جنگ میں جب دشمن سے سخت مقابلہ جاری ہو۔"(ابوداؤ)3

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا کبھی ردّ نہیں کی جاتی۔کسی نے پوچھا اس وقت کون سی دعا کرنی چاہیے۔فرمایا" دنیا وآخرت کی بھلائی مانگو"۔(ترمذی)4

۳۔ ختم قرآن کا وقت بھی خاص قبولیت کے اوقات میں سے ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جب بندہ قرآن کریم ختم کرتا ہے تو اس وقت ساٹھ ہزار فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔نیز اس موقع پر قبر کی وحشت سے مانوسیت کی دعا رسول اللہؐ نے سکھلائی۔ایک اور روایت میں ہے کہ ختم قرآن کا وقت نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے۔(شوکانی)5

۴۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو جمعہ کی ایک خاص گھڑی کا بتایا جس میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔اس گھڑی کا وقت خطبہ جمعہ سے لے کر

جمعہ کے دن کے ختم ہونے تک بیان کیا گیا ہے۔خاص طور پر خطبہ جمعہ اور نماز کے دوران اس گھڑی کی توقع کی جاسکتی ہے۔(ابوداؤد) 6

۵۔ رمضان المبارک دعاؤں کا مہینہ ہے۔بالخصوص اس کے آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ کی سنت سے خاص مجاہدے کے ساتھ دعائیں کرنا ثابت ہے۔(بخاری) 7

رسول اللہؐ نے فرمایا روزہ دار کے لئے افطاری کا وقت قبولیت دعا کا ایک خاص موقع ہوتا ہے۔جس وقت اس کی دعا ردّ نہیں کی جاتی۔(ترمذی) 8

٦۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی رات خاص طور پر قبولیت دعا کے اوقات میں سے ہے۔(ترمذی) 9

٧۔ حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نیک لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت وسکینت کا نزول ہوتا ہے اور ان کو مغفرت عطا ہوتی ہے۔(بخاری) 10

٨۔ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بارانِ رحمت کے نزول کا وقت بھی قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔(ابن ماجہ) 11

٩۔ جن کیفیات میں دعا بطور خاص قبول ہوتی ہے۔ان میں ایک وہ حالت ہے جب نماز میں توجہ اور خشوع حاصل ہو۔حدیث میں آتا ہے جب سورۃ فاتحہ

کی دعا کے بعد ملائکہ کی آمین سے کسی کی آمین کی موافقت ہو جائے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔(بخاری) 12

۱۰۔ سجدے میں دعاؤں کا خاص موقع ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان حالت سجدہ میں اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے۔ پس تم اس وقت کثرت سے دعائیں کیا کرو۔(مسلم) 13

۱۱۔ مظلوم کی دعا بھی خاص قبولیت کے لائق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جن تین دعاؤں کی خاص قبولیت کا ذکر فرمایا ان میں ایک مظلوم کی دعا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان قبولیت میں کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔(بخاری) 14

۱۲۔ ایسے شخص کے لئے خاص توجہ اور جوش سے دعا کرنا جو پاس موجود نہ ہو خاص قبولیت کا موقع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ قبول ہونے والی دعا اس شخص کی دعا ہے جو اپنے کسی غائب یا غیر موجود بھائی کے لئے دعا کرتا ہے۔(مسلم) 15

۱۳۔ دعا کرنے والے کی حالت بھی قبولیت دعا میں ممد و معاون ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے اللہ سے اس کے حضور، ہتھیلیاں پھیلا کر سوالی بن کر دعا مانگا کرو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ منہ پر پھیر لو۔ اسی طرح فرمایا کہ تمہارا رب بہت ہی کریم اور حیادار ہے۔ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ

پھیلا کر دعا کرتا ہے تو اس کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو خالی واپس لوٹا دے۔(ترمذی) 16

بعض رشتے اور تعلقات بھی قبولیت دعا کے لئے محرّک ہوتے ہیں۔ چنانچہ والد کی دعا کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر والد اولاد کے خلاف دعا کرے تو اس کی قبولیت میں شک نہیں ہوتا۔(ترمذی) 17

اسی طرح والدین کی اولاد کے حق میں اور نیک اولاد کی اپنے والدین کے لئے دعا بھی خاص طور پر قبولیت کا رنگ رکھتی ہے۔

۱۵۔ آنحضرت ﷺ نے امام عادل یعنی مسلمانوں کے نیک اور بزرگ ائمہ کی دعا کے متعلق فرمایا کہ وہ ردّ نہیں کی جاتی اسی طرح نیک اور صالح لوگوں کی دعائیں بھی قبولیت کا خاص مرتبہ رکھتی ہیں۔(ترمذی) 18

۱۶۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں دعائیں خاص قبول ہوتی ہیں۔قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ کو حصول اولاد کے لئے جب جوش دعا پیدا ہوا تو وہ اپنے محراب (عبادت کی خاص جگہ) میں دعا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ٹلے نہیں جب تک دُعا قبول نہیں ہوئی۔اسی جگہ ان کو دعا قبول ہو جانے کی خوشخبری بھی عطا کی گئی۔ (سورۃ آل عمران:39,40)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بیت اللہ کے ماحول میں مقام ابراہیم پر خاص طور سے عبادات اور دعائیں کرنے کی ہدایت فرمائی۔ پس اس جگہ کی دعائیں

یقیناً خاص قبولیت کا اثر رکھتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیت اللہ پر پہلی نظر پڑے تو جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

۱۷۔ بیت اللہ میں حجر اسود کے پاس رسول کریم ﷺ نے بہت رو رو کر دعائیں کیں۔(شوکانی)19

۱۸۔ صفا مروہ اور مشعر الحرام کے پاس بھی رسول اللہؐ نے دعائیں کیں۔اس جگہ دعا کی قبولیت کا ذکر ملتا ہے۔(نسائی)20

۱۹۔ میدان عرفہ کی دعا کو رسول اللہؐ نے بہترین دعا قرار دیا۔(ترمذی)21

۲۰۔ رسول اللہؐ نے بیت اللہ کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ میں سے بطور خاص مدینہ کی مسجد نبوی اور بیت المقدس کی طرف خاص اہتمام سے سفر کرنے کی اجازت فرمائی۔ان مقامات میں بھی انسان قبولیت دعا کے خاص مواقع حاصل کرسکتا ہے۔(بخاری)22

دعا سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنی چاہئے۔سورۃ فاتحہ کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا کرنی زیادہ مناسب اور مقبول ہے۔

خدا کرے کہ اسوۂ رسول کی روشنی میں دعاؤں کا شوق و ذوق، توجہ و حضور اور خشوع و خضوع ہمیں عطا ہو اور مقبول دعاؤں کی سعادت نصیب

ہو جائے ۔آمین ۔

سیرت النبیؐ...... قبولیت دعا کے واقعات

خدا ایک مخفی خزانہ تھا اس نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے سو اس نے انسان کو پیدا کیا اور اپنی ذات و صفات کا عرفان اسے بخشا ۔ان صفات میں سے ایک نہایت اہم صفت جو ہستی باری تعالیٰ پر زبردست گواہ ہے خدا تعالیٰ کا مجیب الدعوات ہونا ہے ۔وہ خود اپنی ہستی کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ کون ہے جو لاچار کی دعائیں سنتا اور اس کی مصیبت دور کرتا ہے کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ (سورۃ النمل:63)

اسی طرح فرماتا ہے کہ میں ہوں جو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں ،شرط یہ ہے کہ یہ دعائیں کرنے والے کامل ایمان کے ساتھ میرے حکم قبول کریں ۔(سورۃ البقرہ:187)

دراصل قبولیت دعا کا یہی فلسفہ ہے کہ جتنا کوئی خدا کی باتیں مانتا ہے اسی قدر اس کی سنی اور مانی جاتی ہے ۔ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی زندگی گواہ ہے کہ ان کا ایک ایک لمحہ دعا کے سہارے گزرا اور تبھی وہ کامیاب و کامران ہوئے ۔

انبیاء کرام کے اس عظیم گروہ میں ایک وہ مرد میدان بھی ہے جس نے اپنے رب کریم کی اطاعت میں اپنا وجود ایسا مٹایا کہ خدا کی رضا اس کی رضا بن

گئی۔ وہی جس نے یہ نعرہ بلند کیا کہ میری نمازیں اور قربانیاں اور میرا مرنا اور جینا سب اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے تب خدا بھی اس پر خوب مہربان ہوا اور اس دنیا میں اس کی سب مرادیں پوری کیں۔ اگلے جہاں میں بھی جب تمام انبیاء کی خدمت میں خدا کے دربار میں شفاعت کرنے کی التماس ہوگی تو سب انبیاء کے عذر کے بعد آپؐ ہی وہ جری اللہ ہیں جو آگے بڑھیں گے اور اپنے مولیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اور گڑگڑا کر اپنے امتیوں کے لئے شفاعت کی اجازت چاہیں گے تب آپ کو یہ مژدہ سنایا جائے گا کہ ''سَلْ تُعْطَهْ'' آج آپ جو مانگیں گے عطا کیا جائے گا۔ اور پھر کتنے ہی ایسے امتیوں کے حق میں آپ کی شفاعت قبول ہوگی جن کے اعمال صالحہ میں کچھ کمزوریاں بھی رہ گئی تھیں اور وہ سب بخشے جائیں گے۔ یقیناً یہی وہ عظیم الشان مقبول دعا ہوگی جس کے بارے میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو ایک خاص دعا کی قبولیت کا وعدہ ہوتا ہے اور میں نے وہ دعا اپنی امت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے جو روز قیامت اپنے رب سے مانگوں گا۔ ہزاروں ہزار درود ہوں اس محسن اعظمؐ پر جنہیں اپنی امت کا اس قدر درد تھا۔ (بخاری) 23

حقیقت یہ ہے کہ دعا کا عرفان اور اس پر سچا ایمان ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیدا کیا، آپ نے ہمیں سکھایا کہ جوتی کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اپنے رب سے مانگو۔ آپ کا تو لحہ لحہ دعا تھا اور آپؐ کی پاکیزہ سیرت قبولیت دعا کے سینکڑوں خوبصورت نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں سے چند مستند واقعات کا

تذکرہ اس جگہ کیا جا رہا ہے تا کہ قبولیت دعا پر ایمان اور یقین بڑھے اور دعا کے لئے جوش اور جذبے اس طرح پروان چڑھیں جیسے حضرت مریمؑ کے ہاں بے موسمے پھل دیکھ کر حضرت زکریاؑ میں دعا کا جوش پیدا ہوا تھا جو بالآخر اُن کی قبولیت کا باعث ٹھہرا۔ہم بھرپور یقین اور عزم کے ساتھ اپنے اس مولیٰ سے مانگیں جو اپنے بندوں کے ساتھ گمان کے مطابق ہی سلوک کرتا ہے۔

سیرت رسولؐ سے انہیں دعاؤں کے چند نمونے یہاں پیش ہیں۔

ہدایت کیلئے دعائیں

(1) ہمارے آقا و مولیٰ کا اٹھنا بیٹھنا اور اوڑھنا بچھونا تو دعا ہی تھا،آپ کے ہر کام کا آغاز بھی دعا سے ہی ہوتا تھا اور دعاؤں سے ہی آپؐ کے کام انجام کو پہنچتے تھے۔مکہ میں جب آپؐ نے دعوت اسلام کا آغاز فرمایا اور مخالفت شروع ہوئی تو سرداران قریش میں عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب جیسے شدید معاندین پیش پیش تھے۔رسول کریمؐ کے دل میں ان شدید دشمنان اسلام کے حق میں محبت اور رحم کے جذبات ہی پیدا ہوئے اور آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی۔

''اے اللہ! ان دو اشخاص عمرو بن ہشام اور عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کے ساتھ (جو تجھے پسند ہو) اسلام کو عزت اور قوت نصیب

فرما۔‘‘(ترمذی)24

پھر دنیا نے دیکھا کہ ہادیٔ برحق کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ دعا ایسے حیرت انگیز معجزانہ رنگ میں قبول ہوئی کہ وہی عمر جو گھر سے تلوار لے کر رسولؐ خدا کو قتل کرنے نکلے تھے اسلام کی محبت اور دعا کی تلوار سے گھائل ہو گئے۔

(2) جب قریش نافرمانیوں میں حد سے بڑھ گئے اور ان کے ایمان لانے کی صورت نظر نہ آئی۔تب بھی اس رحمت للعالمینؐ نے ان کی ہلاکت نہیں مانگی بلکہ بارگاہ الٰہی میں ایک التجا کی (جو شاید بظاہر تو بددعا معلوم ہو لیکن فی الواقع وہ ان کو کسی بڑی سزا اور تباہی سے بچانے کے لئے ایک نہایت حکیمانہ دعا تھی) آپؐ نے عرض کیا!

’’اے میرے مولیٰ! ان مشرکین مکہ کے مقابلہ پر میری مدد کسی ایسے قحط سے فرما جس طرح حضرت یوسفؑ کی مدد تو نے قحط سالی کے ذریعہ فرمائی تھی۔‘‘

اس دعا میں رحمت و شفقت کا یہ عجیب رنگ غالب تھا کہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرنا بلکہ جس طرح یوسف کے بھائی قحط سالی سے مجبور ہو کر اس نشان کے بعد بالآخر اُن پر ایمان لے آئے تھے اس طرح میری قوم کو بھی میرے پاس لے آ۔ چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی اور مشرکین مکہ کو ایک شدید قحط نے آ گھیرا۔ یہاں تک کہ ان کو ہڈیاں اور مردار کھانے کی نوبت آئی۔تب مجبور ہو کر ابوسفیان آپؐ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''اے محمدؐ! آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ۔آپؐ کی قوم اب ہلاک ہو رہی ہے آپؐ اللہ سے ہمارے حق میں دعا کریں (کہ قحط سالی دور فرمائے) اور بارشیں نازل ہوں ورنہ آپؐ کی قوم تباہ ہو جائے گی''۔

آپؐ نے ابوسفیان کو احساس دلانے کے لئے صرف اتنا کہا کہ تم بڑے دلیر اور حوصلہ والے ہو جو قریش کی نافرمانی کے باوجود ان کے حق میں دعا چاہتے ہو۔مگر دعا کرنے سے انکار نہیں کیا کیونکہ اس رحمت مجسم کو اپنی قوم کی ہلاکت ہرگز منظور نہ تھی۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت آپؐ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے اور اپنے مولیٰ سے قحط سالی دور ہونے اور باران رحمت کے نزول کی یہ دعا بھی خوب مقبول ہوئی۔اس قدر بارش ہوئی کہ قریش کی فراخی اور آرام کے دن لوٹ آئے۔مگر ساتھ ہی وہ انکار و مخالفت میں بھی تیز ہو گئے۔(بخاری)25

حضورؐ کی دعا سے جب بارشوں کا کثرت سے نزول شروع ہوا تو مسلسل کئی روز تک بارش ہوتی چلی گئی۔مشرکین نے پھر آکر بارش تھم جانے کے لئے درخواست دعا کی اور رسولؐ اللہ کی دعاؤں کے نتیجہ میں بارش تھم گئی۔(خصائص)26 مگر حیف صد حیف کہ اس نشان کے باوجود قریش انکار و مخالفت سے باز نہ آئے۔

(3) مکی دور میں مشرکین مکہ کی مخالفت اور انکار بالاصرار سے تنگ آکر جب

ہمارے آقا و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی ارشاد کے مطابق طائف کا قصد فرمایا تو آپؐ کو زندگی کی سب سے بڑی تکلیف وہاں اٹھانی پڑی۔حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے ایک دفعہ پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! اُحد (جس میں آپؐ شدید زخمی ہوئے اور تکلیف اٹھائی) سے زیادہ بھی کبھی آپ کو تکلیف برداشت کرنی پڑی ہے ۔تو رسول اللہ نے فرمایا اے عائشہؓ میں نے تیری قوم سے بہت تکلیفیں برداشت کیں ۔مگر میری تکلیفوں کا سخت ترین دن وہ تھا جب میں طائف کے سردار عبدیالیل کے پاس گیا اور (پیغام حق پہنچانے کے لئے) اس سے اعانت اور امان چاہی مگر اس نے انکار کر دیا (بلکہ شہر کے اوباش آپؐ کے پیچھے لگا دئے جو آپؐ کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں سے خون بہنے لگا)۔تب میں افسردہ ہو کر وہاں سے لوٹا۔

اس موقع پر ہمارے آقا و مولیٰ نے دردوکرب میں ڈوبی ہوئی دعا کی اس سے آپؐ کی اس جسمانی تکلیف اور اذیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو اس موقع پر آپؐ نے برداشت کی۔دعا سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مکہ اور طائف والوں کے انکار اور ظلم کے مقابل پر اپنی بے بسی اور بے کسی کا عالم دیکھ کر اس اولوالعزم رسولؐ سید المعصومین کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا۔آپؐ نے اپنے مولیٰ کی غیرت کو یوں جوش دلایا کہ:۔

’’اے خداوند! میں اپنے ضعف و ناتوانی ،مصیبت اور پریشانی کا حال

تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل ورسوا ہو گیا ہوں۔ تیرا نام ارحم الراحمین ہے تو رحم فرما! کیا تو مجھے دشمن کے حوالے کر دے گا جو مجھے تباہ و برباد کر دے۔ خیر! جو چاہے کر پر ایک تُو مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ بس پھر مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔'' (طبرانی) 27

پھر جب آپؐ قرن الثعالب مقام پر پہنچے تو کچھ اوسان بحال ہوئے۔ آسمان کی طرف نگاہ کی تو جبریلؑ کی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کا جواب بھیجا ہے۔ تب ملک الجبال نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا کہ اے محمدؐ! آپؐ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپؐ چاہیں تو ان دو پہاڑوں کو اس وادی پر گرا کر تباہ کر دوں۔

اپنے جانی دشمنوں کی ہلاکت کے جملہ اسباب جمع ہو جانے پر بھی آپؐ نے ان کی تباہی نہیں چاہی۔ آپؐ نے جواب دیا کہ نہیں ایسا مت کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (بخاری) 28

صرف یہی نہیں کہ آپؐ نے اپنی قوم کی ہلاکت نہیں چاہی بلکہ نہایت درد کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت نصیب کر یہ نہیں جانتے۔ (نور الیقین) 29

بے کسی اور بے بسی کے زمانے کا یہ عجیب اور حیرت انگیز ماجرا ہے کہ وہ

قوم جس سے ہمارے آقا و مولیٰ کو زندگی کا سب سے بڑا دکھ پہنچتا ہے۔اُن کے لئے بھی آپؐ کے دل کی گہرائیوں سے رحمت وہدایت کی دعا کے سوا کچھ نہیں نکلتا پھر جب مکہ فتح ہوتا ہے اور آپؐ کو اتنی طاقت حاصل ہوتی ہے کہ چاہیں تو طائف کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اس وقت بھی آپؐ اہل طائف کے لئے اپنے مولیٰ سے رحمت کی بھیک مانگتے ہی نظر آتے ہیں۔اسلامی لشکر جب طائف کا رخ کرتا ہے تو اہل طائف محصور ہو کر مقابلہ کی ٹھان لیتے ہیں اور قلعہ بند ہو کر کھلے میدان میں پڑے مسلمان محاصرین پر خوب تیراندازی کرتے ہیں تب صحابہؓ سے رہا نہیں جاتا اور وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ثقیف قبیلہ کے تیروں کی بارش نے ہمیں بھون کر رکھ دیا ہے آپؐ ان ظالموں کے خلاف کوئی بددعا کریں۔ ایک ظالم قوم کا مسلسل ظلم اور انکار دیکھ کر اور طاقت پا کر بھی ہمارے آقا و مولیٰؐ کی رحمت ودعا پھر جوش میں ہے آپؐ جواباً فرماتے ہیں!

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً۔اے اللہ! وادی طائف کی قوم ثقیف کو ہدایت عطا فرما۔دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی یہ دعا بھی قبولیت کا شرف پا گئی اور 9ھ میں قوم ثقیف نے مدینہ میں آکر اسلام قبول کر لیا۔(بخاری) 30

(4) یمن کے قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو نے قبول اسلام کے بعد نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں اور انہیں جا کر اسلام کی طرف بلانا چاہتا ہوں۔آپؐ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے کوئی تائیدی نشان

عطا فرمائے۔ نبی کریمؐ نے اُسی وقت دعا کی کہ اے اللہ! طفیل بن عمرو کو کوئی نشان عطا کر۔ یہ دعا عجیب رنگ میں قبول ہوئی جس نے طفیل کو بھی مستجاب الدعوات بنا دیا۔

وہ کہتے ہیں میں اپنی قوم کی طرف لوٹا تو اپنے شہر میں داخل ہوتے وقت میری پیشانی پر روشنی کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری قوم یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اپنا دین تبدیل کرنے کی وجہ میرا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ نشان کہیں اور ظاہر فرما دے۔ چنانچہ میری چھڑی کے سرے پر وہ روشنی ظاہر ہوگئی اور جب میں شہر میں داخل ہوا تو لوگ میری چھڑی کے سرے پر ایک روشن چراغ کا نظارہ کرنے لگے۔ طفیل کے والد اور بیوی وغیرہ رشتہ داروں نے تو ان کی حکمت عملی سے نیز یہ نشان دیکھ کر حق قبول کر لیا مگر قوم پھر بھی نہ مانی۔

تب طفیل نے دوبارہ مکے آکر رسول اللہؐ سے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی درخواست کی۔ نبی کریمؐ نے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ دوس قبیلہ کو ہدایت عطا فرما اور ان کو یہاں لیکر آ۔ اور طفیل کو یہ نصیحت فرمائی کہ آپ واپس جا کر نہایت حکمت، نرمی اور محبت سے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلائیں۔ اس نصیحت پر عمل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور دوس قبیلہ مسلمان ہونے لگا۔ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں حضرت طفیل اپنی قوم میں سے مسلمان ہونے والوں کو لیکر آئے اور جلد ہی مدینہ میں دوس کے ستّر اسّی گھرانے آباد ہو گئے۔ یہ بلاشبہ

رسول اللہؐ کی دعا کا معجزنما نشان تھا۔(بیہقی)31

(5) دوس قبیلہ کے ابوھریرہؓ اور ان کی مشرک والدہ بھی اسی دعا کا پھل تھے۔ایک روز حضرت ابوھریرہؓ نے مشرک والدہ کو اسلام قبول کرنے کو کہا تو انہوں نے رسولؐ اللہ کی شان میں گستاخی کی۔ابوھریرہؓ بڑے کرب کے ساتھ دربارنبوی میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے یہ دعا نکلی۔"اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ"

اے اللہ!ابوھریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے۔یہ دعا عجیب معجزانہ طور پر قبول ہوئی۔ابوھریرہؓ گھر واپس آئے تو ان کی والدہ میں ایک عجیب تغیّر اور انقلاب پیدا ہو چکا تھا۔وہ بآواز بلند"اَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًارَسُوْلُ اللّٰہِ"پڑھ کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کر رہی تھیں۔

ابوھریرہؓ پھولے نہ سمائے اور خوشی کے آنسو لئے پھر اسی وقت رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔سارا واقعہ آپؐ سے عرض کیا۔دعا پر ان کا ایمان اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ عرض کیا اے خدا کے رسولؐ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری والدہ کی محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دے اور رسول اللہؐ نے ان کے حق میں یہ دعا بھی کر دی۔(اصابہ)32

(6) ایک دفعہ ایک یہودی نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا تھا۔حضورؐ کو چھینک آئی تو

یہودی نے یَرۡحَمُکَ اللّٰہُ کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے۔ نبی کریمؐ نے اسے جواباً یہ دعا دی کہ اللہ تمہیں ہدایت دے۔ چنانچہ اس یہودی کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ (خصائص) 33

ہمارے آقا و مولیٰ کی یہ دعائیں ہی تھیں جنہوں نے سرزمین عرب کی کایا پلٹ دی تھی۔ یہ تو ان دعاؤں کا ذکر تھا جو قوم کی ہدایت کے لئے گاہے بگاہے آپؐ نے فرمائیں مگر آپؐ کا وجود تو مجسم دعا تھا۔ چلتا پھرتا دعاؤں کا ایک پیکر۔ ایسے لگتا ہے کہ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَاؤُکُمۡ (الفرقان:78) (کہ اگر تم دعا نہ کرو تو خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے) کا ارشاد ہر دم آپؐ کے مدنظر رہتا تھا۔

غزوات میں دعائیں

رسول اللہؐ کی زندگی کی تمام تر فتوحات بھی دراصل آپؐ کی دعاؤں کی ہی مرہون منت تھیں۔ ہر مشکل مرحلے پر آپؐ ہمیشہ خدا کو یاد کرتے اور نصرت الٰہی طلب کرتے نظر آتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ دعا آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی جملہ مہمات دینیہ کی ایک کلید تھی۔ جسے آپؐ ہر ضرورت کے وقت استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ یہ کلید آپؐ کیلئے فتوحات کے دروازے کھولتی ہوئی نظر آتی ہے۔

(7) بدر کی فتح کو اگر کوئی 313 نہتے مسلمانوں کی فتح قرار دیتا ہے تو دے، میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ دراصل میرے آقا و مولیٰ کی ان بے قرار دعاؤں کی فتح

تھی جو بدر کی جھونپڑی میں نہایت عاجزی اور اضطراب سے آپؐ نے مانگیں۔اس روز آپؐ نے اپنے مولیٰ کو نامعلوم کیا کیا واسطے دیئے۔ یہاں تک کہ اسے اس کی توحید کا واسطہ دے کر کہا اے مولیٰ! آج تو نے اس چھوٹی سے موحّد جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت کون کریگا۔(بخاری) 34

کس قدر خدائی غیرت کو جوش دلانے والی ہے یہ دعا۔گویا باالفاظ دیگر آپؐ اپنے مولیٰ سے یوں مخاطب تھے کہ ان مٹھی بھر جانوں کی تو پرواہ نہیں، مجھے تو تجھ سے اور تیری توحید سے غرض ہے اور سالہا سال کی محنت کے بعد چند موحّد عبادت گزاروں کی یہ مٹھی بھر جماعت میں نے اکٹھی کی ہے۔اگر اس جماعت کو بھی تو نے ہلاک کر دیا تو مجھے یہ فکر ہے کہ تیرے نام لیوا کہاں سے آئیں گے؟ بدر کے جھونپڑے میں کی جانے والی یہ دعا ہی تھی کہ بارگاہ الوھیت میں جب مقبول ہوئی تو اس نے کنکروں کی ایک مٹھی کو طوفان بادوباراں میں بدل کے رکھ دیا اور تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں کو مشرکین کے ایک ہزار مسلح لشکر جرار پر فتح عطا فرمائی۔(بخاری) 35

حضرت علیؓ کہتے ہیں بدر کے موقع پر رسول اللہؐ ساری رات دعا کرتے رہے۔عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے سچے واسطے دے کر محمدؐ سے بڑھ کر دعا کرنے والا کوئی نہیں سنا۔آپؐ نے بدر میں بڑے الحاح کے ساتھ یہ دعا کر کے جب سر اُٹھایا تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔آپ نے فرمایا آج شام دشمن قوم کے لوگ جس جگہ ہلاک ہو کر گریں گے ان کی جگہ میں دیکھ رہا

ہوں۔(ھیثمی)36

(8) غزوۂ احزاب کی فتح بھی دراصل دعاؤں کی فتح تھی۔جب مدینہ کی چھوٹی سے بستی پر چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں مسلح لشکر چڑھ آئے اور محصور مسلمان سخت سردی کے ایام میں، ناکافی غذائی ضروریات کے باعث سخت پریشان تھے۔صحابہؓرسول نے بھوک کا مقابلہ کرنے کیلئے پیٹوں پر پتھر باندھ لئے اور خود رسول خداؐ کے پیٹ پر دو پتھر تھے۔وہ جنگ صرف ایک اعصاب شکن جنگ ہی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی زندگی پر ہولناک ابتلا تھا جس کا سچا نقشہ اور صاف تصویر قرآن شریف نے یوں کھینچی ہے۔

''جب دشمن اوپر سے بھی چڑھ آئے تھے اور نیچے سے بھی اور آنکھیں پتھرا گئیں اور دل مارے خوف کے اچھل کر گلوں تک آرہے تھے اور مومنوں کو خدا کے وعدوں پر طرح طرح کے گمان آنے لگے۔جہاں مومن خوب آزمائے گئے اتنے کہ ان کی زندگیوں پر ایک شدید اور خوفناک زلزلہ کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ ہلائے گئے بلکہ جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے۔''(سورۃ الاحزاب11,12)

ان نازک حالات میں جب شہر مدینہ زندگی اور موت کی کش مکش میں تھا۔مدینہ میں ایک وجود ایسا بھی تھا جو اپنے مولیٰ پر کمال یقین اور توکل کے ساتھ ان دعاؤں میں مصروف تھا۔

اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اِھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ۔ اے میرے مولیٰ! اپنی پاک کتاب کو نازل کرنے والے اور جلد حساب لینے والے! عرب کے ان تمام لشکروں کو پسپا کردے ان کو شکست فاش دے اور ہلا کر رکھ دے۔

اس دعا کے نتیجہ میں اچانک ایک خوفناک آندھی نمودار ہوئی جس نے عربوں کی آگیں بجھادیں۔ وہ محاصرہ چھوڑ کر سخت افراتفری کے عالم میں بھاگے اور ایسے بھاگے کہ سر پیر کا ہوش نہ رہا۔لشکر کفار کا سردار ابوسفیان اپنے اونٹ کا گھٹنا تک کھولنا بھول گیا اور بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہوکر اسے بھگانا چاہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر دعاؤں کی قبولیت کے معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے بے اختیار یہ کہہ اٹھے۔

لَااِلٰہَ اِ لَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ اَعَزَّ جُنْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَہٗ(بخاری) 37

کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنے گروہ کو عزت دی۔ اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور خود ہی تمام لشکروں پہ غالب آیا۔ سب کچھ وہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

(9) غزوہ خیبر کا عظیم معرکہ بھی ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ تھا۔ جب مسلسل کئی روز مختلف جرنیلوں کی سرکردگی میں ترتیب دیئے

گئے لشکر خیبر کے قلعوں کو فتح نہ کر سکے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاؤں میں لگ گئے، تب واقعہ یہ ہوا کہ خیبر کے محاصرہ کی ساتویں رات حضرت عمرؓ کے حفاظتی دستے نے ایک یہودی جاسوس کو اسلامی لشکر کے قریب گھومتے ہوئے گرفتار کرلیا۔ اسے رسول کریمؐ کی خدمت میں لے آئے۔ اس وقت بھی حضورؐ خدا کے حضور سربسجود دعاؤں میں مصروف تھے۔ مگر آپؐ کی دعائیں رنگ لا چکی تھیں، یہودی جاسوس نے جان کی امان طلب کرتے ہوئے مسلمانوں کو خیبر کے قلعوں کے اہم جنگی راز بتادیئے۔ اس نے اہل خیبر کے خوف و ہراس اور مایوسی کے نتیجہ میں ایک قلعہ خالی کردینے کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ فتح ہونے پر وہ راشن اور اسلحہ کے ذخیرے بھی بتائے گا۔ (الحلبیہ) 38

دعاؤں کے نتیجہ میں خیبر کی فتح کی کلید حاصل ہوچکی تھی رسول کریمؐ نے اس وقت اعلان فرمایا کہ صبح آپ اُس شخص کو لشکر اسلامی کا علم عطا کریں گے جس کے ہاتھ پر خدا مسلمانوں کو فتح دینے والا ہے، اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلا کر علم اسلام عطا کیا۔ ان کی دکھتی آنکھیں آپ کی دعا کے فوری اثر سے شفایاب ہوئیں اور دعاؤں کے ساتھ آپ نے حضرت علیؓ کو رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خیبر فتح فرمایا۔ (بخاری) 39

(10) مکہ کی عظیم الشان فتح بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا تابندہ نشان تھا، وہ رحمت دو عالم صدق دل سے چاہتے تھے کہ معاہدہ شکن دشمن پر

اس طرح اچانک چڑھائی کریں کہ اسے کانوں کان خبر نہ ہو اور اس کے نتیجہ میں دشمن جانی نقصان سے بھی بچ جائے۔اس مقصد کے حصول کے لئے دیگر تدابیر کے علاوہ آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور دعاؤں میں لگ گئے کہ اے اللہ! قریش کے جاسوس ہم سے روک رکھنا اور ہماری خبریں ان تک نہ پہنچنے پائیں۔(حلبیہ) 40

یہ دعائیں ایسی مقبول ہوئیں کہ جب رسولؐ خدا نہایت رازداری کے ساتھ دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں اہل مکہ کے سر پر آن پہنچے تو بھی ابوسفیان کو یقین نہ آتا تھا کہ مسلمان اتنے بڑے لشکر کے ساتھ اتنی تیزی سے مکہ پر چڑھ آئے ہیں۔اسے ایسی سرپرائز ملی کہ جس کے نتیجہ میں وہ رسول اللہؐ کے مقابلہ کا موقع نہ پا سکا اور مکہ بغیر کسی کشت وخون کے فتح ہو گیا۔

(11) غزوات میں قدم قدم پر جو مشکلات آپؐ یا آپؐ کے صحابہؓ کو پیش آتیں، آپؐ اسی وقت خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہو کر ان کا ازالہ کرتے۔ایک جنگ میں زادراہ اور راشن کی بہت قلت ہوگئی،صحابہؓ کرام پریشان ہو کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانے کیلئے اپنے سواری کے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت چاہی۔پہلے تو آپؐ نے ان پر رحم کھاتے ہوئے اجازت دے دی،مگر بعد میں حضرت عمرؓ کے اس سوال پر کہ سواری کے اونٹ بھی نہ رہے تو سفر کیسے طے ہوگا؟ آپؐ کے دل میں دعا کا جوش پیدا ہوا۔اسی وقت آپؐ نے اعلان کروایا کہ جو بچی کھچی زادراہ قافلہ کے پاس ہے وہ اکٹھی کی جائے۔پھر آپؐ نے اس

معمولی سے جمع شدہ راشن پر برکت کی دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہی راشن اتنا بڑھ گیا کہ قافلہ کے سب لوگ اپنے اپنے برتن بھر کر لے گئے۔قبولیت دعا کا یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر رسول خدا ﷺ بے اختیار کہہ اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔(بخاری)41

(12) ایک سفر میں حضور ﷺ کی اونٹنی بدک کر بھاگ نکلی۔آپؐ نے دعا کی تو اچانک آندھی کا ایک بگولا نمودار ہوا جو اس اونٹنی کو دھکیل کر آپؐ کے پاس واپس لے آیا۔(الشفاء)42

اہل مدینہ کیلئے دعائیں

(13) جب آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ ایک وبائی علاقہ تھا جس کی وجہ سے کئی صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ، اور حضرت عائشہؓ وغیرہ بیمار پڑ گئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت خدا کے حضور دعا کی کہ اے مولیٰ! اس وبائی علاقہ کی وباء دور کر دے اور اس شہر کے رزق میں برکت عطا فرما۔(بخاری)43 یہ دعا جس طرح قبول ہوئی خود شہر مدینہ کی آبادی و شادابی اس پر شاہد ناطق ہے۔

(14) ایک دفعہ مدینہ میں سخت قحط پڑ گیا،ایک شخص نے خطبہ جمعہ میں کھڑے

ہوکر نہایت لجاجت سے باران رحمت کے نزول کی دعا کیلئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مال مویشی خشک سالی سے ہلاک ہوگئے اور راستے ٹوٹ گئے۔ آپؐ دعا کریں کہ خدا بارش دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہماری خشک سالی دور کر اور ہم پہ بارش برسا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہیں آتا تھا اور مطلع بالکل صاف تھا اچانک سلع کی پہاڑیوں کے پیچھے سے چھوٹی سی ایک بدلی اٹھی جو وسط آسمان میں آکر پھیلی، پھر برسی اور خوب برسی یہاں تک کہ ایک ہفتہ تک ہم نے سورج کی شکل نہ دیکھی۔ اگلے خطبہ جمعہ کے دوران پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اب تو بارش کی کثرت سے مال مویشی مرنے لگے ہیں اور رستے ٹوٹ رہے ہیں۔ دعا کریں کہ اب بارش تھم جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! ان بادلوں کو ہمارے اردگرد لے جا۔ ان کو ہم پہ نہ برسا۔ پہاڑوں، ٹیلوں، وادیوں اور درختوں پر لے جا۔ تب اسی وقت بارش تھم گئی اور ہم جمعہ کے بعد باہر نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی۔ (بخاری) 44

رزق اور مال میں برکت کی دعائیں

رسول کریمؐ کی معجزانہ دعاؤں کے اثرات اور برکات مال اور رزق میں خارق عادت برکت کے رنگ میں بھی ظاہر ہوئے۔

(15) حضرت انسؓ بن مالک انصاری دس برس کے تھے کہ والدین نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ذاتی خادم کے طور پر پیش کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سُلیمؓ نے آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! یہ انسؓ آپ کا خادم ہے، اس کے لئے اللہ سے دعا کریں۔ آپ نے اسی وقت انسؓ کو دعا دی کہ اے اللہ! انس کے مال و اولاد میں برکت دینا اور جو کچھ تو اسے عطا کرے اس میں برکت ڈالنا۔ (بخاری) 45

حضرت انسؓ خود بیان کرتے تھے کہ خدا نے یہ دعا میرے حق میں خوب قبول فرمائی۔ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اور میری زندگی میں میری اولاد بیٹے، بیٹیاں، پوتے نواسے، نواسیاں سب ملا کر اسّی سے بھی زائد ہیں۔ حضرت انسؓ نے 103 سے 110 سال عمر پائی۔ (اسد الغابہ) 46

(16) حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہؓ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے ذمہ یہودی ساہوکاروں کا کچھ قرض تھا جسکا وہ حضرت جابرؓ سے سختی سے مطالبہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جابرؓ نے ان کو قرض کے عوض یہ پیشکش کر دی کہ اس سال ان کے کھجوروں کے باغ کا سارا پھل قرض خواہ لیکر قرض سے بری الذمہ قرار دیدیں۔ مگر یہودی بنئے نے رسول اللہؐ کی سفارش کے باوجود بھی ایسا کرنے سے انکار کیا تو رسول کریمؐ نے باغ میں تشریف لا کر دعا کی۔ اس دعا کی برکت سے کھجور کا اتنا پھل ہوا کہ قرض ادا کر کے بھی نصف کے قریب

کھجور بچ رہی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو اسکا پتہ چلا تو انہوں نے یہ تبصرہ کیا کہ رسول اللہؐ نے جب باغ میں جا کر دعا کی تھی اس وقت ہی ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکے پھل میں خارق عادت برکت دے گا۔ (بخاری) 47

(17) حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی بھوک اور فاقوں سے ایسے بدحال ہوئے کہ سماعت و بصارت بھی متاثر ہوگئی۔

مقداد اپنی اس وقت کی مالی تنگی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے پاس صرف ایک اوڑھنے کی چادر تھی وہ بھی اتنی مختصر کہ سر ڈھانپتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانکتا تو سر ننگا رہتا تھا۔ہم نے محتاجی کے اس عالم میں صحابہؓ رسولؐ سے مدد چاہی مگر کوئی بھی ہمیں مہمان بنا کر پاس نہ رکھ سکا۔ بالآخر ہم رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضورؐ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپؐ کے گھر میں تین بکریاں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا ان بکریوں کا دودھ دوہ لیا کرو۔ ہم چاروں پی لیا کریں گے چنانچہ یوں گزارہ ہونے لگا۔ ہم تینوں دودھ کا اپنا حصہ پی کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ بچا کر رکھ لیتے تھے۔ آپؐ رات کو تشریف لاتے۔ پہلے ہلکی آواز میں سلام کرتے کہ سونے والے جاگ نہ جائیں اور جاگنے والا سن لے۔ پھر اپنی جائے نماز پر نماز پڑھ کر اس جگہ آتے جہاں آپؐ کے حصہ کا دودھ رکھا ہوتا تھا اور دودھ پی لیتے تھے ایک رات شیطان نے میرے

دل میں کیا خیال ڈالا کہ دودھ کا اپنا حصہ پی کر میں سوچنے لگا کہ یہ جو حضورؐ کیلئے تھوڑا سا دودھ بچا کر رکھا ہے اس کی آپؐ کو ضرورت ہی کیا ہے ۔ آپؐ کی خدمت میں تو انصار تحفے پیش کرتے رہتے ہیں اور آپؐ اس سے کھا پی لیتے ہوں گے ۔ یہ سوچ کر میں نے حضورؐ کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا۔ جب اس سے خوب پیٹ بھر چکا اور یقین ہو گیا کہ اب رسول کریمؐ کیلئے کوئی دودھ باقی نہیں رہا تو اپنے کئے پر سخت ندامت سے اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ تیرا برا ہو تو نے کیا کیا کہ رسول کریم ﷺ کا حصہ بھی ہڑپ کر گیا۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے اور حسب معمول جب دودھ اس جگہ نہیں ملے گا تو ضرور تمہارے خلاف کوئی بددعا کریں گے اور تو ایسا ہلاک ہو گا کہ دنیا و آخرت تباہ ہو جائیگی ۔

اسی مخمصے اور بے چینی میں میری نیند اڑ گئی تھی ، جبکہ میرے دونوں ساتھی میٹھی نیند سو رہے تھے کیونکہ وہ میری حرکت میں شامل نہیں تھے ۔

اسی اثناء میں رسول اللہؐ تشریف لے لائے ۔ آپؐ نے حسب عادت پہلے سلام کیا۔ پہلے اپنی جائے نماز پر جا کر نماز پڑھتے رہے ۔ پھر اپنے دودھ والے برتن کے پاس ڈھکنا اٹھایا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ ادھر آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور ادھر مجھے یہ خوف کہ لو اب میرے خلاف بددعا ہوئی اور میں مارا گیا۔ مگر آپؐ نے جو دعا کی وہ یہ تھی اے اللہ ! جو مجھے کھلائے تو اس کو کھلا جو مجھے پلائے تو خود اس کو پلا ۔ ۔ ۔ اس دعا کا سننا تھا کہ میں فوراً اٹھا چادر اوپر اوڑھی

اور چھری لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بکریوں کی طرف چل پڑا کہ ذبح کر کے حضورؐ کو کھلا کر آپؐ کی دعا کا وارث بنوں جب میں سب سے موٹی بکری کو ذبح کرنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے تھنوں میں دودھ اترا ہوا ہے، حالانکہ شام کو دودھ نکالا تھا پھر جب باقی بکریوں پر نظر کی تو سب کا یہی حال دیکھا۔ چنانچہ میں نے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر کے حضورؐ کے گھر سے دودھ کا برتن لیا اور بکریاں دوبارہ دوہ کر اسے بھر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؐ نے جب تازہ دوہا ہوا دودھ دیکھا تو خیال ہوا کہ ان بیچاروں نے بھی ابھی تک دودھ نہیں پیا ہو گا۔ آپ پوچھنے لگے کیا تم لوگوں نے آج رات دودھ نہیں پیا۔ میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا کہ حضورؐ! بس آپ پئیں۔ حضورؐ نے کچھ دودھ پی کر باقی مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اب تم پی لو۔ میں نے کہا کہ آپ اور پئیں۔ حضور نے اور پیا اور پھر مجھے دے دیا۔ اب دل کو تسلی ہوئی کہ رسول اللہؐ بھوکے نہیں رہے خوب سیر ہو چکے ہیں اور یہ خوشی بھی کہ آپؐ کی یہ دعا کہ اے اللہ! جو مجھے پلائے تو اسے بھی پلا میرے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ تب حضورؐ کے دودھ کا حصہ پینے کی اپنی حرکت یاد کر کے مجھے بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی اتنی ہنسی کہ میں لوٹ پوٹ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے مقداد! تجھے اپنی کونسی عجیب حرکت یاد آئی ہے جس پر لوٹ پوٹ ہو رہے ہو۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا قصہ کہہ سنایا کہ اس طرح آپؐ کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا اور دعا کا حصہ دار بھی بنا اور دوبارہ دودھ بھی

پی لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے (قبولیت دعا کے نتیجہ میں) خاص رحمت کا نزول تھا۔ تم نے اپنے ساتھی کو جگا کر اور اُس دودھ میں سے پلا کر کیوں نہ ان کے حق میں یہ دعا پوری کروائی میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب مجھے جب اس برکت سے حصہ مل گیا میں اس بات سے بے پرواہ ہو گیا کہ کوئی اور اس میں حصہ دار بنتا ہے کہ نہیں۔ (مسلم) 48

(18) حضرت فاطمہؓ کے لئے آپؐ نے دعا کی کہ کبھی ان کو بھوک کی تکلیف نہ آئے۔ فاطمہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد کبھی مجھے بھوک نہیں پہنچی۔ (خصائص) 49

(19) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی تجارت میں برکت کے لئے حضورؐ نے دعا کی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ کوئی چیز خریدتے تو اس میں نفع پاتے۔ (خصائص) 50

(20) حضرت عروہؓ کے لئے آپؐ نے برکت کی دعا کی۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے بازار جا کر سودا لگایا اور بسا اوقات چالیس ہزار تک منافع لے کر واپس لوٹا۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ عروہؓ مٹی بھی خریدتے تھے تو اس میں منافع پاتے تھے۔ (خصائص) 51

شفاء کی دعائیں

(21) رسول کریمؐ نے مختلف مواقع پر بعض بیماروں کیلئے معجزانہ شفا کی دعا

مانگی۔خدا تعالیٰ نے اس دعا کی قبولیت کے فوری اثرات ظاہر فرمائے،غزوہ خیبر میں رسول اکرمؐ نے اعلان فرمایا کہ کل میں جس شخص کو جھنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

کئی صحابہ نے اس امید میں رات بسر کی کہ شاید یہ قرعۂ فال ان کے نام پڑے۔حضرت علیؓ کو آشوب چشم کی تکلیف تھی،آنکھیں اتنی شدید دکھتی تھیں کہ صحابہؓ کا اس طرف خیال ہی نہیں گیا کہ یہ عظیم فاتح حضرت علیؓ بھی ہو سکتے ہیں۔اگلی صبح جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو یاد فرمایا تو صحابہؓ نے ان کی بیماری کی وجہ سے معذرت پیش کرنا چاہی،مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور دعا کی۔خدا نے حضرت علیؓ کو معجزانہ طور پر اسی وقت شفا عطا فرمائی اور شفا بھی ایسی کہ یوں لگتا تھا جیسے پہلے کبھی آپؓ کی آنکھیں خراب ہی نہ ہوئی تھیں۔(بخاری) 52

(22) ایک اور موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کے حق میں گرمی وسردی کے اثر سے محفوظ رہنے کی دعا کی اور وہ گرمی وسردی کے اثر سے محفوظ رہتے تھے۔(ابن ماجہ) 53

(23) حضرت یعلی بن مرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔راستہ میں ایک عورت ملی جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بچے کو نیند کی حالت میں نا معلوم کتنی مرتبہ

دورہ پڑتا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔میں نے بچہ حضور کو دیا۔آپؐ نے اسے اپنے پالان پر بٹھایا اور اس کا منہ کھول کر اس میں تین پھونکیں ماریں اور اسے اپنا لعاب دھن دیا اور فرمایا ''اللہ کے نام کے ساتھ اے اللہ کے بندے۔ اے اللہ کے دشمن دور ہو جا'' پھر حضور نے وہ بچہ واپس پکڑا دیا اور اس عورت سے فرمایا کہ واپسی سفر میں اسی جگہ آ کر ملنا اور بچے کا حال بتانا۔

سفر سے واپسی پر وہ عورت وہاں کھڑی تھی۔اس کے ساتھ تین بکریاں بھی تھیں۔رسول کریمؐ نے پوچھا سناؤ بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم اس گھڑی تک اُسے کوئی دورہ نہیں پڑا۔پھر اس نے تین بکریاں بطور تحفہ پیش کیں نبی کریمؐ نے مجھے فرمایا کہ نیچے اترو اور ایک بکری لے لو باقی واپس کردو۔(احمد)54

(24) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ اسے جنون کا دورہ کھانے کے وقت ہوتا ہے۔رسول کریمؐ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔اچانک اسے کھل کرتے ہوئی اور اس کے پیٹ سے سیاہ رنگ کا چھوٹا سا سانپ نکلا۔جو بھاگ گیا۔(احمد)55

(25) حضرت سائب بن یزیدؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ رسول کریمؐ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ حضورؐ یہ میرا بھانجا سائب بیمار ہو گیا ہے۔آپؐ اس کیلئے دعا کریں۔حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے حق میں برکت کی دعا کی۔حضورؐ نے وضو فرمایا تو میں نے آپؐ کے وضوء کا بچا ہوا پانی

بطور تبرک پی لیا۔(بخاری)56

سائبؓ سن 2ھ میں پیدا ہوئے تھے یہ واقعہ پانچ چھ برس کی عمر کا معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے سائبؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے نہ صرف شفا دی بلکہ لمبی عمر عطا فرمائی اور سن 80ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(خطیب)57

(26) یزید بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہؓ کی پنڈلی پر ایک زخم کا نشان دیکھا میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے بتایا کہ خیبر کے دن مجھے یہ زخم آیا تھا۔اتنا بڑا زخم تھا کہ لوگ کہنے لگے کہ سلمہؓ زخمی ہوگیا ہے۔مجھے اٹھا کر نبی کریمؐ کی خدمت میں لایا گیا۔آپؐ (نے دعا کر کے) تین پھونکیں مجھ پہ ماریں۔تو اسی وقت وہ زخم اچھا ہوگیا۔ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی زخم آیا ہی نہیں۔(صرف نشان باقی رہ گیا)۔اس کے بعد بھی کبھی اس کی تکلیف نہیں ہوئی۔(بخاری)58

(27) عمرو بن اخطبؓ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا اور میرے حق میں صحت اور خوبصورتی کی دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے یہ دعا اس طرح قبول فرمائی کہ عَمرو کو صحت والی لمبی زندگی اور اولاد عطا فرمائی۔ایک سو بیس سال کی عمر میں بھی ایسی صحت تھی کہ سر میں صرف چند سفید بال تھے۔(ترمذی)59

(28) حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے۔ آپؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا بھتیجے! اپنے اس رب سے جس نے تجھے مبعوث کیا دعا کر کہ وہ مجھے اچھا کر دے۔ نبی کریمؐ نے اسی وقت دعا کی اے اللہ میرے چچا کو شفا دے۔ یہ دعا حیرت انگیز رنگ میں فی الفور قبول ہوئی۔ ابو طالب اسی وقت اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے ان کے بندھن کھول دیئے گئے ہوں۔ اور کہنے لگے اے محمدؐ! واقعی تیرے رب نے تجھے بھیجا ہے اور وہ تیری بات بھی خوب مانتا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا اے چچا اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں مانیں تو وہ ضرور آپ کی بھی سنے گا اور مانے گا۔ (حاکم) 60

(29) حضرت ابو قتادہؓ کے لئے رسول اللہؐ نے دعا کی کہ اے اللہ ان کو کامیاب و کامران کرنا، ان کے بالوں اور چہرہ کو برکت دے، چنانچہ ابوقتادہؓ نے صحت والی لمبی عمر پائی۔ روایت ہے کہ ستر برس کی عمر میں بھی آپ پندرہ سالہ صحت مند جوان نظر آتے تھے۔ (الشفاء) 61

(30) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خدمت کرنے والے صحابہ کے لئے رسول کریمؐ بہت دعائیں کیا کرتے تھے۔ مخلص خدّام کیلئے بسا اوقات آپؐ کے دل سے ایسی دعا نکلتی تھی کہ معجزانہ رنگ میں اسکی قبولیت کے اثرات ظاہر ہوتے تھے۔

عبداللہ بن عتیکؓ انصاری ایک مہم پر بھجوائے گئے۔ واپسی پر ایک حادثہ

میں انکی ٹانگ کو شدید ضرب آئی اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ کہتے ہیں میں ایک ٹانگ پر کودتا ہوا پہلے اپنے ساتھیوں تک پہنچا اور پھر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؐ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پاؤں حضور ﷺ کے سامنے کیا آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو ایسے لگا جیسے کبھی مجھے یہ تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔(بخاری) 62

قبولیت دعا کی پیشگی خبر

رسول کریمؐ کی دعاؤں کی ایک شان یہ بھی تھی کہ بعض دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر قبل از وقت اطلاع فرما دیا کرتے تھے۔

(31) ایک مرتبہ نبی کریمؐ حضرت انسؓ بن مالک کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ دیر آرام فرمایا ،دریں اثناء آپؐ کی آنکھ لگ گئی۔ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔انسؓ کی خالہ ام حرامؓ نے وجہ پوچھی۔آپؐ نے فرمایا مجھے سمندر پر سفر کرنے والے بعض اسلامی لشکروں کا نظارہ کروایا گیا ہے جو تختوں پر بیٹھے ہوئے گویا بادشاہوں کی طرح یہ سفر کر رہے ہیں۔ حضرت ام حرامؓ کو کیا سوجھی عرض کیا یا رسول اللہؐ ! آپؐ دعا کریں میں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جاؤں۔آپ نے اپنی اس مخلص اور خدمت گزار خاتون کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے ان کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ ! ان کو بھی اسلامی لشکر کے اس بحری سفر میں شریک کر دے، دوبارہ حضورؐ پر غنودگی طاری ہوئی اور آپؐ نے

پوچھنے پر ایک دوسرے نظارے کا ذکر کیا تو ام حرامؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے لئے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی دعا کریں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم پہلے گروہ میں شامل ہو، (جس کے بارے میں چند لمحے قبل حضور نے دعا کی تھی) یہ دعا غیر معمولی اور حیرت انگیز طور پر پوری ہوئی۔ ام حرامؓ کو خدا تعالیٰ نے لمبی عمر دی اور اس زمانے تک زندہ رکھا جب اسلامی لشکر حضرت معاویہؓ کے زمانے میں قبرص کے بحری سفر پر روانہ ہوا۔ ام حرامؓ بھی اپنے خاوند عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوئیں۔ سفر سے واپسی پر شام میں ساحل سمندر پر اترتے ہوئے سواری سے گر کر فوت ہوگئیں۔ (بخاری) 63

(32) خدا تعالیٰ سے علم پا کر دعا کی قبولیت کی اسی وقت اطلاع دینے کا ایک اور واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے تعلق رکھتا ہے جو ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ آپؐ نے مکہ سے ہجرت کر لی تھی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکے میں بیمار ہوئے تو فکر لاحق ہوئی کہ اگر مکہ میں وفات ہوئی تو انجام کے لحاظ سے ہجرت کا ثواب ضائع نہ ہو جائے۔ رسول کریمؐ ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے تو انہوں نے اپنے اس خدشہ کے اظہار کے ساتھ دعا کی خصوصی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ حضورؐ! میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے اس جگہ وفات نہ دے جہاں سے میں ہجرت کر چکا ہوں۔ اس وقت ان کی حالت ایسی نازک تھی کہ انہوں نے اپنے مال وغیرہ کے بارے میں آخری وصیت بھی کر دی مگر آنحضورؐ نے دعا کی کہ

''اے اللہ! میرے صحابہؓ کی ہجرت ان کے لئے جاری کردے۔''

پھر حضرت سعدؓ کو اس دعا کی قبولیت کی بشارت بھی دے دی اور فرمایا اے سعد! اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی عمر عطا کرے گا اور بہت سے لوگ تجھ سے فائدہ اٹھائیں گے اور کئی لوگ نقصان اٹھائیں گے۔(بخاری) 64

چنانچہ حضرت سعدؓ کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر شفا عطا فرمائی۔آپ اس دس صحابہ میں سے تھے جن کو رسول اللہؐ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی۔سن 55ھ میں بعمر ستّر سال آپ کا انتقال ہوا۔آپ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ایران جیسی عظیم الشان مملکت کی فتح کی بنیاد رکھوائی۔(الاصابہ) 65

(33) ایک دفعہ نبی کریمؐ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس وقت کم سن بچے تھے۔دس گیارہ برس کی عمر ہوگی۔انہوں نے حضورؐ کیلئے پانی کا لوٹا بھر کے رکھ دیا۔حضورؐ تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ عرض کیا گیا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے! آپؐ کے دل میں اس بچہ کیلئے تشکّر کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ آپؐ نے اسے محبت سے اپنے ساتھ چمٹا لیا اور دعا کی اے اللہ! اس بچہ کو دین کی سمجھ عطا کرنا،اے اللہ! اس بچہ کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرما۔(بخاری) 66

یہ دعا پایۂ قبولیت کو پہنچی اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ امت کے عظیم الشان اور زبردست فقیہ اور عالم ٹھہرے اور ''حِبْرُ الْاُمَّۃِ''یعنی امت

کے متبحر عالم کے طور پر مشہور ہوئے۔

(34) رسول کریمؐ نے ایک صحابی حضرت جریرؓ بن عبداللہؓ کو ذوالخلصہ کا معبد منہدم کرنے کیلئے بھجوایا جو بیت اللہ کے مقابل پر کعبہ یمانی کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا۔حضرت جریرؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا ۔رسولؐ اللہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا کی اے اللہ! اس کو مضبوط اور ثابت کردے اور اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنادے۔حضرت جریرؓ بیان کرتے تھے کہ اس دعا کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے گرا نہیں۔(بخاری) 67

(35) عبدالحمید بن سلمہؓ اپنے دادا کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور یوں ان میں علیحدگی ہوگئی۔وہ اپنے نابالغ بچے کی حضانت کا مسئلہ حضورؐ کی خدمت میں فیصلہ کیلئے لائے۔حضورؐ نے فرمایا کہ بچے کو اختیار دے دیتے ہیں ۔کم سن بچوں کا رجحان طبعاً والدہ کی طرف ہوتا ہے۔حضورؐ کی نورانی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ بچے کی کفالت والد کے پاس بہتر طور پر ہوسکے گی۔ بچے کو جب اختیار دیا گیا تو وہ والدہ کی طرف جانے لگا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچہ کی بہبود کے طبعی جوش سے اس کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! اس بچے کو باپ کی طرف رہنمائی کردے۔ وہی بچہ جو تھوڑی دیر پہلے ماں کی طرف دوڑا جا رہا تھا لپک کر

باپ سے لپٹ گیا اور یوں حضورؐ کی دعا کی فوری قبولیت کا نظارہ بچے کے والدین نے دیکھا۔ (احمد) 68

(36) حضرت ابوھریرہؓ نے یمن سے آکر 7ھ میں اسلام قبول کیا، انہوں نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپؐ سے جو باتیں سنتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ میرے لئے دعا کریں، آپؐ نے فرمایا ابوھریرہؓ چادر پھیلاؤ۔ ابوھریرہؓ نے چادر پھیلائی آپؐ نے دعا کی اور پھر وہ چادر ابوھریرہؓ کو اوڑھا دی۔ ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی کوئی حدیث نہیں بھولی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے کے باوجود حضرت ابوھریرہؓ کی روایات ابتدائی دور کے صحابہ سے بھی زیادہ ہیں۔ (ترمذی) 69

(37) ایک جنگ میں مسلمانوں کو سخت پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پانی میسر نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے رسول کریمؐ سے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے دعا کی۔ اچانک ایک بادل اٹھا اور اتنا برسا کہ مسلمانوں کی ضرورت پوری ہوگئی اور پھر وہ بادل چھٹ گیا۔ (الشفاء) 70

(38) اپنے اصحاب کے لئے دلی جوش سے دعا کا ایک اور واقعہ حضرت ابو عامرؓ کے متعلق ہے جو جنگ اوطاس میں امیر مقرر کر کے بھجوائے گئے تھے۔ ابو موسیٰؓ اشعری بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا! ابو عامرؓ کو جنگ کے دوران گھٹنے میں تیر لگا۔ جب میں نے وہ تیر نکالا تو گھٹنے سے پانی نکلا۔ زخم بہت کاری تھا جان لیوا

ثابت ہوا۔ آخری لمحات میں ابو عامرؓ نے ابوموسیٰؓ سے کہا اے بھتیجے! نبی کریمؐ کو میرا اسلام کہنا اور میری طرف سے دعائے مغفرت کی خاص درخواست کرنا۔ یہ کہا اور جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ ابوموسیٰؓ یہ پیغام لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ ابو عامرؓ نے دعائے مغفرت کی درخواست کی تھی، تو رسول اللہؐ اپنے عاشق کی آخری خواہش سن کر بے قرار سے ہوگئے۔ فوراً پانی منگوا کر وضو کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔ ''اے اللہ اپنے بندے ابو عامرؓ کو بخش دے۔'' مگر آپؐ نے اس فدائی کے لئے صرف بخشش کی دعا ہی نہیں مانگی ان کی بلندی درجات کی بھی دعا کی کہ اے اللہ! قیامت کے دن ابو عامرؓ کو اپنی بہت ساری مخلوق سے بلند مقام اور مرتبہ عطا کرنا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں میں نے جو دعا کی یہ مقبول گھڑی دیکھی تو عرض کیا۔ حضورؐ! میرے حق میں بھی دعا کردیں۔ آپؐ نے دعا کی ''اے اللہ! عبداللہ بن قیسؓ (ابوموسیٰ اشعری) کو بھی اس کے گناہ معاف کرنا اور قیامت کے دن ان کو معزز مقام میں داخل کرنا۔ (بخاری) 71

(39) بے لوث خدمت کے نتیجہ میں دعا کا ایک اور واقعہ حضرت ابوایوبؓ انصاری کا ہے۔ غزوۂ خیبر سے واپسی پر جب رسول اللہؐ نے یہودی سردار حیّی بن اخطب کی بیٹی صفیہؓ سے شادی کی حضرت ابوایوبؓ انصاری کے ذہن میں جذبۂ عشق رسولؐ اور حفاظت رسولؐ کے خیال سے کچھ اندیشے اور وسوسے پیدا ہوئے

اور آپؓ ساری رات حضورؐ کے خیمہ عروسی کے گرد پہرہ دیتے رہے۔صبح رسول اللہؐ نے دیکھ کر پوچھا تو دل کا حال عرض کیا کہ آپؐ کی حفاظت کے لئے از خود ساری رات پہرہ پر کھڑا رہا۔رسول اللہؐ نے اسی وقت دعا کی کہ اے اللہ! ابوایوبؓ کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا جس طرح رات بھر یہ میری حفاظت پر مستعد رہے ہیں۔یہ دعا بھی قبول ہوئی۔حضرت ابوایوبؓ نے بہت لمبی عمر پائی اور قسطنطنیہ میں آپؓ کا مزار آج بھی محفوظ ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔(حلبیہ) 72

(40) رسول کریمؐ نے اپنے صحابی سعدؓ کے لئے دعا کی تھی کہ اے اللہ! سعد کی دعائیں قبول کرنا۔اس دعا نے حضرت سعدؓ کو مستجاب الدعوات بزرگ بنا دیا تھا۔حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آپ کوفے کے گورنر تھے۔ایک شخص ابو سعدہ نے آپ پر بے انصافی اور خیانت کا الزام لگایا۔ حضرت سعدؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کو لمبی عمر اور دائمی غربت دے۔اس کی بینائی چھین لے اور اسے فتنوں کا نشانہ بنادے۔اُسے حضرت سعدؓ کی یہ دعا ایسے لگی کہ آخری عمر میں اندھا اور فقیر ہو کر مارا مارا پھرتا تھا اور گلیوں میں بچے بھی اسے چھیڑتے تھے۔چنانچہ جب تک سعدؓ زندہ رہے ان کے دعائیہ نشان کی وجہ سے لوگ ان کی بددعا سے ڈرتے تھے اور ان سے دعائے خیر کی تمنا رکھتے تھے۔(خصائص) 73

(41) حویرثؓ بیان کرتے ہیں ۹ھ میں وفد تجیب رسول کریمؐ کی خدمت

میں حاضر ہوا۔آپؐ انکی آمد پر بہت خوش ہوئے اور انعام واکرام عطا کرنے کے بعد پوچھا کہ کیا وفد میں سے کوئی پیچھے تو نہیں رہ گیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک نوجوان ہمارے خیمہ گاہ پر حفاظت کی خاطر رہ گیا ہے۔آپؐ نے فرمایا اسے بھی میرے پاس بھجواؤ۔وہ جواں سال لڑکا آکر کہنے لگا کہ میں اسی قافلہ کا فرد ہوں جو ابھی آپ سے انعام واکرام لیکر رخصت ہوا۔جس طرح آپ نے انکی حاجات پوری فرمائی ہیں میری حاجت بھی پوری کریں۔آپ نے فرمایا حاجت بتاؤ؟ سعادت مند نوجوان نے عرض کیا بس یہی کہ آپ میرے حق میں بخشش اور رحمت کی دعا کریں کہ مولیٰ کریم میرے دل میں غنا پیدا کردے پھر حضورؐ نے اُسے باقی ساتھیوں جیسا انعام بھی عطا فرمایا۔اگلے سال حج کے موقع پر اس قبیلہ کے لوگ رسول کریمؐ سے ملے تو آپؐ نے ان سے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم نے اس جیسا کوئی اور نہیں دیکھا، نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی قناعت پسند ہے۔(الوفاء)74

قہری دعاؤں کے نشان

دعاؤں کی یہ عظیم الشان برکات پانے والوں کے بالمقابل کچھ ایسے بدبخت بھی تھے جو اپنی شقاوت ازلی کے نتیجہ میں رسول اللہؐ کی دعا سے اللہ تعالیٰ کی قہری تجلّی کے مورد بنے۔

(42) نبی کریمؐ نے ہمیشہ دشمن کی بھی خیر خواہی فرمائی۔ طائف میں آپ کو

لہولہان کرنیوالے ہوں یا اُحد کے میدان میں خون آلود کرنے والے۔ آپ نے انکی ہدایت کی ہی دعا کی۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوا کہ جب جانی دشمن حد سے بڑھ گئے اور رسولؐ خدا کو عبادت الٰہی سے روکنے لگے تو آپؐ نے عذاب الٰہی کا نشان مانگا۔ خدا تعالیٰ نے خوب آپؐ کی نصرت فرمائی۔

ایک دفعہ آپؐ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی صحن کعبہ میں مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ان سرداروں میں کسی بدبخت نے مشورہ دیا کہ فلاں محلّہ میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے کوئی جا کر اس کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے۔ ان میں سے ایک بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اونٹنی کی گندبھری بچہ دانی اٹھا لایا اور دیکھتا رہا۔ جونہی بنی کریمؐ سجدہ میں گئے اس نے غلاظت بھرا وہ بوجھ آپؐ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی میں رسولؐ خدا کی کچھ مدد نہ کرسکتا تھا۔ بس کفِ افسوس ملتا رہ گیا کہ اے کاش ان دشمنان رسولؐ کے مقابل پر مجھے اتنی توفیق ہوتی کہ آپؐ سے یہ بوجھ دور کرسکتا۔ اُدھر ان مشرک سرداروں کا یہ عالم تھا کہ رسولؐ اللہ کو اذیت میں دیکھ کر استہزا کرتے ہوئے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوئے جارہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کی حالت میں پڑے تھے، بوجھ کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی لخت جگر حضرت

فاطمہؓ تشریف لائیں اور آپؐ کی پشت سے وہ غلاظت کا بوجھ ہٹایا۔تب آپؐ نے سجدے سے سر اٹھایا۔عبادت الٰہی سے روکنے اور استہزا کرنے والے ان جانی دشمنوں کے حق میں رسول اللہؐ نے یہ فریاد کی اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ۔اے اللہ! ان قریش کو تو خود سنبھال۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی اور خدائی گرفت ان دشمنان رسول پر بدر کے دن آئی اور رسول اللہؐ نے ان کا یہ عبرت ناک انجام بچشم خود دیکھا کہ میدان بدر میں ان کی لاشیں اس حال میں پڑی تھیں کہ تمازت آفتاب سے ان کے حلیے بگڑ چکے تھے۔(بخاری) 75 یہ تھا دشمنان رسولؐ کا عبرتناک انجام جو رسولؐ اللہ کی دعا کے نتیجہ میں ظاہر ہوا۔

(43) کسریٰ شاہ ایران کو رسول اللہؐ نے تبلیغ کے لئے خط لکھا تو اس نے وہ پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔(بخاری) 76

تاریخ شاہد ہے دنیا کی عظیم الشان سلطنت کے بارہ میں یہ دعا کس طرح حیرت انگیز طور پر قبول ہوئی کہ چند ہی سالوں میں سلطنت کسریٰ کے ایوان میں ایسا انتشار اور تزلزل برپا ہوا کہ شاہان کسریٰ اندرونی خلفشار کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے اور یہ سلطنت رفتہ رفتہ نابود ہو کر رہ گئی۔

عتبہ بن ابی لہب جب اپنی فتنہ پردازیوں اور شر انگیزیوں سے باز نہ آیا تو آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ اس پر کوئی کتا مسلط کر دے۔تھوڑے ہی عرصہ میں وہ

تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گیا۔ کہتا تھا کہ مجھے محمدؐ کی بددعا سے ڈر لگتا ہے۔ساتھیوں نے تسلی دی اور رات اسکا پہرہ دے کر حفاظت کرتے رہے۔مگر اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اسے اُٹھا کر لے گیا اور اسے ہڑپ کر گیا۔(فتح)77

(44) ایک اور معاند حکم بن ابی العاص سر کی جنبش اور آنکھ کے اشاروں سے آنحضرت ﷺ کا تمسخر اُڑاتا تھا۔آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا'' خدا کرے اسی طرح ہو جاؤ۔''اس پر ایسا رعشہ طاری ہوا کہ آخری سانس تک رہا اور وہ اس حال میں مرا کہ آنکھوں کو حرکت دیتے دیکھا گیا۔(الشفاء)78

(45) رسول خدا کی قبولیت دعا کا یہ جلالی نشان بھی قابل ذکر ہے۔بنونجار سے ایک عیسائی شخص مسلمان ہوا اور سورۃ البقرۃ اور آل عمران بھی یاد کر لی (لکھنا پڑھنا جانتا تھا) نبی کریم ﷺ کی وحی بھی لکھنے لگا مگر کچھ عرصہ بعد مرتدّ ہو کر پھر عیسائی ہو گیا اور یہود سے جا ملا۔وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔وہاں جا کر یہ شخص دعوے کرنے لگا کہ محمد ﷺ کو تو کچھ نہیں آتا میں ہی لکھ کر دیا کرتا تھا۔اس پر یہود نے اسے اور عزت دی۔معلوم ہوتا تھا کہ یہ عیسائی کسی خاص سازش کیلئے بھیجا گیا تھا اور مقصد طائفہ یہود کی طرح یہ تھا کہ صبح مسلمان ہو کر شام کو انکار کر دو تا کہ مسلمان بھی بدظن ہو کر پھر جائیں۔چونکہ اب وہ شخص وحی الٰہی کو اپنی طرف منسوب کر رہا تھا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق و باطل کے لئے خدا تعالیٰ سے خاص نشان طلب کیا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس شخص کو عبرت کا

نشان بنا۔ یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ چنانچہ اسے دفن کر دیا گیا مگر خدا تعالیٰ نے اسے عبرت ناک نشان بنانا تھا ۔صبح ہوئی تو دنیا نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ زمین نے اسے قبر سے نکال باہر پھینک دیا ہے۔عیسائی کہنے لگے کہ یہ کام محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کا ہے کہ اس شخص کے مرتد ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس کی قبر کھود کر نعش نکال باہر پھینکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے دوبارہ دفن کر دیا اور اس دفعہ قبر اتنی گہری کھودی جتنا وہ کھود سکتے تھے لیکن اگلی صبح پھر یہ عجیب ماجرا دیکھنے میں آیا کہ نعش زمین سے باہر پڑی تھی۔عیسائیوں نے پھر وہی الزام دہرایا کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔اس دفعہ انہوں نے انتہائی گہرا گڑھا کھودا مگر زمین نے تیسری مرتبہ بھی اسے قبول نہ کیا۔ اب عیسائیوں کو عقل آئی کہ یہ انسان کے ہاتھوں کا کام نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی نعش کو دو چٹانوں کے درمیان رکھ کر اوپر پتھر پھینک دیئے۔(مسلم) 79

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ کی دعاؤں کی وسعت کا یہ عالم تھا جس سے کوئی زمانہ محروم نہیں رہا اور قیامت تک آنے والے متبعین امت کیلئے آپؐ نے دعائیں کر دی ہیں۔

آپؐ نے اپنے روحانی خلفاء کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! میرے ان خلفاء کے ساتھ خاص رحم اور فضل کا سلوک فرمانا جو میرے زمانے کے بعد آئیں گے اور میری احادیث اور سنت لوگوں تک پہنچائیں گے۔خود بھی اس پر

عمل کریں گے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں گے۔(سیوطی) 80

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہؓ کو مہمات پر بھجواتے ہوئے بھی ان کیلئے دعا کرتے تھے۔ اکثر مہمات علی الصبح روانہ فرماتے اور اس موقع پر خاص طور پر یہ دعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْ اُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھِمْ (احمد) 81

اے اللہ! میری امت کے صبح کے سفروں میں خاص برکت عطا فرما۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کا اتنا خیال رکھا کہ اس کے حق میں یہ دعا کی اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کا والی یا حاکم ہو اور اُن پر سختی یا زیادتی کرے تو تُو خود اس سے بدلہ لینا اور اُس سے ایسا ہی سلوک کرنا اور جو والی یا حاکم میری امت سے نرمی کا سلوک کرے تو تُو بھی اس کے ساتھ نرمی کا سلوک فرمانا۔(احمد) 82

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ جو محبت تھی اس کا ایک اظہار آپؐ نے اپنی شبانہ روز دعاؤں سے بھی کیا۔ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو اس وقت کئی کمزور مسلمان ایسے تھے جو مکہ میں رہ گئے۔ وہ مختلف وجوہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے اور مکہ میں اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ آپؐ کے دل میں اپنے ان کمزور بھائیوں کیلئے جو درد تھا اس کا اندازہ آپؐ کی دعاؤں سے کیا جا سکتا ہے، ایک زمانہ تک آپؐ اپنے ان مظلوم مریدوں کے نام

لے لے کر عشاء کی نماز میں دعا کرتے۔

''اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ (ابوجہل کے بھائی) کو کفار مکہ سے نجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کو ان سے رہائی دے، اے اللہ سلمہ بن ہشام کو مشرکوں کے ظلم سے بچا، اے اللہ! سب کمزور مسلمانوں (مومنوں) کی نجات کے سامان فرما'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو دشمن سے نجات دی۔ (بخاری) 83

الغرض اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ کو قبولیت دُعا کے ہر قسم کے نشان عطا فرمائے اور اس کثرت سے آپؐ کی دعائیں بنی نوع انسان کے حق میں قبول ہوئیں کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ رسول کریمؐ کے پاکیزہ اسوہ پر عمل کے نتیجہ میں آج بھی ہر صاحب ایمان یہ برکات حاصل کر سکتا ہے۔

حواله جات

1 بخاری کتاب الجمعة باب الدعاء فی الصلاۃ من اخر اللیل17

2 ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید24

3 ابوداؤد باب الصلاۃ باب ماجاء فی الدعاء بین الاذان والاقامة47

4 ترمذی کتاب الدعوات باب فی العفو والعافیة38

5 تحفة الذاکرین للشوکانی ص43دارالکتاب العربی بیروت

6 ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب الاجابة أیة الساعة85

7 بخاری کتاب صلاۃ التراویح باب العمل فی العشرالأ واخر84

8 ترمذی کتاب الدعوات باب فی العفو والعافیة32

9 ترمذی کتاب الدعوات باب منه35

10 بخاری کتاب الدعوات باب فضل زکر الله52

11 ابن ماجه کتاب الدعاء باب مایدعو به الرجل اذارأی السحاب38

12 بخاری کتاب التفسیر سورة الفاتحه

13 مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود74

14 بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذرمن دعوة المظلوم

15 مسلم کتاب الذکر باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب 4911

16 ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبیؐ 3499

17 ترمذی کتاب الدعوات باب ماذکر فی دعوة المسافر 3370

18 ترمذی کتاب صفة الجنة باب ماجاء فی صفة الجنة 2449

19 تحفه الذاکرین للشوکانی دارالکتاب العربی ص45 مطبوعه بیروت

20 نسائی کتاب المناسک حج باب التهلیل علی الصفا 2881

21 ترمذی کتاب الدعوات باب فی الدعاء یوم عرفة 3519

22 بخاری کتاب الجمعة باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدنیة

23 بخاری کتاب التفسیر سوره بنی اسرائیل باب ذریة من حملنا مع نوح 41

24 ترمذی کتاب المناقب باب عمر بن الخطاب

25 بخاری کتاب التفسیر سورة الروم والدخان

26 الخصائص الکبریٰ جز ثانی صفحه 163 مطبوعه بیروت

27 المعجم الکبیر لطبرانی جلد 11 ص 174 بیروت

28 بخاری کتاب بدء الخلق ذکر الملائکه

29 نور الیقین فی سیرة خاتم النبین ڈاکٹرخضری بک واقعه سفر طائف مطبوعه مصر

30 بخاری کتاب المغازی وتر مذی ابواب المناقب باب مناقب ثقیف

31 دلائل النبوة للبیهقی جلد5 ص163،مسند احمد جلد2 ص283 مطبوعه بیروت

32 الاصابه فی معرفة الصحابهؓ زیر لفظ ابوهریرهؓ جلد 4 ص204 مطبوعه مصر

33 الخصائص الکبریٰ جزثانی ص167 مطبوعه بیروت

34 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر

35 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر

36 مجمع الزوائدللهيثمى جلد6ص82مطبوعه بيروت

37 بخارى كتاب المغازى باب غزوة الخندق وهى الاحزاب3865

38 سيرت الحلبيه جلد3ص35بيروت

39 بخارى كتاب المغازى باب غزوة خيبر3888

40 السيرةالحلبيه جلد3ص74بيروت

41 بخارى كتاب الجهاد باب حمل الزاد فى الغزو

42 الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ للقاضى عياض جلد49

43 بخارى كتاب المناقب باب مقدم النبى واصحابه المدينه3633

44 بخارى كتاب الجمعة باب الاستسقاء على المنبر995

45 بخارى كتاب الدعوات باب دعوة النبى لخادمه

46 الاسد الغابه لابن اثير جلد1ص128مطبوعه بيروت

47 بخارى كتاب المغازى باب غزوه احد و كتاب الاستقراض

48 مسلم كتاب الاشر به باب اكرام الضيف و فضل ايثاره

49 الخصائص الكبرىٰ للسيوطى جزثانى ص71

50 الخصائص الكبرىٰ للسيوطى جز ثانى ص10 بحواله بيهقى دارالكتاب العربى

51 الخصائص الكبرىٰ للسيوطى جز ثانى ص169 بيروت بحواله بيهقى وابوتغيم

52 بخارى كتاب الجهاد باب دعاء النبىؐ الناس الى الاسلام24

53 ابن ماجه كتاب المقدمة باب فضل على بن ابى طالب114

54 مسند احمد بن حنبل جلد4ص10مطبوعه بيروت

55 مسند احمد بن حنبل جلد1ص24بيروت

56 بخارى كتاب المناقب باب خاتم النبوة

57 الاکمال فی اسماء الرجال للخطیب زیر لفظ سائب

58 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر

59 ترمذی کتاب المناقب باب فی آیات اثبات نبوۃ النبیؐ 362

60 مستدرک حاکم کتاب الدعاء جلد1ص52مطبوعہ مصر

61 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد1ص48بیروت

62 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر

63 بخاری کتاب الجهاد باب فضل من یصرع فی سبیل الله

64 بخاری کتاب الوصایا باب ان یترک ورثته اغنیاء خیر237

65 الاصابه فی تمییز الصحابه زیر لفظ سعد

66 بخاری کتاب الوضوء باب وضع الماء عندالخلاء140

67 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذی الخلصه

68 مسند احمدبن حنبل جلد5ص47و الخصائص الکبریٰ جزثانی ص167 بیروت

69 ترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی هریرۃ368

70 الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد1ص457بحواله بیهقی

71 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ أوطاس390

72 السیرۃ الحلبیه جلد3ص44مطبوعه بیروت

73 الخصائص الکبریٰ للسیوطی جز ثانی ص165 بیروت

74 الوفاء باحوال المصطفی ص764ازابن الجوزی بیروت

75 بخاری کتاب الجهاد باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة217

76 بخاری کتاب المغازی باب کتاب النبیؐالی کسری

77 فتح الباری جلد4ص39 الکتب الاسلامیه لاهور

78 الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد1 ص46 بحواله بيهقى

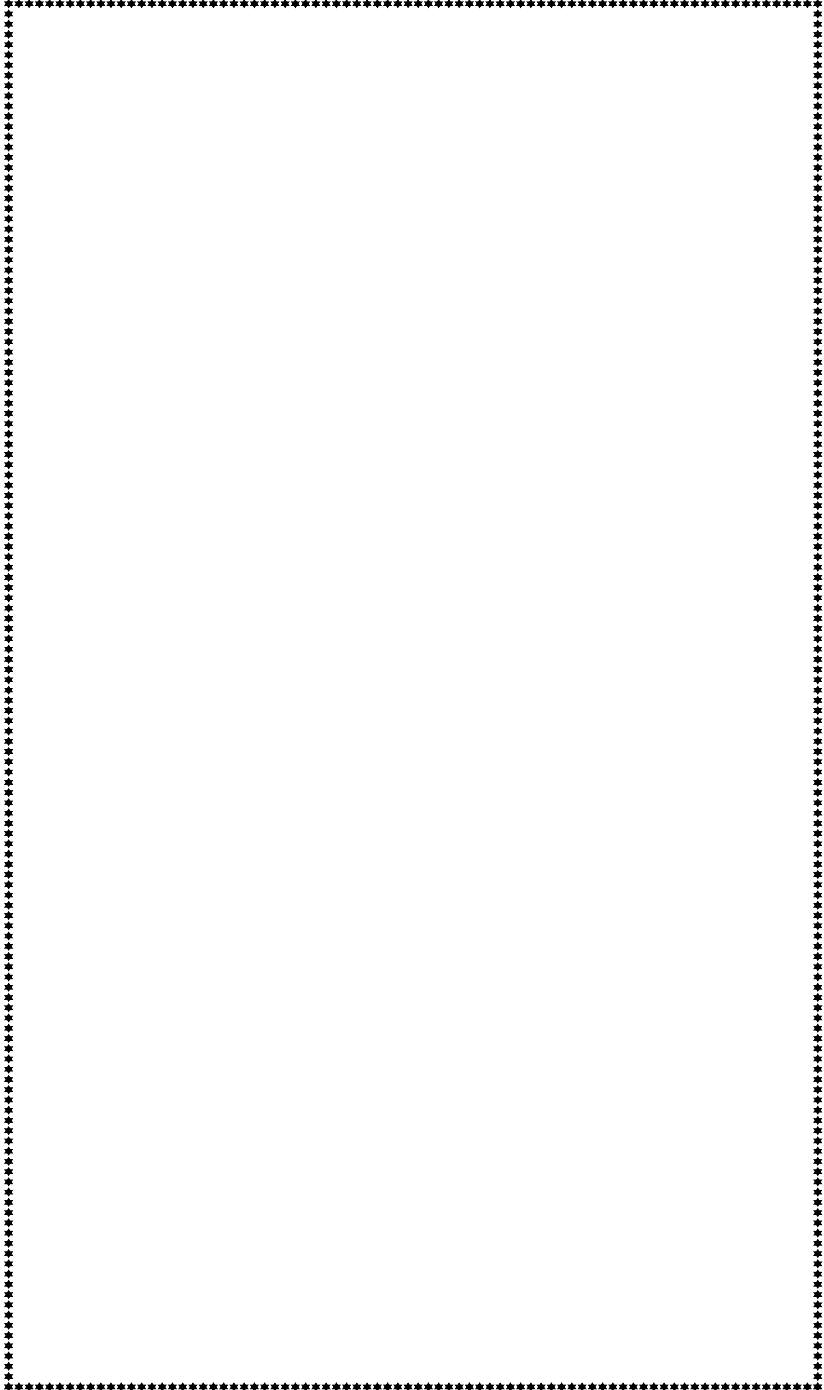
79 مسلم کتاب المنافقین باب 4861

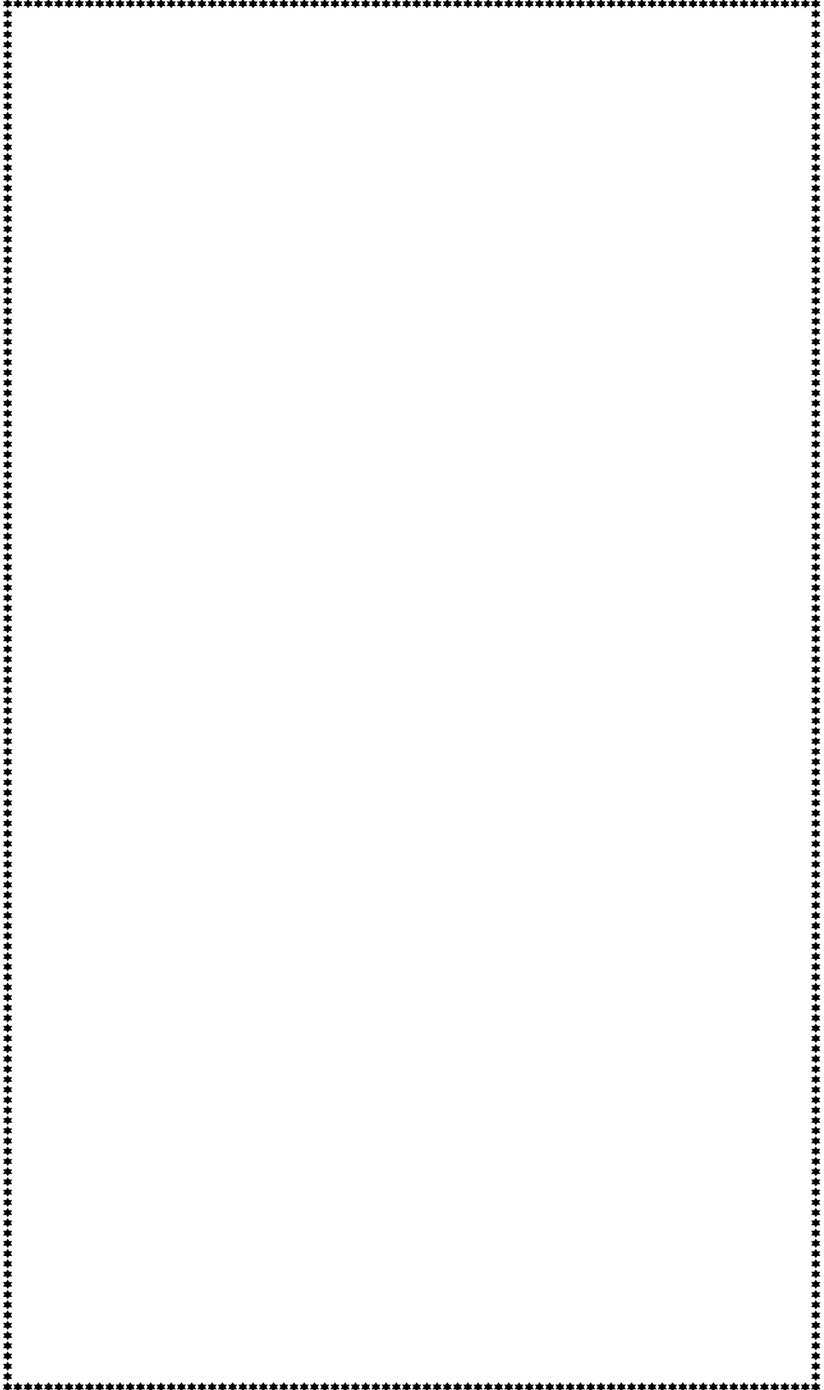
80 جامع الصغیر للسیوطی جز1 ص60 بیروت

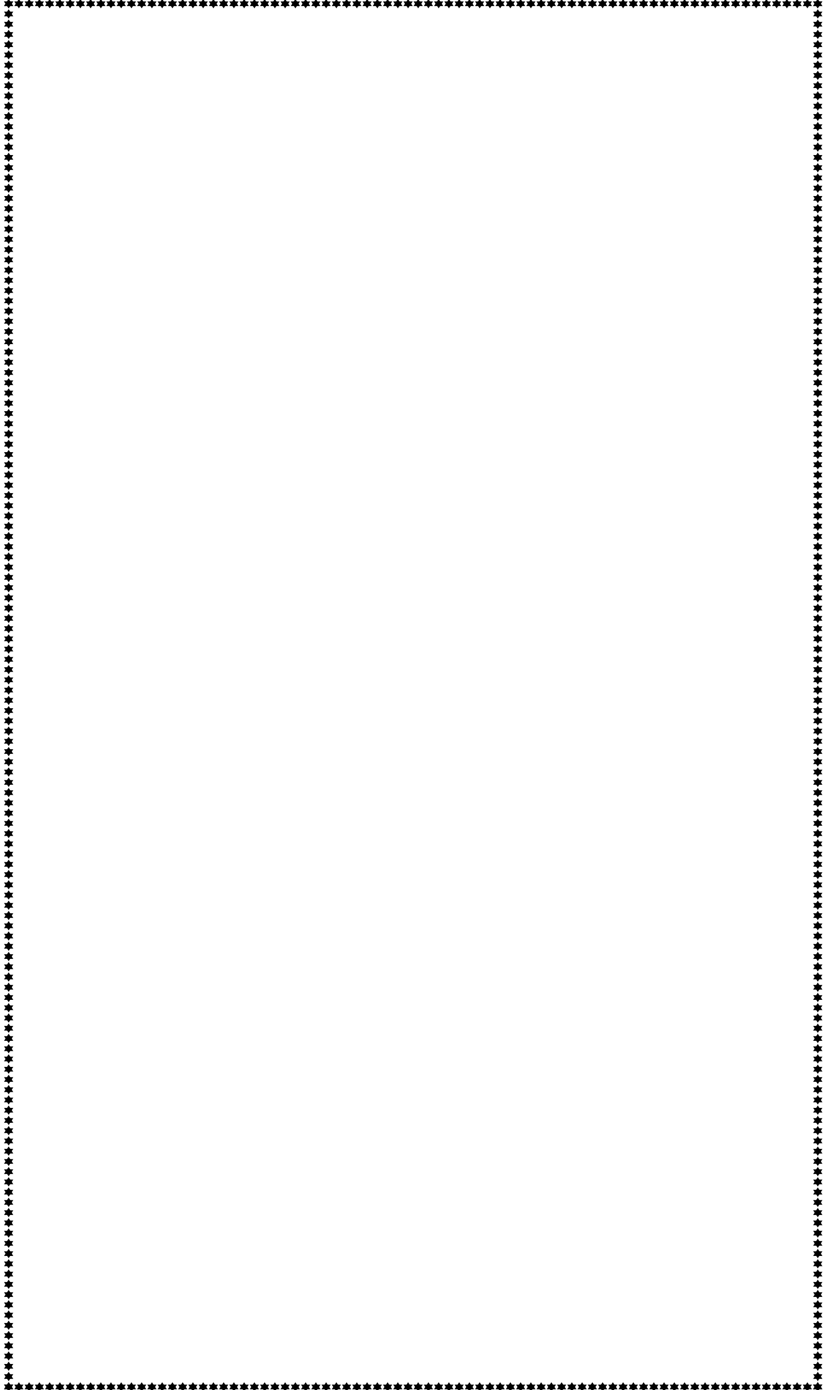
81 مسند احمدبن حنبل جلد3 ص46 بیروت

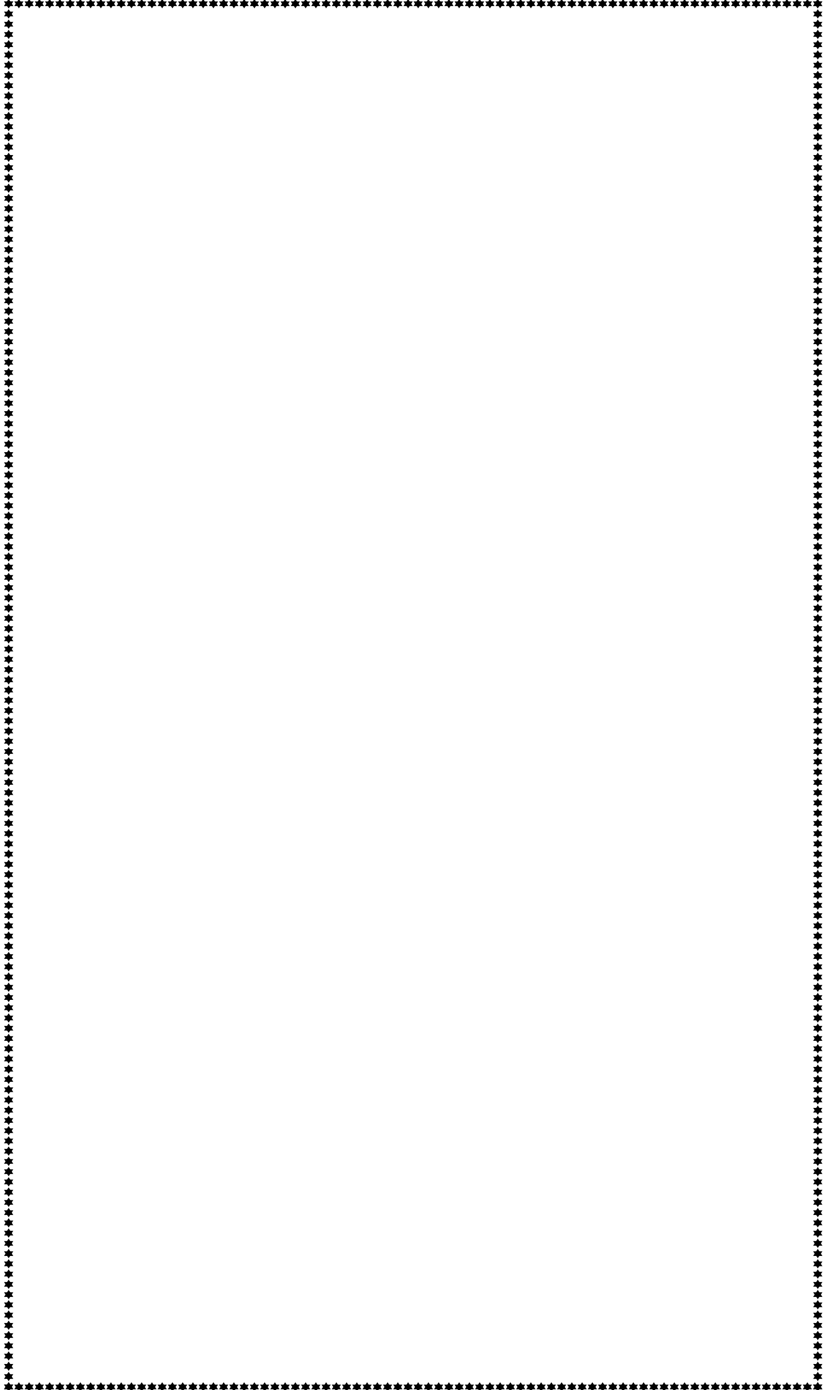
82 مسند احمد بن حنبل جلد6 ص93 بیروت

83 بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء علی المشرکین









مخبر صادقؐ کے رؤیا وکشوف اور پیشگوئیاں

خواب انسان کی باطنی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جائزہ لینے کے لئے آپ کے رؤیا وکشوف کا مضمون بھی بہت اہم ہے۔ دوسرے رؤیا وکشوف کے ذریعہ خوش خبریوں کا عطا ہونا اور خدا کا بندے سے کلام کرنا محبت الٰہی کی نشانی ہے۔

تیسرے جن رؤیا وکشوف کا تعلق آئندہ زمانے سے ہو انکا کثرت سے ہو بہو پورا ہو جانا صاحب کشف والہام انسان کی سچائی کا نشان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے متعلق فرماتا ہے۔ ’’وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔‘‘ (سورۃ الجن:27)

اس اظہار غیب کا ذریعہ وحی والہام اور رؤیا وکشوف ہی ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ’’اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی پیغام رساں بھیجے جو اُس کے اِذن سے جو وہ چاہے وحی کرے۔ یقیناً وہ بہت بلند شان (اور) حکمت والا ہے۔‘‘ (سورۃ الشوریٰ:52)

رؤیا وکشوف کے بارہ میں قرآن شریف سے یہ اصول بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض انبیاء کی زندگی میں پورے ہو جاتے ہیں اور بعض وفات کے بعد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اگر ہم تجھے اُن انذاری وعدوں میں سے کچھ دکھا دیں جو ہم ان سے کرتے ہیں یا تجھے وفات دے دیں تو (ہر صورت) تیرا کام صرف کھول کھول کر پہنچا دینا ہے اور حساب ہمارے ذمہ ہے۔ (سورہ الرعد: 41)

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''بشیر ونذیر'' کے القابات سے نوازا گیا ہے۔ آپؐ کو قرآن شریف میں بیان فرمودہ بشارات اور تنبیہات کی تفاصیل رؤیا وکشوف کے ذریعے عطا فرمائی گئیں اور امت مرحومہ میں قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کی خبریں عطا کی گئیں۔ ایک دفعہ نمازِ کسوف کے دوران ہونے والے کشفی نظارہ کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا ''مجھے ابھی اس جگہ آئندہ کے وہ تمام نظارے کروائے گئے جن کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے'' یہاں تک کہ جنت و دوزخ کی کیفیات بھی دکھائی گئیں۔ اس واضح اور جلی کشف میں بعض نعماء جنت اپنے سامنے دیکھ کر آپ انہیں لینے کے لئے آگے بڑھے اور جہنم کی شدت وتمازت کا نظارہ کر کے پیچھے ہٹے۔ (بخاری) 1

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان رؤیا وکشوف کی مختلف انواع وکیفیات اور واقعات میں سے بطور نمونہ کچھ ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ نبی کریمؐ کی زندگی میں ظاہری رنگ میں پوری ہونے والی رؤیا

پہلی قسم اُن رؤیاء وکشوف اور پیش گوئیوں کی ہے، جو نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ میں ہی واضح طور پر اپنے ظاہری رنگ میں من وعن پوری ہو گئیں۔

حضرت عائشہؓ سے شادی کی رؤیا

حضرت عائشہؓ کے ساتھ شادی سے قبل ان کی تصویر دکھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ظاہری حالات میں یہ بات ناممکن نظر آتی تھی کیونکہ نبی کریمؐ اور حضرت عائشہؓ کی عمروں کا فرق ہی چالیس سال سے زائد تھا۔اس پیشگی غیبی خبر پر کامل ایمان کے باوجود آنحضورؐ نے کمال احتیاط سے اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس رؤیا کا ظاہری رنگ میں پورا ہونا ہی مراد ہے تو وہ خود اس کے سامان پیدا فرماوے گا۔(بخاری) 2

پھر بظاہر ناموافق حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بات پوری کر دکھائی اور کم سن حضرت عائشہؓ کو رسول اللہؐ کے عقد میں آ کر اُمّ المؤمنین کا اعزاز عطا ہوا۔

مکی دور میں فتح بدر کی پیش گوئی

ان پیشگوئیوں میں سے ایک غزوہ بدر کی فتح کی پیش گوئی بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے اور مسلمان انتہائی کمزور اور مظلوم ومقہور ہو چکے تھے ۔ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہلی قوموں کی قربانیوں کی مثالیں دیکر صبر کی تلقین فرماتے تھے۔دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے تازہ نشان بھی مسلمانوں کے لئے انشراح صدر اور مضبوطی ایمان کا موجب ہوتے تھے۔جیسے شق قمر کا معجزہ وغیرہ۔چاند جو عربوں کی حکومت کا نشان تھا اسکے دوٹکڑے کر کے دکھانے میں یہ بلیغ اشارہ بھی تھا کہ قریش کی حکومت ٹکڑے ہوجائے گی اور انکی وحدت ملی پارہ پارہ ہوکر رہے گی۔سورۃ قمر جس میں واقعہ شق قمر کا ذکر ہے اسی میں واشگاف الفاظ میں مسلمانوں کے مقابل پر کفار کے ایک بڑے گروہ کی پسپائی کا ذکر ہے۔فرمایا سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ o (القمر:46) یعنی (اس روز قریش کی) جمعیت پسپا ہوگی اور یہ (اور ان کے لشکر) پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہونگے۔

کمزوری کے اس زمانے میں دشمن اس پیشگوئی کو دیوانے کی ایک بڑ کہہ سکتے تھے اور اسی لئے ساحر و مجنون کے الزام لگاتے تھے۔پھر اللہ تعالیٰ نے جس شان سے ان وعدوں کو پورا فرمایا اس پر اہل مکہ بھی انگشت بدنداں ہوکر رہ گئے۔

چنانچہ بدر کے موقع پر اس پیشگی وعدۂ فتح کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاِذْیَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَالَکُمْ (سورۃ الانفال:8)

پھر بھی جب میدان بدر میں رسول اللہؐ نے دیکھا کہ قریش کے تجارتی

قافلے کی بجائے ایک مسلح لشکر جرار ہے جو کمزور نہتے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہے تو طبعاً فکر دامنگیر ہوئی۔ خدا تعالیٰ کی شان غنا سے ڈرتے ہوئے اور اپنی کمزوری پر نظر کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے دعاؤں کی حد کر دی۔ آپ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کو اس کے وعدوں کا واسطہ دے دے کر اتنے الحاح سے دعا کر رہے تھے کہ چادر کندھوں سے گر گر جاتی تھی۔

آپؐ اپنے مولیٰ سے عرض کر رہے تھے۔ اے اللہ تیرے عہدوں اور وعدوں کا واسطہ! (تو ہمیں کامیاب کر) اے اللہ اگر آج تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو کون تیری عبادت کرے گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہؐ! اب بس کریں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے۔ آپؐ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَo (سورۃ القمر:46) کہ لشکر ضرور پسپا ہوں گے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ (بخاری) 3

گویا خدا کا یہ وعدہ یاد کر کے مسلمانوں کو تسلی دے رہے تھے۔ چنانچہ بظاہر نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کو حیرت انگیز فتح فرمائی اور رسول اللہؐ کنکریوں کی ایک مٹھی آندھی وطوفان بن کر کفار کو پسپا کرنے کا موجب بن گئی۔

سرداران قریش کی ہلاکت کی پیشگوئی

نبی کریمؐ کو بدر میں صنادید قریش کی ہلاکت کا کشفی نظارہ پہلے سے کروایا گیا تھا۔اس بارہ حضرت انسؓ بیان کرتے تھے کہ ہم مکہ و مدینہ کے درمیان حضرت عمرؓ کے ساتھ شریک سفر تھے۔چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ معرکۂ بدر سے ایک روز قبل رسول کریمؐ نے ہمیں مشرک سرداروں کے ہلاک ہونیکی جگہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ’’یہ فلاں شخص کے ہلاک ہونیکی جگہ ہے اور یہاں فلاں شخص ہلاک ہوگا۔‘‘ حضرت عمرؓ کہتے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ وہیں گر گر کر ہلاک ہوئے جہاں رسول خداؐ نے بتایا تھا۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے ان کے گر کر ہلاک ہونیکی جو جگہیں بتائی تھیں ان میں ذرا بھی غلطی نہیں ہوئی۔(مسلم) 4

غزوۂ بدر میں قریش کے چوبیس سردار ہلاک ہوئے۔انہیں بدر کے ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔تیسرے دن بدر سے کُوچ کے وقت رسول کریمؐ اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہوکر ان سرداروں اور ان کے باپوں کے نام لے کر پکارنے لگے۔آپ فرماتے تھے ’’اے فلاں کے بیٹے کیا تمہیں یہ بات خوش کرتی ہے کہ تم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی؟‘‘ ہم نے تو اپنے رب کے وعدوں کو سچا پالیا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ حق پایا ہے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے

عرض کیا'' یارسول اللہ آپ ان بے جان جسموں سے کلام کررہے ہیں'' آپؐ نے فرمایا'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جو باتیں میں کہہ رہا ہوں وہ انکو تم سے زیادہ سمجھ رہے ہیں۔''(یعنی اپنے ظلموں کی جزا پاکر)۔(بخاری)5

مکی دور میں ہجرتِ مدینہ اور مکہ واپسی کی پیشگوئی

قرآن شریف میں سورۂ قَصص (جو مکی سورت ہے) کے آغاز میں حضرت موسیٰؑ کے حالات اور سفر ہجرت کا ذکر ہے۔آخر میں مثیل موسیٰ نبی کریمؐ کے مکّہ سے ہجرت کرنے اور پھر مکہ لوٹ کر آنے کی پیشگوئی واضح الفاظ میں کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ط(سورۃ القصص:86) یعنی وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے ضرور تجھے ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا۔

یہ پیشگوئی جن حالات میں کی گئی ان میں مکہ سے نکالے جانے کے بعد پھر واپس آنا بظاہر ایک ناممکن سی بات معلوم ہوتی تھی۔فتح مکہ سے چند روز قبل تک بھی معلوم نہ تھا کہ رسول اللہؐ اس شان سے مکہ میں داخل ہوں گے۔مگر یہ پیشگوئی صرف آٹھ سال کے عرصہ میں کس شان سے پوری ہوئی۔

کسریٰ شاہ ایران کی ہلاکت کی پیشگوئی

رسول اللہؐ نے کسریٰ شاہ ایران کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے خط لکھا۔ اس نے وہ خط پھاڑ دیا۔ رسول کریمؐ کو علم ہوا تو آپ نے کسریٰ کی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی دعا کی۔ پھر نہایت معجزانہ رنگ میں اس زمانہ کی یہ طاقتور حکومت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی اور اس کا جابر و ظالم حاکم بھی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا۔

تفصیل اس کی یوں ہے کہ نبی کریمؐ کے تبلیغی خط کو کسریٰ نے اپنی ہتک سمجھا اور یمن کے حاکم باذان کو حکم بھجوایا کہ اس شخص کو جو حجاز میں ہے دو مضبوط آدمی بھجواؤ جو گرفتار کر کے اُسے میرے پاس لے آئیں۔ باذان نے ایک افسر بابویہ نامی اور ایک ایرانی شخص کے ہاتھ اپنے خط میں آنحضرتؐ کو لکھا کہ آپ ان دونوں کے ساتھ شاہ ایران کے پاس حاضر ہوں۔ بابویہ کو اس نے کہا اس دعویدار نبوت سے جا کر خود بات کرو اور اس کے حالات سے مجھے مطلع کرو۔ یہ لوگ طائف پہنچے اور آنحضرتؐ کے بارہ میں پوچھا۔ انہوں نے کہا وہ تو مدینہ میں ہیں۔ طائف والے اس پر بہت خوش ہوئے کہ اب کسریٰ شاہ ایران اس شخص کے پیچھے پڑ گیا ہے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ دونوں قاصد مدینہ پہنچے۔ بابویہ نے رسول اللہؐ سے بات چیت کی اور آپؐ کو بتایا کہ شہنشاہ کسریٰ نے شاہ یمن باذان کو حکم بھجوایا ہے کہ آپؐ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھجوایا جائے اور مجھے باذان نے بھیجا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ اگر آپ میرے ساتھ

چلنے پر تیار ہوں تو میں شہنشاہ کسریٰ کے نام ایسا خط دوں گا کہ وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائے گا۔ اگر آپ میرے ساتھ چلنے سے انکاری ہیں تو آپ خود جانتے ہیں کہ اس میں آپ کی بلکہ پوری قوم کی ہلاکت اور آپ کے ملک کی تباہی و بربادی ہے۔ آپؐ نے ان دونوں نمائندوں سے فرمایا کہ اس وقت تم دونوں جاؤ صبح آنا۔ رسول اللہؐ کو اسی رات اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ شہنشاہ ایران کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ اس نے اپنے باپ کو فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل کر دیا ہے۔

اگلی صبح جب وہ دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ میرے رب نے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ رات کے وقت تمہارے رب کو ہلاک کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر کے اسے قتل کیا ہے۔ وہ دونوں کہنے لگے آپ کو پتہ ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم اس سے معمولی بات پر بڑی بڑی سزائیں دیا کرتے ہیں۔ کیا ہم آپ کی بات شہنشاہ کو لکھ کر بھیج دیں۔ آپؐ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ ہاں! میری طرف سے اسے یہ اطلاع کر دو اور اسے جا کر یہ پیغام دو کہ میرا دین اور میرا غلبہ یقیناً تمہارے ملک ایران پر بھی حاصل ہوگا اور اس کو کہہ دینا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو تمہارا یہ ملک تمہارے ماتحت کر دیا جائے گا اور تمہیں تمہاری قوم پر حاکم بنا دیا جائے گا۔ یہ دونوں شخص جب حاکم یمن باذان کے پاس پہنچے تو اس نے کہا یہ کسی

بادشاہ کا کلام نہیں ہے یہ شخص تو نبی معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا ہے ہم اس کا انتظار کرتے ہیں اگر تو یہ سچ نکلا تو یقیناً یہ خدا کا بھیجا ہوا نبی ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ کریں گے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد باذان کو نئے شہنشاہ شیرویہ کا خط آیا، جس میں لکھا تھا۔ میں نے اپنے ملک ایران کے مفاد کی خاطر کسریٰ کو قتل کیا ہے کیونکہ وہ ایرانی سرداروں اور معززین کے قتل کا حکم دیتا اور ان کو قید کرتا تھا۔ اب تم میرا یہ خط پہنچتے ہی عوام سے میری اطاعت کا عہد لو اور کسریٰ نے جو خط حجاز کے ایک شخص کی گرفتاری کا لکھا تھا کالعدم سمجھو یہاں تک کہ میرا دوسرا حکم تمہیں پہنچے۔ کسریٰ کے بیٹے کا خط پڑھتے ہی باذان کہنے لگا یہ شخص تو اللہ کا رسول ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور کئی ایرانی باشندے بھی جو یمن میں آباد تھے مسلمان ہو گئے۔ (طبری) 6

اسود عنسی کے قتل کی خبر

حضرت عمرو بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو رات کے وقت اسود عنسی (مدعی نبوت) کے قتل کی خبر دی۔ آپؐ نے ہمیں علی الصبح اطلاع فرمائی کہ آج رات اسود عنسیٰ قتل ہو گیا ہے۔ ایک مبارک آدمی نے اس کو قتل کیا ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا نام فیروز بان فیروز ہے۔ (کنز) 7

2- تعبیر طلب رؤیا اور ان کا پورا ہونا

دوسری قسم کی رؤیا یا پیشگوئیاں وہ ہیں جو اپنے ظاہری الفاظ میں پوری نہیں ہوتیں بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں۔رسول کریمؐ کو ان کی تعبیر کے بارہ میں بھی قبل از وقت علم عطا فرمایا گیا اور آپؐ نے وقت سے پہلے کھول کر بتا دیا کہ اس رؤیا کے مطابق یوں واقعہ ہوگا۔اور پھر اسی طرح ظہور میں آ کر وہ واقعات آپ کی سچائی کے گواہ بنے۔

جھوٹے مدعیان نبوت کے ظہور کی پیشگوئی

حجۃ الوداع کے بعد نبی کریمؐ نے دو جھوٹے مدعیان نبوت کے بارہ میں اپنی یہ رؤیا بیان فرمائی کہ میں سویا ہوا تھا۔زمین کے خزانے مجھے دیئے گئے۔میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔میری طبیعت پر یہ بات گراں گزری۔سونے کے یہ کنگن میرے لئے باعث پریشانی ہوئے۔تب مجھے وحی ہوئی کہ انکو پھونک ماریں۔میں نے پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے۔میں نے اس رؤیا کی یہ تعبیر کی کہ دو جھوٹے دعویدار ہیں جن کے درمیان میں ہوں۔ایک تو صنعاء کا باشندہ (اسود عنسی) دوسرا یمامہ کا رہنے والا (مسیلمہ کذاب)۔(بخاری)8

یہ رؤیا بھی حضور کی زندگی میں پوری ہوئی اور ان دونوں مدعیان نے

رسول اللہؐ کی زندگی میں نبوت کے دعوے کئے۔ اسود عنسی آپ کی زندگی میں اور مسیلمہ بعد میں ہلاک ہوا۔

خلافت ابوبکرؓ وعمرؓ کے متعلق رؤیا

خدا تعالیٰ کے ہر مامور کی طرح نبی کریمؐ کو اپنے بعد اپنے مشن کے جاری اور قائم رہنے کی فکر لاحق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فکر اُس رؤیا کی ذریعے دور فرما دی جس میں ابوبکرؓ کے مختصر زمانہ خلافت اور حضرت عمرؓ کے فتوحات سے بھرپور پُرشوکت عہد کی طرف اشارہ تھا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں سیاہ رنگ کی بکریوں کے لئے کنوئیں سے پانی کھینچ رہا ہوں جن میں کچھ گندمی رنگ کی بکریاں بھی ہیں۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے انہوں نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اور ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے ڈول لیا تو وہ اسے بھرا ہوا کھینچ لائے۔ اُنہوں نے تمام لوگوں کو پانی سے سیراب کیا اور تمام بکریوں نے پانی پی لیا۔ میں نے آج تک ایسا کوئی باکمال وباہمت جواں مرد نہیں دیکھا جو حضرت عمرؓ جیسی طاقت رکھتا ہو۔ چنانچہ یہ رؤیا بھی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قیصر وکسریٰ کی عظیم فتوحات کی بنیاد رکھ دی گئی اور بڑی بڑی فتوحات ہوئیں۔

فتح ایران اور سراقہ بن مالک کے بارہ میں پیشگوئی

سفر ہجرت میں سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں رسول اللہؐ کا تعاقب کرنے والے سراقہ بن مالکؓ کے حق میں بھی رسول اللہؐ کی پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ ہجرت نبوی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہمارا تعاقب کرنیوالوں میں سے صرف سراقہ بن مالک ہی ہم تک پہنچ سکا جو اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ہمیں پکڑنے کیلئے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب سراقہ ہمارے قریب ہوا تو رسول کریمؐ نے دعا کی کہ اے اللہ ہماری طرف سے تُو خود اسکے لئے کافی ہو۔ تب اچانک اسکے گھوڑے کے اگلے دو پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اس پر سراقہ کہنے لگے مجھے پتہ چل گیا ہے کہ یہ آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ اب آپؐ دعا کریں اللہ مجھے اس سے نجات دے۔ خدا کی قسم اپنے پیچھے آنیوالوں کو میں آپؐ کے بارہ میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ میرے تیر بطور نشانی لے لیں۔ فلاں جگہ جب میرے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ کے پاس سے آپ گزریں تو اپنی ضرورت کے مطابق جو چیز چاہیں لے لیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پھر آپؐ نے اس کے لئے دعا کی اور اس کے گھوڑے کے پاؤں باہر نکل آئے۔ (احمد) 9

سراقہ کی درخواست پر رسول کریمؐ نے اسے ایک تحریر امان لکھوا کر دی اور جب وہ واپس جانے لگا تو آپؐ نے فرمایا اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے؟ سراقہ نے کہا کسریٰ بن

ھرمز(شہنشاہ ایران)؟ آپؐ نے فرمایا ’’ہاں کسریٰ بن ھرمز کے کنگن۔‘‘

اپنے جانی دشمنوں سے جان بچا کر ہجرت کرنے والے بظاہر ایک کمزور انسان کی اس پیشگوئی کی گہرائی اور عظمت پر غور تو کریں جس میں سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے سے کہیں بڑھ کر عظیم الشان پیشگوئی یہ تھی کہ ایران فتح ہوگا اور کسریٰ کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے۔ پھر نا مساعد حالات میں کی گئی یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔

سراقہ نے فتح مکہ کے بعد جعرانہ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کسرٰی کے کنگن اور تاج وغیرہ حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور فرمایا ’’ ہاتھ آگے کرو‘‘۔ پھر آپ نے اُسے سونے کے کنگن پہنا دیئے اور فرمایا اے سراقہ! کہو کہ تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے ان کنگنوں کو کسریٰ کے ہاتھ سے چھین کر سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیا۔ وہ کسریٰ جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں لوگوں کا رب ہوں۔ (الحلبیہ) 10

اسلامی بحری فتوحات کی پیشگوئی

ایک اور عظیم الشان کشف کا تعلق اسلامی بحری جنگوں سے ہے۔ مدنی زندگی کے اس دور میں جب بری سفروں اور جنگوں کے پورے سامان بھی مسلمانوں کو میسر نہیں تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی بحری جنگوں اور فتوحات کی خبر دی گئی۔

حضرت ام حرامؓ بنت ملحان بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ ہمارے گھر محو استراحت تھے کہ عالم خواب سے اچانک مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے ۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اس سمندر میں اس شان سے سفر کریں گے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں ۔ ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے بنا دے ۔ چنانچہ رسول کریمؐ نے یہ دعا کی کہ ''اے اللہ اسے بھی ان میں شامل کر دے ۔'' پھر آپؐ کو اونگھ آ گئی اور آنکھ کھلی تو مسکرا رہے تھے ۔ میں نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے پہلے کی طرح امت کے ایک اور گروہ کا ذکر کیا جو خدا کی راہ میں جہاد کی خاطر نکلیں گے اور بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے سمندری سفر کریں گے ۔ ام حرامؓ نے پھر دعا کی درخواست کی کہ وہ اس گروہ میں بھی شامل ہوں ۔ آپ نے فرمایا '' آپ گروہ اولین میں شامل ہونگی اور گروہ آخرین میں شریک نہیں ۔'' حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ام حرامؓ فاختہ بنت قرظہ سمندری سفر میں شامل ہوئیں اور اسی سفر سے واپسی پر سواری سے گر کر وفات پائی ۔ (بخاری) 11

اس پیشگوئی میں جزیرہ قبرص کے بحری سفر کی طرف اشارہ تھا ۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت معاویہؓ کو جب وہ شام کے گورنر تھے پہلے عظیم اسلامی بحری بیڑے کی تیاری کی توفیق ملی ۔ اس سے قبل مسلمانوں کو کوئی کشتی تک میسر نہ تھی ۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہی حضرت معاویہؓ نے اسلامی

فوجوں کی بحری کمان سنبھالتے ہوئے جزیرہ قبرص کی طرف بحری سفر اختیار کیا جو اسلامی تاریخ میں پہلا بحری جہاد تھا۔جس کے نتیجہ میں قبرص فتح ہوا اور بعد میں ہونے والی بحری فتوحات کی بنیادیں رکھی گئیں۔یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کی وہ بات پوری ہوئی کہ دین اسلام غالب آئے گا یہاں تک کہ سمندر پار کی دنیاؤں میں بھی اس کا پیغام پہنچے گا اور مسلمانوں کے گھڑ سوار دستے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سمندروں کو بھی چیر جائیں گے۔(کنز)12

یہ پیش گوئی اس شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئی کہ اس زمانہ کی زبردست ایرانی اور رومی بحری قوتوں کے مقابل پر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے اپنی بحری قوت کا لوہا منوایا۔عبداللہ بن سعدؓ بن ابی سرح کی سرکردگی میں اسلامی بحری بیڑے نے بحیرہ روم کے پانیوں میں اپنی دھاک بٹھا کر اسلامی حکومت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔چنانچہ فتح قبرص کے بعد کی اسلامی مہمات میں جہاں مسلمان ایک طرف بحیرہ اسود و احمر کے بھی اس پار پہنچے اور بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑائے تو دوسری طرف مسلمان فاتحین نے بحیرہ روم کو عبور کر کے جزیرہ روس صقلیہ اور قسطنطنیہ کو فتح کیا۔تیسری طرف طارق بن زیاد فاتح سپین نے بحیرہ روم کو چیرتے ہوئے بحراوقیانوس کے کنارے جبرالٹر پر پہنچ کر ہر چہ بادا باد کہہ کر اپنے سفینے جلا دیئے تو چوتھی طرف محمد بن قاسم نے بحیرہ عرب اور بحر ہند کے سینے چیر ڈالے اور یوں مسلمانوں نے جریدۂ عالم پر بحری دنیا میں کیا

بلحاظ سمندری علوم میں ترقی اور کیا بلحاظ صنعت اور کیا بلحاظ جہاز رانی ایسے اَن مٹ نقوش ثبت کئے جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ نئی بندرگاہیں تعمیر ہوئیں، جہاز سازی کے کارخانے بنے بحری راستوں کی نشان دہی اور سمندروں کی پیمائش کے اصول وضع ہوئے اور مسلمان جو پانیوں سے ڈرتے تھے سمندروں پر حکومت کرنے لگے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیا وکشوف کمال شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

3- تعبیر طلب رؤیا کسی اور رنگ میں پورا ہونا

رؤیا اور کشوف کی تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ رؤیا کے وقت کی گئی تعبیر کے مطابق من وعن ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ الٰہی مشیئت کے مطابق کسی اور بہتر رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے واقعہ صلح حدیبیہ۔

مدنی دور میں جب مسلمان اہل مکہ سے حالت جنگ میں تھے اور ان کے حج وعمرہ پر پابندی تھی۔ اس وقت رسول اللہؐ نے رؤیا میں اپنے آپ کو صحابہ کے ساتھ امن وامان سے طواف کرتے دیکھا اور ظاہری تعبیر پر عمل کرتے ہوئے چودہ سو صحابہ کی جماعت ہمراہ لے کر عمرہ کرنے تشریف بھی لے گئے۔ مگر گہری مخفی الٰہی حکمتوں اور منشاء الٰہی کے تابع آپ اس سال عمرہ نہ کر سکے اور معاہدۂ صلح حدیبیہ کے مطابق اگلے سال عمرہ کیا۔ لیکن اس معاہدہ حدیبیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر کی فتح بھی عطا فرمائی اور مکہ بھی اسی معاہدہ کی برکت سے فتح

ہوا۔اب اگر یہ تعبیر ظاہری رنگ میں پوری ہو جاتی کہ اُسی سال مسلمان طواف کر بھی لیتے تو وہ فوائد و برکات حاصل نہ ہوتیں جو صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں عطا ہوئی ہیں اور جسے قرآن شریف ''فتح مبین'' قرار دیا گیا۔(بخاری) 13

ہجرت مدینہ کی رؤیا بھی اسی قسم کی تھی جس کی درست تعبیر بعد میں ظاہر ہوئی ۔ نبی کریمؐ کو اپنی ہجرت کی جگہ دکھائی گئی کہ کوئی کھجوروں والی جگہ ہے۔آپؐ نے اُس سے یمامہ یا ہجر کی سرزمین مراد لی۔مگر بعد میں کھلا کہ اس سے یثرب یعنی ''مدینۃ الرسول'' مراد تھا۔(بخاری) 14

دارالہجرت کے نام کے اخفاء میں یقیناً گہری حکمت پوشیدہ تھی کہ ہجرت کے سفر میں کوئی روک نہ ہو۔

4- رؤیا پوری ہونے پر اُس کی تعبیر کا کھلنا

بعض رؤیا ایسی ہوتی ہیں جن کی تعبیر رؤیا کے وقت واضح نہیں ہوتی مگر بعد میں رؤیا کے پورا ہونے پر سمجھ آتی ہے۔جس کی ایک حکمت یہ ہوتی ہے کہ اُس واقعہ یا حادثہ کے ظہور کے بعد رؤیا میں مضمر منشاء الٰہی معلوم کر کے انسان کو اطمینان حاصل ہو۔جیسے غزوۂ احد سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں دیکھا کہ آپؐ کچھ گائیوں کو ذبح کر رہے ہیں۔اسی طرح دیکھا کہ آپؐ اپنی تلوار لہراتے ہیں اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ جاتا ہے۔رؤیا کے وقت اس کی تعبیر واضح نہ تھی ،مگر بعد میں اس کشف کی تعبیر اُحد میں ستر مسلمانوں کی شہادت کی قربانی ،خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کے رنگ میں ظاہر ہوگئی تو کھلا کہ اس رؤیا کا کیا مطلب تھا۔ (بخاری) 15

5- پیش گوئی کا خلیفہ یا اولاد کے حق میں پورا ہونا

بعض رؤیا کی تعبیر بعد میں آنے والوں مثلاً نبیوں کے خلفاء، اُن کے ماننے والوں یا انسان کی اولاد کے حق میں ظاہر ہوتی ہے۔

ایک نہایت اہم اور غیر معمولی شان کا حامل لطیف کشف وہ ہے جس کا نظارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احزاب کے اس ہولناک ابتلاء میں کروایا گیا جب اہل مدینہ ایک طرف کفار مکہ کے امکانی حملہ سے بچنے کی خاطر شہر کے گرد خندق کھود رہے تھے۔ دوسری طرف اندرونی طور پر وہ سخت قحط سالی کا شکار تھے اور جیسا کہ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔ مسلسل تین دن سے فاقہ میں تھے خود آنحضرتؐ نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ (بخاری) 16

حضرت براء بن عازبؓ اس واقعہ کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پتھریلی چٹان کے نہ ٹوٹنے کی شکایت کی گئی۔ آپؐ نے اللہ کا نام لے کر کدال کی پہلی ضرب لگائی تو پتھر شکستہ ہوگیا اور اس کا ایک بڑا حصہ ٹوٹ گرا۔ آپؐ نے اللہ اکبر

کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا کہ ملک شام کی کنجیاں میرے حوالے کی گئی ہیں اور خدا کی قسم ! میں شام کے سرخ محلات اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں ۔ پھر آپؐ نے اللہ کا نام لے کر کدال کی دوسری ضرب لگائی پتھر کا ایک اور حصہ شکستہ ہوکر ٹوٹا اور رسول کریمؐ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا مجھے ایران کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور خدا کی قسم ! میں مدائن اور اس کے سفید محلات اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے اللہ کا نام لیکر تیسری ضرب لگائی اور باقی پتھر بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔آپؐ نے تیسری بار اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے فرمایا!'' یمن کی چابیاں میرے سپرد کی گئی ہیں اور خدا کی قسم ! میں صنعاء کے محلات کا نظارہ اس جگہ سے کر رہا ہوں ۔(احمد) 17

یہ عظیم الشان روحانی کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کے زبردست ایمان ویقین پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایک طرف فاقہ کشی کے اس عالم میں جب دشمن کے حملے کے خطرے سے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ۔خود حفاظت کے لئے خندق کھودنے کی دفاعی تدبیروں میں مصروف ہیں ۔ الٰہی وعدوں پر کیسا پختہ ایمان ہے کہ اپنے دور کی دو عظیم طاقتور سلطنتوں کی فتح کی خبر کمزور نہتے مسلمانوں کو دے رہے ہیں اور وہ بھی اس یقین پر قائم نعرہ ہائے تکبیر بلند کر رہے ہیں کہ بظاہر یہ انہونی باتیں ایک دن پوری ہوکر رہیں گی ۔

پھر خدا کی شان دیکھو کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت سے ان فتوحات کا

آغاز ہوجاتا ہے۔حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ اسلامی فوجوں کے ساتھ شام کو فتح کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان فتوحات کی تکمیل ہوجاتی ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں مسلمان ایران کو فتح کرتے ہیں اور صرف چند سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کی دو بڑی سلطنتیں روم اور ایران ان فاقہ کش مگر یقین محکم رکھنے والے مسلمانوں کے زیرنگیں ہوجاتی ہیں۔

فاقہ کش ابوھریرہؓ جنہوں نے اس رؤیا کی تعبیر اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھی، یہ فتوحات دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ''مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یہاں تک کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں رکھیں''۔ پھر کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پاگئے۔ اب تم ان خزانوں کو حاصل کررہے ہو۔(بخاری) 18

پس رسول اللہؐ کی رؤیا، کشوف اور پیشگوئیاں مختلف رنگوں میں الٰہی منشاء اور حکمت کے مطابق بہرحال پوری ہوئیں اور آج ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا موجب بن کر ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے وہ وعدے بھی ضرور بالضرور پورے ہونگے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم سے کئے گئے۔

چنانچہ آخری زمانہ کے بعض خوش قسمت گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے

محفوظ فرمایا ہے ایک وہ جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ ہوگی۔(نسائی) 19

اس پیشگوئی کا پہلا حصہ بڑی شان کے ساتھ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس وقت پورا ہوا جب محمد بن قاسم کے ذریعے سندھ کی فتح سے ہندوستان کی فتوحات کا آغاز ہوا۔اورانہوں نے سندھ کے باسیوں کو وہاں کے ظالم حکمرانوں سے نجات دلا کر عدل وانصاف کی حکومت قائم کی اور اپنے اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اقدار سے اہل سندھ کو اپنا گرویدہ کرلیا۔ یوں یہاں اسلام کا آغاز ہوا۔ پیشگوئی کے دوسرے حصے کا تعلق اُس آخری زمانہ سے معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ کر دکھایا، یہاں تک کہ اُس کے مشرقی کنارے بھی اور مغربی کنارے بھی اور میری اُمت کی حکومت زمین کے اُن تمام کناروں تک پہنچے گی جو مجھے سمیٹ کر دکھائے اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ایک سرخ خزانہ (یعنی سونے کا) اور ایک سفید خزانہ (یعنی چاندی کا)''(مسلم) 20

اسلام کے اس آخری عظیم الشان غلبہ کے بارہ میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی کچا یا پکا گھر نہیں چھوڑے گا مگر اس میں اسلام کو داخل کردے گا۔ان الٰہی وعدوں پر ہر مومن کو یقین اور ایمان ہونا چاہیے کیونکہ

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور

ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حوالہ جات

1 بخاری کتاب النکاح باب الابکار48

2 بخاری کتاب الجمعة باب اذا فتلت الدابة فی الصلاة14

3 بخاری کتاب النکاح باب الابکار48

4 بخاری کتاب الجهاد باب ماقیل فی درع النبیؐ29

5 مسلم کتاب الجنه وصفة نعیمها باب17

6 بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل30

7 تاریخ الامم والملوک جز3ص24دارالفکربیروت

8 کنزالعمال32

9 بخاری کتاب تعبیر الرؤیاباب النفخ فی المنام65

10 مسند احمد جلد 1 ص2مطبوعه مصر

11 السیرة الحلبیه جلد 2ص45 مطبوعه بیروت

12 (بخاری کتاب الجهادباب الدعاء بالجهادذوالشهادة للرجات والنساء28

13 کنزالعمال جلد10 ص22 مطبوعه حلب

14 بخاری کتاب التفسیر سورة الفتح

15 بخاری کتاب المغازی باب غزوه احد

16 بخاری کتاب المغازی باب غزوه الخندق وهی الاحزاب32

17 مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص33 دارالفکر بیروت

18 بخاری کتاب التعبیر باب رؤیا اللیل643

19 نسائی کتاب الجهاد باب غزوة الهند

20 مسلم کتاب الفتن والشرااط الساعه باب هندک هذه الامة بعضهم ببعض541

رسول اللہؐ کی صداقت شعاری

انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں سب سے اہم وصف صدق لہجہ، سچائی اور راست گفتاری ہے۔ دراصل انسان کی باطنی سچائی ہی ہے جس کا اظہار نہ صرف اس کی زبان سے بلکہ سیرت و کردار حتّٰی کہ اس کی پیشانی سے بھی جھلکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ماموروں اور فرستادوں کی سچائی کا نشان یہی صداقت شعاری کا خلق ٹھہرایا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اہل مکّہ کو یہ خطاب ہوا کہ ''انکو کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں یہ (قرآن) تم کو پڑھ کر نہ سناتا اور نہ اس سے تمہیں آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصّہ گزار چکا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (یونس آیت 17)

اس آیت میں آنحضرت ﷺ دعویٰ سے پہلے کی زندگی بحیثیت مدّعی نبوت راست گفتاری میں بطور مثال کے پیش فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ جو شخص بچپن اور جوانی میں انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ بڑھاپے کے قریب خدا پر کیسے جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ بلاشبہ مدّعیٔ نبوت کی صداقت کے لئے یہ ایک

بنیادی اور اہم دلیل ہے۔ اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پرکھا جائے تو آپؐ کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

آپؐ ہی تھے جن کو آغاز جوانی سے ہی اپنے پرائے سبھی امانت دار مانتے تھے۔ آپؐ کا نام ہی صدیق و امین پڑ گیا تھا جو بے حد سچ بولنے والے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی دعویٰ نبوت تک کھلم کھلا یہ گواہی دیتے رہے۔ اس جگہ ہم رسول کریمؐ کی صداقت کے بارے میں چند شہادتیں پیش کریں گے۔

میاں بیوی کی قربت کو قرآن شریف میں بجا طور پر ایک دوسرے کے لباس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (سورۃ البقرہ:188) پس بیوی سے بڑھ کر کون ہے جو شوہر کے زیادہ قریب ہو اور اس کے اخلاق کے بارہ میں اس سے بہتر رائے دے سکے؟

ازواج مطہراتؓ کی گواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی وحی کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ نے آپ کو جن الفاظ میں تسلی دی وہ آپ کی صداقت کی زبردست گواہی ہے۔ انہوں نے آپ کی یہ اہم صفت بھی بیان کی کہ آپ تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ (بخاری)1

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی

بھی یہی گواہی تھی کہ آپ کے اخلاق تو قرآن تھے۔اسلام اور قرآن کا بنیادی خلق تو سچائی ہی ہے۔

رشتہ داروں کی گواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت حق پہنچائیں تو کوہِ صفا پر آپؐ نے قبائل قریش کو نام لے کر بلایا۔جب وہ اکٹھے ہوئے تو ان سے پوچھا کہ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا جانو گے؟'' انہوں نے بلا تامل کہا ہاں! ہم نے کبھی بھی آپؐ سے جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا۔آپؐ تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔'' مگر جب آپ نے انہیں کلمۂ توحید کی دعوت دی تو آپ کا چچا ابولہب کہنے لگا'' تیرا برا ہو کیا تو نے اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔'' (بخاری)[2]

ابوطالب کی گواہی

ایک دفعہ قریش کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت لے کر رسول اللہؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آیا۔ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا کر سمجھایا کہ قریش کی بات مان لو۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا کہ اگر تم اس سورج سے روشن شعلۂ آگ بھی میرے پاس لے آؤ پھر بھی میرے لئے اس کام کو چھوڑ نا ممکن نہیں۔اس پر ابوطالب نے گواہی دی کہ خدا کی قسم! میں نے آج تک کبھی اپنے بھتیجے کو اس کے قول میں جھوٹا نہیں

پایا۔یعنی یہ اپنی بات کا پکا اور سچا ہے اور اس پر قائم رہے گا۔ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔(بیھقی) 3

ابو طالب کی دوسری گواہی شعب ابی طالب کے زمانہ کی ہے۔جب اس محصوری کے زمانہ میں تیسرا سال ہونے کو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ابو طالب کو اطلاع دی کہ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا اسے سوائے لفظ اللہ کے باقی کو دیمک کھا گئی ہے۔ ابو طالب کو رسول اللہ کے قول پر ایسا یقین تھا کہ انہوں پہلے اپنے بھائیوں سے کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ بات بھی لازماً سچ ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ سرداران قریش کے پاس گئے اور انہیں بھی کھل کر کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ بتایا ہے کہ تمہارے معاہدہ کو دیمک کھا گئی ہے۔اس نے مجھ سے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ بے شک تم جا کر دیکھ لو اگر تو میرا بھتیجا سچا نکلے تو تمہیں بائیکاٹ کا اپنا فیصلہ تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر وہ جھوٹا ثابت ہوتو میں اُسے تمہارے حوالے کرونگا۔ چاہوتو اسے قتل کرو اور چاہوتو زندہ رکھو۔انہوں نے کہا بالکل یہ انصاف کی بات ہے پھر جا کر دیکھا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔سوائے لفظ اللہ کے سارے معاہدہ کو دیمک جاٹ چکی تھی۔ چنانچہ قریش یہ معاہدہ ختم کرنے پر مجبور ہوگئے۔(ابن جوزی) 4

دوست کی گواہی

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ کے بچپن کے دوست تھے۔ انہوں نے جب آپ کے دعویٰ کے بارہ میں سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود کوئی دلیل نہیں چاہی کیونکہ زندگی بھر کا مشاہدہ یہی تھا کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ (بیہقی) 5

اولین معاند ابوجہل کی شہادت

سچوں کی گواہی دینے پر اپنے اور بیگانے تو کیا دشمن بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ابوجہل سے بڑھ کر کون تھا؟ مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا کہا کرتا تھا کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لے کر آیا ہے۔ (ترمذی) 6

دشمن اسلام ابوسفیان کی گواہی

آپ کا دوسرا بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ ہرقل شاہ روم نے اپنے دربار میں جب اس سے یہ سوال کیا کہ کیا تم نے اس مدعی نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس سے پہلے کوئی جھوٹ کا الزام لگایا؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ دانا ہرقل نے اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ اس نے لوگوں کے ساتھ تو کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور خدا پر

جھوٹ باندھنے لگ جائے۔(بخاری) 7

جانی دشمن نضر بن حارث کی شہادت

رسول اللہؐ کا ایک اور جانی دشمن نضر بن حارث تھا جو آپؐ کے قتل کے منصوبے میں بھی شامل تھا۔ کفار کی ایک مجلس میں جب کسی نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں محمدؐ کے بارے میں یہ مشہور کرنا چاہئے کہ یہ جھوٹا ہے تو نضر بن حارث سے رہا نہ گیا۔ وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ دیکھو محمدؐ تمہارے درمیان جوان ہوا، اس کے اخلاق پسندیدہ تھے۔ وہ تم میں سے سب سے زیادہ سچا اور امین تھا۔ پھر جب وہ ادھیڑ عمر کو پہنچا اور اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کرنے لگا تو تم نے کہا جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم! یہ بات کوئی نہیں مانے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ ہرگز جھوٹا نہیں ہے۔(ابن ھشام) 8

دشمن اسلام امیّہ بن خلف کی گواہی

اپنے جاہلیت کے دوست اور حضرت سعد بن معاذؓ انصاری سے اپنی ہلاکت کے بارے میں رسول اللہؐ کی پیشگوئی سن کر دشمن رسول امیہ بن خلف نے کہا تھا کہ خدا کی قسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب بھی بات کرتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا۔(بخاری) 9

امیہ کی بیوی کی گواہی

حضرت سعد بن معاذؓ انصاری نے اپنے جاہلیت کے دوست سردار قریش

امیہ بن خلف کی بیوی کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ اس کا خاوند امیہ ہلاک ہوگا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھی! خدا کی قسم محمد جھوٹ نہیں بولتے۔ چنانچہ جب جنگ بدر کے لئے امیہ ابوجہل کے ساتھ جانے لگا تو بیوی نے پھر کہا ''تمہیں یاد نہیں تمہارے یثربی بھائی سعد نے تمہیں کیا کہا تھا۔'' امیہ اس وجہ سے رُک گیا مگر ابوجہل باصرار اسے لے گیا چنانچہ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ثابت ہوئی۔(بخاری)10

سردار قریش عتبہ کی گواہی

قریش نے ایک دفعہ سردار عتبہ کو نمائندہ بنا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ اس نے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کو کیوں برا بھلا کہتے اور ہمارے آباء کو کیوں گمراہ قرار دیتے ہیں؟ آپ کی جو بھی خواہش ہے پوری کرتے ہیں۔آپ ان باتوں سے باز آئیں۔

حضور تحمل اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ سب کہہ چکا تو آپ نے سورہ حٰم فُصِّلَتْ کی چند آیات تلاوت کیں، جب آپؐ اس آیت پر پہنچے کہ میں تمہیں عاد وثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں تو اس پر عتبہ نے آپ کو روک دیا کہ اب بس کریں اور خوف کے مارے اُٹھ کر چل دیا۔اس نے قریش کو جا کر کہا تمہیں پتہ ہے کہ محمدؐ جب کوئی بات کہتا ہے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ آجائے جس سے وہ ڈراتا ہے۔تمام سردار یہ سن

کر خاموش ہو گئے۔(حلبیہ) 11 اُن سب سردارانِ قریش کی یہ خاموشی اپنی ذات میں اس بات کی گواہی تھی کہ بلاشبہ آپؐ راستباز و صادق ہیں۔

یہودی عالم کی گواہی

عبداللہ بن سلام مدینہ کے ایک بڑے یہودی عالم تھے۔وہ مسلمان ہونے سے پہلے کا اپنا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضورؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لوگ دھڑا دھڑ آپ کو دیکھنے گئے میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ میں آپؐ کا نورانی چہرہ دیکھ کر ہی پہچان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔(ابن ماجہ) 12

ایک انسان کی سچائی پر اپنوں، پرایوں، دوستوں اور دشمنوں سب کا اتفاق کر لینا ایسی عظیم الشان شہادت ہے جو ہمارے نبی ﷺ کی راستبازی اور سچائی کی زبردست اور روشن دلیل ہے۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب التعبیرباب اول مابدئ به رسول اللهؐ

2 بخاری کتاب التفسیر سورة لهب

3 دلائل النبوة بیهقی جلد2ص187دارالکتبه العلمیه بیروت

4 الوفاء باحوال المصطفیٰ لابن جوزی ص198بیروت

5 دلائل النبوة للبیهقی جلد2ص164دارالکتب العلمیه بیروت

6 ترمذی ابواب التفسیر سورة الانعام

7 بخاری بدء الوحی

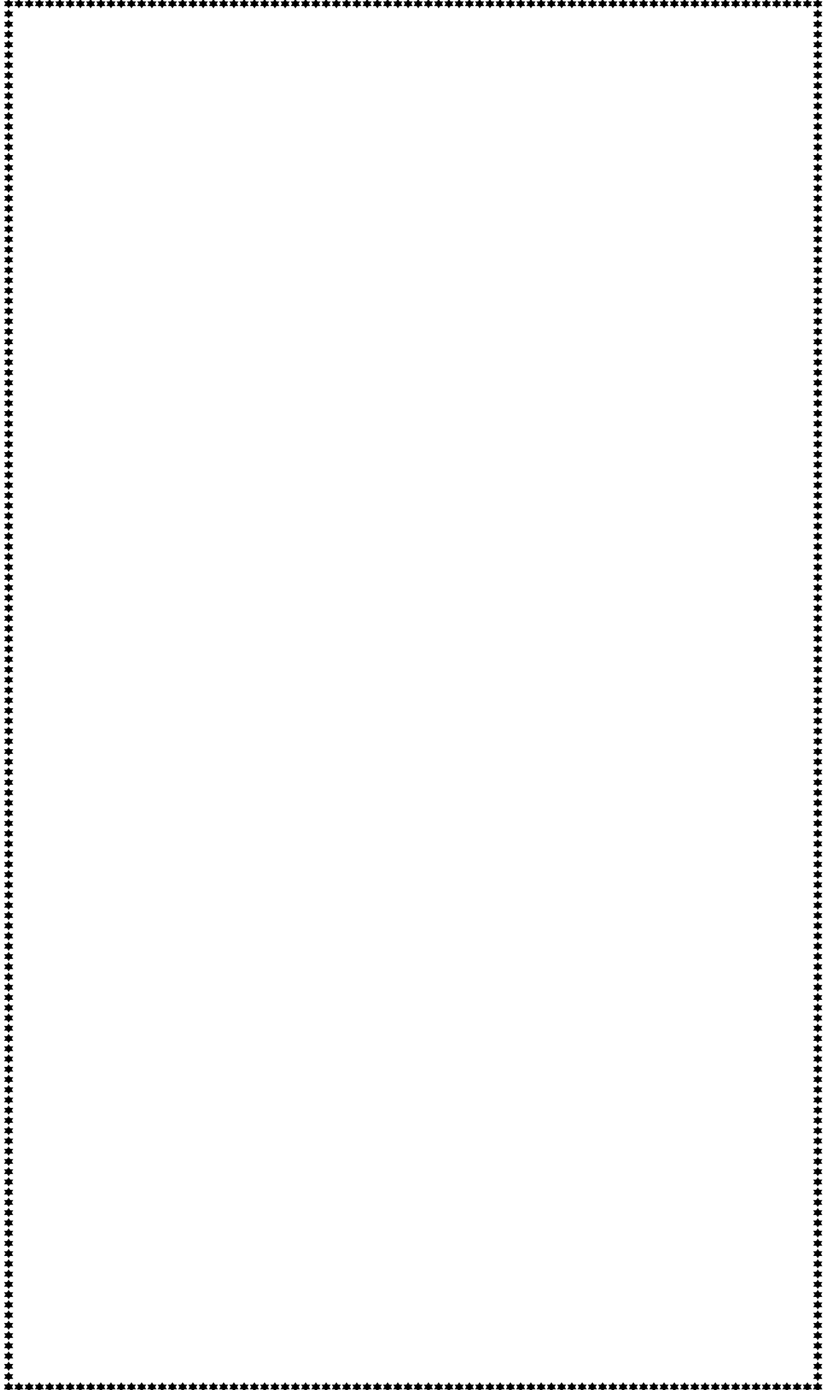
8 السیرة النبویه لابن هشام جلد1ص320مصر

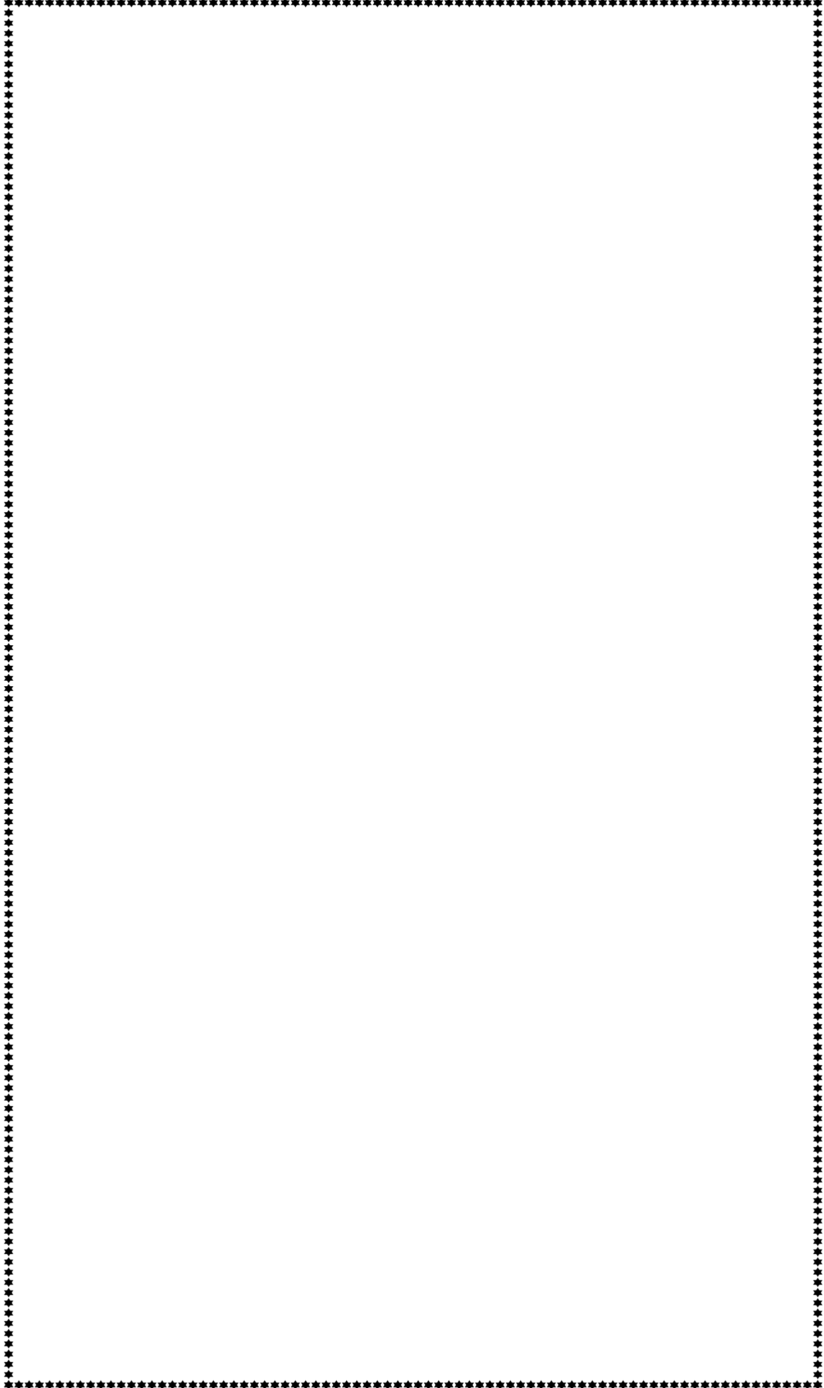
9 بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی السلام

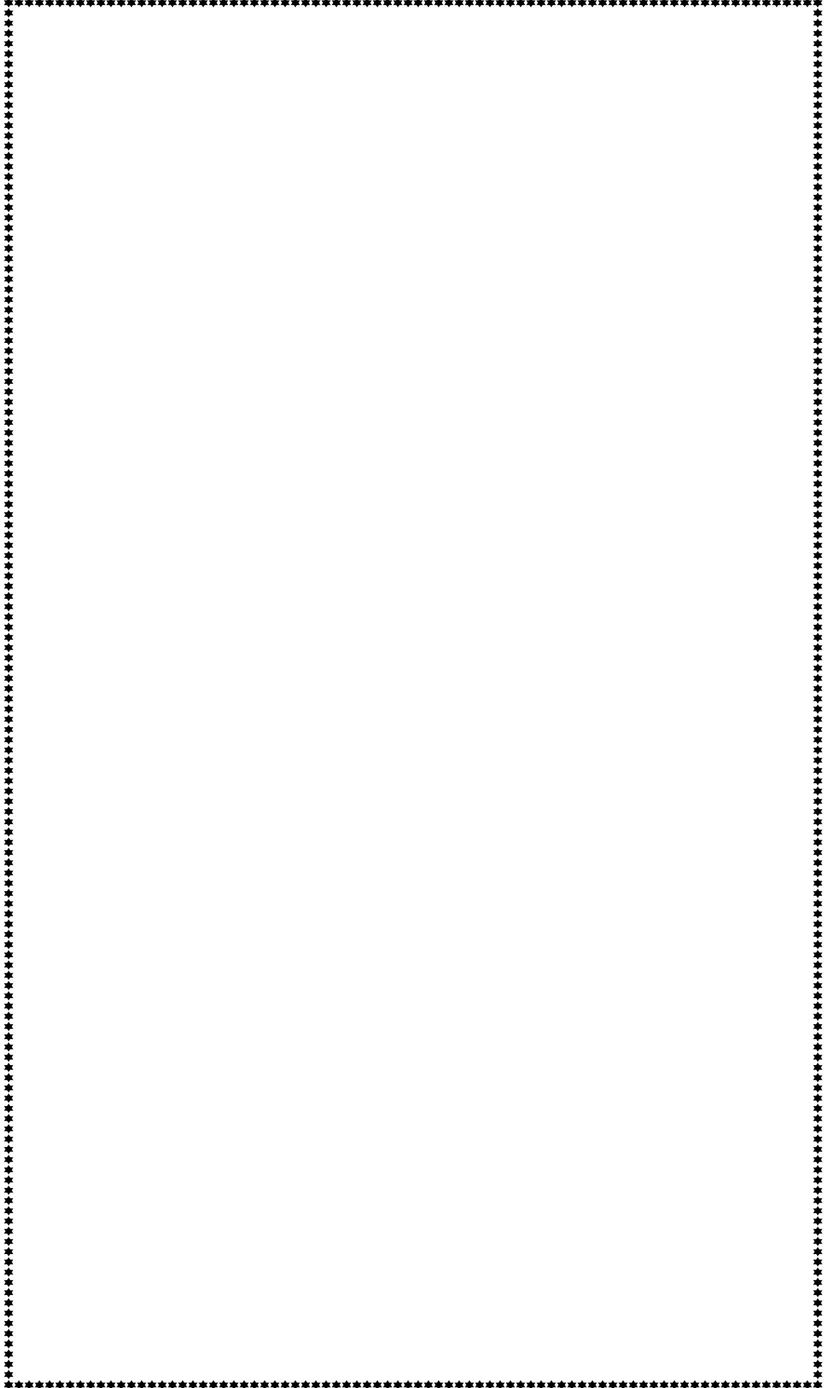
10 بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی السلام

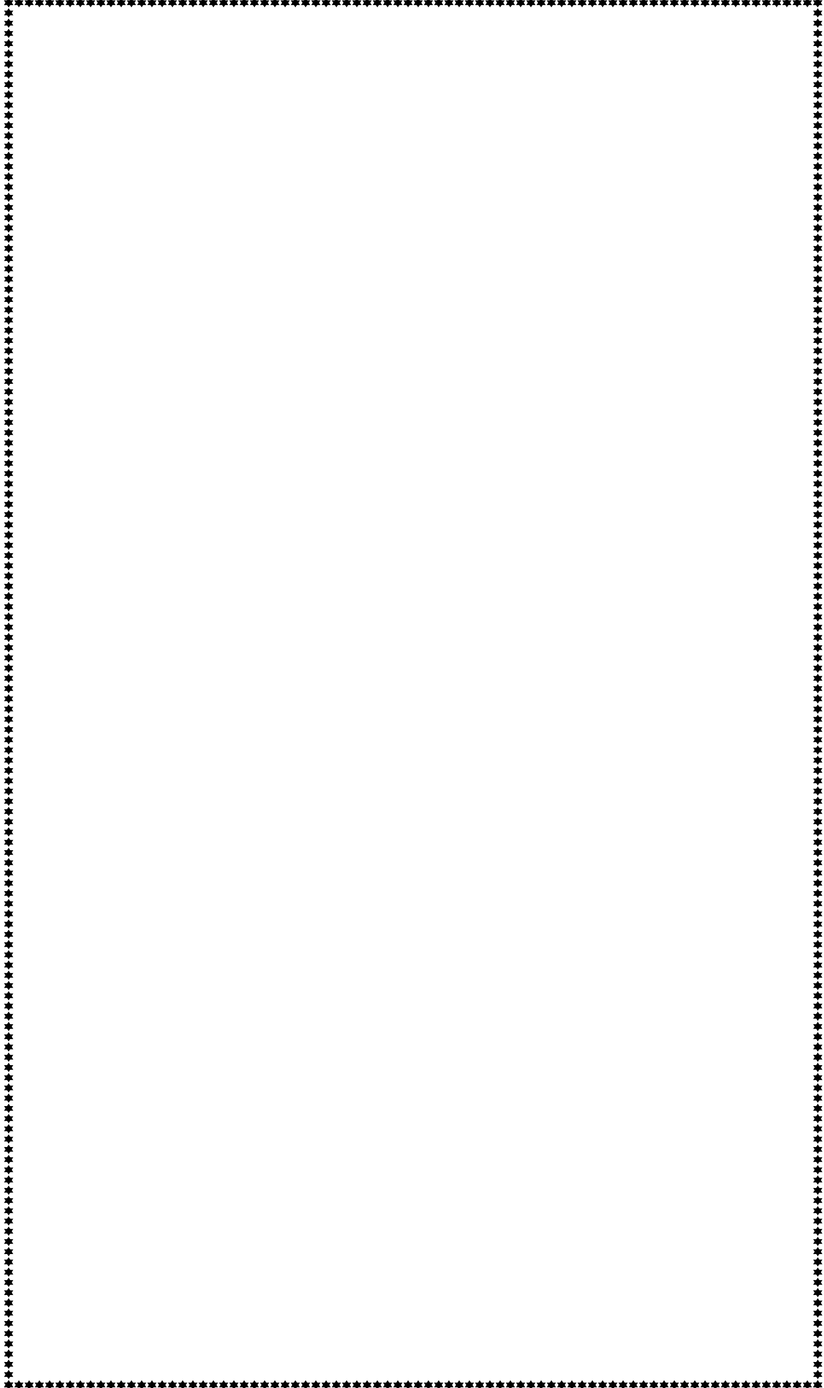
11 السیرة الحلبیه از علامه برهان الدین جلد1ص303مطبوعه بیروت

12 ابن ماجه کتاب الاطعمه باب اطعام الطعام









رسول کریمؐ کی امانت ودیانت

امانت ودیانت کی بنیاد نیک نیتی دلی سچائی اور راستبازی ہے۔ رسول کریمؐ میں یہ وصف بھی خوب نمایاں تھا۔ آپ اہل مکہ میں اس خوبی میں ایسے ممتاز تھے کہ سب آپ کو ''صدوق وامین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اپنی امانتیں آپ کے پاس بے خوف وخطر رکھتے تھے۔

قریش مکہ نبی کریمؐ کے خون کے پیاسے اور آپ کے قتل کے درپے تھے۔ مگر حضورؐ کو ہجرت مدینہ کے وقت ان کی امانتوں کی واپسی کی فکر تھی۔ چنانچہ مکہ چھوڑتے ہوئے اپنے عم زاد حضرت علیؓ کو ان خطرناک حالات کے باوجود پیچھے چھوڑا کہ وہ امانتیں ادا کر کے مدینہ آئیں۔

رسول کریمؐ کے دل میں امانت کا جس قدر احساس گہرا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا کہ اگر کوئی گری پڑی چیز مل جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کی نشانیاں بتا کر اعلان کرتے رہو پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے لوٹا دو۔ وہ کہنے لگا اگر کوئی گمشدہ اونٹ مل جائے تو اس کا کیا کریں؟ نبی کریمؐ بہت ناراض

ہوئے چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے تمہیں اس سے کیا اس اونٹ کے پاؤں ساتھ ہیں وہ درخت چرتا اور پانی پی کر زندہ رہ سکتا ہے۔تم اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ خود اس کا مالک اُسے پالے۔(بخاری) 1

حضرت سائب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عثمانؓ اور زبیرؓ مجھے اپنے ساتھ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری تعریفیں کرنے لگے۔رسول کریمؐ نے انہیں فرمایا! آپ لوگ بے شک مجھے اس کے بارے میں زیادہ نہ بتاؤ۔ یہ جاہلیت کے زمانے میں میرا ساتھی رہا ہے۔ سائب کہنے لگے ہاں یارسول اللہؐ! آپؐ کتنے اچھے ساتھی تھے۔آپؐ نے فرمایاہاں اے سائب دیکھنا جاہلیت میں تمہارے اخلاق بہت نیک تھے۔اسلام میں بھی وہ قائم رکھنا۔مثلاً مہمان نوازی،یتیم کی عزت اور ہمسائے سے نیک سلوک وغیرہ پر خاص توجہ دینا۔

دوسری روایت میں ہے کہ سائبؓ آنحضرتؐ کے ساتھ تجارت میں شریک رہے۔فتح مکہ کے دن سائب نے یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے کبھی جھگڑا نہیں کیا۔(احمد) 2

غزوۂ خیبر کے محاصرہ کے وقت بھوک اور فاقے کے ایام میں مسلمانوں کی امانت کا ایک کڑا امتحان ہوا۔ہوا یوں کہ یہود کے ایک حبشی چرواہے نے اسلام قبول کرلیا اور سوال پیدا ہوا کہ اس کے سپرد یہود کی بکریوں کا کیا کیا جائے۔نبی کریمؐ نے ہر حال میں امانت کی حفاظت کرنے کا فیصلہ فرمایا۔آپؐ نے

اپنے صحابہ کی بھوک اور فاقہ کی قربانی دیدی مگر کیا مجال کہ آپ کی امانت میں کوئی فرق آیا ہو حالانکہ یہ بکریاں دشمن کے طویل محاصرہ میں تو مہینوں کی خوراک بن سکتی تھیں۔ مگر آپؐ نے کس شان استغناء سے فرمایا کہ بکریوں کا منہ قلعے کی طرف کر کے ان کو ہانک دو۔ خدا تعالیٰ ان کو ان کے مالک کے پاس پہنچا دے گا۔ نومسلم غلام نے ایسا ہی کیا اور بکریاں قلعے کے پاس پہنچ گئیں جہاں سے قلعے والوں نے ان کو اندر داخل کر لیا۔ سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ جنگ میں بھی جہاں سب کچھ جائز سمجھا جاتا ہے کس شدت سے امانت کے اصول پر عمل کرتے اور کرواتے تھے۔ (ابن ھشام) 3

لڑنے والوں کے مال آج بھی میدان جنگ میں حلال سمجھے جاتے ہیں۔ کیا آج کل کے مہذب زمانہ میں کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ دوران جنگ دشمن کے جانور اور مال و اسباب ہاتھ آ گئے ہوں اور ان کو دشمن فوج کی طرف سے واپس کر دیا گیا ہو۔ نہیں نہیں! آج کی دنیا میں عام حالات میں بھی دشمن کے مال کی حفاظت تو درکنار، اسے لوٹنا جائز سمجھا جاتا ہے۔ مگر قربان جائیں دیانتداروں کے اس سردار پر کہ دشمن کا وہ مال جو ایک طرف فاقہ کش اور بھوک کے شکار مسلمانوں کی مہنیوں کی غذا بن سکتا تھا، دوسری طرف دشمن اس سے اپنا محاصرہ لمبا کھینچ کر مسلمانوں کو پسپائی پر مجبور کر سکتا تھا۔ ان سب باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور امانت مالکوں کے سپرد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظة

2 مسند احمد جلد3ص425بیروت

3 السیرة النبویه لابن هشام جلد4ص42

رسول کریمؐ کا ایفائے عہد

قرآن شریف میں عہد پورا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے فرمایا عہد پورا کرو کہ عہد کے بارہ میں پرسش ہوگی۔(سورۃ الاسراء:35)

رسول کریمؐ نے فرمایا جو شخص بغیر کسی جائز وجہ کے کسی معاہدہ کرنے والے کو قتل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔(ابوداؤد)1

نبی کریمؐ آغاز سے ہی امانت و دیانت اور ایفائے عہد کا بہت خیال رکھتے تھے۔آپؐ نے پابندیٔ عہد میں بھی بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے۔

بعثت سے قبل

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ کہتے ہیں کہ میں نے زمانۂ بعثت سے قبل نبی کریمؐ سے ایک سودا کیا۔ان کا کچھ واجب الادا حصہ میرے ذمہ رہ گیا۔میں نے آپ سے طے کیا کہ فلاں وقت اسی جگہ آکر میں آپ کو ادائیگی کروں گا مگر میں واپس جا کر وعدہ بھول گیا۔تین روز بعد مجھے یاد آیا تو میں مقررہ جگہ حاضر ہوا۔کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریمؐ اپنی جگہ موجود تھے۔آپ فرمانے لگے اے نوجوان!تم نے

ہمیں سخت مشکل میں ڈالا۔ میں تین روز سے یہاں (اس وقت) تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔(ابوداؤد) 2

مکی دور میں بعثت سے قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاہدہ حلف الفضول میں شریک ہوئے تھے جس کا بنیادی مقصد مظلوموں کی امداد تھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اس معاہدہ میں شرکت کی خوشی مجھے اونٹوں کی دولت سے بڑھ کر ہے اور اسلام کے بعد بھی مجھے اس معاہدہ کا واسطہ دیکر مدد کے لئے بلایا جائے تو میں ضرور مدد کروں گا۔(ابن ھشام) 3

بعثت نبویؐ کے بعد

دعوئ نبوت کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک اجنبی ''الاراشی'' کا حق سردار مکّہ ابوجہل نے دبا لیا۔ اُس شخص نے آنخضرتؐ سے آکر مدد مانگی۔ حضورؐ اُس کے ساتھ ہو لئے اور معاہدہ حلف الفضول کی پابندی کرتے ہوئے اپنے سخت معاند ابوجہل کے دروازے پر جا کر اُس مظلوم اجنبی کے حق کا تقاضا کیا۔ پھر وہاں سے ہلے نہیں جب تک کہ اُس کا حق اُسے دلوا نہیں دیا۔(ابن ھشام) 4

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے بدر میں شامل ہونے میں یہ روک ہوئی کہ میں اور ابوسہلؓ بدر کے موقع پر نکلے۔ ہمیں کفارِ قریش نے پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا تم محمدؐ کے پاس جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں ہم تو مدینہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا کہ ہم جا کر رسول اللہؐ کے ساتھ لڑائی میں

شامل نہیں ہونگے بلکہ سیدھے مدینہ چلے جائیں گے۔ ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔آپؐ نے فرمایا جاؤ اور اپنا عہد پورا کرو ہم دشمن کے مقابل پر دعا سے مدد چاہیں گے۔(مسلم) 5

شہنشاہِ روم ھرقل نے رسول اللہؐ کا تبلیغی خط ملنے پر اپنے دربار میں سردار قریش ابوسفیان کو بلا کر جب بغرض تحقیق کچھ سوالات کئے تو یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا اس مدّعیٔ رسالت نے کبھی کوئی بدعہدی بھی کی ہے؟

ابوسفیان رسول اللہؐ کا جانی دشمن تھا مگر پھر بھی اسے ھرقل کے سامنے تسلیم کرنا پڑا کہ '' آج تک اس نے ہم سے کوئی بدعہدی نہیں کی۔ البتہ آجکل ہمارا اس سے ایک معاہدہ (حدیبیہ) چل رہاہے دیکھیں وہ کیا کرتا ہے۔''

ابوسفیان کہتا تھا کہ میں ھرقل کے سامنے اس سے زیادہ اپنی طرف سے کوئی بات اپنی گفتگو میں حضورؐ کے خلاف داخل نہ کرسکا تھا۔(بخاری) 6

خدا کی تقدیر دیکھئے کہ رسول کریمؐ نے معاہدۂ حدیبیہ کی ایک ایک شق پر عمل کر کے دکھایا۔معاہدہ توڑنے کے مرتکب بھی پہلے قریش ہی ہوئے اور پھر عہد شکنی کا انجام بھی ان کو بھگتنا پڑا۔ جب کہ رسول کریمؐ نے ایفائے عہد کی برکات سے حصہ پایا اور سب سے بڑی برکت فتح مکہ اُن کو عطا ہوئی۔

معاہدہ کی ایک شک یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مدینے جائے گا تو اسے واپس اہل مکہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔اس شق پر مسلمانوں نے تکمیل معاہدہ

سے بھی پہلے عمل کر دکھایا اور نمائندہ قریش سہیل بن عمرو کے مکہ سے بھاگ کر آنے والے مسلمان بیٹے ابو جندل کو دوبارہ اس کے باپ کے سپرد کر دیا گیا جس نے اسے پھر اذیت ناک قید میں ڈال دیا۔

معاہدہ کے بعد بھی بعض مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے تو رسول کریمؐ نے معاہدہ کے مطابق انہیں مکے واپس بھجوا دیا۔ مگر یہ شرط خود مکے والوں کے لئے وبالِ جان بن گئی کیونکہ ایک بہادر مسلمان ابو بصیر کو مدینہ سے جو مشرک پکڑ کر دوبارہ مکے لے جا رہے تھے، راستہ میں وہ ان کو قتل کر کے، رہائی پانے میں کامیاب ہو گیا پھر ابو بصیر نے واپس مدینہ آنے کی بجائے ساحل سمندر کے قریب اپنا اڈا بنا لیا جہاں دیگر مسلمان بھی مکے سے آ کر اکٹھے ہونے لگے اور ایک جمعیت بن کر اہل مکہ کے لئے خطرہ بن گئے۔ جس پر مکہ والے خود یہ شرط چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

صلح حدیبیہ میں قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو نے مسلمانوں کے ساتھ آئندہ دس سال کے لئے معاہدہ امن طے کیا تھا، جس کے مطابق بنو بکر قریش کے حلیف بنے تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے۔ کسی کے حلیف پر حملہ خود اس پر حملہ تصور کیا جاتا ہے۔

حلیف سے ایفاء اور امداد

صلح کے زمانے میں مسلمانوں کی غیر معمولی کامیابیاں دیکھ کر قریش نے

معاہدہ امن توڑنا چاہا اور قریش مکہ کے ایک گروہ نے اپنے حلیف بنوبکر سے ساز باز کر کے ایک تاریک رات میں مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔خزاعہ نے حرم کعبہ میں پناہ لی لیکن پھر بھی ان کے تیئس آدمی نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔خود سردار قریش ابوسفیان کو پتہ چلا تو اس نے اس واقعہ کو اپنے آدمیوں کی شرانگیزی قرار دیا اور کہا اب محمدؐ ہم پر ضرور حملہ کریں گے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی اسی صبح کر دی۔آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو یہ واقعہ بتا کر فرمایا کہ منشاالٰہی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قریش کی اس بدعہدی کا ہمارے حق میں کوئی بہتر نتیجہ ظاہر ہو۔پھر تین روز بعد قبیلہ بنوخزاعہ کا چالیس شتر سواروں کا ایک وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بنوبکر اور قریش نے مل کر بدعہدی کرتے ہوئے شب خون مار کر ہمارا قتل عام کیا ہے۔اب معاہدۂ حدیبیہ کی رو سے آپؐ کا فرض ہے کہ ہماری مدد کریں۔بنوخزاعہ کے نمائندہ عمرو بن سالم نے اپنا حال زار بیان کر کے خدا کی ذات کا واسطہ دیکر ایفائے عہد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌا مُحَمَّدًا

حَلْفَ اَبِیْنَا وَ اَبِیْہِ الْاَ تُلَدَا

یعنی اے میرے رب!مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا واسطہ دے کر مدد کے لئے پکارتا ہوں اور اپنے آباء اور اسکے آباء کے پرانے حلف کا واسطہ دے کر

عہد پورا کرنے کا خواستگار ہوں۔

خزاعہ کی مظلومیت کا حال سن کر رحمتہ العالمین ﷺ کا دل بھر آیا۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ آپؐ نے ایفائے عہد کے جذبہ سے سرشار ہو کر فرمایا۔ اے بنو خزاعہ! یقیناً یقیناً تمہاری مدد کی جائے گی۔ اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو خدا میری مدد نہ کرے۔ تم محمد ﷺ کو عہد پورا کرنے والا اور باوفا پاؤ گے۔ تم دیکھو گے کہ جس طرح میں اپنی جان اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتا ہوں اسی طرح تمہاری حفاظت کروں گا۔ (ابن ھشام) 7

ادھر ابوسفیان اس معاہدہ شکنی کے نتیجے سے بچنے کیلئے بہت جلد اس یقین کے ساتھ مدینے پہنچا کہ محمد ﷺ کو اس بدعہدی کی خبر نہ ہوگی۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے آنحضرت ﷺ سے بات کی کہ دراصل صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود ہی نہیں تھا۔ آپؐ میرے ساتھ اس معاہدہ کی ازسرنو تجدید کرلیں۔ آنحضرتؐ نے کمال حکمت عملی سے پوچھا کہ کیا کوئی فریق معاہدہ توڑ بیٹھا ہے؟ ابوسفیان گھبرا کر کہنے لگا ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ رسول کریمؐ نے جواب دیا تو پھر ہم سابقہ معاہدے پر قائم ہیں

چنانچہ نبی کریمؐ نے بنو بکر کے ساتھ کیا گیا عہد پورا فرمایا اور دس ہزار قدوسیوں کو ساتھ لے کر ان پر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی شاندار فتح عطا فرمائی۔ (الحلبیہ) 8

سراقہ سے ایفاء عہد

ہجرت مدینہ کے سفر میں سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں رسول اللہؐ کا پیچھا کرنے والے سراقہ بن مالک کی روایت ہے کہ جب میں تعاقب کرتے کرتے رسول کریمؐ کے قریب پہنچا تو میرا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا کر گر جاتا رہا تب میں نے آواز دے کر حضورؐ کو بلایا اور حضورؐ کے ارشاد پر ابوبکرؓ نے مجھ سے پوچھا آپ ہم سے کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا آپ مجھے امن کی تحریر لکھ دیں، انہوں نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر وہ تحریر لکھ دی اور میں واپس لوٹ آیا۔ فتح مکہ کے بعد جب حضورؐ جنگ حنین سے فارغ ہو کر جعّرانہ میں تھے میں حضورؐ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا، حضورؐ انصار کے ایک گھوڑ سوار دستے کے حفاظتی حصار میں تھے، وہ مجھے پیچھے ہٹاتے اور کہتے تھے کہ تمہیں کیا کام ہے؟ حضورؐ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے وہی تحریر رسول اللہؐ کو دکھائی اور کہا میں سراقہ ہوں اور یہ آپؐ کی تحریر امن ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا آج کا دن عہد پورا کرنے اور احسان کا دن ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا سراقہ کو میرے قریب کیا جائے۔ میں آپؐ کے قریب ہوا اور بالآخر آپؐ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا۔ (ابن ھشام) 9

رسول کریمؐ نے مسلمان عورت کے عہد کا بھی پاس کیا ہے۔ امّ ھانیؓ بنت ابی طالب نے فتح مکہ کے موقع پر رسول کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ

انہوں نے اپنے سسرال کے بعض مشرک لوگوں کو پناہ دی ہے۔ حالانکہ حضرت علیؓ اس کے خلاف تھے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا اے ام ہانیؓ! جسے تم نے امان دیدی اسے ہم نے امان دی۔ (ابوداؤد) 11

ابورافع قبطیؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اللہؐ کی خدمت میں سفیر بنا کر بھجوایا۔ رسول کریمؐ کو دیکھ کر میرے دل میں اسلام کی سچائی گھر کر گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں قریش کی طرف لوٹ کر واپس نہیں جانا چاہتا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی سفیر کو روکتا ہوں۔ آپ اس وقت بہر حال واپس جاؤ پھر اگر بعد میں یہی ارادہ ہو کہ اسلام قبول کرنا ہے تو وہاں جا کر واپس آجانا۔ چنانچہ یہ قریش کے پاس لوٹ کر گئے اور بعد میں آکر اسلام قبول کیا۔ (ابوداؤد) 12

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پابندئ عہد میں بھی ایک مثالی نمونہ پیش فرمایا ہے۔

حوالہ جات

1 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الوفاء بالعهد

2 ابوداؤد کتاب الادب باب فی العدة:4344

3 السیرة النبویه لابن هشام جز1ص142-141مصطفی البابیالحلبی مصر

4 السیرة النبویه لابن هشام جلد2ص124-123 دارالفکربیروت

5 مسلم کتاب الجهاد باب الوفاء بالعهد

6 بخاری بدء الوحی

7 السیرة النبویه لابن هشام جلد4ص86مطبوعه بیروت

8 السیرة الحلبیه جز3ص83تا 85 مکتبه داراحیا التراث العربی بیروت

9 السیرة النبویه لابن هشام جز2ص34,35 مکتبه المصطفی البابی الحلبی

10 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی امان المرءة

11 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الامام یستجن به فی العهود

رسول کریمؐ کی صلہ رحمی

صلہ رحمی یعنی خونی رشتہ داروں سے حسن سلوک بھی ایک اعلیٰ درجہ کا خلق ہے۔ کہتے ہیں اول خویش بعد درویش۔ اگر قریبی عزیزوں سے ہی احسان کا تعلق نہیں تو ایسے شخص سے عام بنی نوع انسان سے حسن سلوک کی توقع نہیں کی جاسکتی جس کی تعلیم قرآن شریف نے دی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں عدل، احسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسری جگہ صلہ رحمی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کے نام کے ساتھ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحمی رشتوں کے حق بھی ادا کرو۔'' (سورۃ النساء:2)

نبی کریمؐ نے بھی صلہ رحمی کی بہت تاکید کی آپؐ نے فرمایا کہ 'رِحم' کا لفظ جس سے رحمی رشتے وجود میں آتے ہیں دراصل اللہ کی صفت ''رحمان'' سے نکلا ہے۔ اگر کوئی شخص ان رشتوں کا خیال نہیں رکھتا اور قطع رحمی کا مرتکب ہوتا ہے تو رحمان خدا اس سے اپنا تعلق کاٹ لیتا ہے، جو ان رشتوں کے حق ادا کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اس سے اپنا تعلق جوڑتا ہے۔(بخاری) 1

اس ارشاد نبویؐ میں یہ خوبصورت پیغام مضمر ہے کہ رحمی رشتوں کا لحاظ رکھنے والوں کے حق میں خدا کی صفت رحمانیت (بن مانگے عطا کرنا) پوری شان سے جلوہ گر ہوتی ہے۔اس لئے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے مال اور عمر میں برکت عطا کی جاتی ہے۔نیز فرمایا کہ رحمی رشتوں کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(بخاری) 2

رسول کریمؐ نے صلہ رحمی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ''صلہ رحمی یہ نہیں کہ رشتہ داروں کے حسن سلوک کا بدلہ دیا جائے۔اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ رشتہ توڑنے والے سے جوڑنے کی کوشش کرے۔''(بخاری) 3

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں۔میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ توڑتے ہیں۔میں احسان کرتا ہوں وہ بدسلوکی کرتے ہیں۔میرے نرمی اور حلم کے سلوک کا جواب وہ زیادتی اور جہالت سے دیتے ہیں۔نبی کریمؐ نے فرمایا اگر وہ ایسا ہی کرتے ہیں جیسا تم نے بیان کیا تو تم گویا ان کے منہ پر خاک ڈال رہے ہو یعنی ان پر احسان کر کے ان کو ایسا شرمسار کر کے رکھ دیا ہے کہ وہ منہ دکھانے کے نہیں رہے۔اور اللہ کی طرف سے تمہارے لئے ایک مددگار فرشتہ اس وقت تک مقرر رہے گا جب تک تم اپنے حسن سلوک کے اس نمونہ پر قائم رہو گے۔(احمد) 4

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ میری مشرک والدہ میرے لئے اداس ہو کر محبت سے ملنے مدینہ آئیں۔ میں نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ کیا میں ان کے مشرک ہونے کے باوجود ان سے حسن سلوک کروں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کیوں نہیں آخر وہ تمہاری ماں ہے۔ ضرور ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (بخاری) 5

رسول کریمؐ کا اپنا نمونہ صلہ رحمی میں یہی تھا۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے موقع پر یہ گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ (بخاری) 6

رسول کریمؐ کے اکثر رحمی رشتہ داروں نے دعویٰ نبوت پر آپ کی مخالفت کی، مگر آپؐ فرماتے تھے کہ بے شک قریش کی فلاں شاخ میرے دوست نہیں رہے، دشمن ہو گئے ہیں مگر آخر میرا اُن سے ایک خونی رشتہ ہے، میں اس رحمی تعلق کے حقوق بہرحال ادا کرتا رہوں گا۔ (بخاری) 7

چنانچہ جب بھی اہل مکہ کو رسول اللہؐ کی مدد کی ضرورت ہوئی آپؐ نے ان سے احسان کا سلوک فرمایا۔ مکے میں قحط پڑا اور وہ رحمی رشتہ کا واسطہ لے کر آئے تو آپ نے نہ صرف بارش کے لئے دعا کی جس سے قحط دور ہو گیا بلکہ مدینہ سے فوری امداد بھی بھجوائی۔ (بخاری) 8

فتح مکہ کے سفر میں جمعہ مقام پر رسول کریمؐ کا چچا (ابو سفیان) ابن حارث عفو کا طالب ہو کر آیا۔ یہ حضورؐ کے بچپن کا ہم عمر ساتھی تھا مگر دعویٰ نبوت کے

بعد آپ کا سخت دشمن ہوگیا۔آپ کو بہت اذیتیں دیں اور کہا کہ میں تو اس وقت ایمان لاؤں گا جب میرے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر جاؤ اور فرشتوں کے جلو میں کوئی صحیفہ اتار لاؤ جو اس پر گواہ ہوں۔اسی پر بس نہیں۔یہ شخص آنحضورؐ کے خلاف بیس برس تک گندے اشعار بھی کہتا رہا۔حضرت ام سلمہؓ نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں ان کی معافی کی سفارش کی۔ پہلے تو حضورؐ نے اعراض کیا مگر جب ابن الحارثؓ کا یہ پیغام پہنچا کہ وہ بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گا تو آپؐ کا دل بھر آیا۔آپ نے اُسے ملاقات کی اجازت دی اور معاف فرما دیا۔اس موقع پر ابوسفیان بن حارث نے کچھ اشعار کہے جن میں ایک شعر یہ بھی تھا کہ

هَدَانِیُ هَادٍ غَیْرُ نَفْسِیُ وَنَالَنِیُ
مَعَ اللّٰهِ مَنْ طَرَدْتُّ کُلَّ مُطَرَّدٍ

یعنی اللہ نے مجھے اس پاک وجود کے ذریعہ ہدایت نصیب فرمائی جسے میں نے دھتکار کر رد کر دیا تھا اور دشمنی میں اس کا پیچھا کیا تھا۔

رسول کریمؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور بڑے درد سے فرمایا ’’تم نے ہی مجھے دھتکارا تھا نا اور بچپن کی دوستی کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔‘‘ (ابن ھشام) 9

سردار مکہ ابوسفیان کا نسب چوتھی پشت میں جا کر رسول اللہؐ سے ملتا ہے۔ یہ ساری عمر آپ سے جنگیں کرتا رہا۔ابوسفیان کو حضرت عباسؓ فتح مکہ کے موقع پر پکڑ لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کے قتل کی اجازت چاہی۔حضرت عباسؓ نے عرض

کیا میں نے اسے پناہ دی ہے۔حضورؐ نے فرمایا عباسؓ اسے ساتھ لے جاؤ صبح لے آنا۔صبح حضورؐ نے ابوسفیان سے پوچھا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہو ۔ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔آپؐ کتنے کریم اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔اگر کوئی اور معبود ہوتا تو آج ہمارے کام نہ آتا۔پھر کہا البتہ رسالت کے بارے میں کچھ شبہ ہے مگر رسول اللہؐ نے نہ صرف ابوسفیانؓ کی معافی کا اعلان کیا بلکہ اس کے گھر میں داخل ہوجانے والے کیلئے بھی معافی کا اعلان عام کروادیا۔

مکّہ کے دوسرے سردار عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیمؓ مسلمان ہوگئی۔خود عکرمہ تو بھاگ گیا لیکن اس کی بیوی رسول اللہؐ سے پروانہ امان لے کر عکرمہ کو واپس لائی۔عکرمہ نے حضورؐ کے دربار میں حاضر ہوکر تصدیق چاہی اور جب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہاں میں نے تمہیں اپنے دین پر رہتے ہوئے امان دی ہے تو عکرمہ بے اختیار کہہ اُٹھا کہ یارسول اللہ! آپ کتنے کریم اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔(الحلبیہ) 10

ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے رسول کریمؐ کو دودھ پلایا تھا۔آنحضورؐ اپنی اس رضاعی والدہ سے صلہ رحمی کی خاطر اسے پوشاک بھجوایا کرتے اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کے اقارب سے اس کا حال پچھواتے۔

مسطح بن اثاثہ حضرت ابوبکرؓ کا بھانجا تھا۔وہ بھی غلط فہمی میں

حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والوں میں شامل ہوگیا۔حضرت ابوبکرؓ نے اس کا امدادی وظیفہ روک دیا،جس پر قرآن کی یہ آیت اُتری کہ تم میں سے اہل فضل اور وسعت رکھنے والوں کو ہرگز قسم نہ کھانی چاہیے کہ وہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں دیں گے بلکہ انہیں عفو اور درگذر سے کام لینا چاہیے۔(ترمذی)11

حوالہ جات

1 بخاری کتاب الادب باب من وصل وصله الله

2 بخاری کتاب الادب باب اثم القاطع

3 بخاری کتاب الادب باب تبل الرحم ببلالها

4 مسند احمد جلد2ص300مطبوعه بیروت

5 بخاری کتاب الادب باب صلة الوالد المشرک

6 بخاری بدء الوحی

7 بخاری کتاب الادب باب تبل الرحم ببلالها

8 بخاری کتاب التفسیر سورة الروم والدخان

9 السیرة النبویه لابن هشام جلد4ص88,89

10 السیرة الحلبیه جلد4ص92بیروت

11 ترمذی کتاب التفسیر باب من سورة النور

رسول کریمؐ کی ہمدردی خلق

قرآن شریف میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا سرداراورآپؐ کی امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔اس بلند مقام اور منصب کا سب سے بڑا تقاضا خدمت ہے۔چنانچہ فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ آل عمران:111) کہ اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کی گئی ہے۔گویا خدمت خلق کے نتیجہ میں مسلمان واقعی طور پر اپنا بہترین ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔تبھی تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ کہ قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے۔اور عمر بھر اس اصول کی ایسی لاج رکھی کہ بنی نوع کی خدمت کر کے کل عالم کا سردار ہونا ثابت کر دکھایا۔

آنحضورؐ فرماتے تھے کہ دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔آپؐ سے پوچھا گیا کسی چیز کی خیر خواہی؟ آپؐ نے فرمایا اللہ، اس کی کتاب ،اسکے رسول ،مسلمان ائمہ اوران کےعوام الناس کی خیر خواہی۔(مسلم)[1]

آپؐ نے اپنی جامع خوبصورت تعلیم کے ذریعہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہ کی کہ ہر انسان کی جان، مال اور عزت کی حرمت قائم

فرما دی۔(بخاری)2

آپؐ فرماتے تھے مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(بخاری)3 اور مومن وہ ہے جن سے دوسرے تمام انسان امن میں رہیں۔(احمد)4

رسول کریمؐ آغاز سے ہی مخلوق خدا سے محبت رکھتے اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔مکی دور میں بعثت سے قبل آپؐ معاہدہ حلف الفضول میں شریک ہوئے تھے جس کا بنیادی مقصد مظلوموں کی امداد تھا۔آپؐ فرماتے تھے کہ اس معاہدہ میں شرکت کی خوشی مجھے اونٹوں کی دولت سے بڑھ کر ہے اور اسلام کے بعد بھی مجھے اس معاہدہ کا واسطہ دیکر مدد کے لئے بلایا جائے تو میں ضرور مدد کروں گا۔(ابن ھشام)5

حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی پر رسول کریمؐ کے اخلاق پر جو گواہی دی وہ آپؐ کی ہمدردی خلق سے عبارت ہے۔

وَاللّٰہِ لَایُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِی الضَّیْفَ وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری)6

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا آپؐ تو رشتہ داروں کے حق ادا کرتے ہیں،غریبوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں،دنیا سے ناپید اخلاق اور نیکیاں

قائم کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے اور حقیقی مصائب میں مدد کرتے ہیں۔

ابوجہل کے خلاف مظلوم کی امداد

رسول کریمؐ جابر دشمن کے مقابل پر بھی مظلوم کی مدد کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ایک اجنبی ’’الاراشی‘‘ سے ابوجہل نے اونٹ خریدااور قیمت کی ادائیگی میں پس و پیش کرنے لگا۔اراشی قریش کے مجمع میں آکر مدد کا طالب ہوا اور کہا کہ میں اجنبی مسافر ہوں۔کوئی ہے جو ابوجہل سے مجھے میرا حق دلائے؟ وہ میرے مال پر قابض ہے۔سردارانِ قریش نے ازراہ تمسخر رسول کریمؐ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ شخص تمہیں ابوجہل سے حق دلا سکتا ہے۔اراشی رسول اللہؐ کے پاس جاکر دعائیں دیتے ہوئے کہنے لگا کہ آپؐ ابوجہل کے خلاف میری مدد کریں۔رسول کریمؐ اس کے ساتھ چل پڑے۔سردارانِ قریش نے اپنا ایک آدمی پیچھے بھجوایا تا کہ دیکھے ابوجہل کیا جواب دیتا ہے۔رسول کریمؐ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اس نے پوچھا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں محمدؐ ہوں۔آپ باہر آؤ۔آپؐ کو دیکھ کر ابوجہل کا رنگ فق ہوگیا آپؐ نے فرمایا! اس شخص کا حق اسے دیدو۔ابوجہل نے کہا اچھا۔آپؐ نے فرمایا! میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا جب تک اس کا حق ادا نہ ہوجائے۔ابوجہل اندر گیا اور اس شخص کی رقم لاکر اسے دیدی۔تب آپؐ واپس تشریف لائے۔ادھر اراشی نے

واپس آ کر سردارانِ قریش کی مجلس میں کہا کہ اللہ محمدؐ کو جزائے خیر دے اس نے مجھے میرا مال دلوا دیا ہے۔ اتنے میں قریش کا بھجوایا ہوا آدمی بھی آ گیا اور کہنے لگا آج میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا ہے کہ ادھر محمدؐ نے ابوجہل کو اراشی کا حق دینے کو کہا اور ادھر اُس نے فوراً رقم لا کر ادا کر دی۔ تھوڑی دیر میں ابوجہل بھی آ گیا۔ سب اس سے پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ ابوجہل نے کہا کہ جونہی میں نے محمدؐ کی آواز سنی، مجھ پر سخت رعب طاری ہو گیا۔ جب باہر آیا تھا تو دیکھا کہ محمدؐ کے سر کے پاس خونخوار اُونٹ ہے۔ اگر میں انکار کرتا تو وہ اُونٹ مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔ (ابن ھشام) 7

امت کے لئے درد

رسول کریمؐ کے دل میں اپنی اُمت کے لئے بہت درد تھا۔ عباس بن مرداس السلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوادع میں عرفات کی شام اپنی اُمت کے لئے بخشش کی دعا کی۔ آپؐ کو جواب ملا کہ میں نے تیری امت کو بخشش دیا سوائے ظالم کے۔ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائیگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے میرے رب! اگر تو چاہے تو (یہ بھی تو کر سکتا ہے کہ) مظلوم کو (مظلومیت کے بدلہ میں) جنت دیدے۔ ظالم کو (اسکا ظلم) بخش دے۔ اس شام تو آپؐ کو اس دعا کا کوئی جواب نہ ملا مگر مزدلفہ میں صبح کے وقت آپؐ نے پھر یہ دعا کی تو آپؐ کی دعا شرف قبول پا گئی۔ اس پر رسول اللہؐ

(خوش ہوکر) مسکرانے لگے۔حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ کس بات پر مسکرائے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمیشہ (خوش وخرم) ہنستا مسکراتا ہی رکھے۔آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ پتہ چلا کہ اللہ نے میری دعا سن لی ہے اور میری امت کو بخش دیا ہے تو مٹی لیکر اپنے سر میں ڈالنے لگا اور اپنی ہلاکت وتباہی کی دعائیں کرنے لگا۔اس کی گھبراہٹ کا یہ عالم دیکھ کر مجھ سے ہنسی ضبط نہ ہوسکی۔(ابن ماجہ) 8

رسول کریمؐ کو ہمیشہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اپنی اُمت کی تکلیف کا احساس رہتا تھا۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریمؐ میرے پاس سے گئے تو خوشگوار موڈ میں تھے، واپس آئے تو غمگین تھے۔میں نے کہا اے اللہ کے رسول ، آپؐ میرے پاس سے گئے تو ہشاش بشاش تھے واپس آئے تو غمگین ہیں۔آپؐ نے فرمایا میں کعبہ کے اندر گیا تھا۔مگر اب افسوس ہورہا ہے کہ کاش ایسا نہ کیا ہوتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنے بعد اپنی امت کو (اس فعل کے ذریعہ سے) مشقت میں نہ ڈال دیا ہو۔یعنی اگر امتی بھی اندر جانے کی خواہش کریں گے تو اُن کی کثرت کے باعث یہ خواہش پوری ہونی مشکل ہوجائے گی۔(ابن ماجہ) 9

اسی طرح رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ اگر امت پر گراں خیال نہ کرتا تو انہیں نماز عشاء تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔(بخاری) 10

ایک اور موقع پر فرمایا کہ اگر امت پر گراں خیال نہ کرتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔(مسلم) 11

فرماتے تھے کہ میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کے لئے باعث تکلیف و پریشانی نہ ہو۔(بخاری) 12

آپؐ کو اُمت کے غربا کا اتنا خیال تھا کہ قربانی کی عید پر دو موٹے تازے مینڈھے خریدتے۔ ایک اپنی اُمت کے ہر اُس فرد کی طرف سے ذبح کرتے جو توحید اور رسالت کی گواہی دیتا ہے، دوسرا مینڈھا اپنے اہل خاندان کی طرف سے ذبح فرماتے۔(بخاری) 13

آپؐ ہمیشہ کمزوروں اور حاجت مندوں کے کام آتے اور فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے قیامت کے روز کی تکلیف دور کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی ستر پوشی فرمائے گا۔(بخاری) 14

عام انسانوں سے ہمدردی

آنحضرت ﷺ کسی مدد یا خدمت خلق کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ بے کس خواہ کسی ملک اور قوم کا ہو اس کی مظلومیت کا حال سن کر آپؐ بے چین ہو جاتے تھے۔

مہاجرین حبشہ جب مدینہ واپس لوٹے تو نبی کریمؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ملک حبشہ میں تم نے کیا کچھ دیکھا۔ وہاں کی کوئی دلچسپ بات تو سناؤ۔ ایک نوجوان نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دفعہ ہم حبشہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بڑھیا کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر پانی کا ایک گھڑا تھا۔ وہ ایک بچے کے پاس سے گزری تو اس نے اسے دھکا دیا اور وہ گھٹنوں کے بل آگری۔ گھڑا ٹوٹ گیا۔ بڑھیا اُٹھی اور اُس بچے کو کہنے لگی اے دھوکے باز بدبخت! تجھے جلد اپنے کئے کا انجام معلوم ہو جائے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا اور فیصلہ کے دن پہلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا۔ ہاتھ اور پاؤں جو کچھ کرتے تھے خود گواہی دیں گے۔ تب تمہیں میرے اور اپنے معاملے کا صحیح علم ہوگا۔ رسول اللہؐ نے جوشِ ہمدردی سے فرمایا اس بڑھیا نے سچ کہا اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے برکت بخشے اور پاک کرے گا جس کے کمزوروں کو طاقتوروں سے اُن کے حق دلائے نہیں جاتے۔ (الحلبیہ) 15

جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو رسول کریمؐ فرمایا کرتے کہ میرے تک مستحقین کی سفارش پہنچا دیا کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ باقی اللہ جو چاہے گا اپنے رسول کی زبان پر اس ضرورت مند کے بارہ میں فیصلہ فرمائے گا۔ (بخاری) 16

خدمت خلق کی تحریک

رسول کریمؐ غرباء کی مدد کے لئے تحریک بھی کرتے تھے اور فرماتے مستحق لوگوں کی ضروریات مجھ تک پہنچاتے رہا کرو۔

ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک غریب مسجد میں آیا۔ رسول اللہؐ نے صدقہ کی تحریک فرمائی کہ لوگ کچھ کپڑے صدقہ کریں۔ لوگوں نے کپڑے پیش کردیئے۔ حضورؐ نے دو چادریں اس غریب کو دے دیں۔ اس کے بعد آپؐ نے پھر صدقہ کی تحریک فرمائی تو وہی غریب اٹھا اور دو میں سے ایک چادر صدقہ میں پیش کردی۔ رسول اللہؐ نے اسے باآواز بلند فرمایا کہ اپنا کپڑا واپس لے لو۔ (ابوداؤد) 17

رسول اللہؐ کے زمانے میں ایک شخص نے پھلوں کے کاروبار میں بہت نقصان اُٹھایا۔ قرض بہت زیادہ ہوگیا۔ نبی کریمؐ نے اُس کے لئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ لوگوں نے صدقہ دیا مگر جتنا قرض تھا اتنی رقم اکٹھی نہ ہو سکی۔ رسول اللہؐ نے قرض خواہوں کو فرمایا کہ جو ملتا ہے لے لو، باقی چھوڑ دو اور معاف کردو۔ (احمد) 18

حضرت معاویہؓ بن حکم کی ایک لونڈی تھی جو ان کی بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن بھیڑیا اُس کے ریوڑ پر حملہ کر کے ایک بکری اُٹھا کر لے گیا۔ معاویہؓ نے غصے میں آ کر اس لونڈی کو ایک تھپڑ رسید کردیا۔ اور پھر رسول اللہؐ کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضورؐ پر یہ بات بہت گراں گزری۔ معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اُسے آزاد نہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا اُسے میرے پاس لے

آؤ۔ جب وہ آئی تو آپؐ نے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا آسمان میں۔ آپؐ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اُس نے کہا آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا یہ مومن عورت ہے اسے آزاد کردو۔ (مسلم) 19

حضرت عبداللہؓ بن عمر رسول اللہؐ کی خدمت خلق کے سلسلہ کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہؐ کے پاس کہیں سے دس درہم آئے۔ اتنے میں ایک سوداگر آگیا، رسول کریمؐ نے اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدلیا۔ اسے پہن کر باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا حضورؐ آپ یہ مجھے عطا کردیں اللہ آپؐ کو جنت کے لباس عطا فرمائے۔ آپؐ نے وہ قمیص اسے دیدیا۔ پھر آپؐ دوکاندار کے پاس گئے اور اس سے چار درہم میں ایک اور قمیص خریدا۔ اب آپؐ کے پاس دو درہم بچ رہے تھے۔ راستہ میں آپؐ کو ایک لونڈی ملی جو رو رہی تھی۔ آپؐ نے سبب پوچھا تو وہ بولی کہ گھر والوں نے مجھے دو درہم کا آٹا خریدنے بھیجا تھا وہ درہم گم ہوگئے ہیں۔ رسول کریمؐ نے فوراً اپنے دو درہم اسکو دے دیئے۔ جانے لگے تو وہ پھر رو پڑی۔ آپؐ نے پوچھا کہ اب کیوں روتی ہو؟ وہ کہنے لگی مجھے ڈر ہے کہ گھر والے مجھے تاخیر ہوجانے کے سبب ماریں گے۔ رسول کریمؐ اس کے ساتھ ہولئے اور اسکے مالکوں کو جاکر کہا کہ اس لونڈی کو ڈر تھا کہ تم لوگ اسے مارو گے۔ اسکا مالک کہنے لگا یارسول اللہؐ! آپؐ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ سے میں آج اسے آزاد کرتا ہوں۔ رسول کریمؐ نے اُسے نیک انجام کی بشارت دی اور فرمایا ”اللہ نے ہمارے دس درہموں میں کتنی

برکت ڈالی کہ ایک قمیص انصاری کو ملا۔ایک قمیص خدا کے نبیؐ کو عطا ہوا اور ایک غلام بھی اس میں آزاد ہوگیا۔ میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے ہمیں یہ سب کچھ عطا فرمایا۔''(ھیثمی) 20

ایک غریب شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں تو مارا گیا۔رمضان کے روزے میں بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کر بیٹھا ہوں۔آپؐ نے فرمایا ایک گردن آزاد کردو۔کہنے لگا، مجھے اس کی کہاں توفیق؟ فرمایا پھر مسلسل دو مہینے کے روزے رکھو۔ کہنے لگا مجھے اس کی بھی طاقت نہیں۔آپؐ نے فرمایا اچھا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔اس نے کہا یہ سب میری استطاعت سے باہر ہے۔دریں اثناء کھجوروں کی ایک ٹوکری رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کی گئی۔آپؐ نے اس مفلوک الحال سائل کو بلوایا اور وہ ٹوکری اس کے حوالے کر کے فرمایا یہ صدقہ کردو۔وہ بولا مدینہ کی بستی میں ہم سے غریب اور کون ہے جس پر یہ صدقہ کروں۔ رسول کریمؐ اس کے اس جواب پر خوب مسکرائے اور فرمایا اچھا پھر یہ کھجوریں خود ہی لے لو۔(بخاری) 21

منذر بن جریرؓ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے پاس تھے، دن کا پہلا پہر تھا۔حضورؐ کی خدمت میں ایک غریب قوم کے کچھ لوگ آئے جو ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے۔انہوں نے تلواریں سونتی ہوئی تھیں اور ان کا تعلق مضر قبیلہ سے تھا۔ان کی بھوک اور افلاس کی حالت دیکھ کر رسول اللہؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔

حضور گھر تشریف لے گئے پھر باہر آ کر بلالؓ سے کہا کہ ظہر کی اذان دے۔ آپؐ نے نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اور ان کیلئے صدقہ کی تحریک فرمائی۔ لوگوں نے دینار، درہم، کپڑے، جو اور کھجور وغیرہ صدقہ کیا یہاں تک کہ غلے کے دو ڈھیر جمع ہو گئے۔ میں نے دیکھا رسول اللہؐ کا چہرہ خوشی سے ایسے دمک اُٹھا جیسے سونے کی ڈلیا ہو۔ (احمد) 22

نبی کریمؐ غرباء کی عزت نفس کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہر کمزور اور ضعیف آدمی جنتی ہے۔ (بخاری) 23

آپؐ غرباء کو کھانے وغیرہ کی دعوتوں میں بلانے کی تحریک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ دعوت بہت بری ہے جس میں صرف امراء کو بلایا جائے اور غرباء کو شامل نہ کیا جائے۔ (بخاری) 24

خدمت خلق کے مواقع کی تلاش

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلام کے پاس سے گزرے جو ایک بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ حضورؐ نے اسے فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ میں تمہیں کھال اتارنے کا طریقہ بتاتا ہوں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بازو جلد اور گوشت کے درمیان داخل کیا اور اسکو دبایا یہاں تک کہ بازو کندھے تک کھال کے اندر چلا گیا۔ پھر آپؐ نے اس غلام سے فرمایا کہ اے بچے! کھال اس طرح اتارتے ہیں۔ تم بھی ایسے ہی کرو۔ پھر آپؐ تشریف

لے گئے اور لوگوں کو جا کر نماز پڑھائی اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔ (ماجہ) 25

غرباء کے رشتہ ناطہ میں تعاون

آنحضورؐ ہر طبقہ کے لوگوں کی ضرورت پر نظر رکھتے اور حاجت روائی کی کوشش فرماتے۔ غرباء کی شادی وغیرہ کا بندوبست ذاتی دلچسپی سے کروا دیتے تھے۔

حضرت ربیعۃ الاسلمیؓ کہتے ہیں میں رسول اللہؐ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ ربیعہ! تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! خدا کی قسم میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔ ایک تو مجھے بیوی کے نان ونفقہ کی توفیق نہیں اور دوسرے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اور مصروفیت مجھے آپؐ کی خدمت سے محروم کر دے۔ اس وقت آپؐ خاموش ہو گئے۔ میں آپؐ کی خدمت کی توفیق پاتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد پھر فرمانے لگے ربیعہ! شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ میں نے وہی پہلے والا جواب دیا مگر اس وقت میں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا اور آخرت کے مصالح مجھ سے بہتر جانتے ہیں اس لئے اب اگر آئندہ مجھ سے شادی کے بارہ میں پوچھا تو میں کہہ دوں گا کہ حضور کا حکم سر آنکھوں پر۔ اگلی مرتبہ جب حضورؐ نے شادی کے بارہ میں تحریک فرمائی تو میں نے کہہ دیا کہ جیسے حضورؐ کا حکم ہو۔ آپؐ نے

فرمایا کہ تم انصار کے فلاں قبیلہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ رسول اللہؐ نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے کہ اپنی فلاں لڑکی کی مجھ سے شادی کر دیں۔ میں نے ایسے ہی کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ اور آپؐ کے نمائندے کو خوش آمدید! خدا کی قسم رسول خداؐ کا نمائندہ اپنی حاجت پوری کئے بغیر واپس نہیں لوٹے گا۔ انہوں نے میری شادی کر دی اور بڑی محبت سے پیش آئے۔ کوئی تصدیق وغیرہ طلب نہ کی کہ واقعی تمہیں رسول اللہؐ نے ہی بھیجا ہے۔ میں رسول کریمؐ کی خدمت میں واپس لوٹا تو غمزدہ سا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ربیعہ تمہیں کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ایک معزز قوم کے پاس گیا۔ انہوں نے میری شادی کی۔ عزت افزائی اور محبت کا سلوک کیا اور مجھ سے کوئی ثبوت تک نہ مانگا۔ اِدھر حال یہ ہے کہ میرے پاس تو مہر ادا کرنے کو بھی پیسے نہیں۔ آنحضورؐ نے بریدہؓ اسلمی کو حکم دیا کہ مہر کے لئے گٹھلی برابر سونا جمع کرو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ آنحضورؐ نے فرمایا اب ان لوگوں کے پاس جا کر یہ مہر ادا کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے بہت خوشی سے اسے قبول کیا اور کہا کہ یہ رقم بہت خوب ہے۔ میں پھر رسول اللہؐ کی خدمت میں پریشان ہو کر لوٹا۔ آپؐ نے فرمایا ربیعہ اب کیوں پریشان ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اس خاندان جیسے معزز لوگ میں نے نہیں دیکھے۔ میں نے انہیں جو مہر دیا انہوں نے خوشی سے قبول کیا اور مجھ سے احسان کا سلوک کیا مگر میرے پاس اب ولیمے کی توفیق نہیں۔ آپؐ نے پھر بریدہؓ سے فرمایا اس کے لئے بکری کا انتظام کرو۔ انہوں نے میرے لئے ایک بڑے صحت مند مینڈھے کا انتظام

کردیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اورانہیں کہو کہ غلے کا ٹوکرا دے دیں۔میں نے حسبِ ارشاد جا کرعرض کردیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ ٹوکرا ہے جس میں (نو صاع تقریباً 30 کلو) جو ہیں۔خدا کی قسم! ہمارے گھر میں فی الوقت اس کے علاوہ اور کوئی غلہ نہیں،بس لے جاؤ۔میں یہ لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عائشہؓ نے جو کہا تھا وہ بھی عرض کردیا۔آپؐ نے فرمایا اب یہ غلہ اپنے سسرال لے جاؤ اور انہیں کہو کہ کل اس سے روٹی وغیرہ بنائیں۔میں غلہ اور مینڈھا لیکر گیا اور میرے ساتھ اسلم قبیلے کے کچھ لوگ بھی تھے۔ہم نے انہیں کھانا تیار کرنے کے لئے کہا۔ وہ کہنے لگے کہ روٹی ہم تیار کروادیں گے، جانور آپؐ لوگ ذبح کرلو۔چنانچہ ہم نے گوشت تیار کرکے پکایا اور اگلی صبح میں نے گوشت روٹی سے ولیمہ کیا اور رسول اللہؐ کو بھی دعوت دی۔اس کے کچھ عرصہ بعد آنحضورؐ نے مجھے کچھ زمین عطا فرمادی ۔کچھ زمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دے دی اور فراخی ہوگئی۔(احمد)26

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غریب صحابی جلبیب کے رشتہ کا پیغام ایک انصاری لڑکی کے والد کو بھجوایا۔ وہ کہنے لگے میں اس کی ماں سے مشورہ کرونگا۔اس آدمی نے جب بیوی سے مشورہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم جلبیب جیسے غریب آدمی کو رشتہ دے دیں حالانکہ اس سے پہلے ہم اس سے بہتر رشتے ردّ کرچکے ہیں۔لڑکی پردے میں سن رہی تھی۔کہنے لگی کیا تم رسول اللہؐ کے حکم کو موڑو گے، اگر حضور راضی ہیں تو نکاح کردو۔چنانچہ اس کے والد نے

جا کر رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ بچی راضی ہے اس لئے ہم بھی راضی ہیں۔ یوں آپؐ نے جلبیب کی شادی کروادی۔ یہ جلبیب بعد میں ایک مہم میں شہید ہو گئے۔(احمد) 27

رسول کریمؐ اپنے بیمار صحابہ کی خود عیادت فرماتے تھے اور ان کے لئے دعا کے علاوہ بسا اوقات مناسب دوا بھی تجویز فرماتے تھے۔(ابن ماجہ) 28

آپؐ فرماتے تھے کہ ہر بیماری کی دوا ہوتی ہے۔ بعض بیماریوں کا علاج روحانی دعا وغیرہ سے فرماتے تھے۔

ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی اور میری طرف توجہ فرمائی تو فرمایا کہ کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا نماز پڑھو۔ اس میں شفاء ہے۔(ابن ماجہ) 29

اسی طرح آپؐ دم اور دعا سے بھی علاج فرماتے تھے۔ اپنی بیماری کے دنوں میں قرآن کی آخری دو سورتیں (معوذات) پڑھتے تھے۔ اس طرح فاتحہ کی دعا سے بھی علاج فرمایا۔(بخاری) 30

آپؐ اپنے صحابہ کو بھی تلقین فرماتے تھے کہ بیمار کی عیادت کو جایا کرو یہ ایک مسلمان بھائی کا حق ہے۔ آپؐ نے صرف انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ یا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے بزرگ صحابہ کی ہی عیادت نہیں فرمائی بلکہ نوجوانوں، بچوں، بدّوؤں کی عیادت کیلئے بھی بنفس نفیس تشریف لے جاتے

رہے۔اپنے چچا ابوطالب اور یہودی غلام کی بھی عیادت فرمائی۔

جابر بن عبداللہؓ ایک نوجوان صحابی تھے جن کے والد اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔انہیں یہ بات ہمیشہ یاد رہی کہ ''ایک دفعہ میں بیمار ہوا۔غشی کی حالت تھی۔ رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ پیدل میری عیادت کے لئے تشریف لائے تھے۔''(بخاری)31

رسول کریمؐ بیمار کی تکلیف کا خاص خیال رکھتے اور علاج تجویز فرماتے تھے۔حضرت کعب بن عُجرہ سفر حج میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔ان کے بال لمبے تھے اور سر میں جوئیں بہت پڑگئی تھیں۔حالت احرام میں سر بھی نہیں منڈواسکتے تھے۔نبی کریمؐ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی تکلیف دیکھ کر فرمایا کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔آپؐ نے اسی وقت حجام کو بلایا جس نے سر کے بال مونڈ دیئے۔پھر فرمایا ''اب احرام میں بال مونڈوانے کا کفارہ ادا کردو۔''(بخاری)32

رسول کریمؐ شہد پسند کرتے اور بطور دوا بھی تجویز فرماتے تھے۔ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے بھائی کے پیٹ کی کسی بیماری کا ذکر کیا۔آپؐ نے فرمایا شہد پلاؤ۔اس نے پلایا اور آکر بتایا کہ پیٹ تو مزید خراب ہو گیا ہے۔آپؐ نے فرمایا اور شہد پلاؤ۔اس نے پھر پلایا اور بتایا کہ تکلیف بڑھ گئی ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ اور پلاؤ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے(اور خدا کا کلام سچا ہے کہ شہد میں

شفا ہے)۔ چنانچہ اس کے بعد اسی شہد سے اس کو افاقہ ہو گیا۔(بخاری)33

رسول کریمؐ نے اونٹ کے دودھ سے بھی بعض بیماریوں کا علاج فرمایا۔ کلونجی کے بارہ میں فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج اس میں ہے سوائے موت کے۔(بخاری)34

اس طرح فرمایا ہر روز صبح سات کھجوریں ناشتہ میں استعمال کرنے سے انسان کئی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔(بخاری)35

تیز بخار وغیرہ کا فوری علاج پانی سے بدن ٹھنڈا کر کے فرماتے اور فرماتے تھے کہ بخار بھی جہنم کی آگ کی طرح ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔(بخاری)36

رسول کریمؐ ایک دفعہ ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس سے پوچھا تمہیں کچھ کھانے کی خواہش ہے؟ اس نے کہا کہ گندم کی روٹی کو دل کرتا ہے۔ آپؐ نے اسی وقت ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے گھر گندم کی روٹی ہو وہ اپنے اس بیمار بھائی کے لئے بھیج دے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب تمہارا مریض کسی چیز کا تقاضا کرے تو وہ اسے کھلایا کرو۔

ایک اور مریض نے حضورؐ کے استفسار پر فرمایا کہ مجھے دودھ شکر اور آٹے سے پکی ہوئی روٹی چاہئے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ چنانچہ اسے ایسی روٹی مہیا کی گئی۔(ابن ماجہ)37

آنحضورؐ مریض کی مناسب تیمارداری اور اُسے اچھی خوراک مہیا کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ بیماری کے دنوں میں ایک قسم کا دلیہ جس میں گوشت ملا ہوتا تھا کھانے کی ہدایت کرتے اور فرماتے تھے کہ اس سے طاقت بحال ہوتی ہے۔(بخاری)38

اسی طرح آپؐ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کے گھر کا کوئی فرد بیمار ہوتا تو آپؐ کے حکم سے مریض کے دلیہ گوشت کے لئے مستقل ایک ہنڈیا چولہے پر چڑھی رہتی یہاں تک کہ وہ آدمی اچھا ہو جائے۔(ابن ماجہ)39

الغرض نبی کریمؐ نے ہمدردیٔ خلق میں بہترین عملی نمونہ قائم کردکھایا۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَ حُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ ؕ

حواله جات

1 مسلم كتاب الايمان باب بيان ان الدين النصيحة

2 بخارى كتاب العلم باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب

3 بخارى كتاب الايمان باب المسلم من سلم المسلمون

4 مسند احمد جلد2ص25مطبوعه بيروت

5 السيرة النبويه لابن هشام جز1ص412مصطفى البابى الحلبى

6 بخارى بدء الوحى

7 السيرة النبويه لابن هشام جلد2ص214 دارالفكربيروت

8 ابن ماجه كتاب المناسک باب الدعاء بعرفة[illegible]

9 ابن ماجه كتا ب المناسک باب دخول الكعبه

10 بخارى كتاب الصلوة باب النوم قبل العشاء

11 مسلم كتاب الطهارة باب السواک30

12 بخارى كتاب الاذان باب من اخف الصلوٰة عند بكاء الصبى

13 بخارى كتاب الاضاحى باب ضحية النبى ﷺ بكبشين

14 بخارى كتاب المظالم باب لايظلم المسلم المسلم22

15 السيرة الحلبيه جلد3ص51مطبوعه بيروت

16 بخاری کتاب الادب باب تعاون المؤمنین

17 ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب الرجل یخرج من مالہ

18 مسند احمد بن حنبل جلد3ص58مطبوعہ بیروت

19 مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلاۃ836

20 مجمع الزوائد جلد ۹ ص14 مطبوعہ بیروت

21 بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحک

22 مسند احمد جلد4ص359مطبوعہ بیروت

23 بخاری کتاب الادب باب الکبر

24 بخاری کتاب النکاح باب من ترک الدعوۃ فقد عصی479

25 ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب السلخ

26 مسند احمد جلد 4ص58مطبوعہ مصر

27 مسند احمد جلد 3ص16 مطبوعہ بیروت

28 ابن ماجہ کتاب الطب باب الصلوۃ اشفاء

29 ابن ماجہ کتاب الطب باب الصلوۃ شفاء

30 بخاری کتاب المرضیٰ باب الرقیٰ بالقرآن و المعودات

31 بخاری کتاب المرضیٰ باب عیادۃ المغمیٰ علیہ

32 بخاری کتاب المرضیٰ باب قول المریض انی وجع

33 بخاری کتاب المرضیٰ باب دوا ء المبطون

34 بخاری کتاب المرضیٰ باب الحبۃ السوداء

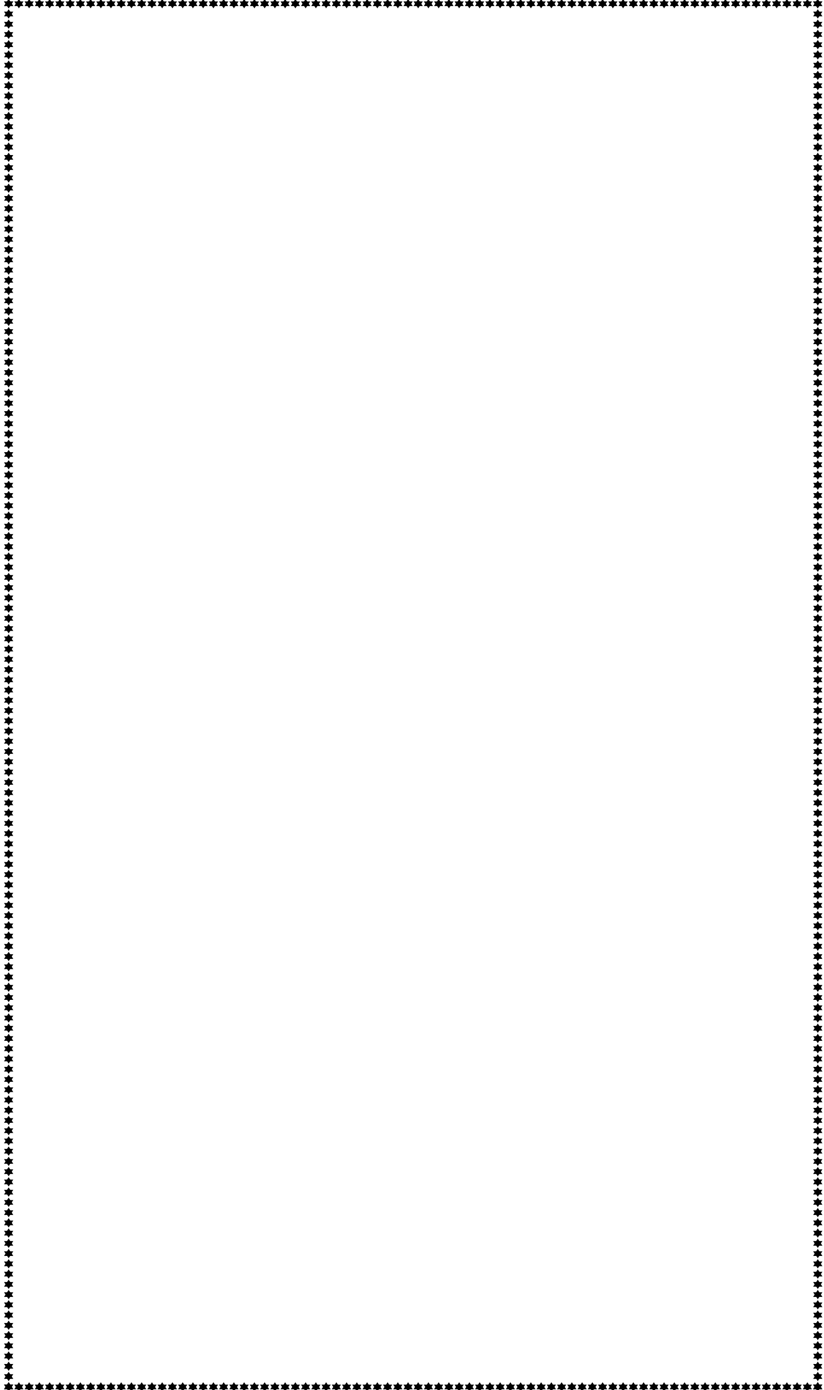
35 بخاری کتاب المرضیٰ و الطب باب الدواء بالعجوۃ

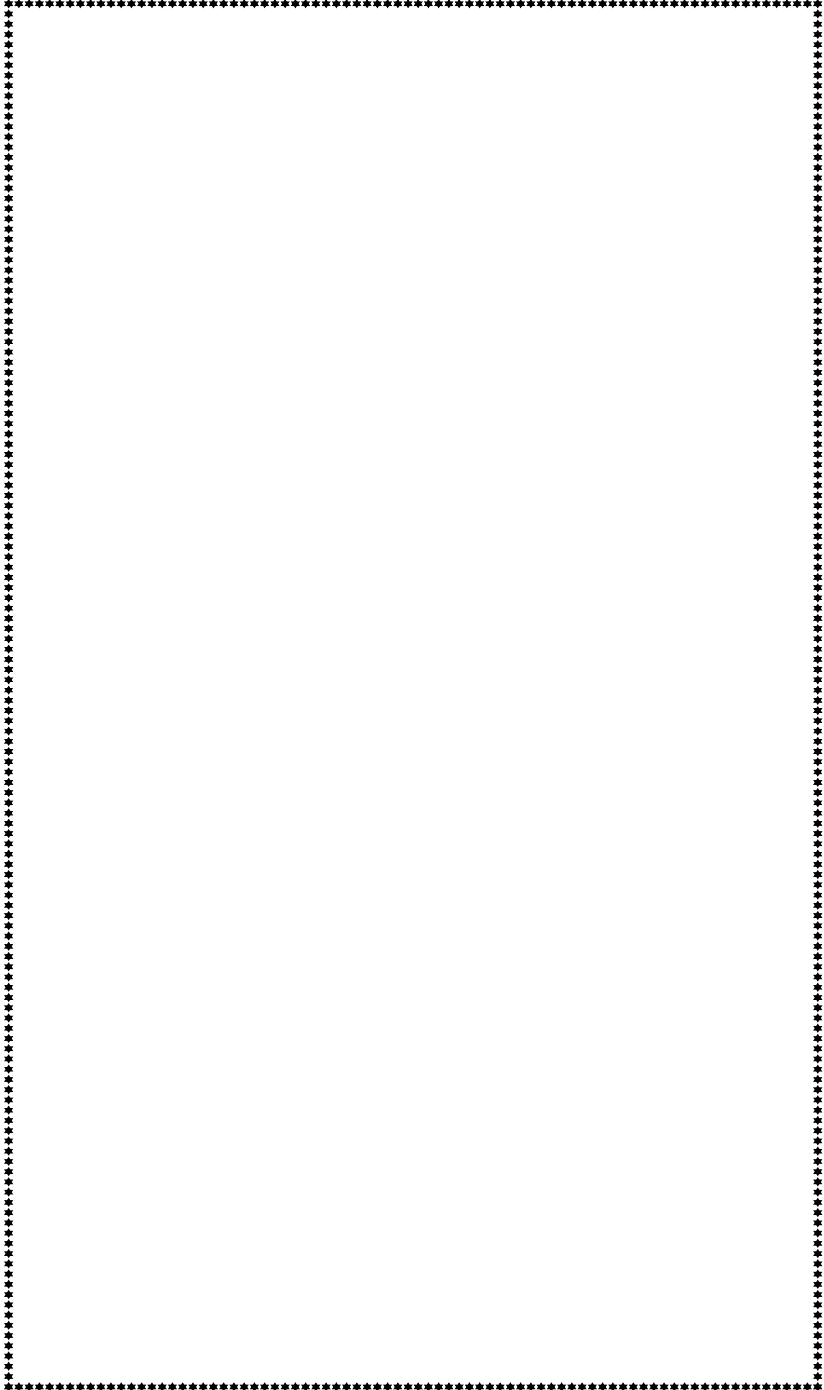
36 بخاری کتاب المرضیٰ باب الحمیّٰ من فیح جهنم

37 ابن ماجه کتاب الطب باب المریض یشتهی الشئ

38 بخاری کتاب المرضیٰ باب التلبینه

39 ابن ماجه کتاب الطب باب التلبیة





نبی کریمؐ کی صحابہ سے رافت وشفقت

قرآن شریف میں نبی کریمؐ کے پاکیزہ اخلاق کا نقشہ یہ پیش کیا گیا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ 128)

یعنی اے لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا بے حد خواہش مند ہے اور مومنوں کے ساتھ انتہائی نرمی و رافت سے پیش آنیوالا اور محبت و پیار کا سلوک کرنے والا ہے۔

نبی کریمؐ کی رافت و رحمت اپنی مثال آپ تھی۔ دراصل آپ کی محبت یا نفرت خدا کی خاطر ہوا کرتی تھی اور خدا کا حکم آپ کو یہ تھا وہ لوگ جو صبح و شام اللہ کو یاد کرتے ہیں ان کو مت دھتکارنا۔ وہ خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ (سورۃ الانعام:53)

غریب صحابہ سے شفقت

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غریب مہاجرین کی

ایک جماعت میں بیٹھا تھا جن پر تن کے پورے کپڑے بھی نہیں تھے۔ ایک قاری ہمیں قرآن سنا رہا تھا۔ اتنے میں رسول اللہؐ تشریف لائے۔ آپ ہمارے پاس کھڑے ہوئے تو قاری خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ قاری ہمیں قرآن شریف سنا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے کہ جن کے ساتھ مجھے مل بیٹھنے اور حسن معاشرت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور فرمانے لگے حلقہ بنا لو تا کہ سب کے چہرے سامنے ہوں۔ ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں میرا خیال ہے حضورؐ نے میرے سوا کسی کو نہیں پہچانا۔ آپؐ فرمانے لگے اے مہاجرین میں سے مفلسوں کی جماعت! تمہیں قیامت کے دن کامل نور کی بشارت ہو۔ تم جنت میں امراء سے آدھا دن پہلے داخل ہو گے اور یہ آدھا دن بھی پانچ سو سال کے برابر ہے۔ (ابوداؤد) 1

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول نے ایک مجنون عورت کے ساتھ رسول کریم ﷺ کی شفقت و محبت کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے کہ مدینہ میں ایک پگلی سی عورت رہتی تھی۔ جسکا نام ام زفر تھا، حضرت خدیجہؓ کی خادمہ خاص رہ چکی تھی، بعد میں عقل میں کچھ فتور پڑ گیا)۔ وہ ایک روز حضورؐ کے پاس آ گئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپؐ سے ایک ضروری کام ہے۔ علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے کس وسعت حوصلہ سے اس کمزور اور دیوانی عورت کو یہ جواب

دیا کہ اے فلاں کی ماں ! مدینہ کے جس راستہ یا گلی میں کہو بیٹھ جاؤ اور میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر بات سنوں گا اور تمہارا کام کر دونگا۔ چنانچہ وہ عورت ایک جگہ جا کر بیٹھ گئی ۔حضورؐ بھی اس کے ساتھ بیٹھ رہے۔اس عورت نے اپنی حاجت بیان کی اور آپ اس وقت تک اٹھے نہیں جب تک اس عورت کی تسلی نہیں ہوگئی ۔(ابن ماجہ) 2

غلاموں، لونڈیوں کا جو حال اُس زمانہ میں تھا تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اسے خوب جانتے ہیں ۔ اُن سے جانوروں کا سا سلوک ہوتا تھا۔ایک حبشی لونڈی مدینہ میں رہتی تھی اسے مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ایک روز بے چاری اپنی بیماری کی شکایت لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ حضور مجھے جب مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پرد ہو جاتی ہوں ۔آپؐ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس تکلیف اور بے پردگی سے بچائے ۔آپؐ نے اس حبشی خاتون کی بہت دلداری فرمائی ۔ کچھ دیر تسلی کی باتیں اس سے کرتے رہے پھر فرمانے لگے اگر تم چاہو اور صبر کرسکو تو تمہیں اسکے بدلہ جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ معجزانہ طور پر تمہیں اس بیماری سے شفا دیدے۔ وہ کہنے لگی حضور! میں صبر کرتی ہوں لیکن آپ یہ دعا ضرور کریں کہ میں مرگی کی حالت میں بے پردگی سے بچ جاؤں ۔حضرت ابن عباسؓ لوگوں کو یہ لونڈی دکھا کر کہتے تھے کیا میں تمہیں اہل جنت میں سے ایک عورت نہ دکھاؤں ۔(الشفاء) 3

غریبوں سے دوستی

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی جسکا نام زاہر تھا وہ نبی کریمؐ کو دیہات کی چیزیں تحفہ میں لاکر دیا کرتا تھا اور نبی کریمؐ اسے انعام و اکرام سے نوازتے اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اسکے شہری ہیں۔ حضورؐ اس سے بہت محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ وہ شخص بہت سادہ شکل کا بھدا سا تھا۔ ایک دفعہ حضورؐ نے اس کو دیکھا کہ وہ بازار میں اپنا سودا بیچ رہا ہے۔ آپ نے پیچھے سے جاکر باہیں اسکی گردن میں ڈال دیں۔ وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکا۔ کہنے لگا اے شخص! مجھے چھوڑ دو۔ پھر جو اس نے مڑ کر دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ حضورؐ ہیں تو وہ خوشی سے اپنی پُشت حضورؐ کے جسم مبارک سے رگڑنے لگا۔ حضورؐ فرمانے لگے میرا یہ غلام کون خریدیگا وہ بولا اے اللہ کے رسول! پھر تو آپ مجھے بہت ہی بے کار سودا پائینگے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا لیکن اللہ کے نزدیک تو تم گھاٹے کا سودا نہیں ہو۔ تمہاری بڑی قدر و قیمت ہے۔ (احمد) 4

بدوؤں سے سلوک

یہ تو غرباء اور فقراء صحابہ کے ساتھ آنحضورؐ کا شفقت و رافت کا تعلق تھا۔ مدینہ کے اردگرد رہنے والے اجڈ بدوؤں اور درشت رُو اعراب سے بھی آپ ہمیشہ رافت کا سلوک فرماتے جن کے اخلاق و عادات کے بارہ میں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''بادیہ نشین کفر اور منافقت میں سب سے زیادہ

سخت ہیں اور زیادہ رجحان رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا اسکی حدود کو نہ پہچانیں اور اللہ دائمی علم رکھنے والا اور بہت حکمت والا ہے۔(سورۃ التوبہ:97)

اکثر و بیشتر جنگلی بدو آکر عجیب وغریب سوال آپؐ کی مجلس میں کرتے ہیں اور آپ ہیں کہ نرمی سے جواب دیتے چلے جارہے ہیں۔آپؐ صحابہ سے محو گفتگو ہیں۔ایک بدو آکر مخل ہوتا ہے اور درمیان میں ٹوک کر سوال کرتا ہے کہ قیامت کب آئیگی؟ اب جسے علم دین کی سوجھ بوجھ ہی نہیں اسے انسان اسکا کیا جواب دے اور کیسے سمجھائے۔حضورؐ اپنی بات جاری رکھتے ہیں اور اصحاب رسول چہ میگوئیاں کررہے ہیں کہ شاید حضورؐ نے اسکا سوال سنا ہی نہیں اسلئے جواباً خاموش ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ حضورؐ نے اسکا سوال ہی پسند نہیں فرمایا اسلئے جواب نہیں دے رہے۔اپنی بات مکمل کرنے کے بعد حضورؐ کو اس بدو سائل کا خیال آتا ہے پوچھتے ہیں قیامت کی بابت پوچھنے والا کہاں ہے؟ وہ عرض کرتا ہے اے خدا کے رسول! میں یہ بیٹھا ہوں۔آپ نے فرمایا! جب امانت ضائع ہوجائیگی تو اس وقت قیامت کا انتظار کرنا۔وہ بدو یہ جواب پاکر اور سوال کردیتا ہے کہ جناب! امانت کے ضائع ہونے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔آپؐ ازراہ شفقت پھر اسے سمجھانے لگ جاتے ہیں کہ امانت کے ضائع ہونے کا یہ مطلب ہے کہ حکومت نااہل لوگوں کے سپرد ہوجائے تو سمجھنا کہ یہ قیامت کی علامت ہے۔(بخاری)5

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ایک بدو آیا اور آپؐ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا میرا چھوٹا سا کام ہے ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں آپؐ میرے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لاکر پہلے میرا کام کر دیں۔آپؐ مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور اسکا کام انجام دے کر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔(ابوداؤد) 6

نبی کریم ﷺ دینی مصروفیات کے باوجود باہر سے مدینہ میں آئے ہوئے بدّوؤں کی تالیف قلبی کی ہر ممکن کوشش فرماتے تھے۔ایک دفعہ ایک اعرابی بیمار ہوگیا۔آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اُسے تسلّی دلاتے ہوئے دعائیہ انداز میں فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو جلد بیماری دور ہوجائیگی اور ظاہری و باطنی صفائی ہوجائے گی۔اس نے مایوسی سے کہا آپؐ یہ کہتے ہیں مجھے تو ایسا بخار لگتا ہے جو ایک بڈھے میں جوش مار رہا ہے اور اسے قبر کی طرف لے جا رہا ہے۔رسول کریمؐ نے فرمایا اگر تمہارا یہی خیال ہے تو پھر یہی سہی۔(بخاری) 7

حضورؐ کی شفقت تو یہ تھی کہ اعرابی کی عیادت کے لئے بنفس نفیس تشریف لے گئے پھر اُسے تسلّی دلائی اور اُس کے حق میں دعا کی، مگر اس نے ان تمام باتوں کے باوجود ادب رسولؐ کا لحاظ نہ کیا۔پھر بھی آپؐ نے ایک بیمار اور بوڑھے سے تکرار مناسب نہیں سمجھی اور اسکی کہی بات کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر خاموشی فرمائی فرمائی۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ توہم پرستی کو ردّ کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ دراصل کوئی بیماری اپنی ذات میں متعدی نہیں ہوتی۔اس پر ایک اعرابی بول پڑا کہ میرے اونٹ جو ہرن کی طرح صحت مند ہوتے ہیں کسی خارش زدہ اونٹ کے قریب آنے سے انہیں کیوں خارش ہو جاتی ہے؟ نبی کریمؐ نے کیسے پیار اور حکمت سے اسے سمجھایا کہ اگر تمہاری بات ہی درست ہے تو پھر یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے اونٹ کو بیماری کس نے لگائی تھی؟ (بخاری) 8

اور یوں ایک بدّو کو بھی دوران گفتگو سوال کرنے پر آپؐ نے جھڑکا نہیں حقیر نہیں سمجھا بلکہ معقولیّت سے قائل کر کے خاموش کیا۔

حضرت ابوھریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو نے رسول اللہؐ کو ایک اونٹنی تحفہ دی۔حضورؐ نے اس کے عوض اسکو سات اونٹنیاں دیں مگر وہ پھر بھی ناراض تھا کہ مجھے کم دیا ہے۔اس پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی تحفہ دی ہے اور جیسے میں اپنے گھر کے لوگوں کو پہنچانتا ہوں اُسی طرح خوب پہچانتا ہوں کہ یہ میری ہی اونٹنی ہے۔یہ اونٹنی فلاں دن مجھ سے گم ہوئی تھی جو اَب اس نے مجھے تحفہ دی ہے۔میں نے اس کے بدلے اس کو چھ اونٹنیاں دی ہیں اور یہ ابھی بھی ناراض ہے۔آئندہ سے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں کسی کا ایسا تحفہ قبول نہیں کرونگا۔ہاں قریش،انصار،بنوثقیف یا دوس قبیلہ کے مخلصین کا تحفہ ردّ نہیں کرونگا۔(احمد) 9

حبشی کی دلداری

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک حبشی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کرنے لگا۔ حضورؐ نے اسے فرمایا کہ سوال کر کے مسائل سمجھ لو۔ وہ کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول آپؐ سفید لوگوں کو ہم کالے لوگوں پر شکل وصورت اور رنگ کے لحاظ سے بھی فضیلت دی ہے اور نبوت کے لحاظ سے بھی۔ اگر میں آپؐ کی طرح ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپؐ ایمان لائے ہیں اور جس طرح آپؐ عمل کرتے ہیں میں بھی عمل کروں تو کیا مجھے بھی جنت میں آپؐ کا ساتھ نصیب ہوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ پھر نبی کریمؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے جنت میں ایک سیاہ حبشی کے نور کی سفیدی ایک ہزار سال کی مسافت سے بھی نظر آئے گی۔ پھر فرمایا جس شخص نے کلمہ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا اللہ کے ہاں اسکے لئے اس کلمے کی وجہ سے ایک عہد لکھا جاتا ہے۔ جو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتا ہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ وہ شخص کہنے لگا یارسول اللہؐ ان باتوں کے باوجود پھر ہم کیسے ہلاک ہوجائیں گے؟ رسول کریمؐ نے فرمایا ایک شخص قیامت کے دن ایک عمل پیش کرے گا کہ اگر اسے ایک پہاڑ پر بھی رکھا جائے تو پہاڑ کو اسے اٹھانا بوجھل معلوم ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اس عمل پر بھاری ہوگی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دامن پھیلا کر اسے زیادہ اجر

عطا فرمادے۔ پھر حضورؐ نے سورۃ الدھر کی ابتدائی اکیس آیات کی تلاوت فرمائی۔جن میں جنت اوراسکی نعمتوں کا ذکر ہے۔اس پر وہ حبشی کہنے لگا یارسول اللہ کیا میری آنکھیں بھی جنت کی نعمتوں کواسی طرح دیکھیں گی جس طرح آپ کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔نبی کریمؐ نے فرمایاہاں کیوں نہیں۔اس پر وہ حبشی بے اختیار رونے لگااوراتنارویا کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ کودیکھا کہ اس حبشی کی تدفین کے وقت نبی کریمؐ اسے خود اپنے ہاتھوں سے قبر میں رکھ رہے تھے۔(ھیثمی)10

رسول کریمؐ کی رافت ورحمت کی بے شمار مثالوں میں سے یہ چند نمونے ہیں۔اس قسم کے دیگر کئی دلچسپ واقعات بعض اورمتعلقہ عناوین میں شامل ہیں۔

حوالہ جات

1 ابوداؤد کتاب العلم باب القصص

2 ابن ماجه کتاب الزهد باب البرائة من الکبر47

3 الشفا للقاضی عیاض جز ثانی ص111

4 مسند احمد جلد3 ص16 مطبوعه بیروت

5 بخاری کتاب العلم باب من سئل علماً

6 ابو داؤد کتاب الادب

7 بخاری کتاب المرضی باب عیادة الاعراب

8 بخاری کتاب الطب باب لاعدوی

9 مسند احمد جلد ۲ ص22مطبوعه بیروت

10 مجمع الزوائد جلد10 ص40مطبوعه بیروت

نبی کریمؐ کی صحابہ سے محبت اور صحابہ کا عشق رسول

محبت دو وجہ سے پیدا ہوتی ہے، حسن سے یا احسان سے۔ حسن طبعاً اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے، ایک حسین وجود ہر صاحب ذوق کا دل اپنی طرف کھینچ کر کہتا ہے کہ نظارہ حسن تو یہاں ہے۔ پھر ہمارے نبی کریم ﷺ تو حسن ظاہری و باطنی کا بہترین نمونہ تھے، ایک شاعر نے آپؐ کے بارے میں کیا خوب کہا ہے

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

اے پاک نبیؐ آپ ہر عیب سے اس طرح پاک وصاف پیدا کئے گئے گویا جس طرح آپؐ چاہتے تھے اس طرح ہی بنائے گئے۔

ماہتاب و آفتاب سے بھی بڑھ کر حسین اس پیکر حسنِ روحانی نے مطلع عالم پر طلوع ہو کر کیا قیامت ڈھائی اُسکا ایک نظارہ براء بن عازبؓ کی نظر سے یوں ہے۔ انکا بیان ہے چودھویں کی رات تھی۔ چاند اپنے پورے جوبن پر تھا۔ ہمارے محبوب رسولؐ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا۔ میں ایک نظر چودھویں کے چاند پر اور ایک اپنے پیارے محبوب کے روشن چہرے پر ڈالتا تھا اور خدا کی قسم اس

رات مجھے نبی کریمؐ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے کہیں زیادہ حسین معلوم ہوتا تھا۔(ترمذی)1

بے شک اس چاند چہرے کی کشش بھی نرالی تھی۔مگر حسن ظاہری سے کہیں بڑھ کر آپؐ کے حسن باطنی کو کمال حاصل تھا۔آپؐ خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ دلوں کی فطرت ہے کہ وہ احسان کرنیوالوں کی طرف مائل اور انکی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔(ابن عدی)2

رسول کریمؐ نے تو بلا شبہ محبت اور احسان کر کے اپنے صحابہ کے دل جیتے۔ آنحضرتؐ کی محبتوں کا ہی کرشمہ تھا جس نے نئ محبتوں کو جنم دیا اور اس محسن انسانیت کے ہزاروں عاشق پیدا ہوئے۔یہ آپؐ کی بے لوث محبت کی برکت تھی۔ صحابہ آپؐ کو دل و جان سے چاہتے تھے اور آپؐ کے خون کی جگہ پسینہ بہانے کو تیار ہوتے تھے۔پس رسول اللہؐ کی شفقتوں کے جواب میں صحابہ کے رسول اللہؐ سے عشق و فدائیت کے نظارے بھی دراصل سیرت رسول کا ایک اہم باب ہے۔ محبتوں کے یہ قصے دل کو بہت ہی لبھانے والے ہیں۔جن میں سے چند ایک نمونے اس جگہ پیش کئے جائیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ سے محبت اور اُن کا عشق

یوں تو نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام اصحاب ہی بہت پیارے تھے مگر سب سے قریبی اور قدیمی باوفا دوست حضرت ابوبکرؓ کا اور ہی مقام تھا جنہوں نے

زندگی کے ہر موڑ پر وفا کر دکھائی۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول خدا سے گھریلو بے تکلف گفتگو کے دوران پوچھا کہ آپؐ کو اپنے اصحاب میں سے سب سے پیارے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ، انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ، حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔(اصابہ)3

حضرت ابوبکرؓ کو بھی عشق کی حد تک اپنے آقا سے پیار تھا۔اُن کے ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے،ابھی مسلمان چالیس افراد سے بھی کم تھے کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے بڑے اصرار کے ساتھ خانہ کعبہ میں اعلانیہ عبادت کرنے کی درخواست کی اور مجبور کر کے خانہ کعبہ لے گئے۔کفار نے خانہ کعبہ میں عبادت کرتے دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کو خوب پیٹا یہاں تک کہ آپ کو اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔جب ذرا آرام آیا تو پہلا سوال یہ پوچھا میرے آقاؐ کا کیا حال ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ (الحلبیہ)4

اس کے بعد بھی ہمیشہ ہی حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے آگے پیچھے کمر بستہ رہے اور ہمیشہ آنحضرت ﷺ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر پیار کیا۔

اہل مکہ کے مظالم دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی تو حضورؐ نے فرمایا:۔

''ابوبکر انتظار کرو شاید اللہ تمہارا کوئی اور ساتھی پیدا کر دے۔'' یہ بھی

دلی پیار کا ایک عجیب اظہار تھا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد جب کفار مکہ نے دارالندوہ میں آنحضرتؐ کے قتل کا مشورہ کیا تو آپؐ کو ہجرت کی اجازت ہوئی۔ آپؐ سب سے پہلے ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔حضرت ابوبکرؓ پہلے ہی تیار تھے فوراً بولے۔ الصُّحبَۃَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے بھی ہمراہ لے چلیں۔آپ کی بیٹی اسماء کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھی ہوئی تھی، وہ ساتھ لے گئے۔ باقی پہلے ہی راہ خدا میں خرچ کر چکے تھے۔

ہجرت مدینہ کے مبارک سفر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جس وفاداری اور جاں نثاری کا نمونہ دکھایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنی دو اونٹنیاں جو پہلے سے سفر ہجرت کیلئے تیار کر رکھی تھیں ان میں سے ایک اونٹنی آنحضرتؐ کی خدمت میں بلا معاوضہ پیش کر دی مگر نبی کریمؐ نے وہ قیمتاً قبول فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے پانچ ہزار درہم بھی بطور زادہ راہ کے ساتھ لئے۔ پھر غار ثور میں رسول خداؐ کی مصاحبت کی توفیق پائی جسکا ذکر قرآن شریف میں ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا۔فرمایا وثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَافِی الْغَارِاِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (سورۃ التوبہ:40) یعنی دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سفر ہجرت میں تاجدار عرب کا یہ بے کس سپاہی آپؐ کی حفاظت کی خاطر کبھی آگے آتا تو کبھی پیچھے کبھی دائیں تو کبھی بائیں اور اس طرح اپنے آقا کو

بحفاظت یثرب پہنچایا۔(حلبیہ)5

اسی سفر ہجرت کا واقعہ ہے جب حضرت ابوبکرؓ نے ایک مشرک سراقہ کو تعاقب میں آتے دیکھا تو رو پڑے۔ رسول اللہؐ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا۔''اپنی جان کے خوف سے نہیں آپؐ کی وجہ سے روتا ہوں کہ میرے آقاؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔''(احمد)6

حضرت ابوبکرؓ کی مزاج شناسیٔ رسول اور گہری محبت کا عجب عالم تھا۔ سورۂ نصر نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح کے آنے اور فوج درفوج لوگوں کے دین اسلام میں داخل ہونے کا ذکر تھا۔رسول کریمؐ نے صحابہ کی مجلس میں یہ آیات سنائیں۔حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔صحابہؓ حیران تھے کہ فتح کی خوشخبری پر رونا کیسا؟ مگر حضرت ابوبکرؓ کی بصیرت نے ان آیات سے جو مضمون اخذ کیا وہ دوسرے نہ سمجھ سکے۔حضرت ابوبکرؓ کی فراست بھانپ گئی کہ یہ آیات جن میں رسول اللہؐ کے مشن کی تکمیل کا ذکر ہے آپؐ کی وفات کی خبر دے رہی ہے۔اس لئے اپنے محبوب کی جدائی کے غم سے بے اختیار ہوکر رو پڑے اور اس عاشق صادق کا خوف بجا تھا۔آنحضورؐ اس کے بعد صرف دو سال زندہ رہے۔(بخاری)7

رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ سے اپنی محبت کا ذکر فرمایا ہے۔حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام ہی آنحضورؐ کی دعا کا صدقہ تھا۔رسول کریمؐ حضرت عمرؓ کی خداداد استعدادوں کے باعث بھی اُن سے محبت فرماتے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ایک دفعہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن

سے خدا کلام کرتا تھا مگر وہ نبی نہیں تھے۔میری اُمت میں بھی ایک ایسا فرد عمرؓ ہے۔(بخاری)8

حضرت عمرؓ بھی رسول اللہؐ کے سچے عاشق تھے۔زھرہ بن معبدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔حضورؐ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔وہ فرطِ محبت میں کہنے لگے۔''اے اللہ کے رسول! آپؐ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں سوائے میری جان کے۔نبی کریمؐ نے فرمایا۔''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میرے جان ہے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں۔'' حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔''اچھا تو خدا کی قسم آج سے آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔'' رسول کریمؐ نے فرمایا'' اے عمر کیا آج سے؟'' گویا حضور سمجھتے تھے کہ عمرؓ فی الواقعہ دلی طور پر اس اظہار سے پہلے ہی آپؐ کو جان سے عزیز تر جانتے تھے۔(احمد)9

حضرت عمرؓ اس محسن رسول کے ایسے دیوانے تھے کہ رسول اللہؐ کی وفات پر فرطِ غم سے یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ رسول اللہؐ واقعی داغ مفارقت دے گئے ہیں۔دیوانہ وار یہ اعلان کر رہے تھے کہ جس نے کہا رسول اللہؐ فوت ہوگئے ہیں میں اس کا سر تن سے جدا کردونگا۔یہ کیفیت دراصل حضرت عمرؓ کے رسول اللہؐ سے سچے عشق اور جذباتی تعلق کی آئینہ دار ہے۔(بخاری)10

حضرت عثمانؓ اور علیؓ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی اپنی مثال آپ تھی۔حضرت عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں بیاہ دیں اور فرمایا کہ اگر تیسری

بیٹی بھی ہوتی تو وہ بھی عثمانؓ کو بیاہ دیتا۔(ابن اثیر) 11

حضرت علیؓ کے بارہ میں فرمایا۔علی کا میرے ساتھ تعلق ایسے ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے۔(بخاری) 12 جسے میرے ساتھ محبت کا تعلق ہے اُسے علیؓ سے بھی محبت کا تعلق رکھنا ہوگا۔(ترمذی) 13

حضرت عثمانؓ اور علیؓ نے بھی ہمیشہ رسول اللہؐ کی خاطر فدائیت کے نمونے دکھائے۔حضرت علیؓ نے تو روز اوّل سے ہی رسول اللہؐ کی تائید ونصرت کی حامی بھری تھی، جب رسول اللہؐ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنے خاندان کے لوگوں سے دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تھا،اُس وقت سب اہل خاندان نے انکار کیا سوائے اُس کمسن بچے علیؓ کے جس نے کمزوری کے باوجود مدد کا وعدہ کیا اور پھر زندگی بھر اُسے خوب نبھایا۔ہجرتِ مدینہ کے وقت حضرت علیؓ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر رسول اللہؐ کی جگہ آپؐ کے گھر میں ٹھہرنا صدق دل سے قبول کیا۔(احمد) 14

امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ بھی انہی وفا شعار عشاق میں سے تھے۔جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کے بعد ابوعبیدہؓ مجھے سب سے پیارے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہؓ کے عشق رسول کا کڑا امتحان یوں ہوا کہ جنگ اُحد میں مدمقابل لشکر کفار میں آپ کے بوڑھے والد عامر بھی برسر پیکار تھے،ابوعبیدہؓ ایک

بہادر سپاہی کی طرح دادشجاعت دیتے ہوئے میدان کارزار میں آگے بڑھتے چلے جارہے تھے کہ والد سے سامنا ہوگیا جوکئی بارتاک کرآپ کونشانہ بنانے کی کوشش کر چکا تھا، ذرا سوچیے تو وہ کتنا کٹھن اور جذباتی مرحلہ ہوگا کہ ایک طرف باپ ہے اور دوسری طرف خدااوراسکا رسولؐ ہیں جن کے خلاف باپ تلوار سونت کرنکلا ہے، مگر دنیانے دیکھا کہ ابوعبیدہؓ جیسے قوی اور امین کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ خدا کی خاطر اُن کی سونتی ہوئی شمشیر برہنہ نہیں رکے گی جب تک دشمنان رسول کا قلع قمع نہ کرلے خواہ مدمقابل وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اگلے لمحے میدان بدر میں ابوعبیدہؓ کا مشرک والد عامر اپنے موحد بیٹے کے ہاتھوں ڈھیر ہو چکا تھا۔ آفرین تجھ پراے امین الامت آفریں! تو نے کیسی شان سے حقِ امانت ادا کیا کہ باپ کا مقدس رشتہ بھی اس میں حائل نہ ہوسکا۔ اسی تاریخی موقع پر سورۂ مجادلہ کی آیت:23 اتری جس میں اللہ تعالیٰ ایسے کامل الایمان مومنوں کی تعریف کرتا ہے جوخدا کی خاطر اپنی رشتہ داریاں بھی قربان کردیتے ہیں۔ (اصابہ)15

غزوۂ احد میں حضرت ابوعبیدہؓ کی محبت رسولؐ کا ایک واقعہ حضرت ابوبکرؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ اُحد میں سنگباری کے نتیجہ میں آنحضورؐ کے خود کی دونوں کڑیاں ٹوٹ کر جب آپؐ کے رخساروں میں دھنس گئیں تو میں رسول کریمؐ کی مدد کے لئے آپؐ کی طرف لپکا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کی طرف سے بھی ایک شخص دوڑا چلا آرہا ہے۔ میں نے دل میں دعا کی کہ خدا کرے اس نازک وقت میں یہ شخص میری مدد اور نصرت کا موجب ہو۔ دیکھا تو وہ ابوعبیدہؓ تھے جو مجھ سے پہلے

حضورؐ تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے صورتحال کا جائزہ لیکر کمال فدائیت کے جذبہ سے مجھے خدا کا واسطہ دیکر کہا کہ حضورؐ کے رخساروں سے یہ لوہے کی شکستہ کڑیاں مجھے نکالنے دیں۔ پھر انہوں نے پہلے ایک کڑی کو دانتوں سے پکڑا اور پوری قوت سے کھینچا تو باہر نکل آئی، مگر ابو عبیدہؓ خود پیٹھ کے بل پیچھے جا گرے۔ ساتھ ہی اُن کا اگلا دانت بھی باہر آرہا۔ پھر انہوں نے دوسرے رخسار سے کڑی اسی طرح پوری ہمت سے کھینچی تو اس کے نکلنے کے ساتھ آپؓ کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا اور آپؓ دوبارہ گرے۔ مگر آنحضرت ﷺ کو ایک سخت اذیت سے نجات دینے میں کامیاب ہوئے اور آپؓ کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا۔ (ابن سعد) 16

رسول اللہ ﷺ کے ایک اور عاشق صادق حضرت جعفرؓ تھے۔ ایک موقع پر حضرت محمد ﷺ کے بہت ہی پیاروں حضرت زیدؓ حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ کے مابین یہ سوال اُٹھ کھڑا ہوا کہ حضورؐ کو زیادہ پیار کس سے ہے؟ حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے انتہائی کمال شفقت سے سب پیاروں سے کمال دلداری فرمائی کہ سب ہی آپؐ کو محبوب تھے۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا ''اے جعفرؓ تُو تو خَلق وخُلق اور صورت وسیرت میں میرے سب سے زیادہ مشابہ اور قریب ہے۔'' (احمد) 17

رسول اللہ کا یہ اظہار محبت سن کر بے محابا حضرت جعفرؓ پر پیار آتا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے غزوۂ مُوتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپؓ کی بیوی اسماءؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ اس موقع پر ہمارے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا جعفرؓ کے بچوں کو

میرے پاس لاؤ ان کو گلے لگایا، پیار کیا، آپؐ کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ آئے۔ میں نے عرض کیا ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ کیوں روتے ہیں؟ کیا جعفرؓ کے بارہ میں کوئی خبر ہے؟ فرمایا'' ہاں وہ راہ مولیٰ میں شہید ہو گئے ہیں۔'' اب شہید راہ حق حضرت جعفرؓ رسول اللہؐ کو اور زیادہ محبوب ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اپنے اہل خانہ کو ہدایت فرمائی کہ جعفرؓ کے گھر والوں کا خیال رکھیں۔ انہیں کھانا وغیرہ بھجوائیں۔'' (احمد) 18

بعض صحابہ سے عشق رسول کے ایسے مناظر بھی دیکھے گئے کہ دوسرے صحابہ کو ان پر رشک آتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے موقع پر مقداد بن الاسودؓ سے ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ (میرا دل کرتا ہے کہ) کاش ان کی جگہ میں ہوتا اور یہ سعادت مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب لگتی ہے۔ وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ بدر کے موقع پر مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کو تحریک جنگ فرما رہے تھے تو مقدادؓ نے کہا یا رسول اللہؐ ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو بلکہ ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں آپؐ کی جان ہے اگر آپؐ سواریوں کو برک الغماد مقام تک بھی لے جائیں تو ہم آپؐ کی پیروی کریں گے۔ (بخاری) 19

عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ مقدادؓ کی تقریر سن کر

رسول اللہؐ کا چہرہ کِھل کر چمک اٹھا اور اس بات نے حضورؐ کو بہت خوش کیا۔

حضرت ابو طلحہؓ بھی ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہؐ کی محبت سے حصہ پایا۔ رسول اللہؐ بے تکلفی سے ان کے گھر اور کبھی باغ میں بھی تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں سے محبت کا سلوک فرماتے۔ حضرت ابو طلحہؓ نے رسول اللہؐ کے تبرکات کچھ بال اور ایک پیالہ بڑی محبت سے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ آپ کو رسول اللہؐ سے والہانہ عشق تھا۔ (ابن سعد)[20]

غزوۂ اُحد میں جب کفار نے دوبارہ حملہ کیا تو جن صحابہ نے رسول اللہؐ کو اپنے حصار میں لیکر جان کی بازی لگا کر آپؐ کی حفاظت کی ہے، ان میں ابو طلحہؓ کا نمایاں مقام ہے۔ وہ رسول اللہؐ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ رسول اللہؐ آپ کو تیر پکڑاتے اور سر اٹھا کر دیکھنا چاہتے کہ کہاں پڑا ہے۔ ابو طلحہؓ عرض کرتے۔ ''یا رسول اللہؐ آپؐ سر اٹھا کر نہ جھانکیئے کہیں آپؐ کو کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔'' (بخاری)[21]

رسول اللہؐ کے ایک اور عاشق صادق حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ جو ایک امیر و کبیر گھرانے کے فرد تھے مگر انہوں نے قبول اسلام کے بعد شہزادگی چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ ایک دن رسول اللہؐ نے دیکھا مصعب بن عمیرؓ اس حال زار میں آپؐ کی مجلس میں آئے ہیں کہ پیوند شدہ کپڑوں میں ٹاکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں۔ صحابہؓ نے دیکھا تو سر جھکا لئے کیونکہ وہ بھی مصعبؓ کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے۔ مصعبؓ نے آ کر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے دلی محبت سے

وعلیکم السلام کہا اور اس صاحب ثروت نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کر کے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر مصعبؓ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ الحمدللہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحبِ ثروت ونعمت کوئی نہ تھا۔ مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے۔ (ابن سعد) 22

اسلام کے پہلے مبلغ مصعبؓ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہؐ سے ملنے مکہ آئے تو ان کی محبت رسولؐ کا ایک عجب نمونہ دیکھنے میں آیا۔ آپؓ مکہ پہنچتے ہی اپنی والدہ (جو اَب اسلام کی مخالفت چھوڑ چکی تھیں) کے گھر جانے کی بجائے سیدھے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ حضورؐ کی خدمت میں وہاں کے حالات عرض کئے۔ مدینہ میں سرعت کے ساتھ اسلام پھیلنے کی تفصیلی رپورٹ دی۔ حضورؐ ان کی خوشکن مساعی کی تفاصیل سن کر بہت خوش ہوئے۔

ادھر مصعبؓ کی والدہ کو پتہ چلا کہ مصعبؓ مکہ آئے ہیں اور پہلے ان کے پاس آکر ملنے کے بجائے رسول اللہؐ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے بیٹے کو پیغام بھیجا کہ او بے وفا! تو میرے شہر میں آکر پہلے مجھے نہیں ملا۔ عاشق رسولؐ مصعبؓ کا جواب بھی کیسا خوبصورت تھا کہ اے میری ماں! میں مکہ میں نبی کریمؐ سے پہلے کسی کو ملنا گوارا نہیں کر سکتا۔ (ابن سعد) 23

اُحد کے میدان میں مصعبؓ نے جان کی قربانی دیکر اپنے عشق رسول پر مہر ثبت کر دی۔ مصعبؓ اسلامی جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کی نعش کے پاس پہنچے تو وہ چہرے کے بل گرے پڑے تھے۔ گویا دم واپسیں بھی اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی اور سجدہ ریز۔ حضورؐ نے ان کی نعش کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَه' وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلاً** (سورۃ الاحزاب: 24)

یعنی ان مومنوں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا۔ (لڑتے لڑتے مارے گئے) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عاشق صادق کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے مصعبؓ! خدا کا رسول تم پر گواہ ہے کہ واقعی تم اس آیت کے مصداق اور ان مردان وفا میں سے ہو جنہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ روزِ قیامت تم دوسروں پر گواہ بنائے جاؤ گے۔'' پھر آپؐ نے اسلامی جھنڈے کے محافظ حضرت مصعبؓ کو اس آخری ملاقات میں ایک اور اعزاز بھی بخشا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اے میرے صحابہؓ! مصعبؓ کی نعش کے پاس آ کر اس کی زیارت کر لو اور اس پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔'' (ابن اثیر) [24]

حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضرؓ بدر میں شامل نہیں تھے۔ اسلام کی پہلی جنگ بدر سے غیر حاضری کی وجہ سے اُن کو بے حد افسوس تھا۔ انہوں نے رسول اللہؐ کے سامنے عہد کیا کہ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شامل ہونے کا موقع دیا تو اللہ دیکھے گا میں کیا کر دکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُحد کے دن وہ خوب لڑے مگر جب درّہ چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کے بعد پسپائی ہوئی تو انہوں نے جوش غیرت میں کہا اے اللہ! ان مسلمانوں میں سے جو درہ چھوڑ گئے اس کے لئے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور مشرکوں کے فعل سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راستے میں سعد بن معاذؓ ملے تو اُن سے کہنے لگے اے سعد! کہاں جاتے ہو؟ مجھے تو اُحد کے ورے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ چنانچہ میدان اُحد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے مگر ایسی بے جگری اور بہادری سے لڑے کہ جسم پر اسّی سے اوپر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے زخم تھے جن کی وجہ سے نعش پہچانی نہ جاتی تھی۔ ان کی بہن نے آ کر انگلی کے پورے پر ایک نشان سے ان کی لاش پہچانی۔ (بخاری) 25

ایک اور عاشق صادق انصاری سردار سعد بن ربیعؓ تھے۔ میدان اُحد میں ستر مسلمان شہداء کی لاشوں کے پُشتے لگے پڑے تھے۔ رسول اللہؐ کو باری باری اپنے وفا شعار غلام یاد آرہے تھے۔ اچانک آپؐ فرمانے لگے ’’کوئی ہے جو جا کر

دیکھے کہ انصاری سردار سعد بن ربیعؓ پر کیا گزری۔ میں نے اُسے لڑائی کے دوران بے شمار نیزوں کے زد میں گھرے ہوئے دیکھا تھا۔'' ابی بن کعبؓ، محمد بن مسلمہؓ اور زید بن حارثہؓ نے کہ یا رسول اللہؐ ہم حاضر ہیں۔ رسول اللہؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو بھجوایا اور فرمایا کہ سعد بن ربیعؓ سے ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ رسول اللہؐ تمہارا حال پوچھتے تھے۔ انہوں نے جا کر میدان اُحد میں بکھری لاشوں کے درمیان انہیں تلاش کیا۔ انہیں آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ آیا۔ تب انہوں نے بآواز بلند کہا کہ اے سعد بن ربیعؓ! رسول اللہؐ نے مجھے تمہاری خبر لینے بھیجا ہے۔ اچانک لاشوں میں جنبش ہوئی اور ایک نحیف سی آواز آئی۔ وہاں پہنچے تو سعدؓ کو سخت زخمی حالت میں پایا۔ ان سے کہا کہ رسول اللہؐ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں پتہ کروں کہ کس حال میں ہو؟ اور حضورؐ کا سلام آپ کو پہنچاؤں۔ انہوں نے کہا میں تو موت کے کنارے پر ہوں، مجھے بارہ تلواروں کے زخم آئے ہیں اور ایسے کاری زخم ہیں کہ ان سے جان بر ہونا مشکل ہے۔ اس لئے میری طرف سے بھی رسول اللہؐ کو سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ سعد بن ربیعؓ آپؐ کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ پہلے نبیوں کو اپنی امت کی طرف سے جو جزا ملی ہے، اللہ تعالیٰ آپؐ کو اُن سب سے بہترین جزا عطا کرے اور میری قوم کو بھی میری طرف سے سلام پہنچانا اور یہ پیغام دینا کہ سعد بن ربیعؓ کہتے تھے کہ تم نے عقبہ کی گھاٹی میں جو عہد رسول اللہؐ سے کیا تھا اُسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ ہم نے آخری سانس تک یہ عہد نبھایا۔ اب یہ امانت تمہارے سپرد ہے۔ جب تک تمہارے اندر ایک بھی جھپکنے والی آنکھ

ہے اگر نبی کریمؐ پر کوئی آنچ آ گئی تو تمہارا کوئی عذر خدا کے حضور قبول نہ ہوگا۔

محمد بن مسلمہؓ نے نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ سارا واقعہ عرض کر دیا۔ جس سے یقیناً آپؐ کا دل ٹھنڈا ہوا۔ (الحلبیہ) 26

ایک اور عاشق رسول زید بن دثنہؓ تھے، جو ایک اسلامی مہم کے دوران قید ہوئے۔ مشرک سردار صفوان بن امیہ نے اُن کو خریدا تا کہ اپنے مقتولین بدر کے انتقام میں انہیں قتل کرے۔ جب صفوانؓ اپنے غلام کے ساتھ انہیں قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے کر گیا تو کہنے لگا اے زید میں تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تو پسند کرتا ہے کہ محمدؐ اس وقت تمہاری جگہ مقتل میں ہو اور تم آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے ہو۔

زیدؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میرے قتل سے بچ جانے کے عوض رسول اللہؐ کو کوئی کانٹا بھی چبھ جائے۔ ابوسفیان نے یہ سنا تو کہنے لگا خدا کی قسم! میں نے دنیا میں کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمدؐ کے ساتھی اس سے کرتے ہیں۔ (الحلبیہ) 27

ایک دفعہ نبی کریمؐ نے بعض قبائل کی درخواست پر ستر حفاظ کرام کو دعوت الی اللہ کے لئے بھجوایا۔ جنہیں بنی سلیم وغیرہ قبائل نے بدعہدی سے بئر معونہ مقامؐ پر شہید کر دیا۔ دشمن نے جب مسلمانوں کے قافلہ کے امیر حرام بن ملحانؓ کو قتل کر کے انہیں گھیر لیا۔ اُس وقت سب نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت ہمارے

پاس کوئی اور ذریعہ رسول اللہؐ کو اطلاع کرنے کا نہیں، کسی طرح اپنے رسول کو ہمارا آخری سلام پہنچا دے اور ہماری شہادتوں کی خبر دے کر یہ اطلاع کر دے کہ ہم اپنے رب سے راضی ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ کو جبریلؑ کے ذریعے اطلاع فرمائی۔ حضورؐ اس وقت مدینے میں اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اچانک فرمایا وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ اور ان پر بھی سلامتی ہو۔ پھر آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کو اطلاع دی کہ تمہارے بھائیوں کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا اور وہ سب شہید ہو گئے۔ بوقت شہادت انہوں نے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا سلام اور راضی برضائے الٰہی ہونے کا پیغام ہم تک پہنچا دے۔

رسول اللہؐ کو اپنے ان ستر اصحاب کی شہادت کا بہت غم تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کو کبھی کسی کی موت کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا صدمہ بئر معونہ میں شہید ہونے والے سترّ اصحاب کا ہوا۔ آپؐ تیس دن تک نماز کی آخری رکعت میں ہاتھ اُٹھا کر مدد و نصرت کی دعائیں پڑھتے رہے۔ (الحلبیہ)28

صحابۂ رسول کو اپنے آقاؐ کی حفاظت کی جو فکر ہوتی تھی اور رسول اللہؐ صحابہ کا جس طرح خیال رکھتے تھے اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہؐ کے ساتھ شریک سفر تھے رات کو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ رات کے کسی حصے میں مجھے

رسول اللہؐ کا خیال آیا اور مَیں آپؐ کا پتہ کرنے اس جگہ گیا جہاں آپؐ نے ڈیرہ لگایا تھا۔ وہاں موجود نہ پا کر میں ادھر اُدھر آپؐ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہؐ کا ایک اور صحابی بھی میری طرح دیوانہ وار آپؐ کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریمؐ کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ دشمن کی سرزمین اور جنگ کے علاقہ میں ہیں۔ ہم آپؐ کی ذات کے بارہ میں خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ خدارا آپؐ کو جب کوئی حاجت ہو تو آپؐ اپنے بعض صحابہ کو حکم فرمائیں تاکہ وہ آپؐ کے ساتھ جائیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دراصل میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا۔ اس نے مجھے اختیار دیا کہ کہ میری امت کا آدھا حصہ جنت میں داخل کرے یا مجھے شفاعت کا حق چاہئے۔ میں نے شفاعت کا حق مانگا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری امت کے لئے زیادہ وسیع مغفرت کا موجب ہے۔ پھر مجھے دوتہائی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا گیا، پھر بھی میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ شفاعت میں امت کے لئے زیادہ بخشش کی گنجائش ہے۔ ان دونوں صحابہ نے آپؐ سے دعا کی درخواست کی کہ ان کے حق میں بھی آپؐ کی شفاعت قبول ہو۔ رسول اللہؐ نے دعا کی۔ پھر ان دونوں نے دیگر صحابہ کو جا کر بتایا تو وہ بھی اہل شفاعت میں سے ہونے کی دعا کروانے آنے لگے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا میری شفاعت ہر کلمہ گو کیلئے ہوگی۔ [29]

غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعودؓ (سردار طائف) سفیر قریش بن کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بغرض حفاظت تلوار لئے رسول اللہؐ کے پاس کھڑے تھے۔ عروہ عرب دستور کے مطابق بات کرتے ہوئے ازراہِ منت اپنا ہاتھ نبی کریمؐ کی داڑھی کی طرف بڑھاتا تھا۔ عاشقِ رسولؐ مغیرہؓ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ایک مشرک کا ہاتھ رسول اللہؐ کی ریش مبارک کو چھوئے۔ وہ اپنی تلوار کی نوک سے سفیرِ قریش کا ہاتھ پرے ہٹا دیتے اور کہتے ''رسول اللہؐ کی داڑھی سے اپنا ہاتھ پرے ہٹالو'' (بخاری) 30

عروہ نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون نوجوان ہے۔ جب اُسے پتہ چلا کہ یہ مغیرہؓ ہیں تو وہ اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم جانتے ہو جاہلیت میں میں تمہارا معاون و مددگار رہا ہوں، اس کا یہ بدلے تم مجھے دے رہے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رسولؐ کو اپنے آقا و مولیٰ سب دوستوں اور عزیزوں سے بڑھ کر پیارے تھے۔ میدان حدیبیہ میں ہی کفار کے سفیر عروہ نے صحابہ کے عشق کا ایک اور نظارہ بھی دیکھا کہ وہ حضورؐ کے وضو کا مستعمل پانی حتّٰی کہ آپؐ کا تھوک بھی نیچے گرنے نہ دیتے بلکہ بطور تبّرک اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔ وہ آپؐ کے حکم کی والہانہ تعمیل کرتے تھے۔ اس نے جا کر قریش کے سامنے اس کا یوں اظہار کیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار بھی دیکھے ہیں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے محلات بھی۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں

کو اس کی وہ تعظیم کرتے نہیں دیکھا جو محمدؐ کے ساتھی اس کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہؐ کوئی تھوک بھی نہیں پھینکتے مگر ان کا کوئی ساتھی اُسے اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے جسم پر مل لیتا ہے اور جب وہ انہیں کوئی بات کہتے ہیں تو وہ لبیک کہتے اور فوراً اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب محمدؐ وضو کرتے ہیں تو اس کے پانی کا ایک قطرہ بھی وہ نیچے گرنے نہیں دیتے اور لگتا ہے کہ اسے ہاتھوں ہاتھ لینے کیلئے جیسے وہ لڑ پڑیں گے۔ پھر جب وہ بات کرتا ہے تو وہ خاموشی سے سنتے ہیں۔اس کی تعظیم کی خاطر اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور اس کے سامنے نیچی آواز میں بات کرتے ہیں۔ الغرض صحابہ کے عشق و محبت کا یہ وہ نظارہ تھا جس نے مشرک سردار عروہ کو بھی حیران و ششدر کر دیا۔(بخاری)31

رسول کریمؐ کے ایک اور عاشق صادق حضرت ابوایوبؓ انصاری تھے۔ ہجرت مدینہ کے معاً بعد رسول اللہؐ آپؓ کے مکان میں آکر رہائش پذیر ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے ابوایوبؓ کی محبت کا عجب عالم تھا۔ چھ یا سات ماہ کا سارا عرصہ جو آنحضرت ﷺ کے ہاں فروکش رہے، انہوں نے مہمانی کا حق خوب ادا کیا۔ سارا عرصہ رسول اللہ ﷺ کھانا باقاعدگی سے تیار کر کے بھجواتے رہے۔ جب کھانا بچ کر آتا تو اس پر رسول خداؐ کی انگلیوں کے نشانات دیکھتے اور وہاں سے کھانا تناول کرتے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے کھانا تناول نہ فرمایا۔ ابوایوبؓ جو رسول خداؐ کا بچا ہوا تبرک کھانے کے عادی تھے دوبارہ حاضر ہوئے۔

عرض کی حضورؐ نے آج کھانا تناول نہیں فرمایا۔حضورؐ نے فرمایا آج کھانے میں پیاز لہسن تھا اور میں اسے پسند نہیں کرتا۔ابو ایوبؓ نے عرض کی ''حضورؐ جسے آپؐ ناپسند فرماتے ہیں آئندہ سے میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں۔''(الاصابہ) 32

(معلوم ہوتا ہے کچّا پیاز لہسن ہوگا جسے پسند نہیں فرمایا)۔

انہیں عشاقِ رسولؐ میں سے زید بن حارثہؓ بھی تھے جنہیں انکے قبیلہ پر حملہ کے دوران پکڑ کر بیچ دیا گیا تھا۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے غلام تھے۔انہوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپؐ نے آزاد کر کے زیدؓ کو منہ بولا بیٹا بنالیا۔زیدؓ رسول اللہؐ کی شفقتوں کے مورد بنے اور ''حِبّ رسول'' یعنی رسول اللہؐ کے پیارے کہلائے۔زیدؓ بھی رسول اللہؐ کی محبت کے اسیر ہوکر رہ گئے۔

زیدؓ کا والد اُن کی تلاش میں رسول اللہؐ کے پاس پہنچا اور اُنہیں آزاد کرنے کی درخواست کی۔رسول اللہؐ نے زید کو بلا کے فرمایا کہ اے زیدؓ تجھے اختیار ہے چاہو تو میرے پاس رہو، چاہو تو اپنے والدین کے ساتھ وطن واپس چلے جاؤ۔ زید کا یہ جواب عشق و محبت کی دنیا میں ہمیشہ یاد رہے گا کہ ''میرے آقا! میں آپؐ کی بجائے کسی دوسرے کے ساتھ جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔اب آپؐ ہی میرے مائی باپ ہیں۔''(ابن سعد) 33

رسول کریمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ایک خادم کی ضرورت محسوس ہوئی۔حضرت ام سلیمؓ اور ابوطلحہؓ نے اپنے بیٹے کو لا کر پیش کر دیا کہ حضور! یہ

بچہ انس آپؐ کی خدمت کرے گا۔ (بخاری) 34

والدین کی طرح لاڈ اور پیار کی خاطر حضورؐ انسؓ کو "بیٹا" اور "انیس" کہہ کر پکارتے۔ کبھی ازراہ مذاق "یاذالاذنین" یعنی دو کانوں والا کہہ کر یاد فرماتے۔ (ترمذی) 35

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی تھی کہ "اے خدا انسؓ کے مال واولاد میں برکت دے اور اسے جنت میں داخل کرنا!" (بخاری) 36

حضرت انسؓ خادم رسولؐ کے مبارک لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ وہ اس پر فخر کیا کرتے تھے، کیوں نہ کرتے در نبویؐ کی گدائی سے بڑھ کر فخر کا کیا مقام ہوگا۔ حضرت انسؓ نے اس تعلق کی بدولت دینی ودنیاوی برکات حاصل کیں۔

حضرت انسؓ کو آنحضرت ﷺ سے غایت درجہ عشق اور محبت تھی۔ آپؓ کے پاس رسول اللہؐ کے تبرکات میں سے ایک موئے مبارک تھا۔ بوقت وفات وصیت کی کہ میرے آقا کا یہ بال میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ رسول اللہؐ کی یادگار ایک چھڑی بھی آپؓ کے پاس تھی۔ آپؓ کی وصیت کے مطابق یہ بھی آپؓ کے پہلو میں دفن کی گئی۔ سبحان اللہ! محبوب کی جو شئے بھی میسر تھی اس سے بوقت وفات بھی جدائی گوارا نہ تھی تو رسول اللہؐ کی جدائی ان پر کیسی شاق گزری ہوگی۔ وفات رسولؐ کے بعد آپؓ اکثر دیوانہ و بے خود ہو جاتے اور کیوں نہ ہوتے اگر حسّان کی آنکھوں کی پتلی نہ رہی تھی تو انسؓ کا نور نظر بھی تو جاتا رہا تھا۔ اسی حد درجہ

محبت کا نتیجہ تھا کہ اکثر خواب میں ''خادم رسول'' اپنے آقا سے ملاقات کیا کرتا۔

آقاؐ کی باتیں سناتے تو الفاظ میں نقشہ کھینچ کر رکھ دیتے۔ حضرت انسؓ کے اس خادمانہ تعلق کو صرف وفات رسول ہی جدا کرسکی۔

حضرت اسامہؓ بھی رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام زید کے بیٹے تھے اور ''حِبّ رسول'' یعنی رسول اللہؐ کے محبوب کہلاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اسامہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے سوائے (میری بیٹی) فاطمہ کے۔ خود اسامہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ انہیں اور حضرت حسینؓ کو دونوں رانوں پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔ ''اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔'' (بخاری) 37 رسول اللہؐ نے آخری بیماری میں رومیوں کے خلاف جو لشکر تیار کیا اسکی کمان کم سن اسامہ کے سپرد فرمائی۔ (بخاری) 38

اسامہؓ حضور کی آخری بیماری میں آپؐ سے الوادعی ملاقات کرنے آئے وہ بیان کرتے ہیں۔ ''جب میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے دونوں ہاتھ مجھ پر رکھے اور پھر دونوں ہاتھ اٹھائے۔ میں جانتا ہوں کہ حضورؐ میرے لئے دعا کر رہے تھے۔''

سبحان اللہ آقا کی غلام پر شفقت کا عجیب عالم ہے کہ مرض الموت میں بھی اس یتیم بچہ کے لئے دعا گو ہیں گویا اسے خدا کے حوالے کر رہے ہیں دراصل یہ آپؐ کی طبعی محبت کا اظہار تھا۔

غزوۂ موتہ میں اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ کی شہادت پر رسول اللہؐ نے

اسامہؓ کی بہن کو روتے دیکھا تو آپؐ بھی رو پڑے۔سعد بن عبادہؓ نے عرض کی حضورؐ یہ کیا! فرمایا یہ جذبہ محبت ہے۔

رسول اللہؐ کے باوفا غلاموں میں ثوبانؓ بن مالک بھی تھے۔ایک دفعہ روتے ہوئے حاضر ہوئے۔رسول اللہؐ نے حال پوچھا تو کہنے لگے یا رسول اللہؐ! اس دنیا میں تو جب جی کرتا ہے آکر آپؐ کی زیارت کر لیتے ہیں۔اگلے جہاں میں تو آپؐ بلند مقامات پر ہوں گے تب آپؐ تک رسائی کیسے ہوگی؟ یہ خیال بے چین کر دیتا ہے۔رسول کریمؐ نے ثوبانؓ کو خوشخبری دی کہ آدمی اسکے ساتھ ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔(بخاری)39

ربیعہؓ اسلمی رسول اللہؐ کے ایک اور خادم تھے۔ایک دن نبی کریمؐ نے انکی خدمتوں سے خوش ہوکر انعام سے نوازنا چاہا۔فرمایا ربیعہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ کچھ سوچ کر ربیعہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہیے۔فرمایا کچھ اور مانگ لو۔عرض کیا بس یہی کافی ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا پھر ڈھیر سارے سجدوں، دعاؤں اور نمازوں سے میری مدد کرنا۔(مسلم)40

حضرت جابرؓ اپنے والد عبداللہؓ بن حرام کے بارہ میں یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے حلوا تیار کروایا پھر مجھے کہنے لگے کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں تحفہ پہنچا کر آؤ۔ میں لے کر گیا، حضورؐ فرمانے لگے ’’جابرؓ! کیا گوشت لائے ہو؟‘‘ میں نے عرض کیا ’’نہیں اے اللہ کے رسولؐ! میرے والد

نے یہ حلوا آپؐ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بھجوایا ہے'' آپؐ نے فرمایا ''ٹھیک ہے۔'' اور اُسے قبول فرمایا۔ میں جب واپس گیا تو والد نے پوچھا کہ رسول اللہؐ نے تمہیں کیا فرمایا تھا۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضورؐ نے پوچھا تھا کہ کیا گوشت لائے ہو؟ میرے والد کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے آقا رسول اللہؐ کو گوشت کی خواہش ہوگی۔ چنانچہ والد صاحب نے اسی وقت اپنی ایک دودھ دینے والی بکری ذبح کر دی۔ پھر گوشت بھوننے کا حکم دیا اور مجھے حضورؐ کی خدمت میں بھنا ہوا گوشت دے کر بھجوایا۔ حضورؐ نے بہت محبت سے دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے قبول کیا اور فرمایا'' انصار کو اللہ تعالیٰ بہت جزا عطا فرمائے خاص طور پر عمرو بن حرام کے قبیلے کو۔'' (ھیثمی) 41

جابرؓ کے والد حضرت عبداللہؓ اُحد میں شہید ہو گئے اور اپنے پیچھے جابرؓ کے علاوہ سات بیٹیاں چھوڑیں۔ رسول اللہؐ حضرت جابرؓ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد یہودی ساہوکاروں کا ایک بھاری قرض حضرت جابرؓ پر تھا۔ رسول اللہؐ کی دعا کی برکت سے وہ ادا ہوا۔ (بخاری) 42

ایک سفر میں جابرؓ کا اونٹ تھک کر اڑ گیا تو رسول اللہؐ نے اس کے لئے دعا کی اور وہ بھاگنے لگا۔ (بخاری) 43

جابرؓ کو بھی رسول اللہؐ کی شفقتیں دیکھ کر آپؐ سے ایک والہانہ عشق ہو گیا تھا اور رسول اللہؐ کی کوئی تکلیف ان سے دیکھی نہ جاتی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران صحابہ کو فاقہ تھا۔ رسول اللہؐ نے بھی اس وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے اور مسلسل تین روز سے ہم نے کچھ کھایا پیا نہیں تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ سے اجازت لے کر گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول کریمؐ کو ایسے حال میں دیکھا ہے جس پر صبر کرنا ناممکن ہے۔ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ پھر میں نے ایک بکروٹہ ذبح کیا، میری بیوی نے جو پیس لئے، گوشت جب ھنڈیا میں رکھ دیا تو میں رسول کریمؐ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ میرے گھر تھوڑا سا کھانا ہے آپؐ تشریف لائیں اور اپنے ساتھ ایک دو افراد کو بھی لے لیں'' آپؐ نے پوچھا کہ کھانا ہے کتنا؟ میں نے تفصیل عرض کر دی، آپؐ نے فرمایا کہ بہت کافی ہے۔ پھر مجھے فرمایا کہ جاؤ اور بیوی سے کہو کہ ہنڈیا چولہے سے نہ اُتارے اور روٹیاں تنور میں لگانی شروع نہ کرے یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔ پھر صحابہ سے فرمایا کہ چلو جابرؓ نے ہماری دعوت کی ہے۔ چنانچہ مہاجرین اور انصار حضورؐ کے ساتھ چل پڑے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں بیوی کے پاس گیا تو وہ بولی تیرا بھلا ہو رسول اللہؐ تو سب مہاجرین وانصار کو ہمراہ لے آئے ہیں۔ کیا حضورؐ نے تم سے کھانے کی مقدار کا پوچھ لیا تھا۔ میں نے کہا ''ہاں''۔ حضورؐ نے صحابہ کو خاموشی سے جابرؓ کے گھر داخل ہونے کی تلقین فرمائی اور روٹی توڑ توڑ کر اس پر گوشت رکھتے گئے۔ ہنڈیا اور تنور کو آپؐ نے ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا۔ کھانا لے کر پھر ڈھانپ دیتے تھے اور اپنے

صحابہ کو دیتے جاتے تھے۔ اس طرح حضورؐ صحابہ کو کھانا کھلاتے رہے یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ تب آپؐ نے جابرؓ کی بیوی سے فرمایا کہ خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو تحفہ کے طور پر بھجواؤ کیونکہ آجکل لوگ سخت بھوک اور فاقہ کی حالت میں ہیں۔ (بخاری) 44

حضرت سعد بن خیثمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں تبوک میں رسول اللہؐ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اپنے کھجور کے باغ میں گیا تو دیکھا کہ چھپر میں چھڑکاؤ کر کے بیٹھنے کی ٹھنڈی جگہ بنائی گئی ہے۔ میری بیوی موجود تھی۔ میں نے کہا یہ انصاف نہیں۔ خدا کا رسول سخت گرمی کے موسم میں ہو اور میں سائے اور پھلوں میں ہوں۔ میں نے اسی وقت سواری لی اور کچھ کھجوریں بطور زادِ راہ لے کر چل پڑا۔ میری بیوی کہنے لگی کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا رسول اللہؐ کے ساتھ شریک جہاد ہونے کے لئے۔ جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو رسول اللہؐ نے دور سے غبار اُٹھتی دیکھ کر فرمایا خدا کرے یہ ابوخیثمہ ہو۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ میں تو پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ہلاک ہونے کو تھا اور پھر اپنا قصہ کہہ سنایا۔ رسول اللہؐ نے میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (ھیثمی) 45

عشق رسول تو ایمان کی علامت ہے۔ اس لئے صحابیات رسول بھی اس میدان میں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔ وہ رسول اللہؐ کے حالات اور ضروریات پر نظر رکھتیں اور ان کو پورا کر کے ثواب اور تسکین دل حاصل کرنا چاہتیں۔

ایک صحابیہ نے ایک دفعہ رسول اللہؐ کے لئے لباس کی ضرورت محسوس کی

تو ایک خوبصورت چادر ہاتھ سے کڑھائی کر کے لے آئیں اور حضورؐ کی خدمت میں نذر کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری خواہش ہے کہ آپؐ یہ چادر خود زیب تن فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ضرورت کا یہ انتظام ہونے پر شکریہ کے ساتھ اسے قبول کیا اور وہ چادر پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ایک شخص نے دیکھ کر کہا اے اللہ کے رسولؐ! یہ کتنی خوبصورت چادر ہے؟ آپؐ مجھے ہی عطا فرما دیں۔آپؐ نے فرمایا ''اچھا یہ آپ کی ہوئی'' نبی کریمؐ جب مجلس سے اُٹھ کر تشریف لے گئے تو صحابہ نے اس شخص سے کہا کہ آپؐ نے حضورؐ سے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا، خصوصاً جب کہ حضورؐ کو اس کی ضرورت بھی تھی اور آپؐ کو پتہ ہے کہ رسول اللہؐ سے کچھ مانگا جائے تو آپؐ کبھی انکار نہیں فرماتے۔وہ صحابی کہنے لگے سچ پوچھو تو میں نے بھی برکت کی خاطر یہ پہنی ہوئی چادر مانگی ہے۔میری خواہش ہے کہ مرنے کے بعد میرا کفن اسی چادر سے ہو جو رسول اللہؐ کے بدن سے مس ہوئی۔(بخاری) 46

حضرت امّ سلیمؓ بسا اوقات کھانا بنوا کے رسول اللہؐ کے گھر بھجوا دیتی تھیں۔ حضرت زینبؓ کی شادی کے موقع پر بھی حضرت ام سلیمؓ نے کافی سارا کھانا بنوا کے بھجوا دیا جس سے رسول اللہؐ نے دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا۔(بخاری) 47

ایک انصاری خاتون میناء نامی تھیں۔ان کا غلام بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ رسول اللہؐ کے مجلس میں بیٹھنے کے لئے کوئی لکڑی کی اچھی چیز بنوا کر دیں۔ چنانچہ رسول اللہؐ سے انہوں نے عرض کیا میں آپؐ کے بیٹھنے

کے لئے کوئی چیز بنوانا چاہتی ہوں۔حضور نے خوشی سے اجازت دیدی تو انہوں نے وہ منبر بنوایا جس پر رسول اللہؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔(بخاری)48

اُحد کے دن مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہؐ شہید ہو گئے ہیں۔ مدینہ میں عورتیں رونے اور چلانے لگیں۔ایک عورت کہنے لگی تم رونے میں جلدی نہ کرو میں پہلے پتہ کر کے آتی ہوں، وہ گئی تو پتہ چلا کہ اس کے سارے عزیز شہید ہو چکے تھے۔اس نے ایک جنازہ دیکھا، پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔ بتایا گیا کہ یہ تمہارے باپ کا جنازہ ہے۔اس کے پیچھے تمہارے بھائی، خاوند اور بیٹے کا جنازہ بھی آرہا ہے۔ وہ کہنے لگی مجھے یہ بتاؤ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا نبی کریمؐ وہ سامنے تشریف لارہے ہیں۔ وہ رسول اللہؐ کی طرف لپکی اور آپؐ کے کرتے کا دامن پکڑ کر کہنے لگی میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اے اللہ کے رسول! جب آپؐ زندہ ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔(ھیثمی)49

الغرض کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے سب ہی اس پاک رسول کے دیوانے اور اس کے منہ کے بھوکے تھے اور یہ کمال آنحضورؐ کے اخلاق فاضلہ کا تھا جن سے دنیا آپؐ کی گرویدہ تھی اور آج تک ہے۔

حوالہ جات

1 ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی الرخصة فی لیس الحمرة للرجال2735

2 کامل لابن عدی جلد2ص701

3 الاصابه فی تمییز الصحابه جز4ص102بیروت

4 السیرة الحلبیه جلد1 ص295بیروت

5 السیرة الحلبیه جلد2ص43

6 مسند احمد جلد1ص3مطبوعه بیروت

7 بخاری کتاب التفسیر سورة النصر

8 بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ

9 مسند احمد جلد4ص336مطبوعه بیروت

10 بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ و وفاته:4097

11 اسدالغابة فی معرفة الصحابه جزء3ص376 دارالاحیاء التراث العربی

12 بخاری کتاب المغازی باب غزوة تبوک وهی غزوة العسرة:4063

13 ترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالبؓ 3664

14 مسند احمدجلد3ص348مطبوعه بیروت

15 الاصابه فی تمییز الصحابه جز4ص11مطبوعه بیروت

16 الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد3ص410بیروت

17 مسند احمد بن حنبل جلد5ص204مطبوعه مصر

18 مسند احمد جلد6ص372مطبوعه بیروت

19 بخاری کتاب المغازی باب قول الله اذتستغیثون3658

20 الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد3ص505مطبوعه بیروت

21 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد

22 الطبقات الکبریٰ جلد3ص117مطبوعه بیروت

23 الطبقات الکبریٰ جلد3ص118مطبوعه بیروت

24 اسد الغابه فی معرفة الصحابه جلد4ص370بیروت

25 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد

26 السیرة الحلبیه جلد2ص245 دارا حیاء التراث العربی بیروت

27 السیرة الحلبیه جلد3ص170مطبوعه بیروت

28 السیرة الحلبیه جلد3ص171,172بیروت

29 مسند احمد جلد4ص415مطبوعه مصر

30 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد

31 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد

32 الاصابه فی تمییز الصحابه جلد1ص90دارالکتب العلمیه بیروت

33 الطبقات الکبریٰ لابن سعدجلد3ص45مطبوعه بیروت

34 بخاری کتاب الدعوات باب قول الله تعالیٰ وصل علیهم5859

35 ترمذی کتاب البروالصلة باب ماجاء فی المزاح1915

36 بخاری کتاب الدعوات باب قول الله تعالیٰ وصل علیهم5859

37 بخاری کتاب المناقب باب ذکر اسامة بن زید3455

38 بخاری کتاب المناقب باب مناقب زید:3451

39 بخاری کتاب الادب باب علامة حب الله:5702

40 مسلم کتاب الصلاة باب فضل السجود والحث علیہ:754

41 مجمع الزوائد جلد9ص317 بحواله البزار

42 بخاری کتاب المغازی باب غزوه احد و کتاب الاستقراض

43 بخاری کتاب الجهاد باب استبذان الرجل الامام

44 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الاحزاب

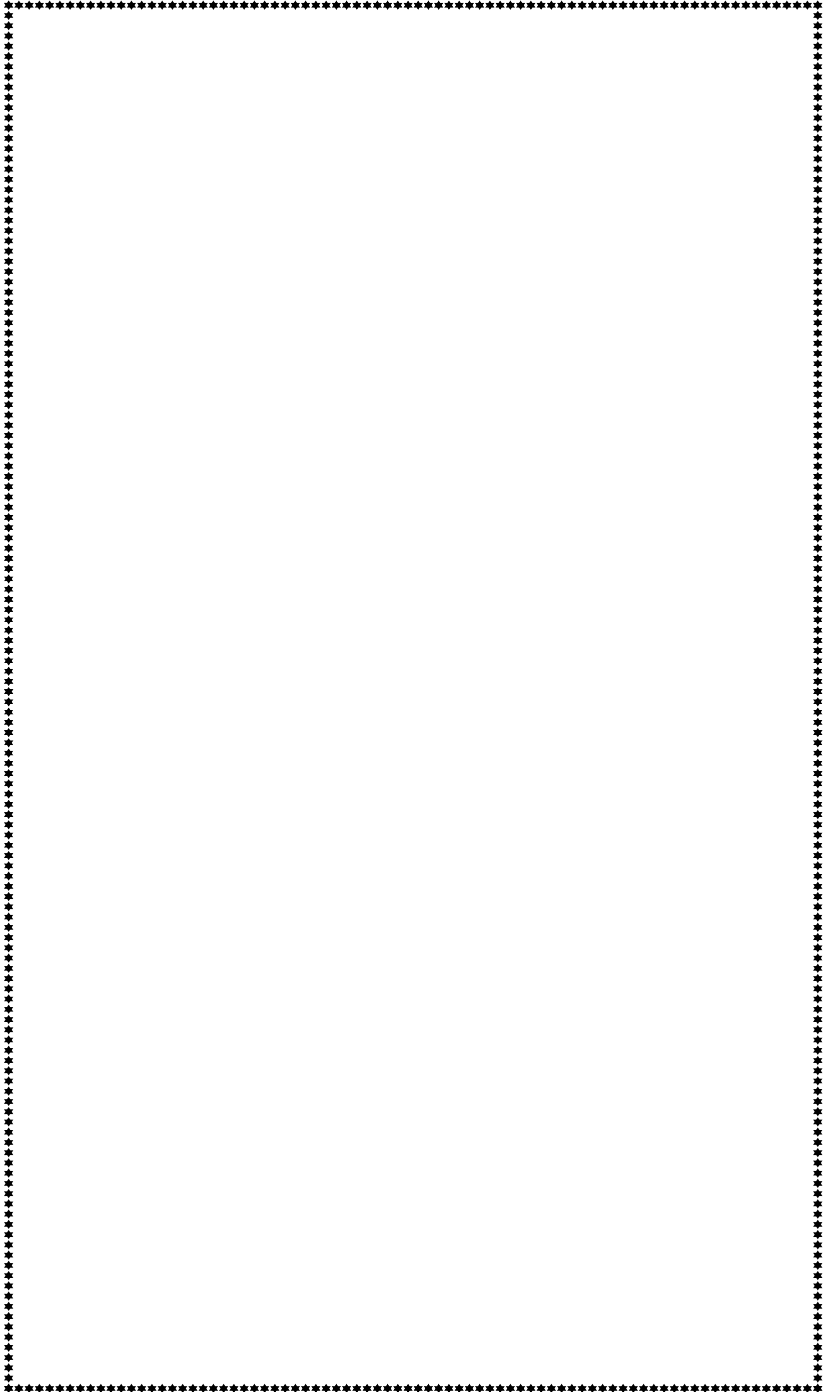
45 مجمع الزوائد جلد6ص193مطبوعه بیروت

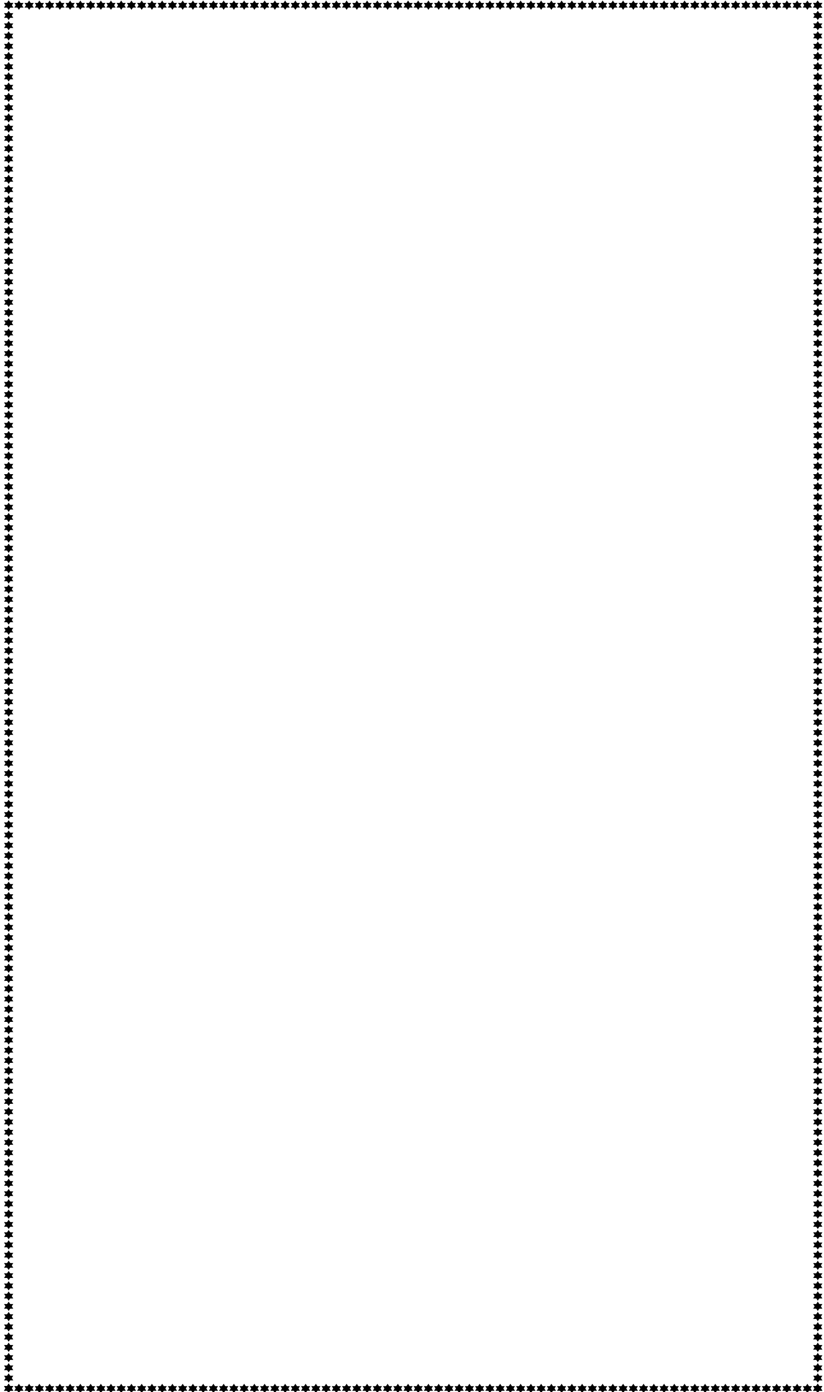
46 بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق و السخاء

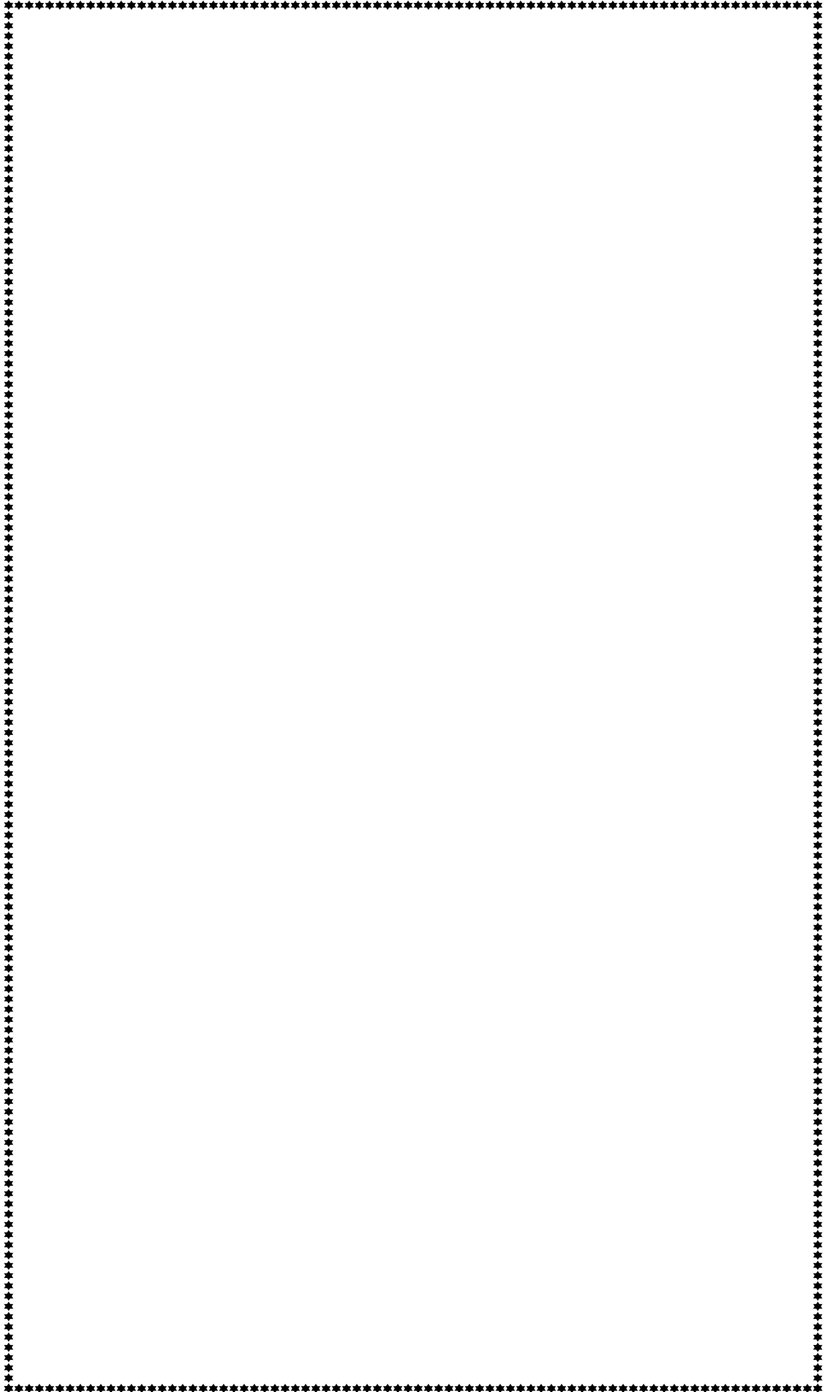
47 بخاری کتاب النکاح باب الهدية للعروس

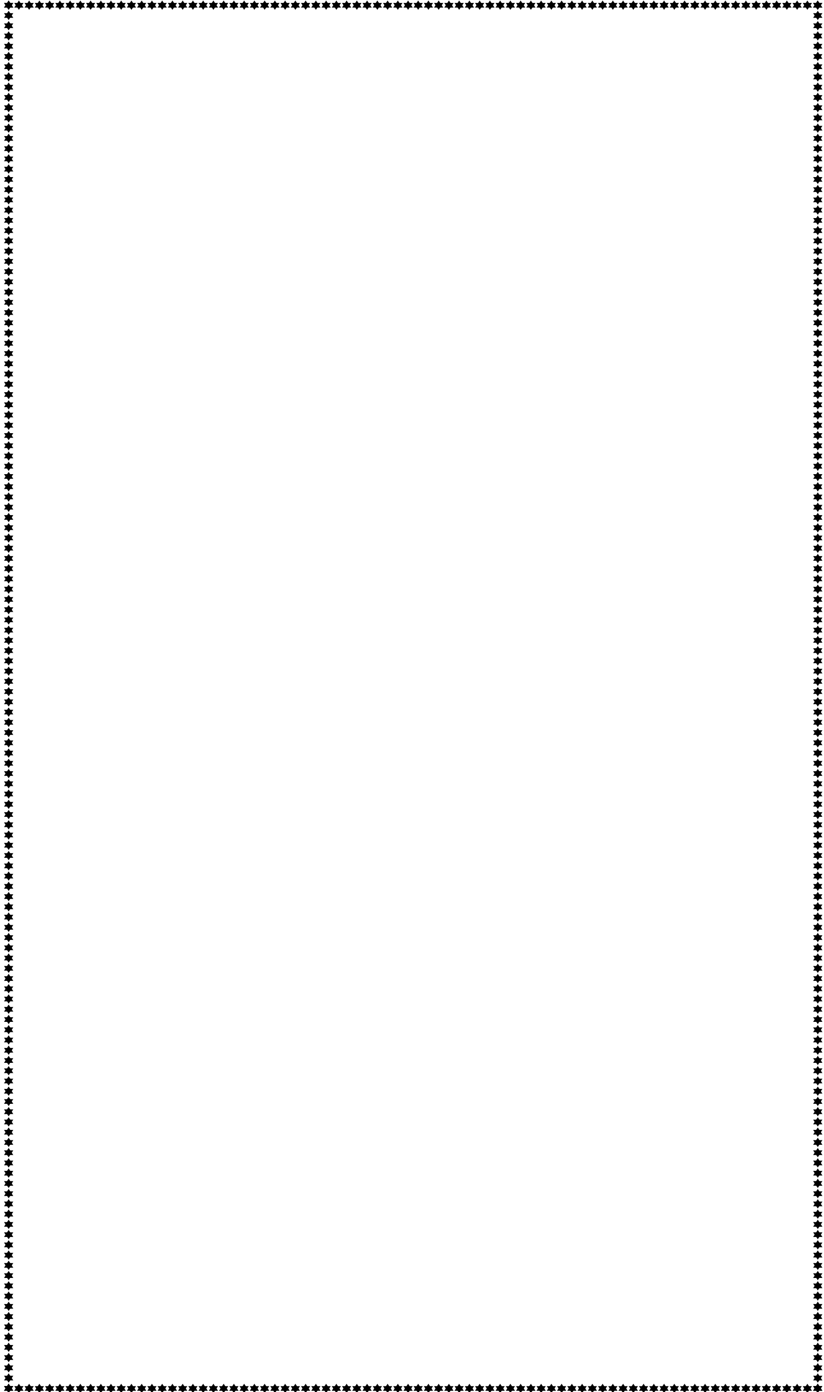
48 بخاری کتاب الصلوة باب الاستعانة بالنجار429

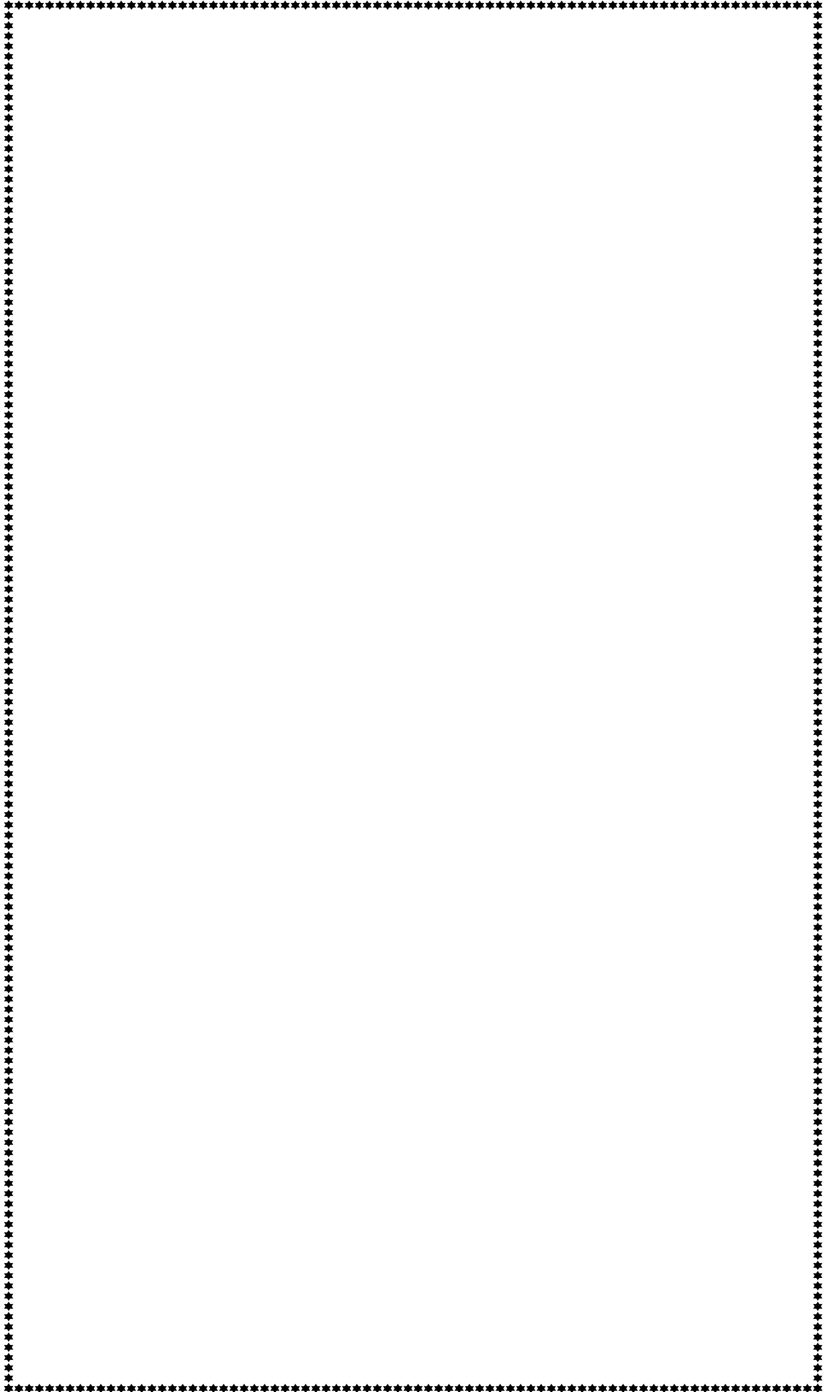
49 مجمع الزوائد جلد4ص115 بیروت بحواله طبرانی

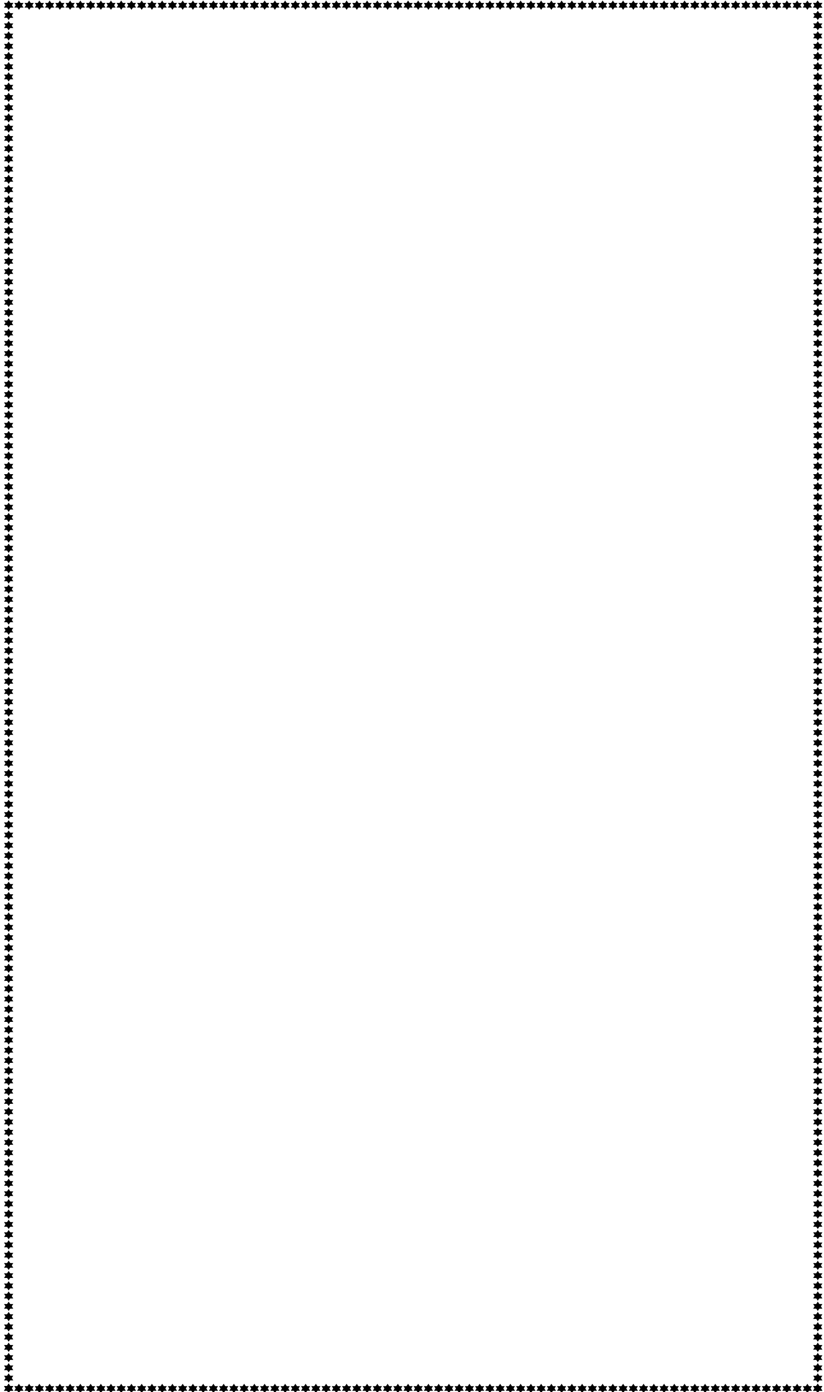


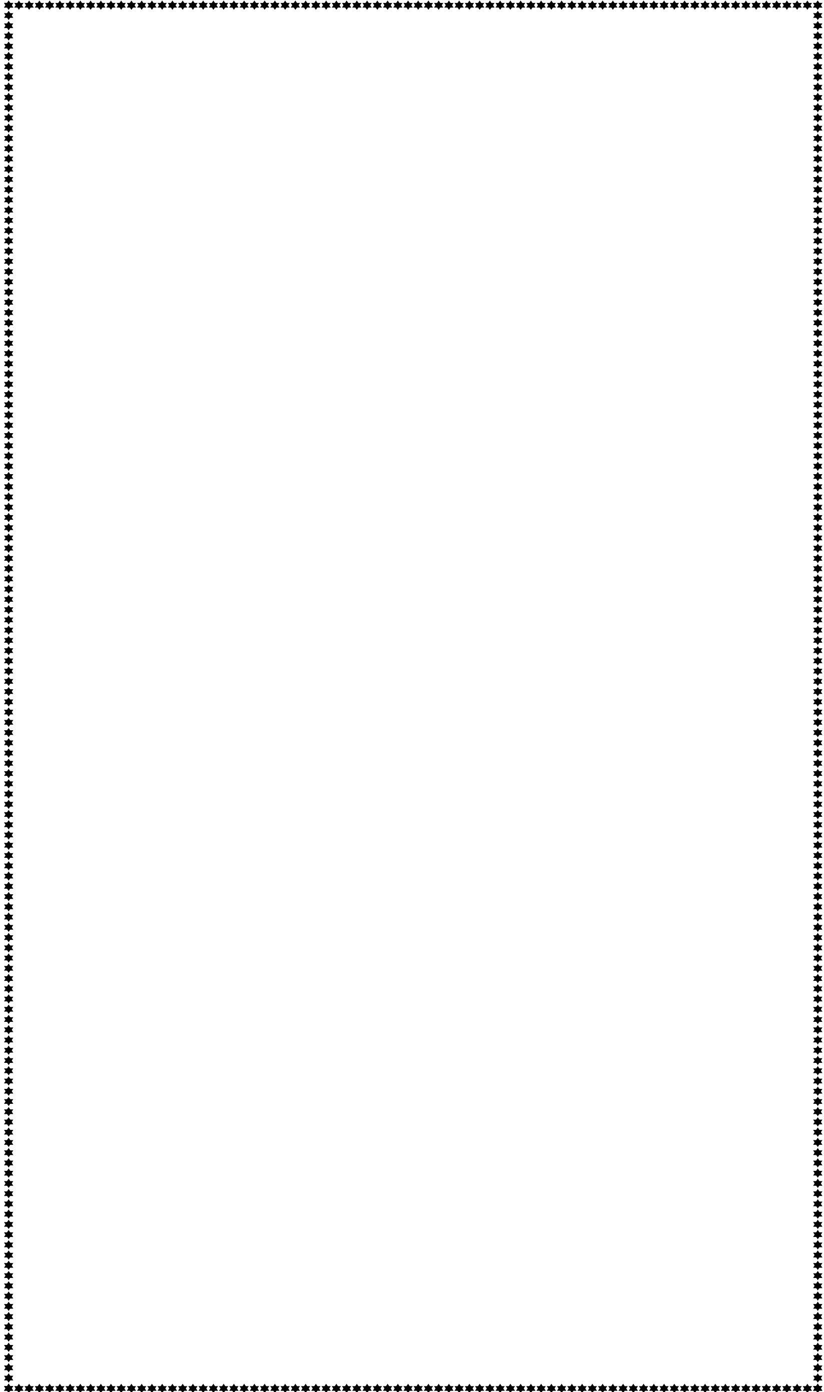












نبی کریمؐ بحیثیت داعی الی اللہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم منصب بطور نبی اور رسول کے یہ تھا کہ آپؐ اللہ کے حکم کے مطابق بنی نوع انسان کو خدا کی طرف بلائیں۔ قرآن شریف میں آپؐ کا یہ مقام ''دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ'' (الاحزاب:47) بیان کیا گیا ہے۔

آپؐ ہی کائنات کے وہ بہترین وجود تھے جنہوں نے محض دنیا کو خدا کی طرف بلایا ہی نہیں بلکہ خدا کے حکموں پر خود عمل کر کے بھی دکھا دیا اور ثابت کیا کہ آپؐ ہی سب سے بڑھ کر خدا کے فرمانبردار ہیں۔

آپؐ ہی تھے جنہوں نے بَلِّغْ (یعنی پیغام پہنچادو) کے حکم کی تعمیل میں حق تبلیغ ادا کر کے دکھایا۔ آپ نے مخفی طور پر بھی دعوت الی اللہ کی اور اعلانیہ بھی۔ دن کے وقت بھی دنیا کو خدا کی طرف بلایا اور رات کو بھی۔ بنی نوع انسان کا گہرا درد آپ کے سینہ میں مؤجزن تھا جس کی بناء پر آپؐ ہر کس و ناکس کو اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ آپؐ نے غرباء اور فقراء کو بھی پیغام پہنچایا۔ بادشاہوں اور امراء کو بھی دعوت حق دی۔ ان کی طاقت وسطوت شاہانہ سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔

ہمیشہ قرآنی تعلیم کی تبلیغ حکمت اور استقلال کے ساتھ فرماتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں دعوت الی اللہ کا جو درد تھا اور دنیا کی ہدایت کی جو فکر تھی اس کا اندازہ آپؐ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ ''لوگو! میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے (روشنی کی خاطر) آگ جلائی۔ پروانے اور کیڑے مکوڑے اس پر آ آ کر گرنے لگے۔ وہ انہیں پرے ہٹاتا ہے مگر وہ باز نہیں آتے اور اس میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ میں بھی تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے بچانا چاہتا ہوں اور تم ہو کہ دیوانہ وار اس آگ کی طرف بھاگے چلے جاتے ہو۔ (بخاری) 1

خدا کا پیغام پہنچانے کی خاطر رسول اللہؐ نے حکمت کی تمام راہیں اختیار کیں۔ ہمیشہ نرم زبان استعمال کی۔ عمدہ نصیحت کے ذریعہ دنیا کو اسلام کے حسین پیغام کی طرف بلایا۔ بشارتیں اور خوشخبریاں دے کر بھی دعوت دی اور عذاب الٰہی سے ہوشیار کر کے اور ڈرا کر بھی دنیا کو متنبہ کیا مگر ہمیشہ تواضع اور عاجزی کی راہ اختیار کرتے ہوئے اتمام حجت کیا۔

آپ کی ایک حکمت عملی یہ تھی کہ مشترک قدروں سے بات کا آغاز فرماتے۔ ہمیشہ توحید کا پیغام مقدم رکھتے تھے۔ جہاں ضروری ہوتا تالیف قلب کے ذریعہ بھی تبلیغ کا حق ادا کرتے۔ اس راہ میں آپؐ نے دکھ بھی سہے، تکالیف بھی برداشت کیں۔ مارے پیٹے بھی گئے اور گالیاں بھی سنیں مگر ہمیشہ صبر کیا اور کمال استقامت کے ساتھ اپنی بعثت کے دن سے لے کر اس دن تک کہ دنیا سے

کوچ فرمایا خدا کا پیغام پہنچانے میں کبھی سست ہوئے نہ ماندہ۔

آپؐ حسب حکم الٰہی سخت معاند مشرکوں سے اور جاہلوں سے اعراض فرماتے تھے۔حتّٰی الوسع بحث و جدال کی مجالس سے بچتے تھے۔اگر مباحثہ کی نوبت آ ہی جائے تو نہایت عمدگی اور حکمت سے احسن طریق پر بحث کی تعلیم دیتے تھے۔سوائے اس کے کہ مدمقابل زیادتی پر اتر آئے،سخت جواب سے پرہیز کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پیغام پہنچا کر اتمام حجت کرنا ضروری سمجھتے تھے۔کبھی پیچھے پڑ کر بات منوانے کی کوشش نہیں فرمائی۔فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ (یعنی پیغام پہنچانے والا) بنا کر بھیجا ہے۔سختی کرنے والا نہیں بنایا۔(مسلم)2

اپنے زیر دعوت لوگوں کے لئے بھی دعا کرتے تھے اور اپنی مدد و نصرت کیلئے معاون و نصیر تیار ہونے کی دعائیں بھی۔ایسے داعیان الی اللہ تیار کرنے کی سعی فرماتے تھے جو آپؐ کی صحبت و تربیت سے فیض یاب ہونے کے بعد آگے جا کر دعوت اسلام بھی کریں اور مزید داعی الی اللہ بھی بنائیں۔

مخفی اور انفرادی تبلیغ

دعوت الی اللہ کا ایک بنیادی اصول حکمت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ رنگ میں دعوت الی اللہ کا بہترین نمونہ ہمیں دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر آپ کی رہنمائی فرمائی اور دعوت الی اللہ کیلئے اعلیٰ حکمتیں تعلیم فرمائیں

اور آپؐ نے ان پر عمل کر کے دکھا دیا۔ آپؐ کے اخلاق و کردار عین قرآن کے مطابق تھے۔ چنانچہ ابتدائی زمانہ میں پیغام حق پہنچانے میں جو حکمتیں بطور خاص ملحوظ رکھی گئیں ان میں اولین حکمت مخفی انفرادی تبلیغ ہے۔ یعنی دعویٔ نبوت کے ابتدائی تین سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عملی نمونہ سے نیز مخفی اور انفرادی طور پر تبلیغ فرماتے رہے جس کے نتیجہ میں آپ کے افراد خانہ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور قریبی تعلق والوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کرلیا۔

اس زمانہ کا کچھ حال اسماعیلؓ بن ایاسؓ اپنے دادا عفیفؓ سے یوں بیان کرتے ہیں کہ میں تاجر آدمی تھا حج کے زمانہ میں منٰی آیا۔ عباس بن مطلب بھی تاجر تھے۔ ان کے پاس کچھ خرید وفروخت کے لئے آیا۔ میرے وہاں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے خیمہ سے نکل کر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ پھر ایک عورت اور ایک بچہ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ میں نے عباسؓ سے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے۔ ہمیں تو اس کی کچھ خبر نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ محمدؐ بن عبداللہ ہیں جن کا دعوی ہے کہ اللہ نے ان کو بھیجا ہے اور یہ کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے ہاتھ پر فتح ہوں گے۔ ساتھ ان کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد ہیں جو آپ پر ایمان لے آئی ہیں۔ یہ لڑکا ان کا چچا زاد علی بن ابی طالب ہے جو آپ پر ایمان لایا ہے۔ عفیف کہا کرتے تھے کاش اس وقت میں ایمان لے آتا تو میرا تیسرا نمبر ہوتا۔ (بیھقی)[3] مگر یہ سعادت حضرت ابوبکرؓ کو عطا

ہونی تھی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کے حق میں خود تائید ونصرت کی ہوائیں چلاتا اوران کی تنہائی کے زمانہ کی دعائیں قبول فرماتے ہوئے انہیں مضبوط معاون و مددگارعطا فرماتا ہے۔اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ جیسی سعید روح کے دل میں اسلام کی جستجو پیدا کردی اورانہوں نے خودآ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے قریبی دوستی کے تعلق کے حوالہ سے ان پر معاملہ کھول دیا۔

دعوت الی اللہ کا پہلا شیریں پھل

ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو پوچھا کہ اے محمد! قریش کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیا اوران کو بے وقوف ٹھہرا کران کے باپ دادا کو کافر قرار دیا۔کیا یہ درست ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں میں اللہ کا رسول اوراس کا نبی ہوں۔اس نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کا پیغام پہنچاؤں اوراللہ کی طرف حق کے ساتھ دعوت دوں اورخدا کی قسم یہی حق ہے۔اے ابوبکر! میں آپ کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اوراس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔اس خدا کی اطاعت کی خاطر ہماری دوستی ہونی چاہئے۔پھر حضورؐ نے کچھ قرآن بھی ابوبکر کو سنایا۔ابوبکرؓ نے اسلام قبول کرلیا اور بتوں سے بیزاری ظاہر کر کے اُنکا انکار کیا۔یوں ابوبکرؓ

اسلام قبول کر کے لوٹے۔

حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ سے آپ کے دعویٰ کے لئے کوئی دلیل نہیں لی۔اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جسے بھی میں نے اسلام کی طرف دعوت دی، اسے ایک دھچکا سا لگا۔اسلام قبول کرنے میں تردّد ہوا اور وہ سوچ میں پڑ گیا سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے فوراً میری دعوت قبول کر لی اور ذرہ برابر بھی تردّد نہیں کیا۔(بیھقی) 4

مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے

لیک آں صدیق حق معجز نخواست
گفت ایں رو خود نہ گوید غیر راست

یعنی صدیق اکبر نے رسول اللہؐ سے کوئی معجزہ طلب نہیں کیا تھا اور یہی کہا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں۔

اس دوران رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بھی اپنے آقا و مولیٰ کا دین قبول کر چکے تھے۔اب قافلۂ اسلام میں چار افراد ہو چکے تھے۔ اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔

تبلیغ میں تدریج

عمرو بن عنبسہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہؐ کی بعثت کے ابتدائی زمانہ میں مکّہ آیا۔اس وقت رسول اللہؐ نے ابھی رسالت کا اعلان عام نہیں

فرمایا تھا۔میں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں۔میں نے پوچھا کہ نبی کیا ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے۔آپ نے فرمایا ہاں۔میں نے کہا کیا تعلیم دے کر بھیجا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اللہ کی عبادت کی جائے۔ بتوں کو توڑا جائے اور رحمی رشتوں کے حق ادا کئے جائیں۔میں نے کہا یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے۔اسے کتنے لوگوں نے قبول کیا ہے۔آپ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام (یعنی ابوبکرا اور زیدؓ) (اس جگہ حضور نے صرف گھر سے باہر کے مردوں کا ذکر کیا ہے) گھر کی عورت خدیجہؓ اور بچے علیؓ کا ذکر نہیں فرمایا۔

عمروؓ نے اسلام قبول کرلیا۔وہ کہتے تھے کہ میں گویا مَردوں میں چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے والا تھا۔پھر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا میں یہاں رہ کر آپ کی پیروی کروں؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں تم اپنی قوم میں جا کر اس تعلیم پر عمل کرو۔ البتہ جب تمہیں میرے خروج یعنی ہجرت کا پتہ چلے پھر آ کر میری پیروی کرنا۔" (دلائل النبوۃ) 5

حضرت عمرو بن عنبسہؓ نے نبی کریمؐ کی اس نصیحت پر خوب عمل کیا۔اپنے علاقہ میں رہ کر اسلام پر قائم رہے۔ہجرت مدینہ کے بعد کے زمانہ میں وہ مدینہ آ گئے اور رسول اللہؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

ابتدائی زمانے کی تبلیغ میں تدریج کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔حضرت

عائشہؓ بیان فرماتی تھیں کہ اول رسول اللہؐ پر وہ سورتیں اتریں جو مفصل کہلاتی ہیں اور جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ پھر جب کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو حلال وحرام کے احکام اترے۔ اگر رسول اللہؐ آغاز میں یہ حکم دیتے کہ زنا نہ کرو، شراب نہ پیو، چوری نہ کرو تو لوگ کہتے ہم شراب بھی نہیں چھوڑیں گے، ہم زنا بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (بخاری) 6

آغاز میں صرف اقرار توحید و رسالت کروایا گیا۔ پھر جوں جوں احکام الٰہی اترتے گئے تدریجاً ان کی طرف دعوت دی گئی۔ پس نئے لوگوں کو اسلام کی طرف لانے میں تدریج کا اصول کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مخفی تبلیغ

آغاز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر انفرادی تبلیغ فرماتے رہے، حضرت ابوبکرؓ نے بھی قبول اسلام کے بعد اپنی قوم کے قابل اعتماد افراد تک پیغامِ حق پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ پھر چراغ سے چراغ روشن ہونے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ قریش کے چند نوعمر نوجوان ایمان لے آئے۔ ان اسلام قبول کرنے والوں پر آپؐ کی سیرت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جن میں حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت طلحہؓ بن عبداللہ شامل ہیں۔ جن کو رسول اللہؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت

دی تھی۔ان کے علاوہ حضرت بلالؓ اور کچھ اور غلام بھی اس عرصہ میں ایمان لائے۔

رشتہ داروں سے تبلیغ عام کا آغاز

تین سال بعد ارشاد ہوا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (سورۃ الحجر:95) کہ جو حکم آپ کو دیا جاتا ہے اسے کھول کر سنا دیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔ساتھ ہی یہ حکیمانہ ارشاد ہوا کہ اس کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا جائے۔فرمایا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الشعراء:215,216)

ترجمہ: اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر اور ان مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکا دے جنہوں نے تیری پیروی کی ہے۔

رشتہ داروں کو تبلیغ اور پیغام حق قبول کرنے والوں سے حسن سلوک کا حکم گہری حکمت رکھتا ہے جو ایک پاکیزہ جماعت کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہے۔اس حکم کی لفظاً تعمیل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ اپنے رشتہ داروں کا مجمع عام کوہ صفا پر جمع کرنے کی انوکھی ترکیب یہ سوچی کہ علی الصبح صفا پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کریں۔عرب دستور کے مطابق کسی اچانک مصیبت پر مدد کے لئے اکٹھا کرنے کا یہی طریق تھا۔چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل

قریش کے نام لیکرانہیں آواز دی کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! اے عبدمناف کی اولاد! اے قصی کی اولاد! پھر چھوٹے قبیلوں کے نام لے کر بلایا۔ پہلے تو لوگوں نے دیکھا کہ بظاہر کوئی خطرہ نہیں مگر جب دیکھا کہ محمدؐ بلا رہے ہیں تو آپ کی آواز پر کوہ صفا پر اکٹھے ہو گئے۔ جولوگ خود نہیں آسکتے تھے انہوں نے قاصد بھجوایا کہ دیکھیں کیا بات ہے۔ نبی کریمؐ نے کوہ صفا سے انہیں یوں مخاطب فرمایا:۔ ''میں ایک ہوشیار کرنے والا ہوں۔ میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک حملہ آور دشمن کو دیکھا ہو اور اپنے خاندان کو ہوشیار کرنے جائے مگر اسے ڈر بھی ہو کہ وہ اس کی بات نہیں مانیں گے اور وہ چلّا چلّا کر سب کو مدد کے لئے پکارنا شروع کر دے۔''

اس موقع پر نبی کریمؐ نے اپنے بارے میں عزیز و اقارب کی رائے بھی حاصل کی اور فرمایا اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑی کے دامن سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کو ہے تو کیا میری تصدیق کرو گے؟

انہوں نے کہا'' کیوں نہیں! آپ کی بات ضرور مانیں گے کیوں کہ ہمیں آج تک آپ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا پایا ہے۔'' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔''

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو یہ پیغام پہنچاؤں۔ پس یاد رکھو کہ میں نہ تو تمہارے لئے دنیا کے کسی فائدہ پر اختیار

رکھتا ہوں نہ آخرت میں سے کوئی حصہ دلا سکتا ہوں، سوائے اس کے کہ تم کلمہ توحید لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کا اقرار کرلو۔ اس موقع پر ابولہب ناراض ہوکر گالیاں دیتا اُٹھ کھڑا ہوا اور مجمع بکھر گیا۔ (بخاری) 7

دعوت طعام کے ذریعہ تبلیغ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب رشتہ داروں کو انذار کے بارہ میں ارشاد ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل میں ڈر پیدا ہوا۔ مجھے پتہ تھا کہ میں جب بھی اہل خاندان کو تبلیغ شروع کروں گا تو ان کی طرف سے اچھا ردعمل ظاہر نہیں ہوگا۔ کچھ عرصہ تو میں خاموش رہا اس پر جبریلؑ نے مجھے آکر کہا کہ اگر آپ نے حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی تو آپ کا رب آپ پر بھی گرفت کرے گا۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ایک دعوت طعام کا انتظام کریں جس میں بکری کے پائے کا شوربہ روٹی کے ساتھ پیش کیا جائے اور خاندان بنی مطّلب کے تمام افراد بلائے جائیں تا کہ انہیں پیغام حق پہنچایا جائے۔

حضرت علیؓ نے حسب ارشاد یہ انتظام کیا اور خاندان کے کم و بیش چالیس افراد کو دعوت دی جن میں آپ کے سارے چچا ابوطالب، حمزہؓ، عباسؓ اور ابولہب بھی شامل تھے۔ حضورؐ نے خود سالن ایک کشادہ برتن میں ڈال کر فرمایا اللہ کا نام لے کر کھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کھانے میں خوب برکت ڈالی اور سب نے

سیر ہو کر کھایا۔ پھر دودھ پیش کیا گیا اور اس میں بھی اتنی برکت پڑی کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔ جب رسول کریمؐ بات شروع کرنے لگے تو آپؐ کا چچا ابولہب پہلے بول پڑا اور کہنے لگا تمہارے ساتھی نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ اس پر لوگ منتشر ہو گئے۔ رسول کریمؐ اس روز اپنا پیغام پہنچا نہ سکے۔

آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس دفعہ تو یہ شخص (ابولہب) بات کرنے میں مجھ سے پہل کر گیا ہے۔ اب دوبارہ ایک دعوت طعام کا انتظام کرو جس میں چیدہ چیدہ چالیس افراد خاندان ہوں۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے دوبارہ دعوت کا انتظام کیا۔ جب سب نے کھانا کھا لیا تو رسول کریمؐ نے خطاب میں فرمایا ''اے عبدالمطلب کی اولاد! خدا کی قسم! کوئی عرب نوجوان اپنی قوم کے لئے اس سے اعلیٰ اور شاندار پیغام نہیں لایا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا وآخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف بلاؤں۔ پس تم میں سے کون اس معاملہ میں میرا مددگار ہوگا اور دینی اخوت کا رشتہ میرے ساتھ جوڑے گا؟''

سب خاموش تھے۔ ایک کم سن حضرت علیؓ اٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں حاضر ہوں۔ مگر باقی لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ (طبری)[8]

دعوت عام کے حکم کے باوجود مشرکوں سے اعراض کے حکم میں بھی ایک گہری حکمت تھی۔ مقصد یہ تھا کہ جو لوگ شرک پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں ابتداءً انہیں نظر انداز کرنا قرین مصلحت ہے۔ دوسری حکمت یہ بھی ہوگی کہ مخالفت کا لاوا یکلخت نہ پھوٹے۔ تیسرے اس ارشاد میں یہ پیغام بھی مخفی تھا کہ جن نیک طبائع کو پہلے ہی توحید کی طرف میلان اور شرک سے نفرت ہے پہلے ان سے رابطے کئے جائیں۔

اسلام کا پہلا دارالتبلیغ دارارقم

حضرت ارقم بن ارقم نے گیارھویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ ان کا مکان مکہ میں صفا کی پہاڑی پر تھا۔ مکہ میں آغاز اسلام میں مسلمانوں کیلئے کسی مرکزی ٹھکانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضرت ارقمؓ نے اپنا یہ گھر پیش کر دیا جسے مسلمانوں کا پہلا مرکز بننے کی سعادت ملی۔ یہاں نبی کریمؐ ایک عرصہ تک قریش سے مخفی طور پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا تو اعلانیہ تبلیغ اور عبادت کا سلسلہ شروع ہوا۔ (ابن ھشام) 9

جب عام لوگوں کو دعوت حق دینی شروع کی گئی تو کچھ نوعمر اور کمزور لوگ اس پیغام کو قبول کرنے لگے اور یہ تعداد رفتہ رفتہ بڑھنے لگی۔ ابتدائی تبلیغ میں مثبت پیغام حق کی حکمت عملی کے پیش نظر اقرارِ توحید اور اللہ کی عبادت کے

ساتھ رشتہ داروں سے حسن سلوک کی تعلیم کی طرف بلایا جاتا تھا۔اس لئے اس پر عام قریش کی طرف سے کوئی خاص مزاحمت نہ ہوتی تھی اور متحدہ مخالفت کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا۔البتہ جب نبی کریم قریش کی مجالس کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ عبدالمطلب کے اس بیٹے پر آسمان سے کلام آتا ہے۔

اس کے بعد وہ دَور شروع ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی تبلیغ کے ساتھ بت پرستی سے منع فرمایا اور جن معبودوں کی وہ پرستش کرتے تھے، ان کے نقائص اور عیوب کھول کر بیان کرنے شروع کئے تو مشرکین نے رسول اللہ ؐ کی مخالفت شروع کر دی۔

اس مخالفت کی دوسری بڑی وجہ سرداروں کو اپنی ریاست کا خطرہ اور قبائل قریش کی باہمی رقابت بھی تھی۔ چنانچہ مکہ کے دانشور ابوجہل نے رسول اللہؐ کے دعویٰ کو حق جاننے کے باوجود صرف اس لئے قبول نہ کیا کہ اس طرح بنو ہاشم بنوامیہ سے سبقت لے جائیں گے۔

سردار مکّہ ابوجہل کو دعوت

قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ** کے حکم کے تابع تبلیغ عام بھی شروع فرمائی۔الٰہی احکامات کے نتیجہ میں آپ کا دل بہت مضبوط تھا اور بڑی دلیری اور بہادری سے

آپ نے یہ فریضہ انجام دیا اور بڑے بڑے سرداروں پر بھی اتمام حجت کر کے چھوڑا۔ ابوجہل کو انفرادی طور پر بھی تبلیغ کی کوشش کی۔

مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری پہلی ملاقات رسول اللہؐ سے اس دن ہوئی جب میں ابوجہل کے ساتھ مکہ کی ایک گلی میں آرہا تھا کہ ہمارا سامنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے ابوجہل سے کہا ''اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔'' ابوجہل کہنے لگا ''اے محمد! کیا تو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آئے گا یا نہیں؟ اگر تو تم یہ چاہتے ہو کہ ہم گواہی دے دیں کہ تو نے پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے تو ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ تو نے پیغام پہنچا دیا۔ ورنہ خدا کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ جو دعویٰ تم کرتے ہو وہ برحق ہے تو پھر بھی میں تمہاری پیروی ہرگز نہ کروں گا۔'' یہ سن کر رسول اللہؐ تو تشریف لے گئے۔

ابوجہل مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اپنی بات میں سچا ہے لیکن اس کے جدامجد قُصیؒ کی اولاد نے کہا کہ خانہ کعبہ کے غلاف کا انتظام ہمارے پاس ہے تو ہم نے تسلیم کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ندوہ (جرگہ) یعنی مجلس شوریٰ کے انتظام پر بھی ہمارا اختیار ہے تو ہم کچھ بول نہ سکے۔ پھر انہوں نے ہمارے مدمقابل یہ دعویٰ کیا کہ عرب کے جھنڈے کے بھی ہم علمبردار ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑا، انہوں نے کہا کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات ہمارے سپرد

ہیں تو ہم چپ ہوگئے۔ پھر مقابلہ آگے بڑھا تو کھلانے پلانے اور سخاوت کے میدان میں ہم نے خوب ان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ ہم دونوں قبیلوں کے قافلے باہم مشابہ ہوگئے یعنی ہم ان کی برابر کی ٹکر ہوگئے تو انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ہم میں سے نبی ہے۔خدا کی قسم! میں یہ ہرگز نہ ہونے دونگا۔(بیھقی) 10

قریش کی متحدہ مخالفت کا آغاز

رسول کریمؐ نے جب کھل کر تبلیغ شروع کی اور بت پرستی سے منع کیا اور آپ کے ساتھ ایک جماعت اکٹھی ہونی شروع ہوگئی تو قریش کو اپنی سرداری خطرے میں نظر آنے لگی۔ وہ مشورے کرنے لگے کہ کس طرح اس نئے سلسلہ کو روکا جائے۔

ایک دن ابوجہل نے سردارانِ قریش کی مجلس میں کہا محمدؐ کا معاملہ کچھ بڑھتا ہی جارہا ہے۔تم لوگ کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو جادو، کہانت اور شعر کا علم رکھتا ہو اور وہ ہماری طرف سے جا کر اس سے بات کرے اور ہمیں اس کا ردّعمل بتائے۔اس پر ایک سردار عتبہ کہنے لگا کہ میں جادو، کہانت اور شعر سب کے بارہ میں کچھ علم رکھتا ہوں اگر اس سے متعلق کوئی بات ہے تو میں کافی ہوں۔

چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! تم بہتر ہو یا ہاشم، عبدالمطلب اور عبداللہ؟ (جو تمہارے آباءواجداد اور بزرگ تھے)

رسول اللہؐ خاموش رہے۔اس نے پھر کہا آپ ہمارے معبودوں کو کیوں

برا کہتے اور ہمارے آباؤ اجداد کو کیوں گمراہ قرار دیتے ہیں؟ اگر آپ سرداری کے خواہاں ہیں تو ہم آپ کو سردار مان لیتے ہیں۔ اگر کہیں شادی کا ارادہ ہے تو قریش کے جس گھرانہ سے کہو دس عورتیں بیاہ کر دینے کو تیار ہیں۔ اگر مال چاہئے تو اتنا مال جمع کر کے دیتے ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کی اولاد بھی ہمیشہ کے لئے محتاجی سے محفوظ ہو جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر اس کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ سب کہہ چکا تو آپ نے سورۃ حٰم **فُصِّلَتْ** کی تلاوت فرمائی جس کے آغاز میں ذکر ہے کہ یہ رحمٰن و رحیم خدا کی طرف سے اترنے والا کلام ہے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (حٰم السجدہ:14) کہ میں تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عذاب عاد و ثمود کی قوم پر آیا تھا۔ عتبہ نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا رحمان خدا کا واسطہ ہے آپ مجھے اور نہ ڈرائیں۔ عتبہ اس کلام کی فصاحت و بلاغت سے ایسا مرعوب اور خوفزدہ ہوا کہ وہ واپس سرداروں کے پاس نہیں گیا۔ دیر ہونے پر ابو جہل کہنے لگا کہ لگتا ہے کہ عتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ بعد میں جب ابو جہل نے اس سے اسبارہ میں پوچھا تو عتبہ نے اسے سارا واقعہ سنا کر کہا تمہیں پتہ ہے محمد جب کوئی بات کہہ دے تو وہ کبھی جھوٹی نہیں ہوتی۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے وہ ڈراتا ہے تم پر آ ہی نہ جائے۔ (ابن ھشام) 11

مخالفت کے ذریعہ تبلیغ

الٰہی سلسلوں کی مخالفت کی حیثیت بھی ایسی ہے جیسی کھیتی کے لئے کھاد۔ مشرکین مکہ کی مخالفت کے ذریعہ بھی مکہ کے گرد ونواح میں اسلام کی تبلیغ پہنچنا شروع ہوئی۔اس سلسلہ میں دو واقعات بہت اہم اور دلچسپ ہیں۔

پہلا واقعہ قبیلہ ازدشنوءہ کے سردار ضماد کا ہے جو بیماروں کا علاج جھاڑ پھونک اور دم سے کیا کرتا تھا۔ جب وہ مکے آیا تو اس نے بعض مخالفین اسلام کو کہتے سنا کہ محمدتو دیوانہ اور مجنون ہے۔ضماد نیک طبع انسان تھا۔اس کے دل میں خیال آیا کہ میں اس شخص سے ملتا ہوں۔شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر ہی اسے جنون کی بیماری سے شفا عطا فرما دے۔ضمادؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمدؐ! میں دم سے بیماروں کا علاج کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر جسے چاہے شفا عطا فرماتا ہے۔کیا آپ مجھ سے علاج کرانا پسند کریں گے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمانے سے قبل حسب عادت مسنون خطبہ کے تمہیدی کلمات ہی پڑھے تھے(یہ عربی خطبہ، جمعہ وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے) کہ انہی کلمات نے ضماد کے دل پر گہرا اثر کیا۔اس نے کہا آپؐ دوبارہ یہ کلمات مجھے سنائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پڑھا۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

نَحۡمَدُہ، وَ نَسۡتَعِیۡنُہ، مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہُ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَاھَادِیَ لَہ، وَاَشۡھَدُاَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہ، لَاشَرِیۡکَ لَہ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہ، وَرَسُوۡلُہ یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ہم اس کی حمد کرتے اور اس سے مدد کے طالب ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضماد کی خواہش پر تین بار یہ کلمات اُسے سنائے۔

ضماد بظاہر ایک بدوی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے فراست عطا کی تھی۔جس پیغام کو مکہ کے دانشور ابوالحکم نے تکبر کی راہ سے ردّ کر دیا خدا ترس ضماد نیوہ پاکیزہ کلمات سنتے ہی بے ساختہ عرض کیا ’’میں نے بڑے بڑے کاھنوں جادوگروں اور شاعروں کی مجالس دیکھی اور سنی ہیں مگر آج تک ایسے خوبصورت کلمات کہیں نہیں سنے جن کا اثر سمندر کی گہرائی تک ہے۔آپ ہاتھ بڑھائیں میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔‘‘

چنانچہ وہ ضماد جو حکیم اور معالج بن کر آیا تھا اسے رسول اللہؐ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے روحانی شفا عطا فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا بااثر اور سمجھدار سردار ہے۔آپؐ نے اس کی بیعت لیتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ اپنی قوم کی طرف سے بھی ان کی نمائندگی میں بیعت کرتے ہو کہ

انہیں بھی اسلام کی تعلیم پر کاربند کرو گے؟ ضماد نے کمال اعتماد سے اپنی قوم کی نیابت میں عہد بیعت باندھا۔اس غائبانہ عہد بیعت کا بھی مسلمانوں نے اتنا لحاظ کیا کہ بعد کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی مہم پر بھجوائے ہوئے اسلامی دستہ کا گزر ضماد کی قوم کے پاس سے ہوا۔امیر دستہ کا جب اس قوم سے تعارف ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ ان لوگوں سے کوئی چیز زبردستی تو نہیں لی گئی؟ پھر یہ معلوم ہونے پر کہ دوپہر کے کھانے کے لئے کچھ سامان لیا گیا ہے امیرلشکر نے فرمایا ''یہ فوراً واپس کردیا جائے کیونکہ یہ ضماد کی قوم ہے جس کی طرف سے ان کے سردار نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کیا ہوا ہے۔''
(مسلم)12

مکہ کے نواحی قبائل میں اسلام

رسول اللہؐ کے دعویٰ کی خبر مخالفت کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ مکہ کے اردگرد کے قبائل میں پہنچنے لگی۔شریف اور سعادت مند لوگ آپ کی دعوت پر توجہ دینے لگے۔انہیں میں سے ایک سردار اکثم بن صیفی تھے جنہوں نے دعوے کی اطلاع سن کر خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا مگر انکی قوم نے اسے روک دیا۔تب انہوں نے اپنے نمائندے حضورؐ کی خدمت میں بھجوائے جنہوں نے آکر آپ کے دعویٰ کی بابت پوچھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔پھر انہیں آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (سورة النحل:91) پڑھ کر سنائی۔جو اسلام کی پاکیزہ تعلیم عدل واحسان پر مشتمل ہے۔

انہوں بار بار سن کر یہ آیات یاد کر لی۔ واپس جا کر اکثم کو آپ کی خاندانی شرافت اور پاکیزہ تعلیم کے بارہ میں بتایا جسے سن کر اکثم کہنے لگا ''اے میری قوم! یہ شخص تو نہایت اعلیٰ درجے کے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے۔ پس تم اسے ماننے میں پہل کرلو۔ کہیں پیچھے نہ رہ جاؤ۔''

چنانچہ اپنے قبیلہ کے ایک سو افراد ساتھ لے کر وہ حضورؐ سے ملاقات کیلئے روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کی وفات ہوگئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو رسول اللہؐ پر ایمان لانے کی وصیت کی اور انہیں گواہ ٹھہرایا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ (الوفاء) 13 یوں اسلام کا پیغام مکہ کے نواحی قبائل میں نفوذ کرنے لگا۔

اردگرد کے قبائل میں مخالفت کے ذریعہ پیغام حق

قبیلہ بنو غِفار کے ابوذرؓ کو بھی اسی طرح اسلام کی اُڑتی ہوئی مخالفانہ خبریں پہنچیں۔ انہوں نے اپنے بھائی کو تحقیق کے لئے بھجوایا اور کہا کہ جا کر اس دعویدار نبوت کا کلام سنو جس کے پاس آسمانی خبریں آتی ہیں۔ بھائی نے واپس آ کر بتایا کہ وہ نبی نہایت عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور اس کا کلام شاعری سے مختلف ہے۔ ابوذرؓ کی پھر بھی تسلی نہیں ہوئی اور وہ خود کچھ زادراہ لے کر تحقیق کے لئے مکہ آئے۔ پہلے تو بیت اللہ میں آ کر رسول اللہؐ کو ڈھونڈتے پھرے، کسی سے پوچھنا پسند نہ کیا۔ رات کو بیت اللہ میں ہی لیٹ گئے۔ حضرت علیؓ نے انہیں دیکھ کر بھانپ لیا کہ یہ کوئی اجنبی مسافر ہے اور انہیں اپنے ساتھ گھر لے جا کر رات

بسر کرنے کا انتظام کر دیا۔ پھر اُن کا یہی معمول ٹھہر گیا کہ دن کو خانہ کعبہ آ جاتے اور رات حضرت علیؓ کے گھر بسر کرتے۔ تیسرے دن حضرت علیؓ نے پوچھ ہی لیا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ ابوذرؓ نے صحیح راہنمائی کرنے کا پختہ عہد لے کر اپنا مقصد ظاہر کیا۔

حضرت علیؓ نے انہیں بتایا کہ محمدؐ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ صبح حضرت علیؓ نے انہیں نہایت خاموشی اور اخفاء کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس پہنچا دیا۔ ابوذرؓ نے رسول اللہؐ کی گفتگو سن کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریمؐ نے ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور انہیں تبلیغ کرو یہاں تک کہ میرا اگلا حکم آپ کو پہنچے۔ ابوذرؓ کہنے لگے پہلے تو میں مشرکین مکہ کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کرونگا۔ چنانچہ بیت اللہ جا کر انہوں نے بآواز بلند پڑھا۔

اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر کفار مشتعل ہو کر انہیں مارنے کو دوڑے اور مار مار کر ادھ مؤا کر دیا۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے۔ انہوں نے قریش سے کہا۔ تمہیں پتہ ہے کہ یہ غفار قبیلہ کا آدمی ہے جو تمہارے شام کے تجارتی رستہ پر آباد ہے۔ اس طرح انہوں نے ابوذرؓ کو کفار کے چُنگل سے چھڑایا۔ مگر اگلے دن پھر ابوذرؓ نے اسی طرح کلمہ توحید و رسالت کی منادی کی اور پھر مار کھائی اور حضرت

عباسؓ نے چھڑایا۔(بخاری) 14

سردار قبیلہ دوس کا قبول اسلام

دوسرا قابل ذکر واقعہ قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو کا ہے جنہوں نے رسول اللہؐ کی بالواسطہ تبلیغ کی بجائے قریش کی مخالفت کے نتیجے میں اسلام قبول کرنے کی سعادت پائی۔طفیل بن عمرو ایک معزز انسان اور عقل مند شاعر تھے جب وہ مکہ میں آئے تو قریش کے بعض لوگوں نے ان سے کہا'' آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں اس شخص (محمد) نے عجیب فتنہ برپا کر رکھا ہے۔اس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔وہ بڑا جادو بیان ہے۔باپ بیٹے بھائی بھائی اور میاں بیوی کے درمیان اس نے جدائی ڈال دی ہے۔ ہمارے ساتھ جو بیت رہی ہے، وہی خطرہ ہمیں تمہاری قوم کے بارہ میں بھی ہے۔پس ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس شخص سے ہوشیار رہنا اور اس کا کلام تک نہ سننا۔''

طفیل کہتے ہیں کہ کفار مکہ نے مجھے اتنی تاکید کی کہ میں نے عزم کر لیا کہ اس شخص کی کوئی بات سنوں گا نہ اس سے کلام کروں گا۔ یہاں تک کہ بیت اللہ جاتے ہوئے میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ غیر ارادی طور پر بھی اس شخص کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے

تھے۔ میں ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ آپ کی تلاوت کے چند الفاظ کے سوا میں کچھ بھی نہ سن سکا۔ مگر جو سنا وہ مجھے اچھا کلام محسوس ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا ''میرا بُرا ہو۔ میں ایک دانا شاعر ہوں۔ برے بھلے کو خوب جانتا ہوں، آخر اس شخص کی کوئی بات سننے میں حرج کیا ہے؟ اگر تو اچھی بات ہوگی تو میں اسے قبول کرلوں گا اور بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔''

کچھ دیر انتظار کے بعد جب رسول اللہؐ گھر تشریف لے گئے تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے کہا ''اے محمدؐ! آپؐ کی قوم نے مجھے آپ کے بارے میں یہ یہ کہا ہے۔ خدا کی قسم! انہوں نے مجھے آپؐ کے بارے میں اتنا ڈرایا کہ میں نے روئی اپنے کانوں میں ٹھونس لی تا کہ آپؐ کی بات نہ سن سکوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کا کچھ کلام سنا دیا اور جو میں نے سنا وہ عمدہ کلام ہے۔ آپؐ خود مجھے اپنے دعویٰ کے بارہ میں کچھ بتائیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کے بارہ میں بتایا اور قرآن شریف بھی پڑھ کر سنایا۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے خوبصورت کلام اور اس سے زیادہ صاف اور سیدھی بات کوئی نہیں دیکھی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی گواہی دی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور لوگ میری بات مانتے ہیں۔ میرا ارادہ واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلانے کا ہے۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے مقابل کوئی

تائیدی نشان عطا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کی کہ اے اللہ! اسے کوئی نشان عطا کر۔ پھر میں اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے آبادی کا آغاز ہوتا ہے تو میری آنکھوں کے درمیان پیشانی پر ایک چراغ جیسی روشنی محسوس ہونے لگی۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ یہ نشان میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور ظاہر فرما دے۔ کہیں الٹا یہ لوگ اعتراض نہ کریں کہ اپنے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کا چہرہ مسخ ہوگیا ہے۔ چنانچہ روشنی کا نشان میری چھڑی کے سرے پر ظاہر ہوگیا۔ جب میں گھاٹی سے اتر رہا تھا لوگ میری اس روشنی کو میری چھڑی پر ایک لٹکتے چراغ کی طرح دیکھ رہے تھے۔

اگلے دن میرے بوڑھے والد مجھے ملنے آئے تو میں نے کہا ابّا جان! آج سے میرا آپ کا تعلق ختم۔ والد نے سبب پوچھا۔ میں نے بتایا کہ میں تو اسلام قبول کر کے محمدؐ کی بیعت کر چکا ہوں۔ والد کہنے لگے پھر میرا بھی وہی دین ہے جو تمہارا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ جا کر غسل کر کے صاف کپڑے پہن کر تشریف لائیں تاکہ میں آپ کو اسلامی تعلیم کے بارہ میں کچھ بتاؤں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے انہیں اسلام کی تعلیم سے آگاہ کیا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

پھر میری بیوی میرے پاس آئی اسے بھی میں نے کہا کہ آپ مجھ سے جدا رہو۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ وہ کہنے لگی میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیوں؟ میں نے کہا تمہارے اور میرے درمیان اسلام نے فرق ڈال دیا ہے۔

چنانچہ اس نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ اسکے بعد میں نے اپنے قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف دعوت دی مگر انہوں نے میری دعوت پر توجہ نہ کی۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی دوس قبیلہ کے لوگ اسلام قبول نہیں کرتے آپ ان کے خلاف بددعا کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت عطا فرما اور مجھے نصیحت فرمائی کہ آپ جا کر اپنی قوم کو نرمی اور پیار سے اسلام کی طرف دعوت دو، ان سے حسن سلوک کرو۔ چنانچہ میں اس طرح انہیں اسلام کی دعوت کرتا رہا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ بدر، اُحد اور خندق کے غزوات کے بعد غزوہ خیبر کے موقع پر میں اپنی قوم میں سے مسلمان ہونے والوں کو مدینہ لے کر آیا۔ اللہ نے ایسا کرم فرمایا کہ دوس قبیلہ کے ستّر اسی گھرانے مدینہ میں آباد ہو گئے۔ (بیہقی)15

رؤیا کے ذریعہ قبول حق

مخالفت شروع ہونے پر رسول اللہؐ کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں آہ وزاری اور نصرت طلب کرنا طبعی امر تھا۔ آپ دن رات خدا کے حضور اپنی قوم کی ہدایت کی دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سعید روحوں کے دلوں میں الہام کر کے آپ کے حق میں تحریک پیدا کی اور انہیں اسلام کی حقانیت کی طرف مائل کیا۔

چنانچہ خالد بن سعیدؓ کا قبول اسلام اس کی مثال ہے۔ جو ایک رویأ کے ذریعہ اپنے بھائیوں میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

خالدؓ نے خواب میں دیکھا کہ انہیں آگ کے ایک گڑھے کے کنارے کھڑا کیا گیا ہے جو بہت وسیع ہے اور اس کا والد انکو اس میں دھکا دے کر گرانے کی کوشش کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کمر کے پٹکے سے پکڑ کر پیچھے ہٹا لیتے ہیں۔ وہ اپنے اس خواب سے بہت ڈر گئے اور کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سچی خواب ہے۔ وہ ابوبکرؓ سے ملے تو ان سے اس خواب کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ تو بہت نیک اور مبارک خواب ہے۔ تعبیر یہ ہے کہ تم رسول اللہؐ کی پیروی کرتے ہوئے اسلام قبول کرلو گے، تمہاری خواب سے لگتا ہے کہ تم ضرور ایسا کرو گے۔ اسلام تمہیں آگ کے گڑھے سے بچالے گا مگر تمہارا باپ اسی گڑھے میں جا پڑے گا۔

پھر خالد اجیاد مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپؐ سے پوچھا کہ آپ کس بات کی طرف بلاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ نیز یہ کہ تم پتھر کے بتوں کی پرستش سے باز آؤ جو سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ کون ان کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا؟ خالد یہ سن کر کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول

ہیں۔اس پر رسول اللہؐ کو بہت خوشی ہوئی ۔ خالد اس کے بعد اپنے عزیز و اقارب سے رُو پوش ہو گئے۔ ان کے والد کو ان کے قبول اسلام کا پتہ چلا تو بعض لوگوں کو ان کی تلاش میں بھیجا جو انہیں پکڑ کر باپ کے پاس لے آئے۔ باپ نے پہلے تو ڈانٹا ڈپٹا، پھر ایک سونٹے سے اتنا مارا کہ سونٹا ٹوٹ گیا مگر خالدؓ کی استقامت میں فرق نہ آیا۔تب والد نے خدا کی قسم کھا کر کہا میں تمہارا نان ونفقہ بند کر دوں گا۔ خالد نے کہا بے شک آپ میرا خرچ بند کر دیں اللہ مجھے رزق دے گا۔ پھر خالد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے سچے غلاموں میں شامل ہو گئے۔(احمد) 16

قریش کا پہلا وفد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلانیہ تبلیغ کے مثبت اثرات دیکھ کر قریش کے بعض شرفاء اور سردار ابوطالب سے ملے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے دین کو قابلِ اعتراض، ہمیں بے عقل اور ہمارے آباء اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ یا تو اسے ان باتوں سے روکیں یا اس کا ساتھ چھوڑ دیں تا کہ ہم خود اس سے نبٹ لیں۔ابوطالب نے ان سے نرمی سے بات کی اور انہیں سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔

دوسرا وفد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کام جاری رکھا یہاں تک کہ قریش

میں آپ کا زیادہ چرچا ہونے لگا تو قریش کا دوسرا وفد ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ ہمارے بزرگ اور قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے اپنے بھتیجے کو روکنے کے لئے کہا مگر آپ نے ہماری بات نہیں مانی اب ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے۔ آپ یا تو اسے اپنے دین کی تبلیغ اور ہمارے معبودوں کی مخالفت سے روکیں یا پھر ہم آپ کے ساتھ اُس وقت تک مقابلہ کریں گے جب تک کہ ایک فریق ہلاک ہو جائے۔

ابوطالب کے لئے اب نہایت نازک موقع تھا اور وہ سخت ڈر گئے۔ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ جب آپؐ آئے تو اُن سے کہا کہ ''اے میرے بھتیجے! اب تیری باتوں کی وجہ سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ (کم عقل) قرار دیا۔ اُن کے بزرگوں کو شَرُّ الْبَرِيَّة کہا۔ ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور ''وقود النار'' رکھا اور خود انہیں رجس اور پلید ٹھہرایا۔ میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اس دشنام دہی سے اپنی زبان کو تھام لو اور اس کام سے باز آ جاؤ، ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اب ابو طالب کا پائے ثبات بھی لغزش میں ہے اور دنیاوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹا چاہتا ہے مگر آپ کے ماتھے پر بل تک نہ تھا۔ نہایت اطمینان سے فرمایا۔

’’چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے میں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کی خرابیاں اُن پر ظاہر کر کے اُنہیں سیدھے رستے کی طرف بلاؤں اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُک نہیں سکتا اور اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بیشک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جائیں مگر میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر دے دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا اور میں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتّٰی کہ خدا اسے پورا کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔‘‘

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر فرما رہے تھے اور آپ کے چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں تھی اور جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو آپؐ یکلخت چل پڑے اور وہاں سے رخصت ہونا چاہا مگر ابوطالب نے پیچھے سے آواز دی۔ جب آپ لوٹے تو آپ نے دیکھا کہ ابوطالب کے آنسو جاری تھے۔ اُس وقت ابوطالب نے بڑی رقت کی آواز میں آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ’’اے بھتیجے جا اور اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دُوں گا۔‘‘ (ابن ھشام) 17

تکالیف کی انتہاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کی راہ میں بہت دکھ اور اذیتیں اٹھائیں۔ ایک دفعہ آپ گھر سے نکلے۔ راستہ میں جو بھی آپ کو ملا خواہ وہ کوئی آزاد تھا یا غلام اس نے آپ کی تکذیب کی اور جھٹلایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس لوٹ آئے اور جو تکلیف آپ کو پہنچی تھی اس کی وجہ سے کمبل اوڑھ کر بیٹھ رہے (قوم سے ناامید ہو کر سوچتے ہوں گے کہ کیا کریں) کہ وحی الٰہی ہوئی اے کمبل اوڑھے ہوئے! کھڑے ہو جاؤ اور انذار کرتے چلے جاؤ۔ (ابن ھشام) 18

ممالک بیرون میں دعوت الی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ عام کے بعد سے آپؐ اور آپ کے صحابہ کیلئے مکہ میں ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو چکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی طور پر ابو طالب کی وجہ سے بھی کسی قدر امن حاصل تھا مگر دیگر عام مسلمانوں کی قبول اسلام کے باعث سخت تکالیف دیکھ کر اور ان کی مدد کی طاقت نہ پا کر نبی کریمؐ سخت مغموم ہوتے تھے۔ سوچ بچار کے بعد آپ نے صحابہ کو مشورہ دیا کہ وہ پڑوسی ملک حبشہ جا کر پناہ لیں جہاں عیسائی بادشاہ بہت عادل ہے اور کسی پر ظلم نہیں

ہونے دیتا۔ چنانچہ مسلمانوں کے مردوزن پر مشتمل دو وفود پہلے بارہ اور پھر اسّی اصحاب حبشہ ہجرت کر گئے۔قریش نے وہاں بھی مسلمانوں کا تعاقب جاری رکھا اورنجاشی اوراس کے سرداروں کومسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔عادل نجاشی نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو بلاکران کا موقف سنا۔حضرت جعفر طیارؓ نے مسلمانوں کے نمائندے کےطور پرسورہ مریم کی تلاوت کر کے اسلام کی تعلیم پیش کی۔بادشاہ پراس کا بہت گہرااثر ہوااوروہ بھی بالآخرمسلمان ہوگیا۔(احمد)19

مظلومیت کا پھل......حمزہ

خدا کی راہ میں ان تکالیف اوراذیتوں کےنتیجہ میں شرفاء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہمدردی اورنرم گوشہ پیدا ہونا ایک طبعی بات تھی۔ حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام ہی تو مظلومیت پرصبر کا میٹھا پھل تھا۔واقعہ یوں ہوا کہ ابوجہل کوہ صفا کے قریب رسول اللہؐ کے پاس سے گزرا تو آپ کو اذیت پہنچائی گالیاں بکیں، آپ کے دین پر نامناسب اورمکروہ حملے کیئے اورکمزوری کے طعنے دیئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صبراورخاموشی سے سنتے رہے۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے گھر میں یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ابوجہل وہاں سے خانہ کعبہ جاکرسرداران قریش کی مجلس میں بیٹھ گیا۔ادھر حمزہ کمان حمائل کیئے شکار سے واپس لوٹے۔انکا دستور تھا کہ شکار سے واپس آ کر

گھر جانے سے قبل پہلے طواف کرتے تھے۔ اس دوران سردارانِ قریش سے دعا سلام کرنا بھی آپ کا معمول تھا۔ آپ خود معزز سرداروں میں سے تھے۔ جب آپ اس لونڈی کے پاس سے گزرے اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ اس لونڈی کے دل پر آنحضرتؐ کی مظلومیت کا گہرا اثر تھا جس کا اظہار اس نے سردار حمزہ سے یہ کہہ کر کیا کہ اے ابو عمارہ! آپ کے بھتیجے کو ابھی تھوڑی دیر پہلے ابوالحکم نے جو اذیت پہنچائی ہے کاش آپ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں بیٹھے دیکھا تو آپ کو سخت دکھ دیا اور گالیاں دیتے ہوئے بری اور ناپسندیدہ باتیں کہیں مگر محمد خاموشی سے چلے گئے اور آگے سے کوئی جواب تک نہیں دیا۔

سردار حمزہ کی طبعی سعادت نے جوش مارا۔ وہ طیش میں آکر خانہ کعبہ کی مجلس میں گئے جہاں ابوجہل بیٹھا تھا اور اس کے سر پر زور سے کمان دے ماری۔ اس کا سر بری طرح زخمی کر دیا اور جوش میں آکر کہا کہ کیا تم میرے بھتیجے کو گالیاں دیتے ہو؟ تمہیں پتہ ہے کہ میں بھی اس کے دین پر ہوں۔ اگر طاقت ہے تو آؤ اور میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ تب ابوجہل کے قبیلہ مخزوم کے کچھ لوگ اس کی مدد کے لئے کھڑے ہوئے مگر ابوجہل نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ واقعی میں نے اس کے بھتیجے کو سخت بری گالیاں دی تھیں تم لوگ اسے کچھ نہ کہو۔

ادھر حضرت حمزہؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے بعد قریش نے محسوس کیا کہ اب رسول اللہؐ کا

معاملہ مضبوط ہوگیا ہے اور حمزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کریں گے۔ چنانچہ قریش کی ایذا رسانیوں میں کچھ کمی واقع ہوگئی۔(ابن ھشام)20

معاندین اسلام کے لئے دعا

دعوت الی اللہ کا پہلا اور آخری حربہ تو دعا ہی ہے۔آغاز اسلام میں سرداران قریش کی سخت مخالفت دیکھ کر رسول کریمؐ کو کمال حکمت اور دانشمندی سے مکہ کے دو طاقتور اور بہادر سرداروں کے قبول اسلام کے لئے بطور خاص دعا طرف توجہ ہوئی تا کہ ان کے قبول اسلام سے کفر کی طاقت ٹوٹے اور اسلام مضبوط ہو۔آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان دو اشخاص عمرو بن ہشام اور عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کے ساتھ جو تجھے زیادہ پسند ہو اسلام کو عزت اور قوت نصیب فرما۔(ترمذی)21

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بہت جلد قبول کی اور حضرت عمرؓ کو قبول اسلام کی سعادت عطا ہوئی۔حضرت عمر کا قبول اسلام بھی مسلمانوں کی مظلومیت کی برکت تھی۔ہجرت حبشہ مسلمانوں کے لئے شرفاء اہل مکہ کے دل میں نرم گوشہ پیدا کرنے کا باعث ہوئی تھی۔عمر بن خطاب اگرچہ آغاز میں اسلام کے ان شدید معاندین میں سے تھے جو مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے تھے لیکن ایک قریشی گھرانے کو ہجرت حبشہ کے لئے رخت سفر باندھے دیکھ کر ان کا دل بھی بھر آیا تھا۔حضرت

عمرؓ کی اپنی ایک روایت کے مطابق قبول اسلام سے پہلے ایک اور موقع پر انہوں نے رات کے وقت رسول اللہؐ کو خانہ کعبہ میں نماز میں قرآن پڑھتے سنا تو دل پسیج گیا۔ یہ سب عوامل دراصل عمر کے حق میں رسول اللہؐ کی دعا کا نتیجہ تھے۔

عمر سے پہلے ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید اسلام قبول کر چکے تھے مگر عمر کی جابرانہ طبع کے باعث ابھی اس کا اعلان نہیں کیا تھا۔ ایک دن عمر بن خطاب گھر سے تلوار سونتے نکلے، راستہ میں اپنی قوم کے ایک شخص نُعیم سے ملے جو مخفی طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ عمر نے اسے بتایا کہ وہ محمدؐ کے قتل کے ارادہ سے نکلے ہیں تاکہ اس نئے دین کے فتنہ کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے۔ نعیم نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تم محمد کو قتل کر دو گے تو اس کا قبیلہ تمہیں چھوڑ دے گا؟ دوسرے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہارا بہنوئی اور بہن مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمر سیدھے بہن کے گھر پہنچے تو قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ حضرت خبابؓ وہاں قرآن پڑھ رہے تھے جو عمر کو دیکھ کر چھپ گئے۔ عمر نے پوچھا کہ یہ آواز کیسی تھی؟ پھر کہا مجھے پتہ چلا ہے تم لوگ مسلمان ہو چکے ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے سعید بن زیدؓ کو پکڑ لیا۔ بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کے لئے اٹھیں تو عمر نے ان کو بھی مارا اور ان کا سر پھٹ گیا۔ تب دونوں نے حضرت عمرؓ سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں آپ جو چاہو کر لو۔ عمر پہلے ہی بہن کو خون آلود دیکھ کر نادم ہو رہے تھے۔ کہنے لگے اچھا جو تم پڑھ رہے تھے مجھے دکھاؤ تو سہی۔ بہن نے کہا یہ پاک

کلام ہے آپ پہلے نہا کر پاک صاف ہو جائیں ۔اس میں حکمت یہ تھی کہ انکا جوش ٹھنڈا ہو جائے ۔عمر نے غسل کے بعد سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھیں تو بے اختیار کہہ اٹھے ۔کتنا خوبصورت اور قابل عزت یہ کلام ہے ۔حضرت خبابؓ یہ سن کر باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ اے عمر! مجھے لگتا ہے کہ خدا نے آپ کو اپنے نبی کی دعا کے لئے خاص کرلیا ہے ۔کل ہی میں نے حضورؐ کو دعا کرتے سنا ہے کہ اے اللہ! اسلام کی تائید عمرو بن ہشام یا عمرؓ بن الخطاب کے ذریعہ فرما۔پس اے عمر اللہ سے ڈرو۔عمر نے کہا کہ مجھے محمدؐ کا پتہ دو تا کہ میں اسلام قبول کروں ۔خبابؓ نے بتایا کہ حضور صفا میں ہیں ۔عمر وہی تلوار لئے سیدھے دارِارقم پہنچے اور جا دروازہ کھٹکھٹایا۔ایک صحابی نے دروازے کے سوراخ سے حضرت عمر کو تلوار سے مسلّح دیکھا اور گھبرا کر رسول اللہؐ کو اطلاع کی ۔حضرت حمزہؓ نے کہا'' آنے دو۔اگر اس کا ارادہ نیک ہے تو ٹھیک ورنہ اسی کی تلوار سے اسے ٹھکانے لگا دیں گے ۔''

رسول اللہؐ نے عمر کو دامن سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور فرمایا۔عمر کیسے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں ۔اس پر رسول اللہؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا ۔(ابن ھشام) 22

کشتی کے اکھاڑے میں دعوت الی اللہ

رسول کریمؐ نے ہر کس و ناکس کو پیغام حق پہنچایا، ان میں مکے کا پہلوان رکانہ بھی تھا۔ آپؐ نے اُسے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ”کیا تم اللہ سے نہیں ڈرو گے اور جس پیغام کی طرف بلاتا ہوں اُسے قبول نہیں کرو گے۔“ اُس نے کہا ”اگر مجھے یقین ہو جائے کہ آپؐ کا دعویٰ سچا ہے تو میں آپؐ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا ”اگر میں کشتی میں تمہیں پچھاڑ دوں تو میرے دعوی کی سچائی کا یقین کرلو گے۔“ اُس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے اُسے کشتی میں مقابلہ کی دعوت دے دی۔ اس نے یہ دعوت قبول کرلی۔ نبی کریمؐ نے اس بہادر پہلوان کو پچھاڑ دیا۔ اس نے دوبارہ اور سہ بارہ مقابلہ کی خواہش کی ہر دفعہ نبی کریمؐ نے اسے پچھاڑ دیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں حیران ہوں کہ آپ نے مجھے کیسے گرالیا ہے یہی واقعہ رکانہ کے قبول اسلام کا موجب بن گیا۔ (ابن ھشام) 23

تبلیغ کی راہ میں مصائب

مکہ میں تبلیغ عام کے زمانہ میں نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہ کو جو تکالیف اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں وہ ایک دردناک اور المناک باب ہے۔ اس دور کے صحابہ بلکہ خود نبی کریمؐ نے بھی وہ کربناک یادیں بہت کم بیان کی ہیں۔ (ان مصائب کا تفصیلی ذکر صبر و استقامت کے زیر عنوان الگ آچکا ہے)

نبی کریمؐ خود فرماتے تھے خدا کی راہ میں مجھے اتنی ایذاء پہنچائی گئی کہ

کبھی کسی کو اتنی ایذا ءنہیں دی گئی اور مجھے اللہ کی راہ میں اتنا ڈرایا گیا کہ کبھی کسی شخص کو اتنا خوفزدہ نہیں کیا گیا۔ میرے پر تین تین دن اور راتیں ایسی آئیں کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز موجود نہ ہوتی تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے سوائے اس معمولی کھانے یا کھجوروں کے جو بلال اپنی بغل میں دبائے پھرتا تھا۔ (احمد) 24

شعبِ ابی طالب کے زمانہ قید و بند میں تبلیغی حکمت عملی

ہجرت حبشہ کے بعد جب قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پاؤں حبشہ میں جم گئے ہیں اور شاہ حبشہ نے انہیں پناہ دی ہے اور اِدھر مکہ میں عمرؓ اور حمزہؓ جیسے جرأت مند سردار اسلام کے آغوش میں آچکے ہیں۔ اسلام پھیل رہا ہے اور ابوطالبؓ اور انکا قبیلہ بھی محمدؐ کا حامی ہے۔ تب انہوں نے متحدہ مخالفت کا آغاز کیا اور محرم ۷ سالِ نبوت میں مسلمانوں کے خلاف مکمل بائیکاٹ کرنے کا معاہدہ کر کے انہیں ایک گھاٹی میں محصور کر دیا۔ مسلمانوں کے حامی بنو ہاشم اور بنو مطلب کے اکثر افراد خواہ مسلمان تھے یا کافر وہ بھی ساتھ محصور ہو گئے۔

قریش نے فیصلہ کیا کہ جب تک محمدؐ کو ہمارے حوالہ نہ کیا جائے مسلمانوں اور ان کے حامیوں کے ساتھ شادی بیاہ ہوگا نہ خرید و فروخت۔ حتّٰی کہ

ان کے ساتھ لین دین اور میل ملاپ بھی بند کر کے مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ بغرض توثیق یہ معاہدہ خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ (ابن ھشام) 25

شعب ابی طالب کے زمانہ میں مسلمانوں کے روابط محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا ایک رابطہ تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ان افراد سے تھا جو قبائلی حمیت و غیرت کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ گھاٹی میں محصور ہوئے۔ جبکہ ابولہب وغیرہ بعض معاندینِ اسلام نے محصور ہونے کی بجائے کفار کا ساتھ دینا پسند کیا تھا۔ بنو ہاشم کے غیر مسلم مگر مسلمانوں کے ہمدرد اور بہی خواہ محصور افراد پر مسلمانوں کے حسن سلوک کا نیک اثر ہونا ایک طبعی بات تھی۔ مزید برآں مظلومیت کے اس زمانہ میں مسلمانوں کی صحبت و معیت میں رہ کر ان غیر مسلموں کا مسلمانوں کی عبادات اور اخلاق و کردار سے متاثر ہونا بھی لازمی امر تھا۔ جس کے نتیجہ میں ان کی قبائلی وحدت کے دینی حمیّت میں تبدیل ہونے کے سامان ہوئے۔ اگرچہ اس دور کے تفصیلی تبلیغی حالات بہت کم ملتے ہیں تاہم اس دور میں مذکورہ تبلیغی عوامل کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

شعب ابی طالب کے زمانہ میں مسلمانوں کے رابطے کا دوسرا موقع مکہ کے اُن شرفاء سے تھا جو مخفی طور پر مسلمانوں کی مدد کرتے اور اُنہیں کچھ اجناس پہنچاتے رہتے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کی مظلومیت کے باعث ہمدردی کے علاوہ انکی نیکی و شرافت اور حسن کردار کی وجہ سے ان کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے۔

اسیری کے ان ایام میں رابطے کا تیسرا ذریعہ بیرونی تجارتی قافلے تھے جو اہل مکہ کی پابندی سے آزاد تھے۔ مسلمان ان سے کچھ ضرورت کی چیزیں خرید لیا کرتے تھے۔ یوں ان سے بھی رابطہ تبلیغ کا ذریعہ بنتا تھا۔ بعض مشرک سرداران قافلوں کو تجارت سے تو منع نہ کرسکتے تھے البتہ ان کے دام بڑھانے کی کوشش ضرور کرتے تھے تاکہ مہنگائی کے نتیجہ میں مسلمان مزید مشکل میں پڑیں۔ چنانچہ ابولہب تاجروں کو کہتا تھا کہ محمدؐ کے ساتھیوں کے لئے چیزیں اتنی مہنگی کردو کہ وہ تمہاری کوئی چیز بھی خرید نہ سکیں اس پر وہ قیمتیں کئی گنا بڑھا دیتے تھے اور ابولہب انہیں زیادہ منافع دے کر ان کا سارا مال خود خرید لیتا تھا۔

محصوری کے زمانہ میں مسلمانوں کے لئے رابطہ کا چوتھا موقع حج کا تھا۔ عربوں کے رواج کے مطابق حج سے کسی کو روکا نہیں جاتا تھا اس لئے حج کے موسم میں مسلمان آزادانہ گھاٹی سے باہر نکلتے۔ رسومات حج ادا کرتے۔ باہر سے آنے والوں سے رابطے بھی کرتے جنہیں مسلمانوں کی مظلومیت کا حال سن کر لازماً ہمدردی پیدا ہوتی۔ اس لحاظ سے شعب ابی طالب کا زمانہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے نتیجہ میں دشمنانِ اسلام کے نت نئے مظالم سے مسلمانوں کی حفاظت اور بچاؤ کے ساتھ ان کی تبلیغی کاوشوں کو مخصوص کرنے نیز تربیت پر اُن کی توجہات مرکوز کرنے کا زمانہ بن گیا۔ پختہ مسلمانوں کے صبر واستقامت کا بھی امتحان ہوا اور وہ اس میں کامیاب ٹھہرے۔

حج کے موقع پر پیغام حق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولین مخاطب تو ساری عرب قوم تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ کی بستی میں مبعوث فرمایا جو ام القریٰ یعنی تمام بستیوں کا مرکز تھی۔ جہاں سارے عرب سے دینِ ابراھیمی سے نسبت رکھنے والے لوگ حج وعمرہ کے لئے آتے تھے۔ رسول اللہؐ ان قبائل کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں پیغام حق پہنچا کر سوال کرتے کہ کوئی ہے جو میرا مددگار ہو؟ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے اور مجھے اپنے ہاں پناہ دے تاکہ میں اُن کے قبیلے میں جا کر اپنے رب کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کرسکوں۔ جو ایسا کرے میں اسے جنت کا وعدہ دیتا ہوں۔ (ترمذی)26

ایک دفعہ ہمدان قبیلہ کے ایک شخص نے حامی بھری کہ وہ آپؐ کو ساتھ لے جائے گا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اس کا قوم میں کیا مقام ہے؟ بعد میں وہ ڈر گیا کہ کہیں اس کی قوم خلاف ہی نہ ہو جائے۔ وہ اگلے سال آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ (بیھقی)27

مگر ان قبائل کا عمومی ردّعمل یہی ہوتا تھا کہ ایک شخص کی قوم اس کے بارہ میں زیادہ بہتر جانتی ہے۔ وہ شخص ہماری اصلاح کیسے کرسکتا ہے جس نے اپنی قوم میں فساد برپا کر رکھا ہے اور خود اس کی قوم نے اسے دھتکار دیا ہے؟ (بیھقی)28

میلوں پر تبلیغ

ایام حج کے بعد مکہ کے نواح میں عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہّ مقام پر میلے لگا کرتے تھے جہاں تجارت اور خرید وفروخت کے ساتھ رنگ وطرب کی محفلیں بھی سجائی جاتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی دھن سوار تھی کہ شاید کوئی سعید روح یہاں مل جائے اور پیغام خداوندی پہنچانے کے لئے کوئی راہ نکلے۔ چنانچہ آپ ان میلوں پر پیغام پہنچاتے۔ ہر چند کہ اس راہ میں روکیں پیدا کی جاتیں اور آپ کو اذیتیں دی جاتیں مگر آپ یہ فریضہ ادا کرنے سے کبھی تھکے نہ ماندہ ہوئے۔

ربیعہ بن عبادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ذوالمجاز کے میلے میں دیکھا۔ آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو نجات پا جاؤ گے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ آپ بازار کی گلی گلی میں جا کر منادی کرتے۔ لوگ آپ پر ٹوٹے پڑتے تھے مگر کوئی مثبت جواب نہ دیتا تھا لیکن آپ کمال استقامت کے ساتھ مسلسل اپنی بات دہراتے جاتے تھے۔ آپ کے پیچھے لمبے بالوں والا سفید رنگ کا ایک شخص تھا جس کی آنکھ بھینگی تھی۔ وہ کہتا تھا ''اے لوگو یہ شخص تم سے لات وعزّیٰ کو چھڑوانا چاہتا ہے۔ یہ صابی (بے دین) اور جھوٹا ہے۔'' ربیعہؓ نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو

انہوں نے بتایا کہ آگے محمدؐ بن عبداللہ ہیں جو نبوت کے دعویدار ہیں اور ان کے پیچھے ان کا چچا ابولہب ہے۔(احمد)29

ذوالمجاز کے میلے کا ایک اور نظارہ ابوطارقؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو ذوالمجاز میں دیکھا۔آپؐ سرخ قبا پہنے توحید کی منادی کررہے تھے۔ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر برساتا جاتا تھا جس سے آپ کی پنڈلیاں اور ٹخنے زخمی ہورہے تھے۔ وہ کہتا تھا اے لوگو! اس کی بات کبھی نہ ماننا۔(الحلبیہ)30

تیسرا دردناک نظارہ اشعث بن سلیمؓ نے کنانہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ ذوالمجاز کے میلے میں اس نے رسول اللہؐ کی تبلیغ حق کے دوران ابوجہل کو آپ کا پیچھا کرتے دیکھا۔ وہ آپ پر خاک اڑاتا جاتا اور کہتا تھا اے لوگو! کہیں یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے بہکا نہ دے۔یہ تو چاہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ کا دین ترک کردو۔(احمد)31

تبلیغ حق کے دوران رسول کریمؐ کو دی گئی تکالیف میں سے طائف کے اس اذیت ناک دن کے تذکرے کے بغیر تبلیغی مہمات مکمل نہیں ہوتیں۔وہی دن جسے خود رسول خداؐ نے اپنی زندگی کا سخت ترین دن قرار دیا۔

سفر طائف

10 سالِ نبوت شعب ابی طالب کی قید کا زمانہ ختم ہوا۔اُس کی سختیوں کی

تاب نہ لا کر یکے بعد دیگرے ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوگئی جس کے بعد اہل مکہ کی مخالفت نے زور پکڑ لیا۔ان کے انکار بالاصرار سے تنگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال شوال کے مہینہ میں تبلیغ کی خاطر طائف کا سفر اختیار فرمایا۔زید بن حارثہؓ اس سفر میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔نبی کریمؐ نے قریباً دس روز وہاں قیام فرمایا اور طائف کے امراء وشرفاء تک پہنچ کر حق پہنچانے کی سعی فرمائی۔(ابن سعد)32

طائف مکہ سے جنوب مشرق میں چالیس میل کے فاصلے پر ایک پُر فضا پہاڑی مقام ہے جو امراء ورؤساء کی آماجگاہ تھا۔طائف میں دیگر امراء کے علاوہ قبیلہ ثقیف کے تین سردار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔یہ تینوں بھائی کنانہ عبد یالیل، مسعود اور حبیب تھے جن سے رسول اللہؐ کا ننھالی رشتہ بھی تھا۔نبی کریمؐ نے ان کے پاس جا کر انہیں بھی دعوت اسلام دی اور قریش مکہ کی مخالفت کا ذکر کر کے ان سے مدد چاہی۔یہ سن کر ان میں سے ایک سردار کہنے لگا ''اگر تجھے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔''

دوسرا بولا '' کیا تمہارے سوا اللہ کو کوئی رسول نہیں ملا تھا جسے وہ مبعوث کرتا۔''

تیسرے نے کہا '' خدا کی قسم! میں تو تم سے بات کرنے کا بھی روادار نہیں ہوں۔اگر تو تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو تیری بات ردّ کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر تو اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے تو میرے لئے تم سے گفتگو جائز نہیں۔''

بعد کے زمانہ میں اِس تیسرے نے اسلام قبول کرلیا تھا مگر صحابیت کا شرف حاصل ہونے کے بارہ میں صراحت نہیں۔(ابن ھشام) 33

نبی کریمؐ نے دیگر اہل طائف کو پیغام حق پہنچانا چاہا تو اس پر بھی سردارانِ ثقیف کو اعتراض ہوا اور انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ہمارے نوجوان بہک نہ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریمؐ کو طائف سے نکل جانے کا حکم سنایا۔آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے تو میں خاموشی سے چلا جاتا ہوں تم اس کا اعلان نہ کرو۔مگر ان بدبختوں نے اپنے حکم کی تعمیل کے لئے بعض غلاموں،لونڈوں اور بے وقوف بازاری لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو گالیاں بکنے اور آپؐ پر آوازیں کسنے لگے۔ایک بڑا مجمع آپؐ کے خلاف اکٹھا ہوگیا۔یہ لوگ راستہ میں دو قطاروں میں کھڑے ہو کر آپؐ پر پتھر برسانے لگے۔پتھروں کی اس بارش کی تاب نہ لاکر کبھی آپ بیٹھنے لگتے تو وہ ظالم بازوؤں سے پکڑ کر آپ کو کھڑا کردیتے اور پھر پتھر مارتے اور ہنسی اڑاتے۔

حضرت زید بن حارثہؓ رسول اللہؐ کے آگے ڈھال بن کر آپؐ کو پتھروں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے مگر ایک بپھرے ہوئے ہجوم کے سامنے بے چارے تنہا زید کر بھی کیا سکتے تھے۔مسلسل کئی میل تک اس ہجوم نے آپ کا تعاقب کر کے پتھراؤ کیا جس سے رسول اللہؐ کی پنڈلیاں لہولہان ہوگئیں اور جوتے خون سے لالہ رنگ ہوگئے اور زید کے سر میں شدید زخم آئے۔(الحلبیہ) 34

ہجوم تب واپس لوٹا جب آپ نے عتبہ اور شیبہ سرداران مکہ کے انگوروں کے باغ میں پناہ لی۔ بدبخت قوم ثقیف سے زخمی اور خون آلود ہوکر بھی ہمارے آقا ومولیٰ کے صبر و رضا کی شان دیکھنے والی تھی۔آپؐ نے انگوروں کی بیلوں کے سایہ میں آکر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے رب سے کچھ مناجات اور آہ وزاری کی، اس دعا سے جہاں آپؐ کے کرب کی انتہا کا پتہ چلتا ہے وہاں راہ مولیٰ میں آپ کے صبراور برداشت کی معراج کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔آپؐ نے خدا کے حضور عرض کیا:۔

اے میرے مولیٰ! میں اپنی ضعف و ناتوانی اور قلت تدبیر کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے! مجھے لوگوں میں رسوا کرنے کی ہر کوشش کی گئی ہے۔تو جو کمزوروں کا رب ہے میرا بھی تو رب ہے۔تو مجھے کس کے سپرد کرنے لگا ہے؟ کیا مجھے دور دراز کے لوگوں کے حوالے کر دے گا؟ جو مجھے تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں یا ایسے دشمن کے سپرد کرے گا جن کو تو میرے سب معاملہ پر مکمل قدرت عطا کر دے؟

(میرے مولیٰ!) اگر تو ناراض ہوکر میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر رہا تو پھر مجھے تیری راہ میں ان مصیبتوں کی کوئی بھی پرواہ نہیں لیکن میں تیری عافیت کا کہیں زیادہ محتاج ہوں کہ وہ اپنی تمام وسعتوں سے مجھے ڈھانپ لے۔میں تیرے پاک چہرے کے نور کا واسطہ دے کر پناہ کا طلب گار ہوں جس نے

تاریکیوں کو روشن کیا ہے، جس نے دنیا اور آخرت کے معاملات کو درست کر رکھا ہے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو اور تو مجھ سے ناراض ہو جائے۔ میرے مولیٰ! میں تیری رضا تلاش کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے اور سوائے تیرے کوئی طاقت اور قدرت کسی کو حاصل نہیں۔ (احمد) 35

اس دعا کی فوری قبولیت تو اسی وقت ظاہر ہوئی کہ رسول اللہؐ کے لئے ظاہری اور روحانی دونوں قسم کے پھلوں کا انتظام کر دیا گیا۔

سردارانِ قریش عتبہ اور شیبہ کو نبی کریمؐ کی دردناک حالت دیکھ کر آپ پر ترس آیا۔ انہوں نے اپنا عیسائی غلام آپ کی خدمت میں بھجوایا جس نے انگوروں کے تازہ خوشے پیش کئے۔ رسول کریمؐ بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے لگے۔ نصرانی عداس نے تعجب سے آپؐ کا منہ دیکھا ور کہا خدا کی قسم! اس شہر کے لوگ تو اس طرح کی کوئی دعا نہیں پڑھتے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تم کس شہر کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نینویٰ کا باشندہ ہوں اور عیسائی ہوں۔ آپ نے فرمایا ''اچھا! تم خدا کے نیک بندے اور نبی حضرت یونسؑ بن متّٰی کی بستی سے ہو۔'' اور یوں رسول کریمؐ نے مصیبت کے وقت بھی ایک غلام کو جو غیر قوم اور غیر مذہب کا تھا پیغام حق پہنچانے کی راہ نکال لی اور اسے حقیر نہیں جانا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا دل نرم کر دیا۔ وہ یونس بن متّٰی کا ذکر سن کر کہنے لگا کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہے؟ آپ نے فرمایا ''وہ میرا بھائی اور نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔'' عدّاس اسی وقت رسول اللہؐ کے سامنے جھک گیا اور آپ کی پیشانی، ہاتھ اور پاؤں چومنے

لگا۔ عتبہ اور شیبہ جو یہ نظارہ دیکھ رہے تھے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ لو تمہارا غلام تو اس نے خراب کر دیا ہے۔ عداس سے اس کے مالکوں نے سرزنش کی اور پوچھا کہ تم نے جھک کر محمدؐ کا ادب کیوں کیا تو اس نے کہا آج روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی نہیں ہے۔ اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جو سوائے نبی کے کوئی نہیں بتا سکتا۔ (ابن ھشام) 36

الغرض طائف کا دن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی سخت دن تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ نبی کریمؐ سے پوچھا کہ اُحد کے دن (جس میں آپ کے دانت شہید ہوئے اور چہرے پر بھی زخم آئے) سے زیادہ کوئی سخت دن بھی آپ پر آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''عائشہ! میں نے تمہاری قوم سے بہت تکالیف اٹھائیں مگر سب سے شدید تکلیف وہ تھی جو عقبہ کے دن (سفر طائف میں) اٹھائی۔

اس روز میں نے بنی عبد کلال (سرداران طائف) کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے کر پیغام حق پہنچانے دیں مگر انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ تب میں وہاں سے چل پڑا۔ اس وقت میں سخت مغموم ہونے کی حالت میں سر جھکائے چلا جاتا تھا۔ قرن الثعالب پہنچ کر کچھ افاقہ میں نے محسوس کیا اور خدائی مدد کیلئے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل نے مجھے سایہ میں لے رکھا ہے۔ پھر جبریلؑ اس میں نظر آئے۔ انہوں نے

مجھے بلا کر کہا اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کا سلوک دیکھا ہے جو انہوں نے آپؐ سے روا رکھا ہے۔ اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھجوایا ہے تاکہ آپؐ جو چاہیں اسے حکم دیں۔تب پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے ندا دی۔ مجھے سلام کر کے کہا اللہ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھے آپؐ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ جو حکم دیں میں بجالاؤں اے محمد! آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں (اس وادی کے) یہ دونوں پہاڑ ان پر گرادوں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ''نہیں ایسا نہ کرو۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' (بخاری) 37

ولیم میور کی شہادت

مستشرق سر ولیم میور جیسا معاند اسلام بھی رسول اللہؐ کے اس تبلیغی سفر سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ وہ لکھتا ہے:۔

''محمدؐ کے طائف کے سفر میں عظمت اور شجاعت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ایک تنہا شخص جس کی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور ردّ کر دیا، وہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور جس طرح یونس بن متّیٰ نینوا کو گیا اسی طرح وہ ایک بت پرست شہر میں جا کر ان کو توحید کی طرف بلاتا اور توبہ کا وعظ کرتا ہے۔اس واقعہ سے یقیناً اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ محمدؐ کو اپنے

صدق دعویٰ پر کس درجہ ایمان تھا۔ (میور) 38

دعوت الی اللہ کے مواقع کی تلاش

تبلیغ عام کے حکم کے بعد نبی کریمؐ پر عرب کے مختلف قبائل میں دعوت الی اللہ کی دھن سوار رہتی تھی جس کی خاطر آپؐ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ اوس قبیلہ کے لوگ خزرج کے خلاف مدد مانگنے قریش مکہ کے پاس آئے۔ رسول اللہؐ نے اس وفد کے پاس جا کر انہیں بھی پیغام حق پہنچایا۔

یہ نوجوان قبیلہ اوس کی شاخ عبدالاشہل سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے سردار ابوالجلیس کی سرکردگی میں مکہ آئے۔ ان کا مقصد قریش سے خزرج کے خلاف مدد کے لئے معاہدہ کرنا تھا۔ رسول اللہؐ نے اُن کی مجلس میں تشریف لے جا کر فرمایا کہ جس مقصد کے لئے تم آئے ہو کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟۔ انہوں نے کہا ''وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے تا وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس نے مجھ پر کتاب بھی نازل فرمائی ہے۔'' پھر آپ نے اسلامی تعلیم کا ذکر کیا اور انہیں قرآن شریف سنایا۔ یہ سن کر ایک نوعمر نوجوان ایاس بن معاذ کہنے لگا ''اے میری قوم! تم جس مقصد کے لئے آئے ہو یہ پیغام اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔'' اس پر ان کے سردار ابوجلیس

نے کنکروں کی ایک مٹھی بھر کر ایاس کے منہ پر دے ماری اور وہ مدینہ واپس لوٹ گئے جس کے بعد اوس وخزرج میں بعاث کی جنگ ہوئی۔(بیہقی)39

تبلیغ یثرب

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ مسلسل 10 سال تک مکہ میں حج کے موقع پر حاجیوں کے خیموں میں جا کر تبلیغ کرتے رہے۔اسی طرح آپؐ مجنہ اور عکاظ کے میلوں پر اور منیٰ میں حاجیوں کے خیموں میں تشریف لے جا کر فرماتے تھے کہ کون ہے جو میری مدد کرنے اور پناہ دینے کی حامی بھرتا ہے کہ جہاں جا کر میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں؟ ایسے شخص کو میں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔کوئی بھی آپ کی مدو د نصرت کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔لوگ یمن اور دوسرے علاقوں سے جب سفر حج پر آتے تو اپنی قوم کو یہ نصیحت کرتے کہ قریش کے اس نوجوان سے ہوشیار رہنا وہ تمہیں گمراہ نہ کردے۔

نبی کریمؐ حاجیوں کے خیموں میں جا کر اللہ کی طرف بلاتے تھے۔لوگ انگلیوں سے آپ کی طرف اشارے کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کو یثرب سے بھیجا۔آپ کے پاس ایک ایک آدمی آ کر ایمان لاتا اور قرآن سیکھتا تھا اور اپنے اہل خانہ کی طرف واپس یثرب جاتا تو وہ بھی اسلام قبول کر لیتے یہاں تک کہ مدینے کا کوئی محلّہ باقی نہ رہا جہاں مسلمانوں کا ایک گروہ پیدا نہ ہو گیا

جس سے اسلام کو طاقت اور قوت ملی ۔ پھر ستر افراد کا ایک وفد مکہ گیا اور حج کے موقع پر شعب ابی طالب میں انہوں نے بیعت کی ۔ (احمد) 40

اسی طرح یثرب میں مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ کا اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمادیا۔ رسول اللہؐ نے ان میں وحدت اور مرکزیت پیدا کرنے کے لئے مصعب بن عمیر کو اسلام کا پہلا مبلغ بنا کر وہاں بھجوایا۔ کچھ عرصہ میں مدینہ میں بھی جمعہ کی ادائیگی شروع ہوگئی۔

سفر ہجرت میں تبلیغ

مدینہ کے بریدہ انصاری اپنے خاندان بنی سہم کے ستر سوار لے کر سفر میں تھے کہ نبی کریمؐ سے ملاقات ہوگئی ۔ ہر چند کہ ہجرت کا سفر خطرات سے خالی نہ تھا پھر بھی رسول کریمؐ نے اسی گروہ سے تعارف حاصل کیا اور انہیں پیغام حق پہنچایا۔ بریدہ کے ساتھ حضورؐ نے ایسی پر حکمت اور شیریں گفتگو فرمائی کہ انہوں نے خاندان سمیت اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہؐ نے پوچھا۔ آپ کون ہو؟ 'بریدہ' نے اپنا نام بتایا۔ (جس کے معنے ٹھنڈک کے ہیں)۔

رسول اللہؐ نے اس نام کے معنے 'ٹھنڈک' سے نیک تفاؤل لیا اور ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''ابوبکر! سمجھو کہ ہمارے تعاقب کا معاملہ اب ٹھنڈا پڑ گیا۔'' پھر رسول اللہؐ نے پوچھا۔ ''آپ کس قبیلہ سے ہو؟'' بریدہ نے کہا ''اسلم قبیلہ سے''۔ (اسلم کے معنی سلامتی کے ہیں)۔ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ سے نیک

تفائل کے طور پر فرمایا ’’ ہمیں سلامتی عطا ہوئی ۔ ‘‘

پھر رسول اللہؐ نے پوچھا ’’ اولاد کس کی ہو؟ ‘‘ بریدہ نے کہا۔ ’’ بنی سہم کی ‘‘ (سہم کے معنے ہیں غنیمت کا حصہ)۔ رسول اللہؐ تیسری مرتبہ نیک تفاؤل کے طور پر ابوبکرؓ سے فرمانے لگے کہ ’’ تمہارے مال غنیمت کا حصہ تمہیں مل گیا۔ ‘‘

بریدہ نے پوچھا ’’ آپ کون ہیں؟ ‘‘ فرمایا ’’ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ۔ ‘‘ بریدہ نے کہا ’’ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ‘‘ بریدہ اور ان کے تمام ساتھیوں نے وہیں اسلام قبول کرلیا۔ اگلی صبح بریدہ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں مشورہ عرض کیا کہ مدینہ میں اپنے لواء (جھنڈا) کے ساتھ داخل ہوں ۔ چنانچہ انہوں نے اپنا عمامہ کھول کر نیزے پر باندھا اور آگے آگے چلنے لگے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میرے گھر قیام فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا میری اونٹنی اللہ کی طرف سے حکم کے مطابق بیٹھے گی ۔ (الوفاء) 41

دعوت الی اللہ کا مدنی دور اور تبلیغ عام

کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر مدینہ ہجرت ہوئی ۔ وہاں امن کے ماحول میں دعوت اسلام کا سلسلہ تیز تر ہو گیا۔ مدینہ آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ مدینہ کے پہلے مبلغ اسلام مصعب بن عمیرؓ کے علاوہ داعیان الی اللہ کی ایک کثیر تعداد دعوت الی اللہ کے میدان میں اتر چکی تھی۔ پھر بھی آپؐ نے اپنی ذمہ داری کا حق ہمیشہ ادا کیا اور مدینہ کی کھلی مجالس میں جا کر بھی تبلیغ کی۔

اسامہ بن زید غزوہ بدر سے پہلے کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصاری سردار سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ایک گدھے پر سوار تھے۔ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی بھی تھا جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین، بتوں کے پجاری اور یہود بھی موجود تھے۔ جب رسول کریمؐ کی سواری کے آنے پر کچھ غبار اُڑی تو عبداللہ بن ابی نے (جو خزرج کے سرداروں میں سے تھا) ناک بھوں چڑھائی اور اپنا منہ چادر سے ڈھانپ کر کہنے لگا۔ ہمارے اوپر مٹی مت اُڑاؤ۔ نبی کریمؐ نے آ کر سلام کیا اور وہاں رک کر ان لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی اور قرآن شریف بھی سنایا۔ عبداللہ بن ابی چیں بجبیں ہو کر کہنے لگا ''اے شخص! اگر یہ درست بھی ہو کہ تیری تعلیم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پھر بھی تم ہماری مجالس میں آ کر ہمیں ایذاء نہ دیا کرو اور اپنے ڈیرے پر رہو جو تمہارے پاس آئے اسے یہ باتیں بتاؤ۔''

اس پر مجلس میں موجود ایک مخلص صحابی عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کو غیرت آئی۔ انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! آپ بے شک ہماری مجالس میں

تشریف لایا کریں ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔'' اس پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہود کے مابین کچھ تکرار ہوگئی۔ نبی کریمؐ وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ لوگ خاموش ہوگئے تو آپ آگے تشریف لے گئے۔ (بخاری) 42

رسول اللہؐ نے کبھی تبلیغ کیلئے کسی کو حقیر نہیں جانا خواہ وہ کوئی بدحال غریب ہو یا مفلوک الحال یہودی غلام۔ خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی لڑکا تھا جو آپؐ کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے تشریف لے گئے۔ آپؐ اس کے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی تھا۔ باپ حضور کی شفقت اور احسان دیکھ کر کہنے لگا '' بچے ابوالقاسم جو کہتے ہیں ان کی بات مان لو۔'' چنانچہ وہ بچہ (کلمہ پڑھ کر) مسلمان ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے تو یہ فرمارہے تھے '' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے آگ سے بچالیا ہے۔'' (بخاری) 43

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر تشریف لائے تو اس بچے نے جان دیدی آپ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ ادا کرو۔ (احمد) 44

مدنی دور میں تبلیغ کی راہ میں قربانیاں

نبی کریمؐ کے لئے تنہا سارے عرب میں پیغام پہنچانا ممکن نہیں تھا۔ لازماً اس کے لئے انصار و اعوان اور داعیان کی ضرورت تھی۔ مختلف قبائل سے تبلیغ اسلام کے لئے معلمین و مبلغین کے مطالبے بھی ہونے لگے تھے۔ چنانچہ عضل و قارہ قبائل کے مطالبہ پر رسول کریمؐ نے دس صحابہ کو عاصم بن ثابت انصاری کی سرکردگی میں بھجوایا۔ یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ کر رہتے تھے۔ قریش مکہ سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب یہ رجیع مقام پر پہنچے تو ان کے دشمن قبیلہ ہذیل کو ان کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے سو تیراندازوں کا ایک دستہ ان کے تعاقب میں بھیجا۔ جب مسلمانوں کو پتہ لگا تو وہ قریب ہی ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ دشمنوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا اگر تم لوگ گرفتاری دے دو ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ اسلامی دستے کے امیر عاصم نے کہا کہ مجھے تو کافروں کے عہد پر اعتبار نہیں۔ چنانچہ وہ دشمن کے مقابلے میں تیر برساتے رہے اور ساتھ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

اَلْمَوْتُ حَقٌّ والْحَيَاةُ بَاطِلٌ   وَكُلُّ مَاقَضٰى الْاِلٰهُ نَازِلٌ

یعنی موت برحق ہے اور زندگی بے کار ہے جو خدا کا فیصلہ ہو وہی برحق ہے۔

جب عاصم کے تیر ختم ہو گئے تو وہ نیزے سے لڑنے لگے۔ نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار نکال لی اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔ آخری لمحات میں اُن کی زبان پر یہ دعا جاری تھی۔ ''اے اللہ میں نے آخر دم تک تیرے دین کی حفاظت کی

ہے۔اب میری نعش کی حفاظت تو خود کرنا۔‘‘ان کی دعا اللہ تعالیٰ نے اس معجزانہ رنگ میں قبول فرمائی کہ جب دشمن بے حرمتی کرنے کے لئے ان کی نعش اٹھانے لگتے تا اس کا مثلہ کریں تو بھڑوں کا ایک چھتہ ان پر حملہ آور ہو جاتا اور اُن کی نعش کی حفاظت کرتا۔یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ بارشوں سے سیلاب آیا اور عاصم کی نعش کو بہا کر لے گیا۔(الحلبیہ)45

یہ واقعہ رجیع کے نام سے معروف ہے جس میں امیر دستہ عاصم بن ثابت اور ان کے چھ اور ساتھی شہید ہو چکے تو ان کے باقی تین ساتھیوں خبیب ، زید اور عبداللہ بن طارق نے دشمن کا عہد قبول کرتے ہوئے گرفتاری دے دی۔جب دشمن ان کو رسیوں سے باندھ رہے تھے تو عبداللہ کہنے لگے یہ پہلی بدعہدی ہے۔مجھے یہ قید قبول نہیں اور انہوں نے وہیں لڑتے ہوئے جان دے دی۔خبیب اور زید کو اہل مکہ نے خرید لیا کہ وہ اپنے مقتولین بدر کے عوض انہیں قتل کر کے اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کریں گے۔جس روز انہیں قتل گاہ لے گئے تو خبیب نے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔وہ جلد نماز سے فارغ ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت سے ڈرتا ہوں تو آج میں لمبی نماز پڑھتا۔اس قتل ناحق کا تماشہ دیکھنے کے لئے شہر کی عورتیں ، بچے اور غلام باہر نکل کر جمع ہو گئے تھے۔ان سب کو قتل کا عبرتناک منظر دکھانے کے لئے ایک لمبی لکڑی پر خبیب کو لٹکایا گیا۔پھر کہا کہ ابھی بھی اسلام سے توبہ کر لو تو تجھے آزاد کر دیتے ہیں ورنہ قتل کر دیں گے۔خبیب نے کہا خدا کی راہ میں میری جان

کی یہ قربانی ایک حقیر نذرانہ ہی تو ہے۔

پھر خبیبؓ نے دعا کی کہ اے اللہ یہاں کوئی ایسا شخص نہیں جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچائے۔ پس تو ہی میری طرف سے اپنے رسول کو میرا سلام پہنچادے اور جو سلوک یہ میرے ساتھ کر رہے ہیں اس کی اطلاع بھی فرما دے۔

دوسری طرف تین سو میل کے فاصلے پر مدینہ میں خدا کے رسول اپنے صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے، عین اس وقت اچانک آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ اسامہ بن زیدؓ کا بیان ہے ہم نے آپؐ کو ''وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ'' کہتے سُنا۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ ابھی جبریلؑ آئے تھے وہ مجھے خبیبؓ کی طرف سے سلام پہنچا رہے تھے جنہیں قریش نے شہید کر دیا ہے۔

قریش نے اپنے چالیس سرداروں کی اولاد کو (جو بدر میں ہلاک ہوئے تھے) خبیبؓ کے قتل پر اکٹھا کیا تھا اور نیزے ان کے ہاتھ میں تھما کر کہا تھا کہ وہ سب اس شخص کو نیزے مار کر قتل کریں اور آتش انتقام سرد کریں۔ چنانچہ ان سب نے خبیب کو شہید کیا۔ (الحلبیہ) 46

مبلغین کی شہادت کا دوسرا واقعہ بئرمعونہ کا ہے۔ جس میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ واقعہ یوں ہوا کہ قبیلہ بنی عامر کا سردار عامر بن طفیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خود تو اسلام قبول نہیں کیا مگر کہا کہ مجھے یہ پیغام اچھا لگا ہے

اگر آپؐ اپنے کچھ لوگ ہمارے علاقہ میں بھجوا دیں تو شاید وہ لوگ اسلام قبول کرلیں۔حضورؐ نے فرمایا مجھے اہل نجد سے خطرہ ہے۔ابو عامر نے کہا کہ یہ میرا ذمہ۔ چنانچہ اس نے جا کر اہل نجد کو بتا دیا کہ محمدؐ کے ساتھیوں کو میں نے پناہ دی ہے۔ یہ ستر حفاظِ قرآن تھے جو دن کو قرآن اور نمازیں پڑھتے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ان کے امیر حرام بن ملحانؓ نے جب بنی سلیم کو پیغام حق پہنچایا اور رسول اللہؐ کا خط دیتے ہوئے کہا کہ اے اہل بئر معونہ! میں تمہاری طرف رسول اللہؐ کا نمائندہ ہوکر آیا ہوں۔اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ۔اس دوران ایک شخص نے پیچھے سے آکر ان کو نیزہ مارا۔اُن کی گردن سے خون کا فوارہ نکلا۔اس بہادر داعی الی اللہ نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ کا نعرہ لگایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔پھر اپنے خون کو ہاتھوں میں لیا اور چہرے اور سر پر چھینٹا مارا۔بعدازاں اُن کے ساتھیوں پر بھی حملہ کردیا گیااور اس میدان میں ستر داعیان الی اللہ نے جام شہادت نوش کیا۔(بخاری) 47

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں کی وفا اور راضی برضا رہنے کا یہ عالم تھا کہ بوقت شہادت انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے حال کی خبر اپنے رسول کو کردے اوران کو ہمارا سلام اور یہ پیغام پہنچا کہ ہم اپنے رب کی رضا پر راضی ہیں۔ رسول اللہؐ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوگئی اورآپؐ نے

صحابہ کو اس سے مطلع فرمایا۔ان شہادتوں کا حضور کو اتنا صدمہ اور غم تھا کہ کبھی کسی اور کی وفات پر اتنا غم نہیں ہوا۔ایک ماہ تک حضور رو رو کر نمازوں میں خدا تعالیٰ سے مدد و نصرت کی دعائیں کرتے رہے۔ 48

سردار طائف عروہ کی شہادت

فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ نے چند روز تک طائف کا محاصرہ کیا تھا مگر جلد ہی محاصرہ اُٹھا کر مدینہ واپس لوٹے تھے۔مدینہ واپسی پر راستہ میں ہی ثقیف قبیلہ کے ایک سردار عروہ بن مسعود نے آکر اسلام قبول کر لیا اور پوچھا کہ واپس اپنی قوم میں جا کر اسلام کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ثقیف تمہیں قتل کر دیں گے۔عروہ نے کہا کہ وہ مجھ سے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔عروہ واپس طائف پہنچے۔قوم کے لوگ ملنے آئے تو عروہ نے اسلام کی طرف دعوت دی، انہوں نے انکار کر دیا اور بُرا بھلا کہنے لگے۔اگلی صبح عروہ اپنے گھر میں کمرہ سے باہر نکلے اور کلمہ شہادت پڑھا تو ثقیف قبیلہ کے ایک تیر انداز نے تیر مار کر شہید کر دیا۔آخری لمحات میں ان سے پوچھا گیا اپنے خون کے بدلہ کے بارہ میں کیا کہتے ہو، کہنے لگے ''یہ تو ایک عزت ہے جو خدا نے مجھے بخشی اور شہادت کا رتبہ عطا فرمایا۔''

رسول کریمؐ نے ان کی شہادت پر فرمایا کہ عروہ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کا ذکر سورہ یٰسٓ میں ہے کہ اُس نے اپنی قوم کو رسول کی پیروی کی

طرف بلایا تھا۔(الحلبیہ)49

میدان جہاد میں دعوت الی اللہ

ہجرت مدینہ کے بعد امن میسر آتے ہی دعوت اسلام کا کام تیز تر ہو گیا لیکن کفار مکہ نے وہاں بھی امن کا سانس نہ لینے دیا اور مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تب امن کے بادشاہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو اپنے دفاع کے لئے مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی۔اس زمانہ میں بھی آپؐ نے دعوت الی اللہ کا فریضہ ہمیشہ مقدم رکھا۔ یہود خیبر کی مدینہ پر حملہ کی دھمکیوں اور خطرہ کے پیش نظر اسلامی لشکر محاصرہ خیبر پر مجبور ہوا تو اس دوران ایک حبشی غلام یہود خیبر کی بکریاں چراتا ہوا ادھر آ نکلا۔

جنگ کی حالت تھی، محاصرہ جاری تھا۔وہ غلام جنگل سے بکریاں لے کر شہر کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ باہر مسلمانوں کی فوج نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس موقع پر ہمارے سید و مولیٰ کا شوق تبلیغ دیکھنے کے لائق تھا۔آپؐ تبلیغ کے لئے کسی کو حقیر نہ جانتے تھے۔چنانچہ اس حبشی چرواہے کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔اس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا جنت بشرطیکہ اسلام پر ثابت قدم رہو۔اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔(الحلبیہ)50

حضرت علیؓ کو نصیحت

آنحضرتؐ جنگ میں دعوت الی اللہ کا یہ پاکیزہ نمونہ دکھانے کے بعد حضرت علیؓ کو سالار لشکر بنا کر اس نوید کے ساتھ قلعہ خیبر فتح کرنے بھیجا کہ تمہارے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ انہیں یہ تلقین فرمائی کہ یہود (جن کی طرف سے اعلان جنگ ہوا تھا) پر حملہ سے قبل ایک دفعہ پھر انہیں دعوت اسلام دینا۔ چنانچہ فرمایا اے علی! جب تم ان کے میدان میں اترو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ قبول اسلام کی صورت میں ان کی کیا ذمہ داریاں ہونگی اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو تیرے لئے کئی سرخ اُونٹوں کی دولت سے زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری) 51

غزوات میں دشمن پر احسان اور تبلیغ

رسول اللہؐ نجد کی طرف ایک مہم پر تشریف لے گئے جسے غزوۂ ذات الرقاع بھی کہتے ہیں۔ واپسی پر دوپہر کے وقت آرام کے لئے ایک سایہ دار درختوں کی وادی میں حضورؐ نے قیام فرمایا۔ لوگ درختوں کے نیچے آرام کرنے لگے۔ رسول کریمؐ بھی ایک کیکر کے درخت کے نیچے لیٹ گئے اور تلوار اس کے اوپر لٹکا دی۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں ابھی ہم کچھ دیر ہی سوئے تھے کہ اچانک رسول اللہؐ کو ہم نے بلاتے سنا۔ حاضر خدمت ہوئے تو ایک بدو وہاں بیٹھا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے میرے سوتے ہوئے میری تلوار سونت لی اور مجھے جگا کر پوچھا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا ''اللہ''۔ جس پر

تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تب میں نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا اب تم بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا سوائے آپ کے کوئی نہیں۔آپؐ سے اچھے سلوک کی توقع ہے۔ دشمن قبیلہ کا یہ شخص غورث بن حارث دراصل آپ کے تعاقب میں تھا۔آنحضورؐ نے صحابہؓ کو بلایا تو وہ اسے ڈرانے دھمکانے لگے۔آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس نے کہا نہیں لیکن میں آپؐ کے خلاف کبھی لڑائی میں شریک نہ ہوں گا۔(بخاری) 52

نبی کریمؐ نے اس جانی دشمن کو بھی معاف کر دیا۔وہ آپؐ کے شفقت بھرے سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ نہ صرف اس نے بلکہ اس کی قوم کے بہت سے لوگوں نے رسول اللہؐ کی حفاظت کا یہ معجزانہ نشان دیکھ کر اس کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی۔(زرقانی) 53

داعیان کی تیاری

مدینہ کے نواحی قبائل اور قوموں سے لوگ آ کر آنحضورؐ کی صحبت میں رہتے،تربیت پا کر واپس جاتے اور اپنے علاقے میں دعوت اسلام کی خدمات بجالاتے تھے۔مالک بن حویرثؓ ایک دفعہ بیس ساتھیوں کے ساتھ آ کر مدینہ میں کئی روز ٹھہرے اور دین اسلام سیکھ کر واپس گئے۔(بخاری) 54

اصحاب صفہ کی تعلیم قرآن وسنت کا مسجد نبوی میں مستقل انتظام تھا۔

رسول کریمؐ کی دعوت اور تربیت کا بہترین طریق حسنِ عمل اور کردار تھا جو ہمیشہ ہی کامیاب ثابت ہوا۔ آغاز اسلام میں حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ پر ایمان لائے تو اس کا بنیادی سبب بھی رسول اللہؐ کا حسنِ کردار ہی تھا۔ پھر ان کی تبلیغ اور نمونہ سے اور لوگ مسلمان ہوئے۔

تالیف قلب اور احسان

نبی کریمؐ نے ایک گھڑ سوار دستہ نجد کی طرف بھجوایا۔ وہ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر لائے جسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ نبی کریمؐ مسجد میں تشریف لائے اور ثمامہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ یعنی تمہیں کس سلوک کی توقع ہے؟ اس نے کہا میری رائے اچھی ہے کیونکہ آپ ہمیشہ احسان کرنے والے ہیں۔ اگر مجھے قتل کریں گے تو میرا قبیلہ اس کا بدلہ لے گا اور اگر آپ احسان کا سلوک کریں گے تو ایک شکر گزار انسان پر احسان کریں گے اور اگر آپ میری آزادی کے عوض کوئی مال وغیرہ چاہتے ہیں تو جو مانگنا چاہتے ہیں مانگیں۔ حضورؐ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ (مقصود یہ ہوگا کہ وہ مسجد نبوی میں مسلمانوں کی عبادت وغیرہ کے احوال دیکھ لے) اگلے روز پھر نبی کریمؐ نے اس سے وہی سوال دوہرایا۔ وہ بولا کہ میرا وہی جواب ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو یہ ایک شکر گزار بندے پر احسان ہوگا۔ دوسرے روز بھی حضورؐ نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر

تیسرے روز اس سے وہی سوال پوچھا وہ کہنے لگا کہ میں پہلے ہی جواب عرض کر چکا ہوں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ثمامہ کو آزاد کر دو۔ثمامہ رسول اللہؐ کے حسن سلوک، مسلمانوں کی پنجوقتہ عبادت، اطاعت اور وحدت کے نظارے سے اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ آزاد ہوتے ہی قریب کے نخلستان میں جا کر غسل کیا۔ مسجد نبوی میں آ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر کہا ''اے محمد! آپ کا چہرہ روئے زمین پر میرے لئے سب سے زیادہ قابل نفرت تھا مگر آج آپ مجھے دنیا میں سب سے پیارے ہیں۔خدا کی قسم کوئی مذہب مجھے آپ کے مذہب سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا مگر آج آپ کا دین اسلام مجھے تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہو چکا ہے۔خدا کی قسم کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ میرے لئے قابل نفرت نہ تھا۔آج آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو چکا ہے۔آپؐ کے دستہ نے جب مجھے گرفتار کیا تو میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا۔اب میرے لئے کیا حکم ہے؟'' نبی کریمؐ نے اس کے یہ تاثرات سن کر بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ثمامہ کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی بشارت دی اور عمرہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔وہ مکہ عمرہ کرنے گئے تو کسی نے کہہ دیا تم بھی صابی ہو گئے ہو یعنی نیا دین اختیار کر لیا ہے۔اس نے کہا نہیں میں مسلمان ہو کر محمد رسول اللہؐ پر ایمان لایا ہوں اور کان کھول کر سن لو! خدا کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے غلہ کا ایک دانہ نہیں آئے گا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت عطا نہ فرمائیں۔(بخاری)55

فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول اللہؐ کی تالیف قلبی اور احسان کو دیکھ کر مکہ کے بڑے بڑے سرداروں نے اسلام قبول کرلیا تھا جس کی تفصیل غزوات میں خلق عظیم اور انفاق فی سبیل اللہ کے زیر عنوان موجود ہے۔

یہود مدینہ کو تبلیغ

رسول اللہؐ کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت یہود کے تین بڑے قبائل موجود تھے جو مسلمانوں کے ساتھ میثاق مدینہ کے معاہدہ امن میں شریک تھے مگر اپنی بدعہدی کی وجہ سے باری باری مدینہ سے انکا اخراج ہوتا رہا۔

ہر چند کہ یہود مدینہ پر اتمام حجت ہو چکی تھی۔ ان کے کئی سرداروں پر آپ کی سچائی کھل چکی تھی، ایک خدا ترس یہودی عالم عبداللہ بن سلام کو تو قبول اسلام کی توفیق ملی گئی لیکن باقی یہود کا رویہّ اپنے سرداروں کی وجہ سے معاندانہ رہا کیونکہ باقی سردار اپنی انا اور ھٹ دھرمی کے باعث اپنی سرداری چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر مجھ پر دس یہودی سردار بھی ایمان لے آتے تو سارے یہودی ایمان لے آتے۔(بخاری)56

یہود رسول اللہؐ کی مجالس میں حاضر ہو کر مختلف اعتراض بھی کرتے اور سوالات بھی اور تسلی بخش جواب بھی پاتے مگر ہدایت کی توفیق نہ ملی۔ رسول اللہؐ آخر دم تک ان پر اتمام حجت فرماتے رہے اور یہود اپنے وطیرہ کے مطابق انکار پر مصر رہے۔

نبی کریمؐ مدینہ میں یہود کی علمی درسگاہ بیت مدراس بھی تشریف لے جاتے تھے۔حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز مسجد نبوی میں موجود تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا'' چلو آج یہود کی طرف چلتے ہیں۔'' چنانچہ ہم یہود کی تعلیمی درسگاہ بیت مدراس گئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں یہودی علماء سے گفتگو کے دوران انہیں دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ اے یہود کی جماعت !تم اسلام قبول کرلو امن میں آجاؤ گے۔(بخاری)57

نصاریٰ کو تبلیغ

سرزمینِ عرب میں موجود کوئی مذہب ایسا نہ تھا جس پر آنحضرتؐ نے اتمام حجت نہ فرمائی ہو۔نجران کے عیسائیوں کو بھی آپ نے تبلیغ کی۔آغاز اسلام میں نجران میں چھوٹی سی خودمختار عیسائی ریاست قائم تھی جسے قیصر روم کی سرپرستی حاصل تھی۔اہل نجران کو رسول اللہؐ کے دعویٰ کی اطلاع مکی دور میں مہاجرین حبشہ کے ذریعہ ہو چکی تھی۔چنانچہ انکا چوبیس افرد پر مشتمل پہلا وفد 10 نبوی میں مکے آیا۔انہوں نے رسول اللہؐ کی تبلیغ سن کر اسلام قبول کرلیا۔(الحمدیہ)58

مدینہ آکر اہل نجران سے رابطہ رسول اللہؐ کے اس خط کے ذریعہ بحال ہوا جو آپؐ نے اُن کے مذہبی راہنما لارڈ بشپ کے نام لکھا جس میں آپؐ نے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے بعض مشترک قدروں کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت ابراہیمؑ ،حضرت اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے ادب واحترام کرنے کا ذکر کیا۔پھر

خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلاتے ہوئے دعوت دی کہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا قبول کرلیں۔

اس خط کے نتیجہ میں 2ھ میں نجران کا ایک سہ رکنی وفد مدینے آیا جسے معاہدہ صلح کیلئے ایک عبارت تجویز کر کے دی گئی۔ بعد میں 9ھ کے زمانہ میں ساٹھ رکنی وفد نجران آیا جس میں ان کے مذہبی اور سیاسی رہنما بھی موجود تھے۔ اسی موقع پر بحث وتمحیص کے بعد اہل نجران کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا جو انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ معاہدہ صلح کی توثیق کر دی۔ (بیہقی) 59

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نجران کے عیسائی رہنماؤں سے جو مدلل تبلیغی گفتگو رسول اللہؐ نے فرمائی اس کا مختصر ذکر کر دیا جائے۔

اول رسول کریمؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ کہنے لگے ''ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ یعنی دین حق پر قائم ہیں اور اللہ کے حکم ماننے والے ہیں۔'' رسول کریمؐ نے فرمایا '' تم غلط کہتے ہو خدا کا بیٹا تسلیم کرنے، صلیب کی پرستش اور خنزیر کھانے جیسی خرابیوں میں پڑ جانے کے بعد تم اپنے آپ کو مسلمان اور دینِ حق پر قائم کیسے کہہ سکتے ہو؟ کیونکہ یہ باتیں حضرت مسیح کی تعلیم نہیں۔''

انہوں نے بحث کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں تو آپ بتائیں اس کا باپ کون ہے؟ اس سوال پر انہوں نے خوب بحث کی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ یہ تو تم جانتے ہو کہ کوئی بیٹا ایسا نہیں ہوتا جو باپ کے

مشابہ نہ ہو۔انہوں نے کہا'' ٹھیک ہے۔'' آپؐ نے فرمایا'' کیا تمہیں پتہ ہے ہمارا رب زندہ ہے۔اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تمہارے عقیدہ کے مطابق بھی ایک دفعہ موت آچکی ہے کیونکہ انہوں نے تمہارے نزدیک تمہارے گناہوں کے کفارہ کے لئے موت کا پیالہ پیا؟'' انہوں نے کہا'' ہاں یہ بھی درست ہے۔'' رسول اللہؐ نے فرمایا'' تمہیں پتہ ہے ہمارا رب ہر شے کا نگران ہے۔وہ ہر ایک کی حفاظت کرتا ہے اور اسے رزق بہم پہنچاتا ہے۔''انہوں نے کہا'' ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔'' آپؐ نے فرمایا'' اچھا اب یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان باتوں میں سے کس پر قدرت حاصل ہے؟'' (کہ اسے خدا کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کا بیٹا قرار دیا جائے)۔انہوں نے کہا'' اُن میں سے کوئی بات حضرت مسیح میں ہم نہیں جانتے۔'' آپؐ نے فرمایا کہ'' ہمارے رب نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جیسے چاہا شکل عطا فرمائی۔پھر ہمارا رب نہ تو کھاتا ہے نہ پیشاب پاخانہ کرتا ہے۔''انہوں نے کہا'' یہ درست ہے۔'' آپؐ نے فرمایا'' کیا تمہیں پتہ ہے کہ عیسیٰؑ کی والدہ اسی طرح حاملہ ہوئیں جیسے ایک عام عورت حاملہ ہوتی ہے؟ پھر اسی طرح عیسیٰ کی ولادت ہوئی جس طرح ایک عام عورت بچہ جنتی ہے۔پھر حضرت عیسیٰؑ بچے کی طرح غذا بھی لیتا تھا اور کھاتا پیتا اور پیشاب بھی کرتا تھا۔''انہوں نے کہا'' ہاں'' آپ نے فرمایا'' پھر تمہارا یہ دعویٰ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے کیسے درست ہوسکتا ہے؟''اس پر وہ لاجواب اور خاموش ہوکر

رہ گئے۔ (واحدی) 60

شاہان مملکت کو خطوط

شاہان مملکت کو خطوط بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان تبلیغی شاہکار اور بہادرانہ کارنامہ ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانان مدینہ کو سب سے بڑا خطرہ جنوب میں قریش مکہ سے تھا جن کے ساتھ 6 ھ میں حدیبیہ مقام پر ایک صلح نامہ ہو گیا۔ ہر چند کہ ابھی شمال کی طرف سے یہود خیبر کا خطرہ موجود تھا مگر بڑے خطرہ کے ٹل جانے سے مدینہ کے حالات معمول پر آنے لگے اور مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ امن کو تبلیغ کی وسعت کے لئے غنیمت جانا اور عرب کے چاروں اطراف میں شاہان مملکت کو تبلیغ خط لکھے۔ اس زمانہ میں ایران اور روم کی حکومتیں دنیا کی عظیم ترین سلطنتیں تھیں۔ عرب ریاستیں ان کی باجگزار اور تابع مہمل سمجھی جاتی تھیں۔ اندریں حالات ایک عرب کا ان حکومتوں کو خطاب اور اپنی اطاعت کی طرف بلانا اعلان جنگ کے مترادف تھا۔ کوئی عام انسان ایسی جرأت کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یہ تبلیغی خطوط رسول اللہؐ کا اپنے مشن پر یقین خدا کی ذات پر کامل ایمان و توکل اور غیر معمولی شجاعت کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔

کسریٰ شاہ ایران کو خط

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ بن قیسؓ کو اپنا خط دے کر کسریٰ بن ھرمز شہنشاہ ایران کے پاس بھجوایا۔ اس خط کی عبارت تبلیغی مکاتیب کیلئے راہنما ہے۔ آپؐ نے لکھا:۔

''اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان اور رحیم ہے۔ اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے یہ خط فارس کے شہنشاہ کسریٰ کے نام ہے۔ جو بھی ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے اس پر سلامتی ہو۔ میں آپ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تا کہ ہر زندہ شخص کو ہوشیار کروں اور انکار کرنے والوں پر فرد جرم لگ جائے۔ آپ اسلام قبول کر لیجئے سلامتی آپ کا خیر مقدم کرے گی اور اگر آپ انکار کریں گے تو آپ کی قوم مجوس کا گناہ بھی آپ پر ہوگا۔'' (بخاری) 61

کسریٰ شاہ ایران نے یہ خط پڑھ کر پھاڑ ڈالا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ اس کی حکومت اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اُس نے گورنر یمن باذان کو رسول اللہؐ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کے قاصد جب رسول اللہؐ کے پاس گرفتار کرنے کیلئے آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خدا کو قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہؐ کی یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اسی رات کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ چھ ماہ بعد وہ خود بھی

زہر پینے سے ہلاک ہو گیا اور اس کی بہن حکمران ہوئی اور یوں حکومت ایران پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔

قیصر شہنشاہِ روم کو خط

رسول اللہؐ کے صحابی حضرت دحیہ الکلبیؓ کے ذریعہ حسب دستور حاکم بصریٰ کے توسط سے یہ خط قیصر روم کو روانہ کیا گیا۔ اس خط کو اللہ کے نام سے شروع کرتے ہوئے حضورؐ نے شاہی آداب کے موافق قیصر کو ''عظیم الروم'' کے لقب سے خطاب فرمایا اور اسلام اور عیسائیت کی مشترک قدر توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے نیز ہدایت قبول کرنے والے کیلئے دعاؤں کے ساتھ خط کا آغاز فرمایا اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں دوہرے اجر کی بشارت دی۔ پہلا اجر حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی صورت میں۔ پھر اس تبشیر کے ساتھ انذار بھی فرمایا کہ انکار کی صورت میں رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔

شاہِ روم ہرقل کی سعادت مندی تھی کہ اس نے رسول اللہؐ کا یہ خط بہت سنجیدہ نظر سے دیکھا۔ عزت کے ساتھ سونے کی ایک ڈبیہ میں اُسے محفوظ کر کے رکھا۔ مزید تحقیق کے لئے عربوں کے ایک وفد سے معلومات حاصل کیں جو ابوسفیان کی سرکردگی میں تجارت کے لئے شام گیا ہوا تھا۔

پھر ابوسفیان سے کہا کہ تم نے میرے سوالوں کے جواب میں جو کچھ کہا

ہے اگر وہ واقعی درست ہے تو وہ شخص ضرور میرے ملک پر غالب آئے گا۔ اگر میرے لئے ممکن ہوتا تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس کے پاؤں دھوتا۔مگر بعد میں جب ھرقل نے اپنی قوم کے سرداروں کے سامنے بڑی حکمت سے منصوبہ بندی کر کے آنحضرتؐ کا دعویٰ پیش کیا تو انہوں نے سختی سے انکار کر دیا۔اس پر ھرقل ڈر گیا اور اسلام قبول کرنے کی جرأت نہ کی۔(بخاری)62

رومی حاکم فروہ بن عمرو جزامی کا قبول اسلام

ایمان کی توفیق بھی انسان کی طبعی سعادت اور خدا کے فضل پر موقوف ہوتی ہے۔ جہاں ھرقل نے ایک عظیم الشان حکومت کا شہنشاہ ہوتے ہوئے دنیا کو مقدم کیا اور ڈر گیا وہاں اس کے ایک عامل فروہ کو جب اسلام کا پیغام پہنچا تو اس نے اسلام قبول کرلیا۔فروہ عرب علاقوں کے لئے رومی حکومت کی طرف سے گورنر مقرر تھا۔رسول کریمؐ نے اُس کی طرف بھی تبلیغی خط لکھا۔اس نے اپنا نمائند رسول اللہؐ کی خدمت میں بھجوا کر اپنے قبول اسلام کی اطلاع کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سواریاں خچر، گھوڑا وغیرہ اور کچھ قیمتی پوشاکیں (جن پر سونے کا کام تھا) تحفہ بھجوائیں۔

جب شاہ روم کو پتہ چلا کہ فروہ نے اسلام قبول کرلیا ہے تو اسے پکڑ کر قید کر دیا اور مسلسل دھمکیاں دیتا رہا کہ اس دین سے لوٹ آؤ تو حکومت واپس مل جائے گی۔استقامت کے شہزادے فروہ نے کمال بہادری سے جواب دیا کہ میں

محمد مصطفیٰ ؐ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا اور تم بھی جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے اس نبی کی خبر دی تھی مگر تم اپنی حکومت کے چھن جانے کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کرتے ہو۔شاہِ روم نے اُسے صلیب دے کر شہید کر دیا۔(الحلبیہ)63

نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط

رسول اللہؐ نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو نجاشی شاہ حبشہ کی طرف خط دیکر بھجوایا۔جس میں بسم اللہ کے بعد تحریر فرمایا:۔

''یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے شاہ حبشہ نجاشی کے نام ہے۔میں تمہارے پاس اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلامتی والا اور امن دینے والا ہے، حفاظت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے پاکباز مریم بتول کو عطا کیا اور وہ عیسیٰ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔میں آپ کو اس خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ دعوت دیتا ہوں کہ آپ میری پیروی کریں اور اس کلام پر ایمان لائیں جو میرے پاس آیا ہے۔میں اللہ کا رسول ہوں۔میں نے آپ کے پاس اپنے چچا کے بیٹے جعفرؓ اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھجوایا ہے۔سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔''

نجاشی نے یہ خط پا کر آنکھوں سے لگایا اور تخت شاہی سے نیچے اتر آیا اور

انکساری سے زمین پر بیٹھ رہا۔ پھر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور کہا ’’اگر مجھے طاقت ہوتو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔‘‘

شاہ مصر کو خط

مقوقس شاہ مصر کو تبلیغی خط حاطب بن ابی بلتعہ کے ذریعہ حدیبیہ سے واپسی پر بھجوایا گیا۔ مقوقس مذھباً عیسائی تھا۔ اس خط کا مضمون بھی قیصر روم کے خط سے ملتا ہے۔

مقوقس نے قاصد نبوی سے کچھ سوال و جواب کے بعد سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔ مکتوب نبوی ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں رکھا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں جواباً تحریر کیا کہ میں نے آپ کے خط کا مضمون سمجھ لیا ہے۔ مجھے ایک نبی کے ظہور کا اندازہ تھا مگر خیال تھا کہ وہ شام سے ظاہر ہوگا۔

اُس نے آپؐ کے قاصد کا اکرام کیا چنانچہ اسے سو دینار اور پانچ پوشاکیں دیں اور رسول اللہؐ کی خدمت میں بیس پوشاکیں اور معزز خاندان کی دو لڑکیاں بھجوائیں۔ ان میں سے ایک خاتون ماریہ رسول اللہؐ کے عقد میں آئیں۔ مقوقس نے قاصد رسولؐ سے کہا تھا کہ میرے درباریوں کو تمہارے ساتھ ہونے والی گفتگو کا پتہ نہ چلے۔ میں حکومت چھن جانے کے ڈر سے اپنی قوم سے اسلام کے بارہ میں بات نہیں کرتا، ورنہ میں جانتا ہوں کہ یہ نبی ایک دن ہماری سرزمین پر غالب آئے گا اور اس کے ساتھی یہاں اتریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اور 17 ھ میں مصر فتح ہوگیا۔ (الحلبیہ) 64

غسانی سردار کے نام خط

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وھب الاسدی کو حارث بن ابی شمر کی طرف دعوت اسلام کے لئے اپنا خط دے کر بھجوایا اور لکھا کہ اسلام قبول کرلوتو تمہاری حکومت بھی قائم و دائم رہے گی۔ اس نے خط پڑھ کر پھینک دیا اور کہا ''کون ہے جو میرا ملک مجھ سے چھین سکے؟ میں اس کے خلاف لشکر کشی کرونگا۔'' اور قاصد سے کہا کہ اپنے آقا کو جا کر یہ بتا دو۔

پھر اس نے قیصر شاہ روم کو مکتوب نبوی کی اطلاع دی۔ قیصر نے جواباً لکھا کہ تمہیں اس نبی کے خلاف لشکر کشی کی ضرورت نہیں اور مجھے ایلیاء مقام پر آ کر ملو۔ یہ جواب آنے پر اس نے رسول اللہؐ کے قاصد کو بلوا بھیجا اور سو دینار اور پوشاک انعام دی اور کہا کہ رسول اللہؐ کو میرا اسلام کہنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قاصد سے اس کے احوال سنے تو فرمایا کہ اس کی حکومت تباہ و برباد ہوگی۔ فتح مکہ کے سال حارث بن ابی شمر کی وفات ہوگئی۔ (الحلبیہ) 65

حاکم یمامہ کے نام خط

رسول اللہؐ نے سُلیط بن عمرو عامری کو اپنا خط دے کر ھوذہ بن علی حنفی حاکم یمامہ کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھجوایا اور لکھا کہ میرا دین عنقریب

غالب آئے گا۔تم اسلام قبول کرلوامن میں آجاؤ گے اورتمہاری حکومت تمہارے ہی سپرد رہے گی۔ اس نے وہ خط پڑھ کر جواباً لکھا۔آپ کا پیغام نہایت عمدہ اورخوبصورت ہے۔میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔عرب لوگ میرے مرتبہ سے ڈرتے ہیں۔آپ اپنی حکومت میں سے میرا بھی کچھ حصہ مقرر کریں تو میں آپ کی پیروی کرلونگا۔ نبی کریمؐ نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا اگر وہ زمین کاٹکڑا بھی مانگتا تو میں اسے نہ دیتا۔فتح مکہ سے واپسی پر جبریلؑ نے رسول اللہؐ کو ھوذہ کی وفات کی خبر دی۔(الحلبیہ)66

شاہِ غسان کے نام خط

جبلہ بن ایہم شاہ غسان کوبھی رسول اللہؐ نے خط لکھا جس میں اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک مسلمان رہا۔(الحلبیہ)67

سردار طائف کے نام خط

ذی القلاع حمیری شاہان طائف میں سے تھا۔اس نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔رسول اللہؐ نے اس کے نام تبلیغی خط لکھا اور جریر بن عبداللہؓ کے ہاتھ بھجوایا۔جریر کی واپسی سے قبل رسول اللہؐ کی وفات ہوگئی۔

سردارانِ عمان کو خطوط

نبی کریمؐ نے عمان کے دو سرداروں جیفر اور عبد کو عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ خطوط بھجوائے۔ بڑے بھائی جیفر نے کہا میں کل سوچ کر جواب دونگا۔ اگلے روز اس نے کچھ تردّد کے بعد اسلام قبول کرلیا اور عمرو بن العاص کو اجازت دی کہ وہ اسلام قبول کرنے والوں سے زکوٰۃ وصول کر سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے امراء سے زکوٰۃ وصول کر کے وہاں کے غرباء میں تقسیم کردی۔ (الوفاء) 68

رئیس بحرین کو خط

رسول کریمؐ نے علاء بن حضرمی کے ذریعہ منذر بن ساویٰ العبدی رئیس بحرین کو خط بھجوایا۔ منذر نے جواب میں آپ کی تصدیق کرتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ رسول کریمؐ نے اس کی امارت قائم رکھی اور فرمایا کہ مسلمانوں کو مذھبی آزادی کا حق ملنا چاہئے اور یہود و مجوس سے جزیہ وصول کیا جائے۔ (الحلبیہ) 69

شاہان حمیر کے حضور کے نام خطوط

تبوک پر رومی فوجوں کے اجتماع کی اطلاع پا کر رسول اللہؐ نے سفر تبوک اختیار کیا تو کئی قبائل پر ھیبت طاری ہوئی۔ اس سفر سے واپسی پر شاہان حمیر نے آنحضور کی خدمت میں اپنے قبول اسلام کا خط بھجوایا۔ آنحضورؐ نے جوابی مراسلہ میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ھدایت عطا فرمائی ہے تم

اصلاح کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور نماز اور زکوٰۃ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو۔ میرے نمائندوں سے حسن سلوک کرو جن کے امیر معاذ بن جبل ہیں اور قوم حمیر سے بھی حسن سلوک کرنا کہ رسول اللہؐ تمہارے امراء و فقراء سب کے ولی ہیں۔(الحلبیہ)70

عام الوفود

غیر جانبدار قبائل عرب مکہ و مدینہ کی جنگ کے دوران طبعاً اس انتظار میں تھے کہ غالب آنے والے فریق کا ساتھ دیں گے۔ وہ مسلمانوں کے غلبہ کی اُمید پر اپنے قبول اسلام کے لئے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد 9ھ میں اس کثرت سے قبائل عرب مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا کہ یہ سال عام الوفود کے نام سے مشہور ہو گیا جس میں ستر کے قریب وفود آئے۔

رسول کریمؐ کی ہدایت پر صحابہ کرام نے ان وفود کی خوب مہمان نوازی اور خاطر تواضع کی۔ رسول اللہؐ ان وفود کو تالیف قلبی کی خاطر انعام واکرام سے بھی نوازتے اور وہ اسلام کے قریب ہو جاتے۔ ان وفود میں سے چند ایک کا ذکر حضورؐ کی پُر حکمت تبلیغی گفتگو کے حوالے سے کیا جا رہا ہے۔

ا۔ وفد سعد بن بکر

حضرت انسؓ اس وفد کی آمد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے

تھے کہ ایک شتر سوار آیا۔ اس نے اپنا اونٹ باندھ کر پوچھا تم میں سے محمدؐ کون ہے؟ نبی کریمؐ درمیان میں تشریف فرما تھے۔ ہم نے کہا یہ جو گورے رنگ کے ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے ندا دی۔ اے عبدالمطلب کے بیٹے! نبی کریمؐ نے کمال تحمل سے جواب دیا۔ میں حاضر ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ میں آپ سے ذرا سختی سے کچھ سوال کروں گا آپ برا نہ ماننا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ اس نے آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے؟ پھر اس نے قسم دے کر روزوں کی فرضیت، زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ کے بارے میں سوال کیا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہاں میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا میں اس تعلیم میں ایمان لاتا ہوں جو آپ لے کر آئے ہیں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں قبیلہ سعد بن بکر کا نمائندہ ہوں۔ (بخاری) 71

ضمام بن ثعلبہ نے جو اپنی قوم کا سردار بھی تھا واپس جا کر یہ پیغام اپنی قوم کو بھی پہنچایا۔

۲۔ عدی بن حاتم طائی کی آمد

حاتم طائی کا نام اپنی سخاوت کیوجہ سے عربوں میں ضرب المثل ہے۔

حاتم رسول اللہؐ کے زمانے سے پہلے ہی وفات پاچکا تھا۔اس کے بیٹے عدی اپنے قبول اسلام کا دلچسپ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کا سردار تھا اور عرب رواج کے مطابق مال غنیمت کا چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔جب میں نے رسول اللہؐ کی بعثت کے بارے میں سُنا تو مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور میں نے اپنے ایک غلام کو جو میری بکریاں چراتا تھا اس کام سے فارغ کر کے یہ ذمہ داری سونپی کہ جب تمہیں اس علاقے میں محمدؐ کے لشکروں کے آنے کا پتہ چلے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا۔ایک دن وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ محمدؐ کے حملے کے وقت جو حفاظتی تدبیر تم نے کرنی ہے کرلو محمدؐ کے لشکر سر پر ہیں۔عدی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ منگوائے۔اپنے بیوی بچوں کو ان پر سوار کیا اور ملک شام میں اپنے ہم مذہب عیسائیوں کے پاس جا کر پناہ لی۔اپنی ایک بہن اور دیگر رشتہ داروں کو پیچھے چھوڑ آیا۔اس بیچاری پر یہ مصیبت گزری کہ وہ جنگ حنین میں قید ہوگئی۔جب قیدی رسول اللہؐ کے پاس آئے اور حضورؐ کو پتہ چلا کہ میں ملک شام کو بھاگ گیا ہوں تو آپ نے میری بہن کے ساتھ بہت احسان کا سلوک کیا۔اسے پوشاک،سواری اور اخراجات کے لئے رقم عنایت فرمائی۔وہ مجھے ڈھونڈتی ہوئی ملک شام آنکلی۔مجھے کوسنے لگی کہ تم بہت ظالم اور قطع رحمی کرنے والے ہو۔میں نے نادم ہوکر معذرت کی۔وہ بہت دانا خاتون تھی۔میں نے اس سے پوچھا کہ اس شخص (محمدؐ) کے بارے میں تمہاری کیا

رائے ہے؟ اس نے کہا کہ میری مانو تو جتنا جلدی ممکن ہے ان سے جا کر ملاقات کرو۔ اگر تو وہ نبی ہیں تو تمہارا ان کے پاس جلد جانا باعث فضیلت ہے اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو بھی تمہیں ان کا قرب ہی نصیب ہوگا۔ میں نے سوچا کہ یہ مشورہ تو بہت عمدہ ہے۔ اس طرح عدی کی بہن نے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کئے بغیر حکمت عملی سے انہیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آمادہ کرلیا۔ عدی کہتے ہیں میں مدینے پہنچا اور اپنا تعارف کروایا تو حضورؐ مجھے اپنے گھر لے کر جانے لگے۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت آپؐ سے ملی، اس نے آپؐ کو روک لیا۔ آپ دیر تک کھڑے اس کی بات سنتے رہے۔ میں نے دل میں کہا یہ شخص بادشاہ تو نہیں لگتا۔ پھر جب حضورؐ کے گھر پہنچا تو وہاں ایک گدیلا پڑا تھا جس کے اند کھجور کی شاخیں بھری تھیں۔ حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے اُسے بچھا کر مجھے بیٹھنے کیلئے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس پر تشریف رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں آپ ہی بیٹھو گے اور رسول اللہؐ خود زمین پر بیٹھ رہے۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم یہ تو بادشاہوں والی باتیں نہیں۔ پھر حضورؐ مجھے بار بار یہی فرماتے رہے کہ عدی تم اسلام قبول کرلو امن میں آجاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ میں پہلے سے ایک دین پر قائم ہوں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تمہارے دین کا تم سے زیادہ پتہ ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا مجھ سے زیادہ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم فلاں عیسائی فرقہ سے ہونا! میں نے عرض کیا جی

ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تم عرب سرداروں کے قدیم دستور کے مطابق مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ بھی وصول کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں پتہ ہے تمہارے دین کے مطابق یہ طریق جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا جی حضور۔

یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم یہ تو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا نبی معلوم ہوتا ہے جو ایسا علم رکھتا ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا اے عدی! تمہیں اس دین میں داخل ہونے میں یہی روک ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ اس کی پیروی کمزور اور غریب لوگوں نے کی ہے جنہیں سارے عرب نے دھتکار دیا ہے۔ خدا کی قسم! ان لوگوں میں مال کی بھی بڑی کثرت ہوگی یہاں تک کہ مال لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا تمہارے اس مذہب کے قبول کرنے میں دوسری روک یہ ہوسکتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے اور دشمن زیادہ تو سنو! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ دین غالب آئے گا اور ایک شتر سوار عورت تنہا عرب کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے خوف وخطر سفر کرے گی اور بیت اللہ آ کر طواف کرے گی۔ پھر فرمایا تمہارے اسلام قبول کرنے میں تیسری روک یہ ہوسکتی ہے کہ ہمارے پاس بادشاہت نہیں۔ خدا کی قسم بڑے بڑے محلات مسلمانوں کے لئے فتح کئے جائیں گے۔ اسلام کی شوکت اور فتح کا یہ زمانہ بہت قریب ہے۔ یہ مؤثر تبلیغ سن کر عدی نے اسلام قبول کرلیا۔ (الحلبیہ) 72

۳۔وفدِ فروہ کی آمد

فروہ قبیلے کا سردار شاہان کندہ سے بغاوت کرتے ہوئے اپنا وفد لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اسلام کے ظہور سے پہلے ان کی جنگ قبیلہ ہمدان سے ہوئی تھی جس میں انکا بہت جانی نقصان ہوا اور وہ جنگ ''یوم الردم'' یعنی ہلاکت کے دن کے طور پر مشہور ہوگئی۔رسول کریمؐ نے اس جنگ کے حوالے سے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جنگ تم لوگوں کے لئے بڑی تکلیف دہ ہوئی ہوگی۔اس نے کہا کہ یارسول اللہؐ جس قوم کو ایسی ہلاکت اور مصیبت پہنچے تو تکلیف اور رنج تو ہوتا ہے۔حضورؐ نے کیا عمدہ تبصرہ فرمایا کہ اس جنگ کا ایک فائدہ بھی ہوا کہ اس واقعہ کے نتیجے میں تمہاری قوم کو اسلام قبول کرنے کی توفیق مل گئی۔رسول کریمؐ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسے اپنے قبیلہ کا امیر مقرر فرمادیا۔(الحلبیہ)73

۴۔وفد کندہ کی آمد

کندہ قبیلے کا ساٹھ افراد پر مشتمل وفد اپنے سردار اشعث بن قیس کی سرکردگی میں حاضر خدمت ہوا۔انہوں نے یمن کے ریشمی جبّے پہن رکھے تھے۔انہوں نے کہا سنا ہے آپؐ لعنت ملامت سے منع کرتے ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں، محمدؐ ابن عبداللہ ہوں۔انہوں

نے کہا ہم آپ کا نام لیکر نہیں پکاریں گے۔آپ نے فرمایا تم ابوالقاسم کہہ لو۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے اپنے دل میں ایک بات رکھی ہے۔آپ بوجھ کر بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ پاک ہے یہ کام تو کاہنوں کا ہے اور کہانت کرنے والا جہنمی ہے۔انہوں نے کہا کہ پھر ہمیں کیسے پتہ لگے کہ آپ رسول ہیں۔آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مجھ پر ایسی عظیم الشان کتاب اتاری ہے کہ جھوٹ نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں اس میں سے کچھ سُنایئے۔رسول اللہؐ نے سورۃ صافات کی تلاوت شروع کی۔جب آپ اس کی چھٹی آیت رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ تک پہنچے تو خاموش ہوگئے اور بے حس وحرکت ہوکر رک گئے آنسوؤں کی لڑی آپ کی آنکھوں سے داڑھی پر برس رہی تھی۔

وہ کہنے لگے کیا آپ اپنے بھیجنے والے کے ڈر سے روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔مجھے اسی کا خوف رلاتا ہے جس نے مجھے صراط مستقیم پر بھیجا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح سیدھی ہے۔اگر میں اس سے بھٹک گیا تو ہلاک ہوجاؤں گا۔پھر حضورؐ نے اُن سے فرمایا کیا تم مسلمان نہیں ہوگے؟ انہوں نے کہا ضرور ہوں گے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ ریشمی جبے کیسے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے وہ جبے اتار پھینکے۔ (الحلبیہ)74

۵۔وفد ہمدان

فروہ اور ہمدان قبائل کے درمیان جنگ ہو چکی تھی۔فروہ قبیلہ نے قبول اسلام میں پہل کی تو ہمدان کو طبعاً وقتی روک پیدا ہوئی۔

رسول اللہؐ نے خالد بن ولید کو فتح مکہ کے بعد دعوت اسلام کے لئے بھجوایا۔ چھ ماہ کی کوششوں کے باوجود جب یہ اسلام نہیں لائے تو رسول اللہؐ نے بجائے حملہ کی اجازت کے حضرت علیؓ کو بھجوایا کہ انہیں دوبارہ اسلام کی دعوت دیں۔حضرت علیؓ نے جا کر دعوت اسلام دی،انہیں قرآن سنایا اور سارے قبیلہ نے اسلام قبول کرلیا۔حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں ان کے قبول اسلام کی اطلاع کی۔ رسول اللہؐ کا شوق تبلیغ ملاحظہ ہو آپؐ خط پڑھتے ہی فوراً سجدے میں گر گئے اور دو دفعہ فرمایا ہمدان قبیلے پر سلامتی ہو۔ پھر آپؐ نے اس قبیلہ کی تعریف اور حوصلہ افزائی فرمائی۔(الحلبیہ)75

۶۔وفد تجیب

تیرہ افراد پر مشتمل یہ وفد اپنے ساتھ اموال زکوٰۃ بھی لے کر آیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ مال اپنے غرباء میں تقسیم کر دینا۔انہوں نے کہا کہ مقامی طور پر تقسیم کے بعد ہم بچا ہوا مال لے کر آئے ہیں۔رسول اللہؐ اس قبیلہ کی آمد پر بہت خوش تھے کہ کسی طمع سے نہیں دلی شوق سے مالی قربانی کرتے ہوئے اسلام قبول کر رہے ہیں۔آپؐ نے انہیں بڑی محبت سے اسلام کی تعلیم دی۔

جب انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا جانے کی کیا جلدی ہے کچھ دن اور قیام کریں۔انہوں نے عرض کیا کہ واپس جا کر ہم اپنی قوم کو بھی اسلام کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں۔حضورؐ نے اس وفد کو بھی انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔(الحلبیہ) 76

۷۔وفد سعد بن ھُزیم

بنی سعد ھُزیم کا وفد نعمان کی سرکردگی میں آیا۔وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آئے تو حضور ایک جنازہ پڑھا رہے تھے جس میں ہم شامل نہیں ہوئے۔آپؐ نے ہمارے تعارف کے بعد پوچھا تم مسلمان ہو؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ پھر تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ میں کیوں شامل نہ ہوئے؟انہوں نے کہا کہ بیعت سے پہلے ہم نے اسے جائز نہیں سمجھا۔آپؐ نے فرمایا جس وقت تم نے دل سے اسلام قبول کرلیا اس وقت سے مسلمان ہوگئے۔اس کے بعد رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

اس وفد کے لوگ بیان کرتے تھے جب ہم اپنے خیموں میں آئے تو جس لڑکے کو وہاں بغرض حفاظت چھوڑ کر آئے تھے اسے حضورؐ نے بلوا بھیجا۔ہم نے عرض کیا کہ یہ ہم میں سے کم عمر اور ہمارا خادم ہے۔آپؐ نے فرمایا قوم کا سردار بھی ان کا خادم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے برکت دے۔اس طرح اس خادم میں صلاحیت دیکھ کر اس کی عزت افزائی کی۔نعمانؓ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہؐ نے اس

بچے کو ہم پر امیر مقرر کیا اور وہ ہمیں نمازیں پڑھاتا تھا۔ (الحلبیہ) 77

۸۔ وفد بلّی

قضاعہ قبیلہ کا یہ وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اسلام کا اقرار کیا۔ ان کے بوڑھے سردار نے پوچھا کہ مجھے مہمان نوازی سے شغف ہے کیا اس کا اجر ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا ہر نیکی کا اجر ہے خواہ امیر سے کی جائے یا غریب سے۔ مہمان نوازی تین دن تک ہوتی ہے۔ اس وفد نے تین روز قیام کیا۔ اسلام کی تعلیمات سیکھیں اور واپس اپنے قبائل میں جا کر پیغام پہنچانے لگے۔ (الحلبیہ) 78

۹۔ وفد بنی عذرہ کی آمد

قبیلہ بنی عذرہ کا وفد یمن سے آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ننھالی رشتہ دار ہوتے ہیں کیونکہ ہم قصی بن کلاب کے بھائی کی اولاد ہیں۔ ہمارا آپ سے رحمی رشتہ ہے۔ رسول اللہؐ نے انہیں بہت مسرت سے خود آمدید کہا اور فرمایا کہ پریشانی کی بات نہیں تم لوگ اپنے گھر کی طرح یہاں رہو۔

آنحضورؐ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی۔ کہانت سے روکا اور فرمایا کہ کاھنوں سے غیب کی باتیں وغیرہ مت پوچھا کرو۔ اسی طرح انہیں بتوں پر قربانیاں کرنے سے بھی منع فرمایا اور وہ مسلمان ہو کر لوٹے۔ (الحلبیہ) 79

ان قبائل کی آمد اور قبول حق سے عرب میں اسلام کا نام بلند ہوا اور

رسول اللہؐ کی تبلیغی کاوشوں کے نتیجہ میں اس بت پرست جزیرہ میں توحید کی منادی برسرعام ہونے لگی۔

رسول اللہؐ کی آخری وصیت

عمر بھر حق تبلیغ ادا کرنے کے بعد نبی کریمؐ نے اپنی زندگی کے آخری حج کے موقع پر اپنی انقلاب انگیز تعلیم امن کا خلاصہ بطور اعادہ اُمت کے ہزاروں نمائندوں تک پہنچایا۔ انہیں آخری وصیت بھی تبلیغ ہی کے بارے میں فرمائی کہ جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک یہ پیغام ضرور پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں، کیونکہ بسا اوقات ایک غیر حاضر آدمی موجود شخص سے زیادہ بات کو یاد رکھنے والا اور سمجھ کر اس پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ (بخاری) 80

پھر آپؐ نے موجود ہزاروں مسلمانوں سے یہ گواہی لی کہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا، سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ آپ نے بلاشبہ پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ تب آپ نے آسمان کی طرف انگلی کر کے خدا کو گواہ ٹھہرایا اور کہا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔ (بخاری) 81

اے ہمارے آقا! بے شک تیرا رب بھی گواہ ہے کہ تُو نے پیغام پہنچانے کا حق خوب ادا کر دیا اور آج چودہ سو سال بعد ہم تیرے اُمتی بھی گواہی دیتے ہیں کہ تو نے اس شان سے حق تبلیغ ادا کیا کہ اس کی مثال روئے زمین پر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ط

حواله جات

1. بخاری کتاب الرقاق باب النهی عن المعاصی
2. مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء
3. دلائل النبوة للبیهقی جلد2ص12مطبوعه بیروت
4. دلائل النبوة للبیهقی جلد2ص14مطبوعه بیروت
5. دلائل النبوة جلد2 ص18 دارالکتب العلمیه مطبوعه بیروت
6. بخاری کتاب فضائل القرآن باب تالیف القرآن
7. بخاری کتاب التفسیر سورة الشعراء و لهب و تفسیر ابن جریر الطبری سورة الشعراء زیر آیت و انذر عشیرتک
8. تفسیرطبری سورة الشعراء زیر آیت وانذرعشیرتک
9. حاشیه السیرة النبویه لابن هشام جلد1ص20مطبوعه مصر
10. دلائل النبوة بیهقی جلد2ص27مطبوعه بیروت
11. السیرة النبویه لابن هشام جز1ص34مصر،السیرة الحلبیه جلد1ص33بیروت
12. مسلم کتاب الجمعه باب تخفیف الصلوة و الخطبه
13. الوفاء باحوال المصطفٰے ابن جوزی ص13 بیروت
14. بخاری بنیان الکعبه باب اسلام ابی ذر
15. دلائل النبوة للبیهقی جلد5ص31بیروت
16. مسند احمد جلد ا ص39 مطبوعه بیروت و دلائل النبوة اللبیهقی جلد182
17. السیرة النبویه ابن هشام جلد1ص28مطبوعه مصر
18. السیرة النبویه لابن هشام جلد1ص30مطبوعه مصر
19. مسند احمد بن حنبل جلد5ص22مطبوعه بیروت

20 السیرة النبویه لابن هشام جلد2ص34مطبوعه دارالمعرفه بیروت

21 ترمذی ابواب المناقب مناقب عمر

22 ابن هشام جلد1ص326تا327مطبوعه بیروت

23 السیرة النبویه لابن هشام جز2ص31مصطفی البابی الحلبی مصر،بخاری کتاب اللباس باب العمائم

24 مسند احمد جلد3ص10مطبوعه بیروت

25 السیرة النبویه لابن هشام جلد1ص386

26 ترمذی کتاب فضائل القرآن باب کیف کان قراأة النبی25

27 دلائل النبوه للبیهقی جلد2ص43بیروت

28 دلائل النبوه للبیهقی جلد2ص41بیروت

29 مسند احمد جلد3ص492بیروت

30 السیرة الحلبیه جلد3ص2بیروت

31 مسند احمد بن حنبل جلد5ص371بیروت

32 الطبقات الکبریٰ الابن سعد جلد1ص22بیروت

33 السیرة النبویه ابن هشام جلد2ص60تا62،السیرة الحلبیه از علامه علی بن برهان جلد1ص34

34 السیرة الحلبیه جلد1ص34مطبوعه بیروت

35 مسند احمدبن حنبل جلد4ص35مطبوعه بیروت

36 السیرة النبویه الابن هشام جلد1ص62مطبوعه مصر

37 بخاری بدء الخلق باب7

38 Life of Muhammad by Sir William Muir Pg 117 revised 1877

39 دلائل النبوه للبیهقی جلد2ص41بیروت

40 مسند احمد جلد3ص39بیروت

41 الوفا ء باحوال المصطفےٰ از علامه ابن جوزی ص249

42 بخاری کتاب التفسیرسورة آل عمران باب ولتسمعن من الذین اوتواالکتاب

43 بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی

44 مسند احمد جلد3ص260مطبوعه بیروت

45 السیرة الحلبیه جلد3ص168 تا171

46 السیرة الحلبیه جلد3ص170 مطبوعه بیروت

47 بخاری کتاب المغازی ،السیرة الحلبیه جلد3ص171 بیروت

48 بخاری کتاب المغازی ،السیرة الحلبیه جلد3ص171 بیروت

49 السیرة الحلبیه جلد3ص275بیروت

50 السیرة الحلبیه جلد2ص309 داراحیاء التراث العربی بیروت

51 بخاری کتاب الجهاد و السیر باب فضل من اسلم علی یدیه

52 بخاری کتاب المغازی باب غزوه

53 شرح زرقانی علی المواهب اللدنیه القسطلانی جلد2ص190بیروت

54 بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم

55 بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفة و حدیث ثمامه بن اثال

56 بخاری بنیان الکعبه باب اتیان الیهود النبیؐ

57 بخاری کتاب الجهاد باب اخراج الیهود عن جزیرة العرب

58 السیرة المحمدیه از مولوی کرامت علی دهلوی باب وفد نجران

59 دلائل النبوة للبیهقی جلد5ص335 تا382بیروت

60 اسباب النزول از علامه واحدی ص61دارالفکر بیروت

61 بخاری کتاب المغازی ،تاریخ طبری جلد2

62 بخاری بدء الوحی

63 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص229بیروت

64 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص241مطبوعہ بیروت

65 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص225بیروت

66 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص224بیروت

67 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص226بیروت

68 الوفاء باحوال المصطفیٰ از علامہ ابن جوزی ص76مطبوعہ بیروت

69 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص222بیروت

70 السیرہ الحلبیہ جلد3ص229،(الوفاباحوال المصطفیٰ از علامہ ابن حوزی ص76مطبوعہ بیروت

71 بخاری کتاب العلم، باب القراءۃ ولعرض علی المحدث

72 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص215بیروت

73 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص226مطبوعہ بیروت

74 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص238مطبوعہ بیروت

75 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص230مطبوعہ بیروت

76 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص231بیروت

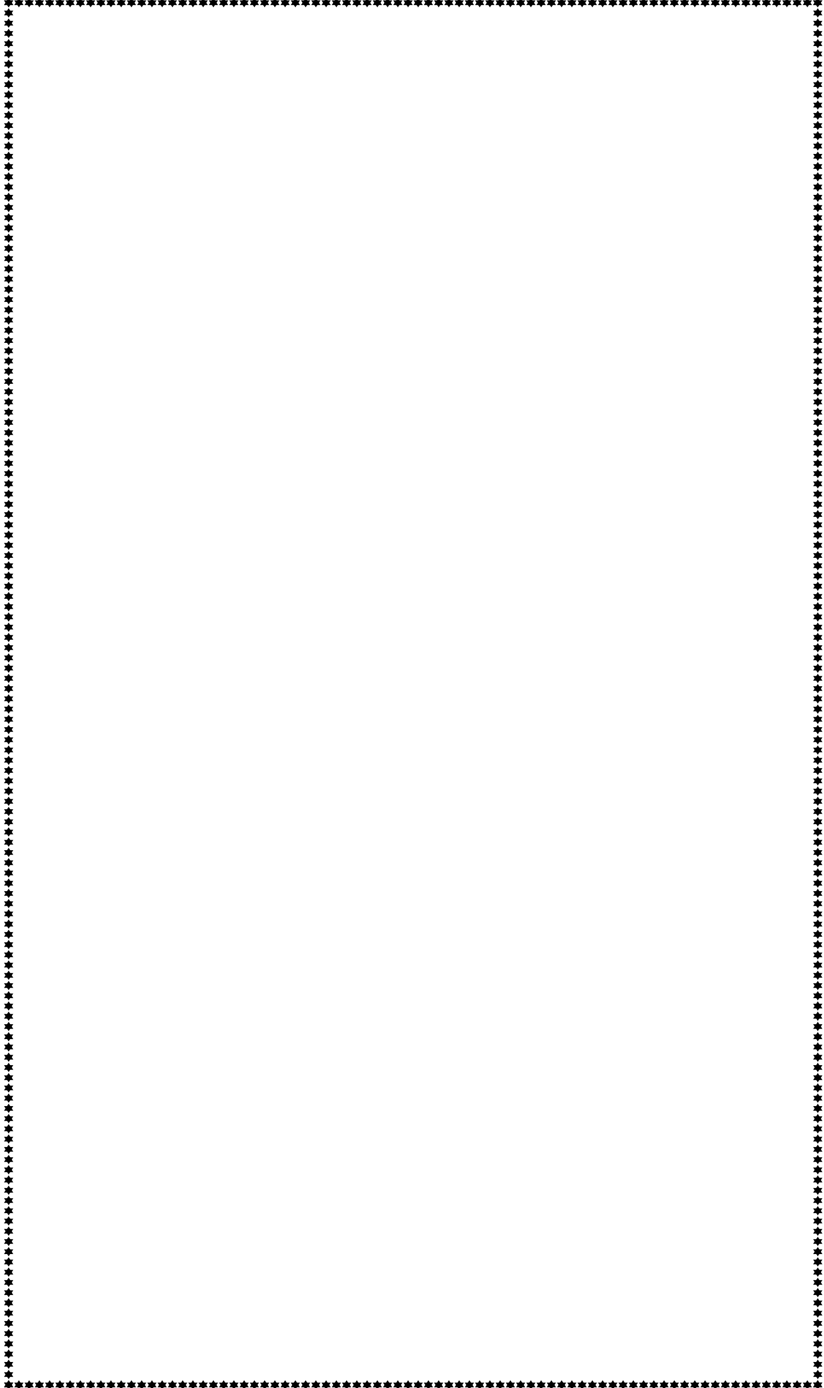
77 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص222مطبوعہ بیروت

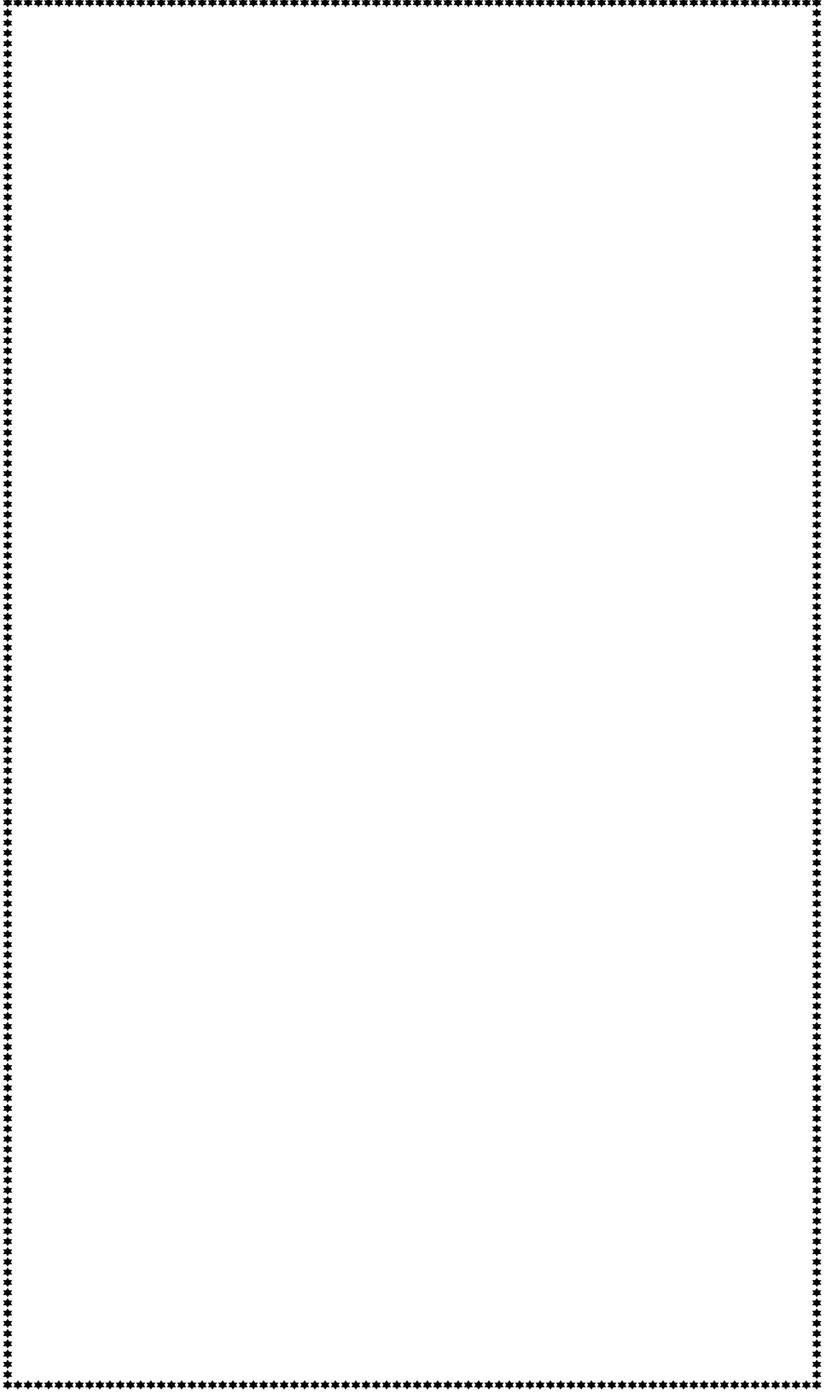
78 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص226بیروت

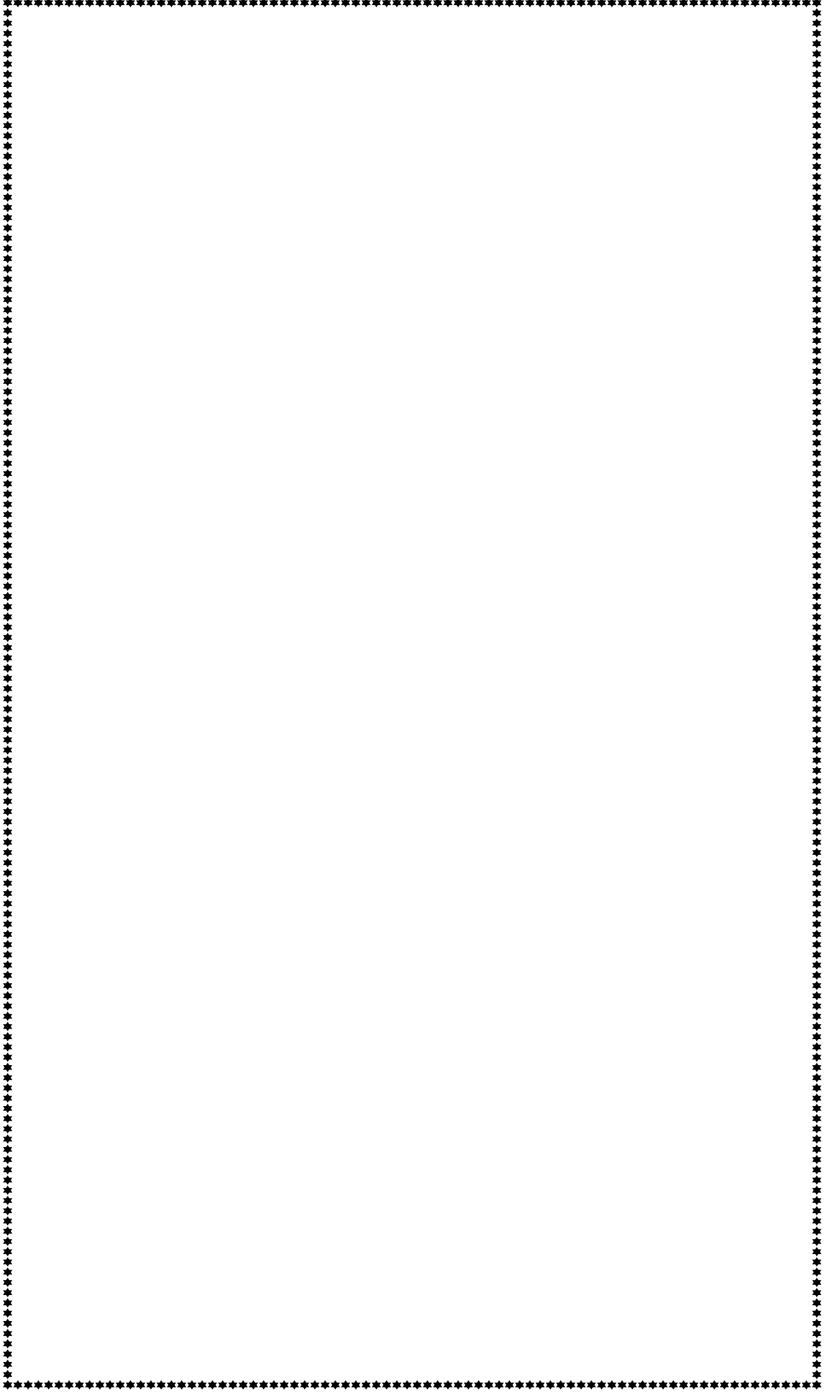
79 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص225بیروت

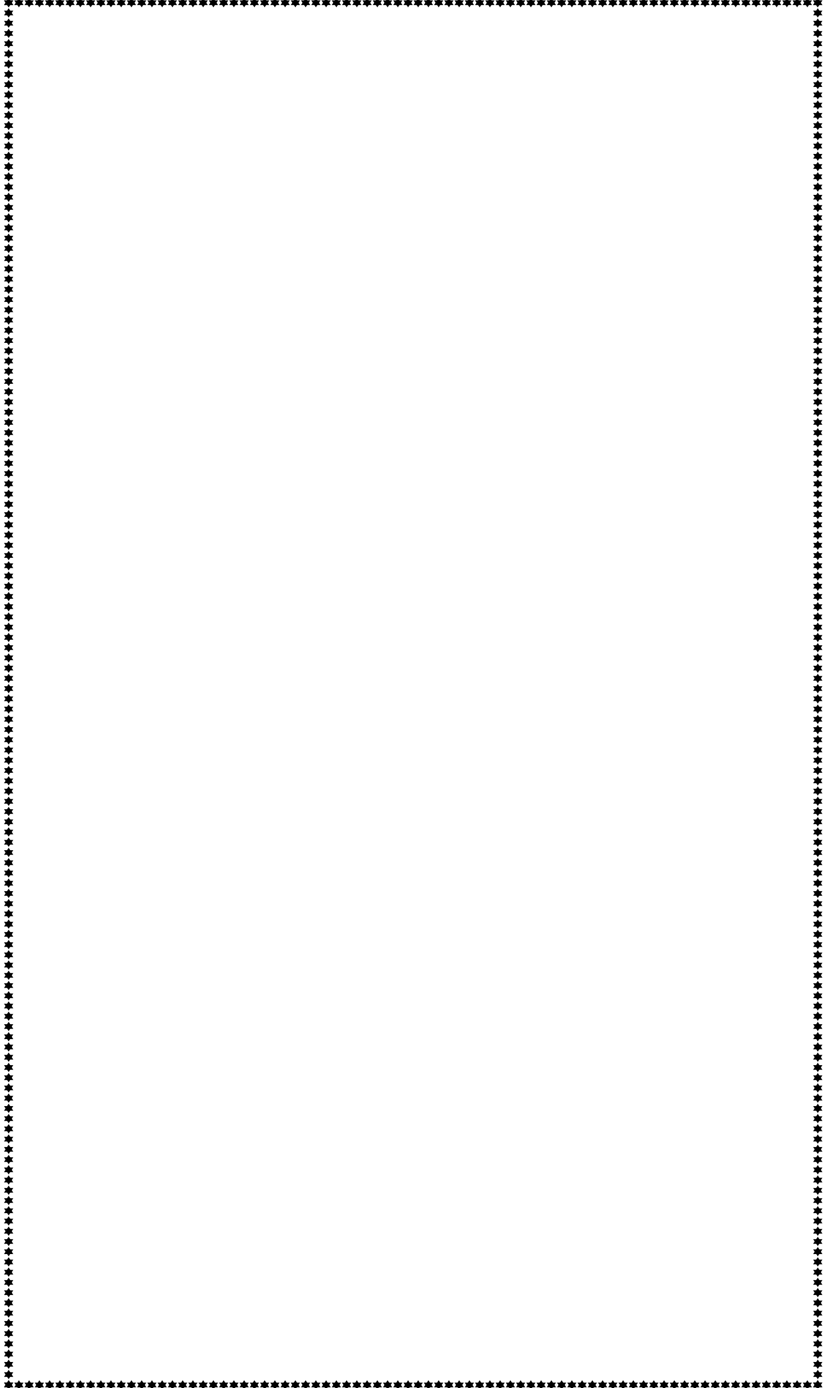
80 بخاری کتاب العلم باب قول النبی رب مبلغ اوعی من سامع

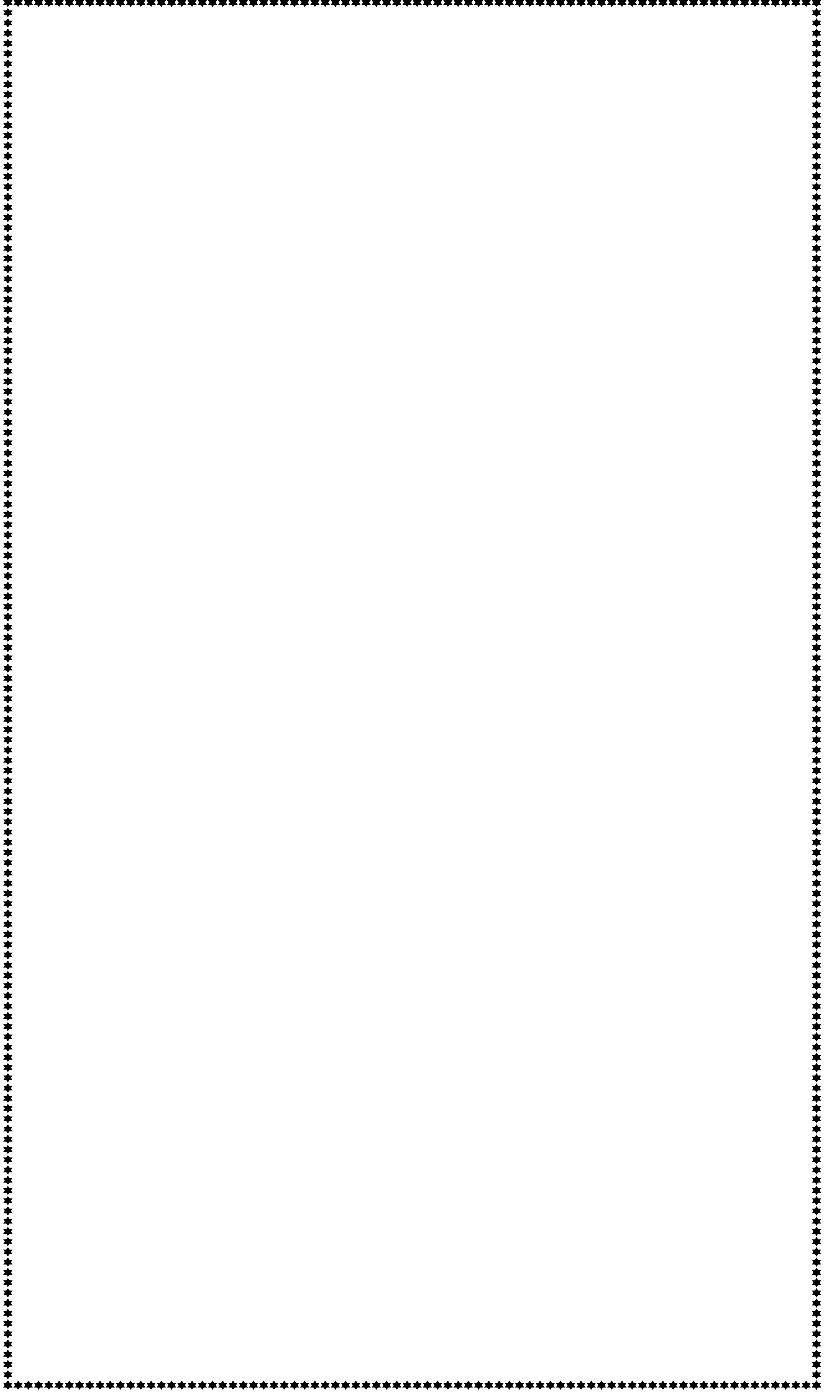
81 بخاری کتاب الحج باب الخطبۃ ایام منی

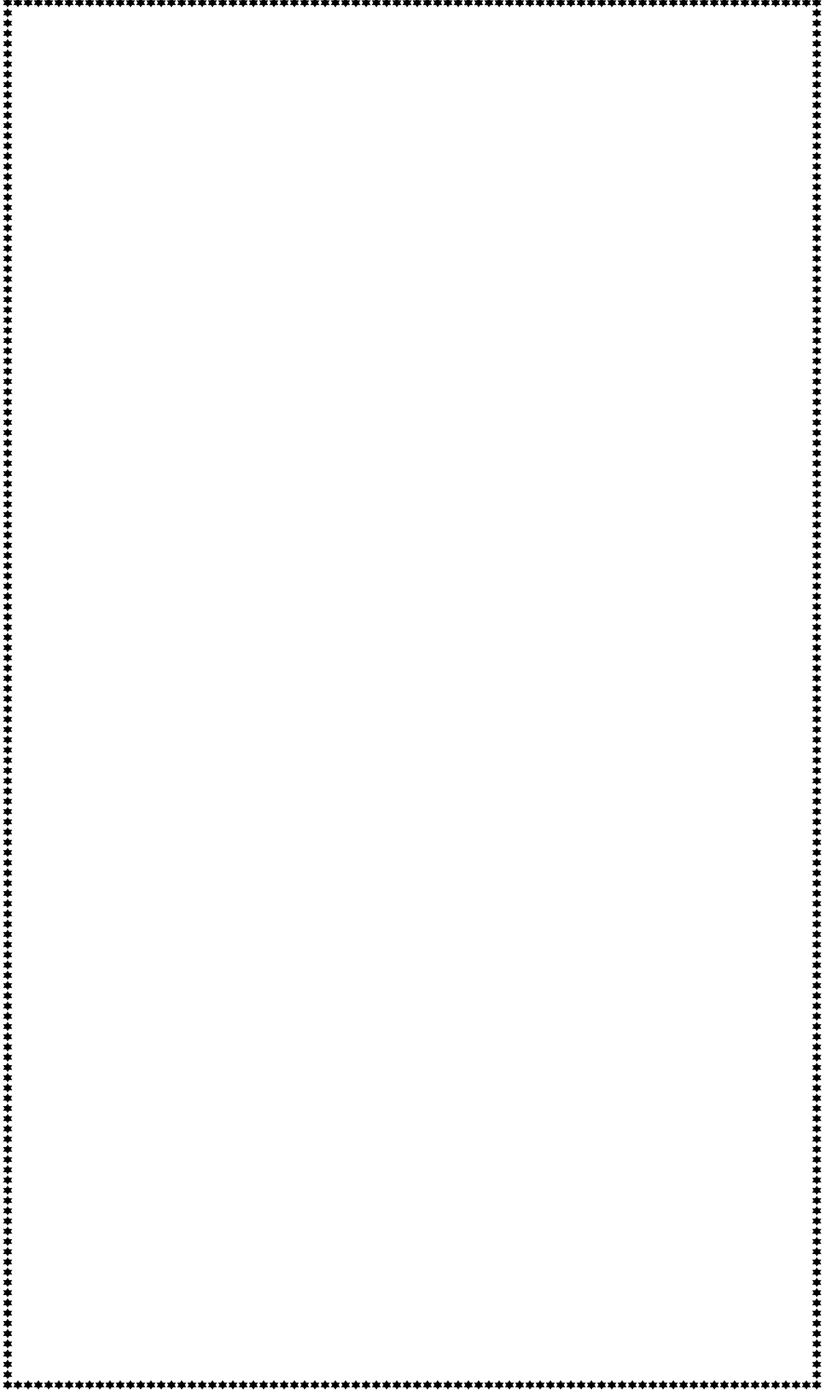


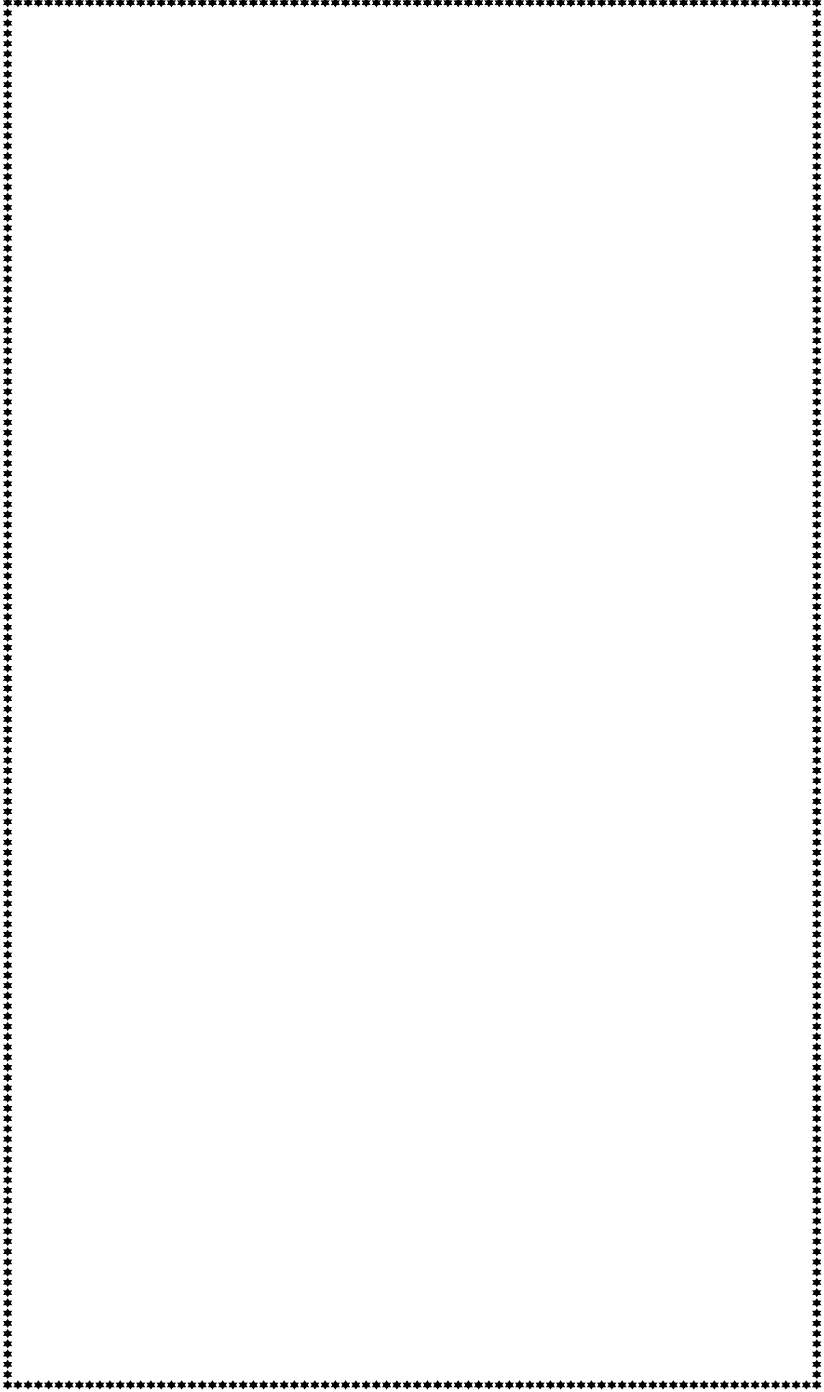


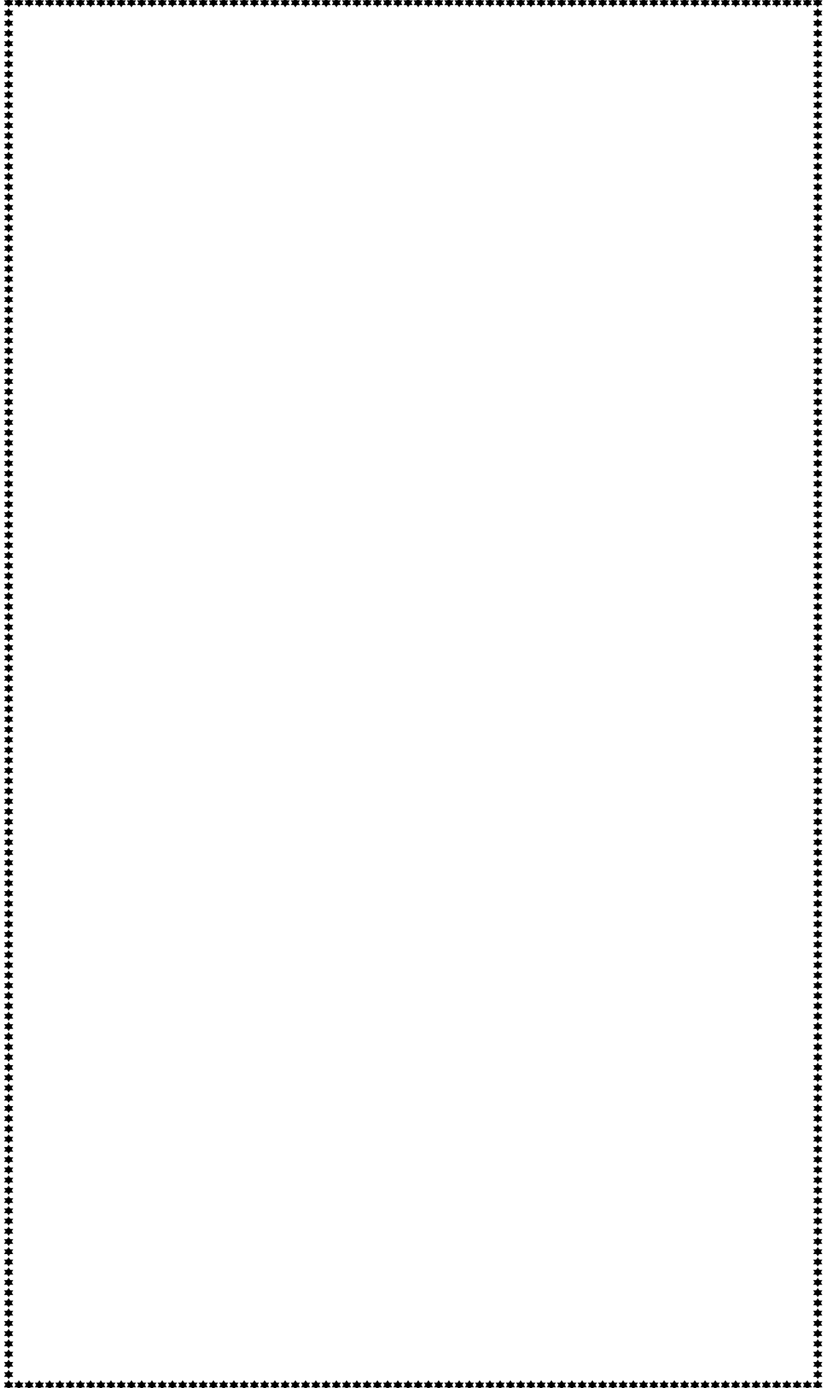


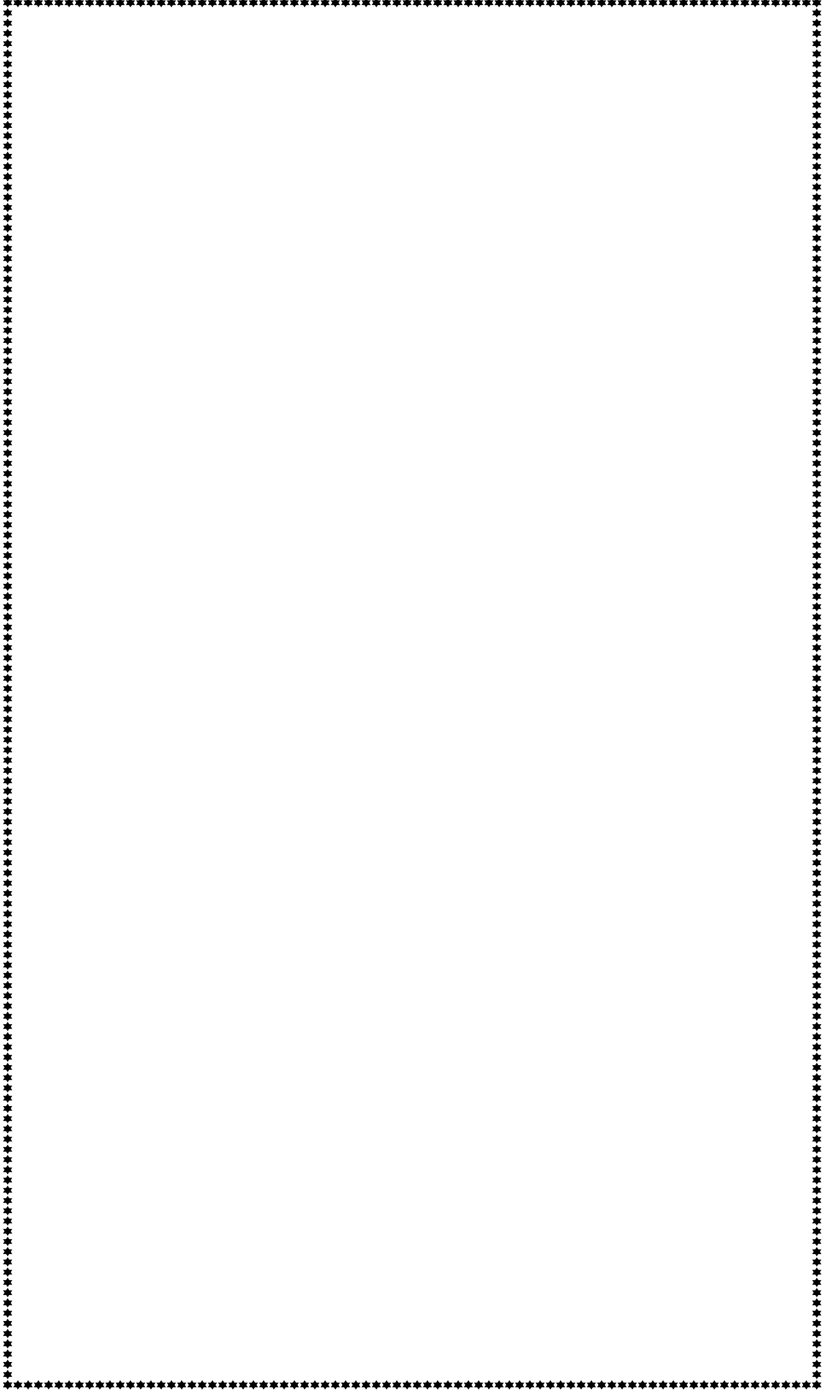


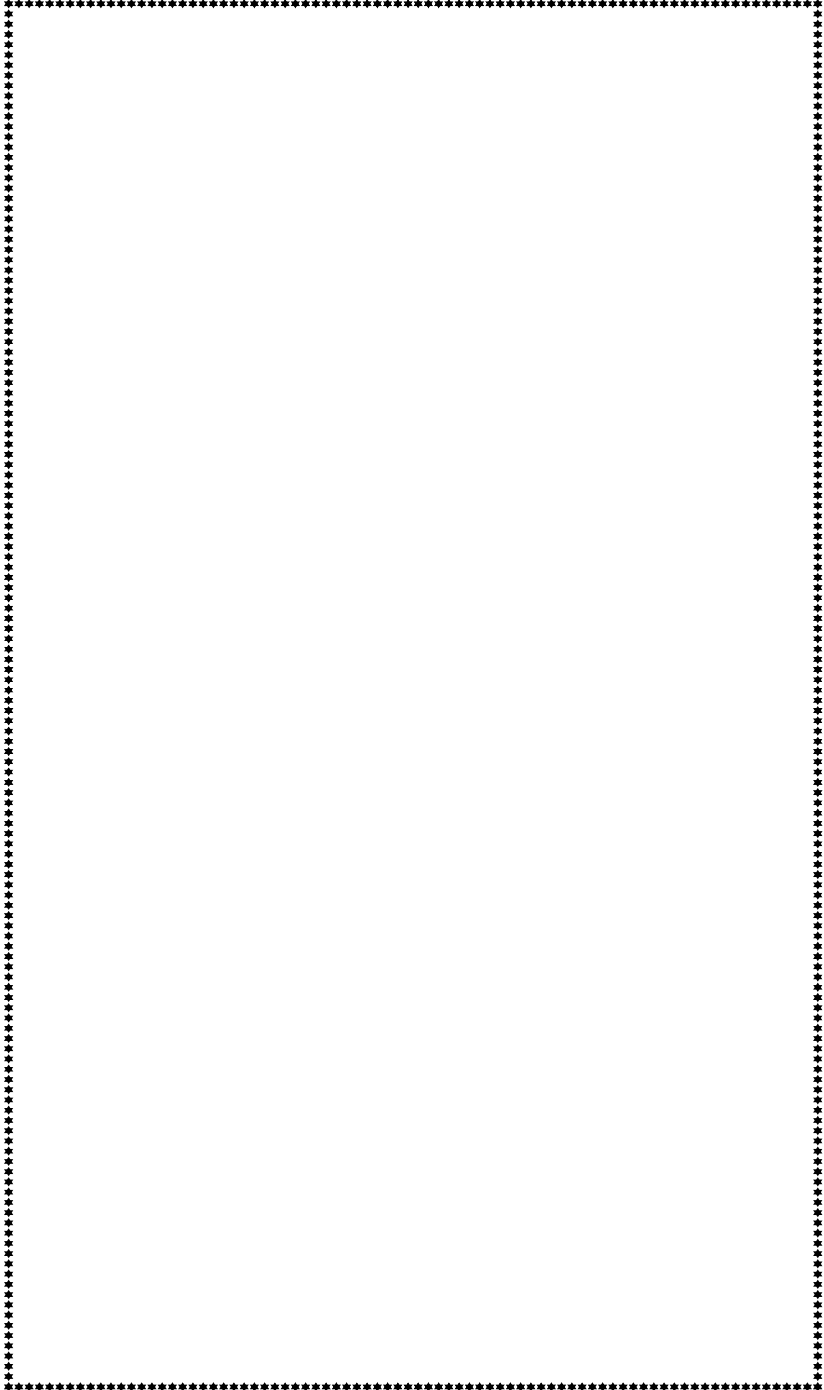












آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مربیّ اعظم

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی ایسی ان پڑھ قوم میں مبعوث کئے گئے جو گمراہی میں اپنی مثال نہ رکھتی تھی۔ آپؐ نے اپنے حسن اخلاق، محبت وشفقت اور دعاؤں سے ان بدّوؤں کی ایسے اعلیٰ درجے کی تربیت فرمائی اور ان کے دل وسینہ کو ایسا منوّر کیا کہ وہ آسمانِ روحانیت کے روشن ستارے بن گئے۔

یہ کرامت دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ کردار اور پاکیزہ عملی نمونہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا کہ اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور عمل صالح بجالائے اور کہے کہ میں کامل فرمانبردار ہوں۔ (حٰم السجدہ:34) اس کے اول مصداق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ ہی کی ذات ہے جسے جماعت مومنین کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا گیا۔ (سورۃ الاحزاب:22)

تربیت کیلئے قرآن شریف کا بنیادی اُصول یہ ہے قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (سورۃ التحریم:7) یعنی اپنے نفس اور اپنے گھر والوں کو آگ سے

بچاؤ۔ نبی کریمؐ نے اس ارشاد کی کی تعمیل میں گھر کے یونٹ سے تربیّت کا سلسلہ شروع کیا اوراپنا عملی نمونہ پیش کر کے اپنے اہل خانہ کی تربیت فرمائی۔قرآن شریف کے بیان کے مطابق رسول اللہؐ ازواج مطہرات کو یہ نصیحت فرماتے تھے۔ اے نبی کی بیویو! تم ہرگز عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔پس بات لجا کر نہ کیا کرو۔ورنہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے طمع کرنے لگے گا اور اچھی بات کہا کرواوراپنے گھروں میں ہی رہا کرواورگزری ہوئی جاہلیت کےسنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرواور نماز کو قائم کرواور زکوٰۃ ادا کرواور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے اور اللہ کی آیات اور حکمت کو جنکی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے یاد رکھو یقیناً اللہ بہت باریک بین اور باخبر ہے۔(سورۃ الاحزاب:33 تا35)

اہل خانہ کی تربیت

نبی کریمؐ گھر میں نماز تہجد میں باقاعدگی اور دوام کا خوبصورت نمونہ دکھانے کے بعد ازواج مطہرات کوبھی بیدار کر کے نوافل ادا کرنے کی تلقین فرماتے۔ ایک دفعہ کیسی دردانگیز تحریک کرتے ہوئے فرمایا’’ سبحان اللہ! آج رات کتنے ہی فتنوں کی خبریں نازل کی گئی ہیں اور کتنے ہی خزانے اُتارے گئے ہیں۔ان حجروں میں سونے والی بیبیوں کو جگاؤ اور بتاؤ کہ کتنی ہی عورتیں دنیا میں

بظاہر خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن وہ حقیقی لباس سے عاری ہونگی جو تقویٰ کا لباس ہے۔''(بخاری) 1

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھے اور فاطمہؓ کو تہجد کے لئے بیدار کیا۔ پھر آپؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور کچھ دیر نوافل ادا کئے۔ اس دوران ہمارے اٹھنے کی کوئی آواز وغیرہ محسوس نہ کی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہمیں جگایا اور فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا اور بڑا بڑاتے ہوئے کہا ''خدا کی قسم ! جو نماز ہمارے لئے مقدر ہے ہم وہی پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جب چاہے ہمیں اُٹھا دے۔'' رسول کریمؐ واپس لوٹے۔ آپؐ نے تعجب سے ران پر ہاتھ مارتے ہوئے میرا ہی کا فقرہ دہرایا کہ ہم کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے سوائے اس کے جو ہمارے لئے مقدر ہے پھر یہ آیت تلاوت کی ''وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا'' کہ انسان بہت بحث کرنے والا ہے۔ (احمد) 2

نبی کریمؐ چھ ماہ تک فجر کی نماز کے وقت حضرت فاطمہؓ کے دروازے کے پاس گزرتے ہوئے فرماتے تھے۔ اے اہل بیت! نماز کا وقت ہوگیا ہے اور پھر سورۃ احزاب کی آیت: 33 پڑھتے کہ اے اہل بیت! اللہ تم سے ہر قسم کی گندگی دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔ (ترمذی) 3

اپنے تمام اعزہ واقارب کو اور خاص طور پر اپنی بیٹی فاطمہؓ کو آپؐ نے کھول کر سنا دیا تھا کہ اللہ کے مقابل پر میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔تمہارے عمل ہی کام آئیں گے۔(بخاری)4

رسول کریمؐ نے اپنی اولاد کی تربیت کی بنیاد محبت الٰہی پر رکھی تا کہ اللہ کی محبت ان کے دل میں ایسی گھر کر جائے کہ غیر اللہ سے آزاد ہو جائیں۔چنانچہ نبی کریمؐ حضرت حسن وحسین کو گود میں لے کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔(احمد)5

حضرت فاطمہؓ کی شادی پر کمال سادگی سے انہیں ضرورت کی چند چیزیں عطا فرمائیں۔بعد میں انہوں نے خادم کا مطالبہ کیا تو ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلا کر سمجھایا کہ خدا کی محبت میں ترقی کرو۔اللہ خود تمہاری ضرورتیں پوری فرمائے گا۔خدا کو نہ بھولو وہ تمہیں یاد رکھے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو ان کی شادی پر ایک کمبل، چمڑے کا ایک تکیہ(جس میں کھجور کے پتے تھے)۔ایک آٹا پیسنے کی چکی، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔ایک دن حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر میرے تو سینے میں درد ہونے لگا ہے۔آپ کے ابّا کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں آپ جا کر درخواست کرو کہ آپ کو بھی ایک خادم عطا ہو۔فاطمہؓ کہنے لگیں خدا کی قسم! میرے تو خود چکی پیس پیس کر ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں۔

چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا کہ سلام عرض کرنے آئی ہوں۔ انہیں حضورؐ سے کچھ مانگتے ہوئی شرم آئی اور واپس چلی گئیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا کر کے آئی ہو؟ وہ بولیں کہ میں شرم کے مارے کوئی سوال ہی نہیں کر سکی۔ تب وہ دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں نے حضورؐ کی خدمت میں اپنا حال زار بیان کر کے خادم کے لئے درخواست کی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں دے کر اہل صفّہ (غریب صحابہ) کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ جو فاقہ سے بے حال ہیں اور ان کے اخراجات کے لئے رقم میسر نہیں۔ ان قیدیوں کو فروخت کر کے میں ان کی رقم اہل صفّہ پر خرچ کروں گا۔ یہ سن کر وہ دونوں واپس گھر چلے گئے۔ رات کو نبی کریمؐ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ اپنے کمبل میں لیٹے ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ کو دیکھ کر وہ اُٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا۔ اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر فرمایا جو تم نے مجھ سے مانگا کیا اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا یہ چند کلمات ہیں جو جبریلؑ نے مجھے سکھائے ہیں کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ جب رات بستر پر جاؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے جب سے رسول اللہؐ نے مجھے یہ کلمات سکھائے میں انہیں آج تک پڑھنا نہیں بھولا۔ کسی نے تعجب سے پوچھا کہ جنگ صفین کے

ہنگاموں میں بھی نہیں بھولے؟ کہنے لگے ہاں جنگ صفین میں یہ ذکر میں نے یادرکھا تھا۔

نبی کریمؐ نے ایک اور صحابی کو یہی تسبیحات سو کی تعداد میں پڑھنے کی نصیحت کی اور فرمایا کہ اس تسبیح کی برکت تمہارے لئے سو غلاموں سے بڑھ کر ہے۔(احمد)6

نصیحت کی یاددہانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربیت کے سلسلہ میں قرآنی اسلوب ہمیشہ یادرکھتے تھےاور فَذَکِّرْ (یعنی نصیحت کرتے رہنے) کے حکم کے تابع بعض اہم مضامین یا نصائح کا تکرار پسند فرماتے تھے۔ بالخصوص تقویٰ کی نصیحت کی یاددہانی کرواتے تھے۔نکاح وغیرہ کے موقع پر خطبۃ الحاجۃ میں بھی تقویٰ کے مضمون پر مشتمل آیات تلاوت فرماتے تھے۔ عام وعظ میں بھی اِتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (سورۃ الحشر:19) کی کثرت سے تلاوت کرنے کا ذکر ہے۔جس میں تقویٰ کے ساتھ محاسبہ نفس اور مسابقت فی الخیرات کے مضمون کی طرف بھی اشارہ ہے۔(احمد)7

محاسبۂ نفس

تربیت کا ایک نہایت عمدہ طریق محاسبۂ نفس اور مسابقت فی الخیرات

ہے۔ نبی کریمؐ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک روز صحابہ سے پوچھا کہ آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں مسجد میں آیا تو ایک محتاج کو دیکھا۔ میں نے اپنے بچے عبدالرحمانؓ کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس مسکین کو دے دیا۔ (ابوداؤد) 8

اسی طرح آپؐ نے پوچھا آج اپنے کسی بھائی کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنے بھائی عبدالرحمان بن عوفؓ کی بیماری کی اطلاع ملی تھی۔ آج نماز پر آتے ہوئے میں ان کے گھر سے ہو کر ان کا حال پوچھتے ہوئے آیا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا آج (نفلی) روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ وہ روزے سے ہیں۔ نبی کریم علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ سب نیکیاں ایک دن میں جمع کیں اس پر جنت واجب ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو روح مسابقت نے جوش مارا اور کہنے لگے کہ خوشا نصیب وہ جو جنت کو پا گئے۔ تب نبی کریمؐ نے ایک ایسا دعائیہ جملہ عمرؓ کے حق میں بھی فرمایا کہ عمر کا دل اس سے راضی ہوگیا۔ آپؐ نے دعا کی، اللہ عمر پر بھی رحم کرے۔ اللہ عمر پر رحم کرے۔ جب بھی وہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے ابوبکرؓ اس سے سبقت لے جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد) 9

بیعت توبہ

نبی کریمؐ حسب حکم الٰہی صحابہ کی تربیت اور روحانی ترقی کی خاطر بیعت کے وقت ان سے نیک باتوں میں اطاعت اور بُری باتوں سے بچنے کا عہد لیتے اور پھر اس کی پابندی کرواتے تھے۔

عُبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ ان باتوں پر بیعت لیتے تھے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولادوں کو قتل نہ کرو گے اور ایسے بہتان نہ تراشو گے جو اپنے سامنے گھڑ لو اور معروف باتوں میں نافرمانی نہ کرو گے۔ پس جو کوئی تم میں سے اس عہد بیعت کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔(بخاری) 10

خلوص نیت

رسول کریمؐ نے تربیت کے لئے بنیادی سبق خلوص نیت کا دیا اور فرمایا ہے کہ تمام نیک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے۔(بخاری) 11

اور اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے جسم و مال اور شکل وصورت پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے اور انسان کے تقویٰ کے مطابق خدا تعالیٰ کا اس سے معاملہ ہوتا ہے۔(مسلم) 12

آپؐ نے اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ ایک انسان بظاہر لوگوں کی نظر

میں نیکی کرتا چلا جاتا ہے مگر وہ فی الحقیقت اہل نار میں سے ہوتا ہے۔ایک انسان بدی کررہا ہوتا ہے مگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔(بخاری)13

فرمایا وہ کسی موڑ پر اچانک نیکی کی طرف رجوع کرتا اور اہل جنت میں سے قرار پاتا ہے۔اس طرح حسنِ نیت کے مطابق ہی نیکیاں انجام کو پہنچتی ہیں۔ اس لئے انفرادی یا اجتماعی تربیتی کوششوں کے ساتھ دعا بہت ضروری ہے۔ نبی کریمؐ اپنے بارہ میں یہ دعا کرتے تھے ''اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا''اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا دل رحمان خدا کی انگلیوں میں ہوتا ہے وہ جب چاہے پلٹ دے۔(ترمذی)14

حوصلہ افزائی کرتے ہوئے رسول کریمؐ تعریف میں مبالغہ ناپسند فرماتے تھے۔ایک دفعہ کسی کی ایسی تعریف سن کر فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی کیونکہ ایسی تعریف سے اندیشہ ہوتا ہے کہ انسان کہیں کبر کا شکار ہوجائے۔تاہم حوصلہ افزائی کی خاطر جائز تعریف سے منع بھی نہیں فرمایا۔ چنانچہ ہدایت فرمائی کہ کسی کی تعریف کرنی مقصود ہو تو محتاط الفاظ میں اس شخص کی خوبی کا ذکر کر کے کہنا چاہئے کہ میرے خیال میں فلاں شخص ایسا ہے باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(بخاری)15

حضرت امّ المؤمنینؓ حفصہ نے ایک دفعہ اپنے بھائی عبداللہؓ بن عمر کی ایک خواب نبی کریمؐ کے سامنے بیان کی۔آپؐ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا

عمدہ نصیحت فرمادی کہ عبداللہ نیک نوجوان ہے۔کیا اچھا ہوا گروہ رات کو تہجد کی نماز ادا کرنے کی عادت ڈالے۔(بخاری) 16

حوصلہ افزائی کے اس ایک جملے نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا اور وہ عابد وزاہد انسان بن گئے۔

سچائی میں عمدہ نمونہ

تربیت میں سچائی کو بنیادی اہمیت ہے۔ایک گناہ گار شخص نے رسول کریمؐ کے ہاتھ پر توبہ کی بیعت اور اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ سارے گناہ ایک ساتھ چھوڑنے مشکل ہیں کوئی ایک گناہ جو آپ فرمائیں چھوڑ سکتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دو۔ پھر سچائی کی برکت سے اس سعادت مند کو رفتہ رفتہ سارے گناہوں سے نجات مل گئی۔

نبی کریمؐ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اپنے اصحاب کو بھی عمدہ نمونہ پیش کرنے کیلئے ہدایت فرماتے تھے۔مثلاً یہ کہ خود سچائی پر قائم ہو کر بچوں کو اس کا نمونہ دیا جائے اور تکلّف سے یا مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولا جائے۔

عبداللہؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اس وقت کمسن بچہ تھا۔ میں کھیلنے کے لئے جانے لگا تو میری امی نے کہا عبداللہ اِدھر آؤ میں تمہیں چیز دونگی۔رسول اللہؐ نے فرمایا آپ اسے دینا چاہتی

ہو؟ میری ماں نے کہا کھجور۔آپؐ نے فرمایا اگر واقعی تمہارا یہ ارادہ نہ ہوتا (اور صرف بچے کو بلانے کی خاطر ایسا کہا ہوتا) تو تمہیں جھوٹ بولنے کا گناہ ہوتا۔(احمد)17

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے دینی حالات پر نظر رکھتے تھے۔ تربیت کا یہ بھی ایک انداز تھا کہ آپؐ صحابہ میں نیکیوں کا مقابلہ کرواکے ان کی روحانی ترقی کے سامان فرماتے تھے۔انہیں مناسب رنگ میں توجہ دلاتے رہتے تھے۔حضرت ثابت بن قیسؓ کو آپ نے کچھ روز نماز سے غیر حاضر پاکر ان کے بارے میں پتہ کروایا۔انہوں کہلا بھیجا کہ وہ سورۃ حجرات کی اس آیت کے نزول پر جس میں نبی کی آواز سے اونچی آواز کرنے والوں کے اعمال ضائع ہونے کا ذکر ہے۔نادم و پریشان ہوکر گھر بیٹھ رہے ہیں۔کیونکہ انکی آواز بلند تھی۔

نبی کریمؐ نے پیغام بھجوایا کہ ثابت کو جا کر بشارت دو کہ تمہارے جیسا آدمی اہل نار میں سے نہیں ہوسکتا تم تو اہل جنت میں سے ہو۔(بخاری)18

دلی محبت کے ساتھ تربیت

نبی کریمؐ کا تربیت کرنے کا بڑا گُر یہ تھا کہ آپؐ نے دنیا کے دل محبت اور احسان کے ساتھ جیتے۔

حضرت طلحہؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں اہل نجد سے ایک شخص آیا جس

کے سر کے بال پراگندہ سے تھے۔اس نے دور سے ہی بولنا شروع کر دیا۔اسکی آواز کی گونج سنائی دے رہی تھی مگر گفتگو سمجھ نہیں آ رہی تھی یہاں تک کہ وہ قریب آیا اوراسلام کے بارہ میں آنحضورؐ سے سوال کرنے لگا۔حضورؐ نے کمال تحمل اور نرمی سے جواب دیئے اوراسے بتایا کہ ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔اس نے پوچھا کیا اسکے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں سوائے اسکے کہ تو از خود بطور نفل کچھ عبادت کرنا چاہے۔ پھر حضورؐ نے اُسکے دوسرے سوال پر بتایا کہ رمضان کے روزے اس پر فرض ہیں تو وہ پوچھنے لگا کیا میرے ذمہ اسکے علاوہ بھی کچھ روزے ہیں۔آپؐ نے فرمایا نہیں سوائے نفلی روزوں کے جو تم خودخوشی سے رکھنا چاہو۔پھراس کے سوال پر حضورؐ نے زکوٰۃ کی فرضیت بیان کی تو اس نے وہی سوال دہرایا کہ کیا فرض زکوٰۃ کے علاوہ بھی میرے ذمہ کچھ ہے۔آپ نے فرمایا نہیں سوائے اس کے کہ تم ازخودخوشی سے کوئی صدقہ دینا چاہو۔اس پر وہ شخص چلا گیا اور یہ کہتا جا رہا تھا خدا کی قسم! میں نہ تو اس سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کم۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہوگیا۔(بخاری)19

معاویہ بن حکمؓ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ مجھے نبی کریمؐ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔اس دوران ایک آدمی کو چھینک آ گئی۔ میں نے نماز میں ہی کہہ دیا اللہ آپ پر رحم کرے۔لوگ کنکھیوں سے مجھے دیکھنے لگے اور تعجب سے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے خاموش کرانے کیلئے ایسا کر

رہے ہیں۔ میں خاموش ہو گیا،نماز کے بعد نبی کریم علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے آپؐ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی انسان نہیں دیکھا۔آپ نے مجھے مارا نہ برا بھلا کہا صرف اتنا فرمایا۔نماز کے دوران کوئی اور بات کرنا جائز نہیں ہے۔نماز تو ذکر الٰہی ،اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔(مسلم) 20

ایک دفعہ ایک اعرابی آیا۔اس نے اپنی سواری کا اونٹ صحن مسجد کے ایک حصّے میں بٹھایا۔پھر وہیں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔صحابہ نے اُسے ڈانٹا''ٹھہرو ٹھہرو''۔نبی کریمؐ نے صحابہ کو منع کرتے ہوئے فرمایا''اس بے چارے کا پیشاب تو نہ روکو،اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔''جب وہ شخص پیشاب کر کے فارغ ہوا تو رسول کریمؐ نے اسے بلا کر سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی ڈالنا مناسب نہیں یہ تو اللہ کے ذکر،نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں۔پھر آپؐ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے پیشاب پر پانی بہادے۔نیز صحابہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم آسانی کیلئے پیدا کئے گئے ہو نہ کہ تنگی کے لئے۔(بخاری) 21

ایک دفعہ رسول اللہؐ صحابہ کے ساتھ نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ ایک اعرابی نماز میں دعا کرتے ہوئے کہنے لگا۔اے اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کرنا اور ہمارے ساتھ اور کسی اور پر رحم نہ کرنا۔نماز کے بعد رسول کریمؐ نے اعرابی کو سمجھایا کہ دعا تو ایک بہت وسیع چیز ہے۔تم نے اس کے آگے منڈیر کھڑی کر دی ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت کے آگے بند باندھنا ہرگز مناسب نہیں۔(بخاری) 22

اجتماعی تربیت کا مرکزی نظام

رسول کریم علیہ وسلم نے قرآنی ارشاد کے تابع یہ نظام تربیت بھی جاری فرما رکھا تھا کہ مختلف علاقوں سے لوگ مرکز میں آکراورآپ کی صحبت میں رہ کر دین کا گہرا فہم حاصل کریں اور واپس جاکر اپنی قوم کی تربیت کریں۔ چنانچہ اصحاب صفّہ کا ایک گروہ ہمیشہ مسجد نبوی کے قرب میں رسول اللہؐ کے زیرِ تعلیم وتربیت رہتا تھا جن کے قیام وطعام کا مناسب بندوبست بھی آپ فرماتے تھے۔(سورۃ التوبہ:122)

حضرت مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ بہت رحیم وکریم اور نرم خو تھے۔ہم نے آپ کی صحبت میں بیس دن قیام کیا۔اس دوران آپؐ نے محسوس کیا کہ ہم اپنے گھر والوں کے لئے اداس ہوگئے ہیں۔آپؐ ہم سے ہمارے اہل خاندان کے بارے میں تفصیل پوچھنے لگے۔ہم نے ان کے بارے میں بتایا۔ مالکؓ کہتے ہیں حضورؐ بہت نرم دل اور پیار کرنے والے تھے۔آپ نے ہمیں اپنے گھروں میں واپس بھجواتے ہوئے فرمایا ان کو جاکربھی یہ باتیں سکھاؤاور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھنا۔نماز سے پہلے تم میں سے کوئی اذان کہہ دے اور جو بڑا ہووہ امامت کروادے۔(بخاری)23

دورانِ نصیحت مخاطب کو قائل کرنا

نبی کریم علیہ وسلم تربیتی نصائح میں دلیل سے قائل کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور زیر تربیت لوگوں کے لئے دعا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک نوجوان نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی کہ کیسی نامناسب بات کردی اور اسے ایسا سوال کرنے سے روکنے لگے۔ نبی کریمؐ سمجھ گئے کہ اس نوجوان نے گناہ کا ارتکاب کرنے کی بجائے جو اجازت مانگی ہے تو اس میں سعادت کا کوئی شائبہ ضرور باقی ہے۔ آپؐ نے کمال شفقت سے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں اپنی ماں کے لئے زنا پسند ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح باقی لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے زنا پسند نہیں کرتے۔ آپؐ نے دوسرا سوال یہ فرمایا کہ کیا تم اپنی بیٹی کے لئے بدکاری پسند کرو گے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم بہن سے بدکاری پسند کرتے ہو؟ اس نے پھر اسی شدت سے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے بدکاری کی شناعت خوب کھولنے کیلئے فرمایا کہ تم پھوپھی اور خالہ سے زنا پسند کرو گے؟ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا لوگ بھی اپنی پھوپھیوں اور خالاؤں کے لئے بدکاری پسند نہیں کرتے۔ مقصود یہ تھا کہ جو بات تمہیں اپنے عزیز ترین رشتوں میں گوارا نہیں۔ وہ دوسرے لوگ کیسے گوارا کریں گے اور کوئی اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ پھر نبی کریمؐ نے اس نوجوان پر دست شفقت رکھ کر

دعا کی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَہٗ اے اللہ اس نوجوان کی غلطی معاف کر۔ اس کے دل کو پاک کردے۔ اسے باعصمت بنادے۔ اس نوجوان پر آپؐ کی اس عمدہ نصیحت کے ساتھ دعا کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے بدکاری کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور پھر کبھی اس طرف اُس کا دھیان نہیں گیا۔ (احمد) 24

سبحان اللہ! کیسا پیار کرنے والا مربی اعظم انسانیت کو عطا ہوا تھا۔

ایک بدّو نے آکر اپنی ضرورت سے متعلق سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب حال جو میسرّ تھا عطا کر دیا۔ وہ اس پر سخت چیں بجبیں ہوا اور رسول کریمؐ کی شان میں بھی بے ادبی کے کچھ کلمات کہہ گیا۔ صحابہ کرام نے سرزنش کرنا چاہی مگر رسول اللہؐ نے منع فرما دیا۔ آپ اُس بدّو کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اُسے کھانا کھلایا اور مزید انعام واکرام سے نوازا۔ پھر پوچھا کہ اب راضی ہو؟ وہ خوش ہوکر بولا میں کیا میرے قبیلے والے بھی آپ سے راضی اور خوش ہیں۔ رسول کریمؐ نے اُسے فرمایا کہ میرے صحابہ کے سامنے بھی جا کر یہ اظہار کر دینا کیونکہ تم نے انکے سامنے سخت کلامی کر کے ان کی دلآزادی کی تھی۔ چنانچہ اُس نے صحابہ کے سامنے بھی اپنی خوشی کا اظہار کر دیا۔ تو نبی کریمؐ نے صحابہ سے مخاطب کر کے فرمایا میری اور اس بدو کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی ایک اونٹنی ہو وہ بدک کر بھاگ کھڑی ہو۔ لوگ پیچھے پکڑنے کو دوڑیں مگر وہ کسی کے قابو نہ

آئے۔ اتنے میں اونٹنی کا مالک آجائے اور کہے میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ میں تم سب سے زیادہ اس سے نرمی کا سلوک کرنیوالا ہوں۔ پھر وہ اپنی اونٹنی کی طرف متوجہ ہوکر کچھ گھاس لے کر اسے پچکارے تو وہ اس کی طرف چلی آئے اور اس کے پاس آکر بیٹھ جائے اور وہ اس پر اپنا پالان کس کے اسے قابو کر لے۔

جب اس بدو نے کچھ سخت بات کی تھی اس وقت میں تمہیں اس پر سختی کرنے دیتا تو یہ ہلاک ہوجاتا۔(ھیثمی) 25

پاکیزہ علمی مجالس

نبی کریمؐ کی یہ پاکیزہ صحبت اور بابرکت مجالس تربیت کا بہترین موقع ہوتی تھیں۔ اس لئے قرآن شریف میں صادقوں اور راستبازوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے۔(سورۃ التوبہ:119) قرآن شریف میں دوسری جگہ نبی کی صحبت کو روحانی لحاظ سے زندگی بخش قرار دیا گیا ہے۔(الانفال:25)

ایسی پاکیزہ مجالس میں شرکت سے دل میں نرمی پیدا ہوتی اور نصیحت کا اثر ہونے لگتا ہے۔ لیکن ان مجالس سے پہلوتہی سے دل سخت ہوجاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نماز جمعہ اور خطبہ سے ایک ناغہ کرنے سے دل پر ایک نقطہ لگتا ہے پھر مسلسل ایسا کرنے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے اور نصیحت قبول کرنے کا مادہ کم ہوجاتا ہے۔(ابن ماجہ) 26

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نیک مجالس میں شرکت کی

تحریک فرماتے تھے۔ایک دفعہ فرمایا کہ ایک مجلس میں تین آدمی آئے۔ان میں سے ایک تو مجلس میں آگے خالی جگہ دیکھ کر توجہ سے بات سننے کے لئے آگے بڑھا دوسرے کو جہاں جگہ ملی پیچھے ہی بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر واپس چلا گیا۔

نبی کریمؐ نے ان لوگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے رویّے کے مطابق خدا نے اُن سے سلوک کیا۔ جو آگے بڑھا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ دوسرا جو حیا کرتے ہوئے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیاء ومغفرت کا معاملہ کیا۔ جو منہ پھیر کر چلا گیا اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ (بخاری) 27

عمدہ مثالوں سے نصیحت

اپنی مجالس میں نبی کریمؐ کا سادہ مثالوں اور کہانیوں کے ذریعہ نصیحت کرنے اور بات ذہن نشین کرانے کا ملکہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ مثلاً اصلاح معاشرہ کے حوالے سے نیکی کی تحریک کرنے اور برائی سے نہ روکنے کی مثال یوں دی کہ کچھ لوگ کشتی میں سفر کر رہے ہوں۔ ان میں سے ایک آدمی کشتی میں سوراخ کرنے لگے اور دوسرے اسے نہ روکیں تو بالآخر کشتی ڈوب کر رہے گی اور سب ہلاک ہوں گے۔ (بخاری) 28

یہی حال اس معاشرہ کا ہوتا ہے جہاں بدی سے روکنے اور نیکی کی تحریک کا اہتمام نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ نے پنجوقتہ نمازوں کی مثال ایک نہر سے دی جس

میں پانچ وقت انسان نہائے تو جسم پر میل باقی نہیں رہتی۔فرمایا یہی حال نماز کا ہے جس سے انسان کی بخشش و مغفرت کے سامان ہوتے رہتے ہیں۔(بخاری)29

نبی کریمؐ نے انسان کی ہمدردی و خدمت کے حوالہ سے مومن کامل کی مثال کھجور کے درخت سے دی اور ایسے دلچسپ انداز میں پیش فرمائی کہ مجلس کے ہر شخص کے ذہن میں بیٹھ گئی۔ پہلے تو پوچھا کہ درختوں میں سے وہ درخت کون سا ہے جس کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی بلکہ ہر چیز کارآمد ہے۔صحابہ نے جنگل کے سارے درختوں کے نام گنوادئے مگر یہ پہیلی بوجھ نہ سکے۔حضور نے فرمایا یہ کھجور کا درخت ہے۔جس کی مثال مومن کے وجود سے دی جاسکتی ہے۔(بخاری)30

یعنی جس طرح کھجور کا درخت تن تنہا میدان یا صحراء میں کھڑا آندھیوں طوفانوں کے تھپیڑے برداشت کرتا ہے۔اس کا پودا کچھ تقاضا نہیں کرتا مگر دھوپ میں سایہ دیتا ہے، پھل بھی دیتا ہے،اس کے پتے بھی کام آتے ہیں اور تنا بھی۔ اسی طرح مومن کا وجود بھی نافع الناس ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بابرکت مجالس اور صحبت بھی تربیت کا بہترین ذریعہ تھے۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دوآدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ایک کو چھینک آئی حضورؐ نے اس کو **یَرْحَمُکَ اللّٰہ** کہہ کر دعا دی۔دوسرے کو چھینک آئی تو آپ نے اُسے دعا نہیں دی۔اس نے کہا کہ فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے اُسے یہ دعا دی کہ اللہ تجھ پر رحم کرے اور مجھے چھینک آئی تو آپ نے مجھے یہ دعا نہیں دی۔آپ نے فرمایا اس نے الحمدللہ کہا تھا

تو میں نے جواباً یرحمک اللہ کہا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا اسلئے میں نے بھی جواب نہیں دیا۔ (مسلم) 31

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مربی تو اللہ تعالیٰ تھا۔قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ رؤیا وکشوف اور وحی کے ذریعہ آداب تربیت کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ذکرفرمایا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ مسواک کرر ہاہوں۔ میرے پاس دو آدمی آئے ایک بڑا تھا، دوسرا چھوٹا۔ میں ان میں سے چھوٹے کومسواک دینے لگا تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کا خیال کریں۔ چنانچہ میں نے بڑے کومسواک دی۔ (بخاری) 32

چنانچہ آپؐ ہمیشہ بڑوں کے احترام کی تلقین فرماتے تھے۔

کھانے پینے کے آداب

رسول کریمؐ کی خدمت میں ایک دفعہ پانی پیش کیا گیا۔آپؐ نے پانی پیا۔ دائیں جانب ایک بچہ تھا اور بائیں طرف بزرگ۔آپؐ نے اس بچے سے کہا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں پانی پہلے بزرگ کو دے دوں وہ بچہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں آپ کے تبرک پر کسی اور کوترجیح نہیں دونگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پہلے اس بچے کے ہاتھ میں تھما دیا۔ (مسلم) 33

ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرمار ہے تھے۔ایک بدو آیا اور دولقموں میں ہی سارا کھانا چٹ کر گیا۔ رسول اللہؐ

فرمانے لگے اگر وہ بسم اللہ کہتا تو تم سب کیلئے یہ کھانا کافی ہوتا۔ پس کھانے سے پہلے اور آخر میں اللہ کا نام ضرور لیا کرو۔ (ابن ماجہ) 34

گھر میں داخل ہونے کا ادب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تربیت کی خاطر بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو کسی کے گھر جانے کیلئے اجازت لینے کا طریقہ بھی سمجھایا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؐ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں۔ آپؐ نے فرمایا ''میں'' کیا مطلب ہوا یعنی حضورؐ نے اسکو ناپسند کیا اور یہ چاہا کہ نام لیا جائے۔ چنانچہ پھر بعد میں صحابہ نام لے کر اجازت لیا کرتے تھے۔ (بخاری) 35

نماز پڑھنے کا طریق

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوبصورت نماز کا نمونہ دے کر بھی اپنے اصحاب کو نماز کا سلیقہ سکھاتے اور ان کی نمازوں کا جائزہ لے کر بھی انہیں مناسب توجہ دلاتے۔

ایک دفعہ حضورؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے آ کر نماز پڑھی رکوع و سجود مکمل نہیں کئے پھر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپؐ

نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ جاؤ پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے جا کر پھر نماز پڑھی اور دوبارہ واپس آ کر آنحضورؐ کو سلام عرض کیا۔ آپؐ نے پھر اسے فرمایا کہ تم جاؤ اور نماز پڑھو۔ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین دفعہ ہوا۔ تب اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ ہی مجھے سکھا دیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تکبیر کہہ کے نماز کے لئے کھڑے ہو جتنا قرآن سہولت سے پڑھ سکتے ہو پڑھو، پھر اطمینان سے رکوع کرو پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر اطمینان سے سجدہ کرو۔ اس طرح ساری نماز سکون سے پڑھو۔ (بخاری) 36

ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کو کھانے پر بلایا اور درخواست کی کہ آپؐ چار مہمان ساتھ لے آئیں۔ ایک اور شخص بھی آپؐ کے ساتھ ہو لیا۔ میزبان کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ پانچواں آدمی بھی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسے اجازت دے دو اور چاہو تو یہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں اسے اجازت دیتا ہوں۔ (مسلم) 37

کھانے کے آداب کی تعلیم

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے کے لئے اکٹھے تھے۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ جب تک آنحضرتؐ کھانا شروع نہ کریں، ہم کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ جب ہم کھانے

کے لئے اکٹھے تھے تو ایک لونڈی آئی۔ اور وہ بڑی تیزی سے آ کر کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگی۔ حضورؐ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک بدو آیا۔ وہ بھی کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگا۔ رسول کریمؐ نے اسکا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان کھانے کو حلال کر لیتا ہے اگر اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ یہ عورت شیطان کے لئے کھانے کو حلال کرنے آئی تو میں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی طرح یہ بدو بھی بسم اللہ پڑھے بغیر شیطان کے لئے کھانا حلال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اسکا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اب ان دونوں کے ہاتھ میرے ہاتھ کے ساتھ کھانے میں اکٹھے جائیں گے۔ یعنی ہم اکٹھے کھانا شروع کریں گے اور اس میں شریک ہونگے۔ پھر آپؐ نے اللہ کا نام لے کر کھانا شروع فرمایا۔ (مسلم) 38

بعض دفعہ نیکی کے رستہ سے شیطان حملہ آور ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پر بھی گہری نظر ہوتی تھی اور موقع محل کے مطابق نیکی کی تحریک و تلقین فرماتے تھے۔ اگر کسی نے بوڑھے والدین کی خدمت چھوڑ کر جہاد پر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا ماں باپ کی خدمت ہی تمہارا جہاد ہے۔ جہاں نماز میں کمزوری دیکھی وہاں سمجھایا کہ افضل عمل وقت پر نماز کی ادائیگی ہے۔

جہاں نیکی میں ریاء یا تکلف کا شائبہ بھی محسوس کرتے اس سے منع

فرما دیتے۔ ایک بدوی مدینے آیا۔ (بدوی عام طور پر شہروں میں ٹھہرا نہیں کرتے بلکہ سوائے ضرورت کے شہروں میں داخل ہی نہیں ہوتے) اس بدوی نے فتح مکہ کے پہلے زمانہ میں ہی سن رکھا ہوگا کہ رسول اللہؐ ہجرت پر بیعت لیتے ہیں۔ اس نے ہجرت پر بیعت کرنے کے بارہ میں آنحضورؐ سے درخواست کی کہ میں مدینہ ٹھہروں گا۔ حضورؐ نے اُس پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا۔ تیرا بھلا ہو ہجرت بڑا کٹھن کام ہے۔ (آپؐ بھانپ گئے کہ یہ شخص اپنی بدویانہ طبع کے باعث ہجرت پر قائم نہ رہ سکے گا۔) پھر آپؐ نے فرمایا یہ بتاؤ کیا تمہارے اونٹ ہیں جن کی زکوٰۃ تم ادا کرسکو اس نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا پھر بے شک پہاڑوں کے پیچھے رہ کر بھی کام کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ (بخاری) 39

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ خواہ کسی عزیز ترین شخص کی شکایت آپؐ کو پہنچتی آپؐ نصیحت کے لئے کمربستہ ہو جاتے تھے مگر اس کے لئے ہمیشہ مناسب موقع محل اور ماحول کا لحاظ رکھتے تھے۔ حرمت شراب سے پہلے کا واقعہ ہے ایک دفعہ شراب کے نشہ میں بعض لوگ حضرت علیؓ کی ایک اونٹنی کو نقصان پہنچا بیٹھے۔ ان میں آپؐ کے عزیز چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ نبی کریمؐ کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً موقع پر پہنچے۔ مگر جب دیکھا کہ ابھی انکا نشہ اترا نہیں تو آپؐ نے اس موقع پر نصیحت کرنی مناسب نہیں سمجھی اور فوراً الٹے پاؤں واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری) 40

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں پڑاؤ پر ایک جگہ ہجوم دیکھا جس میں ایک شخص پر سایہ کیا جا رہا تھا۔آپؐ نے استفسار فرمایا کیا بات ہے؟ بتایا گیا کہ روزے دار ہیں۔آپؐ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔(بخاری) 41

حجۃ الوداع میں عرفات سے منٰی آتے ہوئے بعض لوگ اپنی سواریاں بھگا رہے تھے۔نبی کریمؐ نے فرمایا لوگو اطمینان سے آؤ۔سواریوں کو تیز بھگا کر لانا نیکی نہیں اس لئے درمیانی رفتار پر چلو۔(بخاری) 42

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔میں حضور کا خیمہ تیار کرتی تھی۔حضرت حفصہؓ نے بھی مجھ سے پوچھ کر اپنا خیمہ لگا لیا۔ان کی دیکھا دیکھی ام المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش نے خیمہ لگوا لیا۔صبح رسول اللہؐ نے کئی خیمے دیکھے تو پوچھا کہ کس کے خیمے ہیں۔آپؐ کو بتایا گیا کہ ازواج کے ہیں تو آپ ان سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ یہ (ریس کرنے کو) نیکی سمجھتے ہو۔پھر اس سال آپؐ نے اعتکاف رمضان نہیں فرمایا بلکہ شوال کے دس دن اعتکاف فرماتے رہے۔(بخاری) 43

اور یہ تربیتی سبق دیا کہ ہمیشہ رضائے الٰہی مدنظر رکھنی چاہئے اور نیکی میں حسد نہیں رشک کا جذبہ پروان چڑھنا چاہئے۔

رسول کریمؐ دین میں سختی اور تشدّد بھی پسند نہ فرماتے۔بہادر تا کہ لوگ

دین سے دور ہو۔ فرماتے تھے کہ ہمیشہ آسانی پیدا کرو۔ مشکل پیدا نہ کرو۔

ابومسعود انصاریؓ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ میں اپنے محلے کی مسجد میں باجماعت نماز اس لئے ادا نہیں کرتا کہ ہمارا امام بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ ابومسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نصیحت کے وقت رسول اللہؐ کو اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنا غصہ اس بات پر آپؐ کو آیا۔ آپؐ فرمانے لگے لوگو! تم دین سے نفرت دلاتے ہو جو شخص بھی نماز میں امام ہو وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ نماز میں بیمار، کمزور اور کام والے بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری) 44

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ خوشی اور بشارت کی باتیں بتایا کرو۔ نفرت پیدا کرنے والی باتیں نہ کیا کرو۔ اس حکمت کے تحت آپ وعظ و نصیحت میں ناغہ کرنا پسند کرتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ (بخاری) 45

تربیت کے لئے آغاز میں ہر چھوٹی سی نیکی سے شروع کر کے اور انگلی سے پکڑ کر چلانا پڑتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وہ نیکی پسند فرماتے تھے جو عارضی نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی جائے۔ فرماتے تھے کہ بہترین عمل وہ ہے جس پر دوام اختیار کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ایک عورت کے بارہ میں پتہ چلا کہ بہت زیادہ نمازیں پڑھتی ہے۔ اسے نصیحت فرمائی کہ اتنی عبادت کرو جتنی طاقت ہے کیونکہ اللہ تو نہیں اکتاتا۔ لیکن

بندہ تھک کر نیکی چھوڑ بیٹھتا ہے۔(بخاری)46

بعض نوجوانوں کے ہمیشہ عبادت کرنے اور روزے رکھنے اور ترک دنیا کے ارادے سے تو منع فرما دیا۔انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی طرح نہیں ہیں اللہ نے تو آپؐ کو بخش دیا ہے۔حضور ناراض ہوئے اور فرمایا میں تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ کا تقویٰ رکھتا ہوں۔میری سنت پر چلو۔میں سوتا بھی ہوں، روزے سے ناغہ بھی کرتا ہوں اور شادی بھی کی ہے۔(بخاری)47

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے مزاج کو سمجھتے تھے اور دراصل محبت کے ذریعہ ان کی تربیت فرماتے تھے۔بسا اوقات زبانی نصیحت کی بجائے محض آپ کا کوئی اشارہ یا اظہار ناپسندیدگی بہترین اور مؤثر نصیحت ہوتا تھا۔

رسول اللہؐ کی مجلس میں ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت ابوبکرؓ سے تکرار شروع کر دی اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔حضرت ابوبکرؓ پہلے تو خاموشی اور صبر سے سنتے رہے مگر جب اس نے تیسری مرتبہ زیادتی کی تو آخر تنگ آکر آپ نے اسے جواب دیا۔رسول کریمؐ مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو مجھ سے ناراض ہو کر جا رہے ہیں۔رسول اللہؐ نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ آسمان سے آکر تمہاری طرف سے اس شخص کو جواب دے رہا تھا۔جب آپ خود بدلہ لینے پر اتر آئے تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا۔اب میں ایسی مجلس میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔(ابوداؤد)48

برمحل اظہار ناراضگی

کسی بات پر برمحل ناپسندیدگی کا اظہار نبی کریمؐ کے چہرے سے عیاں ہوجاتا تھا۔ایک دفعہ نجران سے ایک شخص آیا اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ رسول اللہؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ فرمائی نہ اس سے کوئی بات چیت کی۔اس نے گھر جاکر اپنی بیوی سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔بیوی نے کہا یقیناً تمہاری اس بڑائی کے اظہار کے باعث حضورؐ نے توجہ نہیں فرمائی۔اس لئے اب دوبارہ آنحضورؐ کی خدمت میں ادب سے حاضری دو۔اس نے اپنی سونے کی انگوٹھی اور قیمتی چغہ اتارکر دوبارہ جاکر ملاقات کی اجازت طلب کی۔حضورؐ نے خوشی سے اجازت عطا فرمائی اور اس کے سلام کا جواب دیا۔اس نے عرض کیا یارسول اللہؐ میں پہلے حاضر ہوا تھا تو آپ نے التفات نہیں فرمایا۔

حضورؐ نے فرمایا پہلے جب تم آئے تو تمہارے ہاتھ میں سونے کا انگارہ تھا۔وہ شخص جو نجران سے اس قسم کے سونے کے زیورات لیکر آیا تھا کہنے لگا حضورؐ پھر تو میں بہت سارے انگارے ساتھ لایا ہوں۔

آنحضورؐ نے کس غنا سے فرمایا کہ بے شک یہ دنیوی مقام اور فائدے کا سامان ضرور ہے۔مگر ہمارے نزدیک اسکی حیثیت ایک پتھر سے زیادہ کچھ نہیں۔تب اس صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے صحابہ کی موجودگی میں میرے ساتھ بے رخی برتی۔اب آپ صحابہ کے سامنے میری معذرت قبول کر

کے معافی کا اعلان بھی فرمادیں تا کہ انکو یہ خیال نہ رہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ اس پر حضورؐ وہیں کھڑے ہوگئے اور اس شخص کی معذرت قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا بے رخی کا رویّہ اس شخص کی سونے کی انگوٹھی پہننے کی وجہ سے تھا۔(اس کی اصلاح کے بعد مجھے اس سے اب کوئی ناراضگی نہیں رہی)۔(احمد) 49

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ یہودی ایام مخصوصہ میں عورتوں سے معاشرت نہیں کرتے تھے۔ جب آیت فَاعۡتَزِلُوۡا النِّسَاءَ فِیۡ الۡمَحِیۡضِ (سورۃ البقرہ :223) کا حکم اترا یعنی ایام حیض میں عورتوں سے الگ رہوتو نبی کریمؐ نے اس کی وضاحت فرمائی۔فرمایا کہ سوائے میاں بیوی کے تعلقات کے باقی ہر طرح سے میل جول جائز ہے۔اس پر یہودی کہنے لگے یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرتا ہے۔ عباد بن بشرؓ اور اُسید حضیرؓ نے آ کر ذکر کیا یا رسول اللہؐ! یہودی اس طرح کہتے ہیں کیا ہم ایام مخصوصہ میں بھی میاں بیوی کے تعلقات استوار کرلیں۔حضورؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور ہم نے خیال کیا کہ حضورؐ ان سے ناراض ہوگئے ہیں۔ وہ حضورؐ کے پاس سے چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے حضورؐ کی طرف دودھ کا تحفہ جاتے ہوئے دیکھا۔حضورؐ نے یہ دودھ انہی دونوں صحابہ کیلئے بھجوادیا۔ وہ دونوں کہتے تھے تب ہمیں خوشی ہوئی کہ حضورؐ ہم سے ناراض نہیں ہیں مگر بعض بدوؤں پر اس ناراضگی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ تب آپ صحابہ کو

نصیحت کیلئے موقع نکال لیتے تھے۔(احمد)50

ایک دفعہ ایک بدو آیا اس نے ایک نہایت اعلیٰ درجے کا جبہ پہنا ہوا تھا جس پر ریشم کا کام ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا تمہارا یہ صاحب (یعنی نبی کریمؐ) ہر چرواہے کے بیٹے کو تو عزت دیتا ہے اور ہر خاندانی شہ سوار کے بہادر فرزند کو ذلیل کرتا ہے۔ نبی کریمؐ اس پر بہت ناراض ہوئے اور اس کے جبہ کو (جو اظہار بڑائی کے لئے اس نے پہن رکھا تھا) کھینچ کر فرمایا تم نے تو عقل مندوں والا لباس نہیں پہنا ہوا۔ پھر آپ مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ میں تمہیں ایک مختصر نصیحت کرتا ہوں۔ دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں۔ شرک اور تکبر سے روکتا ہوں اور لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ یعنی توحید کا حکم دیتا ہوں کیونکہ آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر وہ ترازو کے ایک پلڑے میں اور کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو اسکا پلڑا بھاری ہو۔ اور میں تمہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ کا حکم دیتا ہوں یہ ہر چیز کی دعا ہے۔ اور اسکی برکت سے ہر چیز عطا ہوتی ہے۔(احمد)51

تنبیہ و تادیب

تربیت کی خاطر بعض دفعہ تنبیہ یا تادیب بھی ناگزیر ہوجاتی ہے۔ نبی کریمؐ کو بھی بعض مواقع پر تعزیری کارروائی کرنی پڑی مگر اس سزا میں بھی نفرت یا

غصہ نہیں بلکہ شفقت و رحمت کا رنگ غالب ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں عظیم الشان اصلاحی تبدیلیاں رونما ہوتی تھیں۔حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دو ساتھی بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔رسول اللہؐ کی واپسی پر انہوں نے اپنی اس غلطی کا اقرار کرلیا تو رسول کریمؐ نے ان تینوں سے تمام صحابہ کا بول چال بند کردیا۔کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم بازاروں میں پھرتے تھے مگر کوئی ہم سے کلام نہ کرتا تھا۔رسول کریمؐ کی مجلس میں حاضر ہوکر آپ کو سلام کہتا تھا اور دیکھتا تھا کہ آپ کے ہونٹوں میں سلام کے جواب کے لئے جنبش ہوئی کہ نہیں۔پھر آپؐ کے قریب ہوکر نماز ادا کرتا اور چوری آنکھ سے آپؐ کو دیکھتا رہتا۔جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا رسول کریم میری طرف دیکھتے رہتے اور جب میں آپ کی طرف توجہ کرتا تو آپ رُخ پھیر لیتے۔بعد میں ان تینوں اصحاب کا اُن کی بیویوں سے بھی مقاطعہ کردیا گیا۔پچاس دن انہوں اس حالت میں کاٹے۔پھر جب ان کی معافی ہوئی تو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا۔رسول کریمؐ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔آپ نے فرمایا اے کعبؓ! تمہیں بشارت ہو آج تمہارے لئے ایسا دن آیا ہے کہ جب سے تم پیدا ہوئے آج تک ایسا دن تم پر طلوع نہیں ہوا۔کعبؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔فرمایا اللہ کی طرف سے ہے۔

کعبؓ پر اس پُر شفقت سزا کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے رسول اللہؐ کے پاس

سے اٹھنے سے قبل یہ عہد کیا کہ جس سچ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ فضل فرمایا ہے میں آئندہ اس کا دامن کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ مجتنب رہوں گا۔ دوسرے میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔ رسول کریمؐ نے کچھ حصہ صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (بخاری) 52

تربیتی حکمت عملی و مؤثر کاروائی

تربیتی و اخلاقی معاملات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح بہت گہری اور پرحکمت ہیں۔ جہاں آپ نے معاشرہ کی اہم فرد عورت کے مقام اور مرتبہ کا ذکر کر کے اسے محبت کی نظر سے دیکھا وہاں بعض ممکنہ خدشات اور فتنوں کا بھی ذکر کیا جو راہ راست سے ہٹ جانے کے نتیجہ میں معاشرہ میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر جس سب سے بڑے فتنہ کا ڈر ہے وہ عورتوں کا فتنہ ہے۔

آپؐ نے ان عورتوں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا جو لباس پہنے ہوئے بھی لباس سے عاری ہونگی اور اپنی طرف مردوں کو مائل کرنے والی اور بہت جلد انکی طرف مائل ہونگی۔ (مسلم) 53

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربیتی لحاظ سے معاشرہ پر گہری نظر رکھتے تھے اور برائی کے آغاز سے پہلے اسے دبانے یا اس کے تدارک کی فکر فرماتے

تھے۔نوجوانوں کی تربیت پر آپ کی خاص نظر ہوتی تھی اور انہیں انفرادی طور پر دلنشیں پیرائے میں مؤثر نصیحت فرماتے تھے اور مناسب عمر میں بروقت ان کی شادی ہو جانا پسند فرماتے تھے کہ اس طرح انسان کئی قباحتوں سے بچ جاتا ہے۔

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں عکّاف بن بشر تمیمی آئے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہاری بیوی ہے۔انہوں نے نفی میں جواب دیا،فرمایا کیا کوئی لونڈی ہے عرض کیا نہیں۔آپؐ نے فرمایا اور تم صاحب دولت وثروت بھی ہو۔اس نے کہا جی حضور میں خدا کے فضل سے صاحب حیثیت ہوں۔آپ نے فرمایا تو پھر تم شیطان کے بھائی ہو اور اگر تم عیسائیوں میں ہوتے تو ان کے راھبوں میں سے ہوتے۔ ہماری سنت تو نکاح ہے۔تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو شادی نہیں کرتے اور اگر اسی حال میں ان پر موت آجائے تو بحالت موت بھی وہ بدترین ہیں۔ شیطان کے لئے نیک لوگوں کے خلاف کوئی ہتھیار عورتوں سے زیادہ مؤثر نہیں۔ البتہ شادی شدہ لوگ اس سے محفوظ ہیں۔ یہی ہیں جو پاک اور فحش گوئی سے برّی ہیں۔اے عکاف ! تیرا بھلا ہو یہ عورتیں ایوب، داؤد اور یوسف علیہ السلام اور کرسف کو مشکل میں ڈالنے والی تھیں۔

کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! کُرسف کون تھا آپؐ نے فرمایا ایک عابد شخص تھا جو ساحل سمندر کے پاس تین سو سال تک عبادت کرتا رہا وہ دن کو

روزے رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ پھر اس نے خدائے عظیم و برتر کا انکار ایک عورت کے سبب سے کردیا جس کے عشق میں وہ مبتلا ہوگیا اور عبادت کو ترک کردیا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کی وجہ سے اسے ضائع ہونے سے بچالیا اور اسے توبہ کی توفیق مل گئی۔ اے عکافؓ تم شادی کرلو ورنہ تمہاری حالت بھی شک و شبہ والی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ہی میری شادی کردیں۔ آپ نے فرمایا اچھا میں کریمہ بنت کلثوم حمیریؓ سے تمہاری شادی تجویز کرتا ہوں۔ (احمد) 54

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

رسول کریمؐ کوئی نامناسب بات دیکھتے تو حتّی الوسع فوراً اسے روکنے کی سعی فرماتے تھے اور جیسا کہ آپؐ کا ارشاد تھا کہ اگر برائی کو ہاتھ سے روک سکتے ہو تو روکو۔ اس کی توفیق نہ ہو تو پھر زبان سے نصیحت کرو ورنہ کم سے کم دل سے روکو یعنی اسے برا بھی سمجھو اور اس کے لئے دعا کرو۔ (ترمذی) 55

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہؐ کے چچا زاد حضرت فضلؓ بن عباس رسول اللہؐ کی سواری کے پیچھے بیٹھے تھے۔ خثعم قبیلہ کی ایک عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ فضل اس کی طرف اور وہ عورت فضل کی طرف دیکھنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کی گردن پکڑ کر اس کے چہرے کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔ (بخاری) 56

لیکن جہاں ہاتھ سے روکنا پسندیدہ نہ ہو وہاں نصیحت فرما کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔

وفات وغیرہ کے موقع پر نبی کریمؐ بین یا واویلا کرنے سے منع فرماتے تھے لیکن چونکہ غم کی حالت میں جذبات پر انسان بعض دفعہ بے اختیار اور مغلوب ہو جاتا ہے اسلئے اس پہلو سے شفقت کا دامن جھکا کے رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ کی غزوہ موتہ میں شہادت کے موقع پر خود رسول اللہؐ کو سخت صدمہ تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے غم کے آثار صاف عیاں تھے۔ میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا انہیں منع کرو۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر کہنے لگا کہ وہ میری بات نہیں مانتیں۔ آپ نے فرمایا دوبارہ انہیں جا کر منع کرو۔ تیسری دفعہ اس نے آ کر پھر کہا کہ وہ تو ہم پر غالب آ گئی ہیں یعنی کہنا نہیں مانتیں۔ آپ نے فرمایا ان کے موہنوں پر مٹی پھینکو یعنی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے دل میں کہا اللہ تمہیں رسوا کرے رسول اللہؐ نے تمہیں جو حکم دیا ہے وہ تو تم کر نہیں سکے پھر رسول اللہؐ کو تکلیف دینے سے بھی باز نہیں آتے ہو۔ (بخاری) 57

ایک دفعہ آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ بعض لوگ خواتین کو رات کی نماز باجماعت کے لئے مسجد آنے سے روکتے ہیں تو آپ نے مردوں کو نصیحت فرمائی کہ

اللہ کی لونڈیوں کو خدا کے گھروں میں آنے سے مت روکو۔(ابوداؤد)58

اسی طرح بعض مردوں کی یہ شکایت ملی کہ کہ وہ فَاضْرِبُوْھُنَّ (یعنی ان کو مارو) کی قرآنی رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے خواتین کو ناواجب زدوکوب کرتے ہیں تو آپ نے مردوں کو سمجھایا اور فرمایا کہ جو لوگ بیویوں پر ہاتھ اُٹھاتے ہیں وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔(ابوداؤد)59

خانگی امور کی اصلاح

میاں بیوی کے خانگی تنازعات بھی رسول کریمؐ کے پاس آتے رہتے تھے۔رسول کریمؐ ذاتی دلچسپی لیکر خانگی تنازعات میں مؤثر رنگ میں نصیحت فرماتے اوراصلاحی کارروائی کرتے تھے۔

صفوان بن معطلؓ کی بیوی نبی کریمؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں روزہ رکھتی ہوں تو صفوانؓ مجھے اس سے منع کرتا ہے۔نماز پڑھتی ہوں تو مارتا ہے اور خود فجر کی نماز سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہے۔حضورؐ نے اُسے بلوا کر پوچھا تو اُس نے کہا کہ روزے رکھنے سے منع کرنے کی بات تو درست ہے۔میں نوجوان آدمی ہوں اور یہ روزہ رکھ کے بیٹھ جاتی ہے۔(جس میں ازدواجی تعلقات ممنوع ہوتے ہیں) باقی رہی مارنے کی شکایت تو مطلق نماز پڑھنے کی وجہ سے میں اسے نہیں مارتا بلکہ اصل وجہ اور ہے نماز کی ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھ کر اسے لمبا

کر دیتی ہے۔ رہی سورج نکلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے کی بات تو میں سر درد کا دائمی مریض ہوں اور یہ ہماری خاندانی بیماری ہے۔ نبی کریمؐ نے فریقین کی بات سن کر یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے اور جہاں تک ہر دو رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کا تعلق ہے تو ایک سورت پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے، بوجہ بیماری نماز تاخیر سے پڑھنے کے بارہ میں صفوانؓ سے فرمایا کہ جب تمہاری آنکھ کھلے نماز ضرور پڑھ لیا کرو۔ (احمد) 60

ایک دفعہ حضرت علیؓ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے ناراض ہو گئے اور جا کر مسجد میں زمین پر لیٹ رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ کے پیچھے مسجد آئے تو دیکھا کہ دیوار کے ساتھ لیٹے ہیں اور پشت پر مٹی لگی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے ان کی پشت سے مٹی جھاڑی اور اسی مناسبت سے ابوتراب کہہ کر انہیں پکارا جس کے معنے ہیں ''مٹی کا باپ'' اور فرمایا اٹھو۔ گھر چلو یوں محبت سے ان کی ناراضگی دور کروانے کے سامان کئے۔ (بخاری) 61

خوشی غمی کے مواقع پر تربیتی ہدایات

شادی بیاہ یا موت فوت کے مواقع بھی جذباتی اظہار کے مواقع ہوتے ہیں اور خدشہ ہوتا ہے کہ ایسے مواقع پر بدرسوم رواج پا جائیں۔ نبی کریمؐ اس بات

کا خاص خیال رکھتے تھے۔شادیوں میں اسراف نہ کرنے اور سادگی اختیار کرنے کے لئے آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی پر بھی نمونہ دیا اور اپنی متعدد شادیوں کے موقع پر حسب حالات وموقع نہایت سادگی سے ولیمہ کی تقاریب ہوئیں۔ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ سفر خیبر سے واپسی پر ہوا جو کھجور اور پنیر پر مشتمل تھا۔حضرت زینبؓ کا مثالی ولیمہ لوگوں نے یاد رکھا اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت روٹی کھلائی تھی۔(بخاری کتاب النکاح) موت فوت اور غم کے مواقع پر بھی حضورؐ نے صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔بالخصوص اپنے بیٹے صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات، اپنے چچا حمزہؓ اور چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کی شہادت پر صبر کے بے نظیر نمونے پیش فرمائے۔عورتوں کو بھی صدمہ کے موقع پر صبر کی نصیحت فرماتے تھے۔

خواتین کی تربیت کے لئے ان کے مطالبہ پر ہفتہ میں ایک دن ان کے لئے مقرر تھا۔(بخاری) 62

عیدین پر تمام خواتین کی حاضری ضروری قرار دی۔اور فرمایا جن عورتوں نے بوجہ عذر نماز نہیں پڑھنی وہ مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوجائیں۔اس موقع پر حضورؐ مردوں میں خطبہ کے بعد عورتوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے تھے۔انہیں وعظ فرماتے تھے۔(بخاری) 63

اس طرح رسول کریمؐ خواتین کی تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔اس میں تربیت کا یہ راز مضمر تھا کہ تا اچھی تربیت یافتہ مائیں تربیت یافتہ نسلیں مہیا

کریں اور دین وتقویٰ میں اپنی اولاد کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔

چنانچہ حضرت زینبؓ بن ابی سلمہ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریمؐ کی بیوی حضرت ام حبیبہؓ کے پاس حاضر ہوئی۔ وہ فرمانے لگیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی مومن عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ سوائے اپنے خاوند کے کہ جس کے لئے وہ چار ماہ دس دن (عدت کے مطابق) سوگ کرے گی۔ (یعنی آرائش اور بناؤ سنگار سے پرہیز کرے گی۔) پھر میں زینب بنت جحشؓ کے پاس آئی جب ان کا بھائی فوت ہوا۔ انہوں نے تیسرے دن کے بعد کچھ خوشبو منگوا کر لگائی۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس خوشبو وغیرہ کی کوئی حاجت یا ضرورت نہیں مگر میں نے نبی کریمؐ سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے خاوند کے جس پر وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ (بخاری) 64

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت کرنے کا ایک عمدہ پہلو یہ تھا کہ کسی امر کے بارہ میں شکایت ملتی تو غائب کے صیغے میں نام لئے بغیر عمومی نصیحت فرمادیتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا خیال ہے فلاں فلاں آدمی ہمارے دین اسلام کی تعلیم کو صحیح طرح سے نہیں سمجھتے۔ یہ منافق لوگ تھے جن کا ذکر فرمایا۔ (بخاری) 65

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو خرید کر آزاد کیا۔لونڈی کے مالکوں نے یہ ناواجب شرط رکھ دی کہ اس لونڈی کی وفات پر اس کے ورثہ پر ان کا حق ہوگا۔ نبی کریمؐ کو پتہ چلا تو آپ نے خطبہ ارشاد کیا اور فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو جو اللہ کے فیصلہ کے خلاف شرطیں لگاتے ہیں۔ایسی شرطوں کی کوئی حیثیت نہیں۔غلام یا لونڈی کا ورثہ آزاد کرنے والے کا ہوتا ہے۔(اگر اس کی اپنی اولاد نہ ہو)۔(بخاری) 66

موقع ظن سے بچنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کے لئے ایک اصول یہ سکھایا کہ تہمت کے موقع سے بچنا چاہئے۔حضورؐ کا اپنا دستور بھی یہی تھا۔ایک رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔حضرت صفیہؓ آپؐ سے ملنے آئیں۔واپس جاتے وقت حضورؐ ان کے ساتھ ہو لئے تا کہ گھر تک چھوڑ آئیں۔ راستہ میں دو انصاری صحابہ ملے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک کر فرمایا یہ میری بیوی صفیہؓ بنت حیی میرے ساتھ ہیں۔انہوں نے نہایت تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم بھلا آپ کے بارہ میں کوئی غلط گمان کر سکتے ہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔(بخاری) 67

رسول کریمؐ کی تربیت کا انداز بہت پیارا تھا۔آپ نے کبھی ڈانٹ ڈپٹ

میں کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ایسے موقع پر بس اتنا فرماتے اسکی پیشانی خاک آلودہو اسے کیا ہو گیا ہے۔(بخاری)68

اور یہ بددعا نہیں بلکہ ایک رنگ کی دعا تھی۔اسے توفیق طاعت عطا ہو۔نماز پڑھے۔اللہ کے حضور سجدوں میں اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

اندازِ نصیحت

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو باہم جھگڑتے دیکھا۔ایک آدمی غصے سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔اس کا چہرہ پھول کر رنگ متغیر ہوگیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت خود اسے بلا کر یا مخاطب کر کے نصیحت نہیں فرمائی بلکہ علم النفس کا ایک گہرا نفسیاتی نکتہ سمجھاتے ہوئے تعجب انگیز انداز میں فرمایا مجھے ایک ایسی دعا کا پتہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ایک شخص نے جو یہ سُنا تو اس آدمی کو جا کر بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لو۔یعنی میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں تو غصہ دور ہو جائے گا مگر وہ کوئی گنوار بدو تھا۔بدبخت نے یہ نسخہ استعمال نہ کیا اور کہا میں کوئی دیوانہ ہوں۔جاؤ میں نہیں پڑھتا۔(بخاری)69

کاش! وہ شخص اس نسخہ کو آزماتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم النفس کا حیرت انگیز معجزہ اس کی ذات میں بھی ظاہر ہوتا لیکن اگر اس بدبخت بدو نے

تو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا ہم کیوں نہ یہ نسخہ آزمائیں۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفیر امن تھے۔لڑائی جھگڑا سخت ناپسند تھا اور آپ کی طبیعت پر یہ بہت گراں ہوتا تھا جس کا احساس آپ اپنے زیر تربیت صحابہ میں بھی اجاگر کرنا چاہتے تھے۔

ایک دفعہ رمضان کے آخری بابرکت ایام میں بذریعہ رؤیا آپ کو لیلۃ القدر کی طاق رات کا علم دیا گیا کہ کونسی رات ہے۔آپؐ صحابہ کو یہ خوشخبری سنانے آئے تو دیکھا کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔آپ کی توجہ اُن کی طرف ہوگئی اور اس رؤیا کا مضمون ذہن میں نہ رہا۔آپؐ نے فرمایا کہ وہ رات تمہارے جھگڑے کے باعث مجھے بھلا دی گئی ہے اور شاید اسی میں بھی حکمت ہو کہ تم لوگ اس کی تلاش میں زیادہ راتیں خدا کی عبادت میں گزار سکو۔اس لئے اب اسے طاق راتوں میں تلاش کرو۔(بخاری)70

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درشت طبع لوگوں کی تربیت بھی نرمی سے کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا جو رشتہ داروں سے بدسلوکی اور قطع رحمی کرتا تھا۔آپؐ اس سے بہت نرمی سے پیش آئے۔حضرت عائشہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا بدترین لوگ وہ ہیں جن کی بدزبانی سے بچنے کے لئے لوگ ان سے جان بچائیں۔(بخاری)71

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں توحید کی تعلیم دی وہاں اپنے صحابہ کی تربیت میں بھی یک رنگی پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔آپؐ کو دوغلی طبیعت کے اور دوہرے چہرے رکھنے والے لوگ سخت ناپسند تھے جو موقع محل کے مطابق اپنا چہرہ بدل لیں۔(بخاری) 72

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا مطمع نظر یہ تھا کہ سب مسلمان بھائی بھائی بن جائیں اور ایک پرامن معاشرہ قائم ہو۔

آپ صحابہ کو تلقین فرماتے تھے کہ آپس میں بغض وحسد نہ رکھو اور نہ ہی کسی کی پیٹھ پیچھے بات کرو۔اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔نیز فرماتے تھے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دو بھائی ملیں تو ایک دوسرے سے رخ پھیر لیں۔اگر کوئی ناراضگی ہو بھی تو بہترین شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کر کے ناراضگی دور کرے۔(بخاری) 73

نبی کریمؐ کی اس پاکیزہ تعلیم اور تربیت کے مجرب اصولوں کی روشنی میں عظیم تربیتی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔شرط یہ ہے کہ اسوۂ رسول مشعل راہ ہو۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب العلم باب العلم و العظة بالليل

2 مسند احمد جلد1ص91مطبوعہ بیروت

3 ترمذی کتاب التفسیر باب سورة الاحزاب

4 بخاری کتاب التفسیر سورة الشعراء زیر آیت وانذرعشیرتک الاقربین

5 مسند احمد جلد2ص446 مطبوعہ بیروت

6 مسند احمد جلد6ص344 مطبوعہ بیروت

7 مسند احمد بن حنبل جلد4ص359مطبوعہ بیروت

8 ابوداؤدکتاب الزکوة باب المسئلة فی المساجد1670

9 مجمع الزوائدجلد3ص164مطبوعہ بیروت

10 بخاری کتاب الایمان باب 9

11 بخاری بدء الوحی

12 مسلم کتاب البرو الصلة باب تحریم ظلم المسلم

13 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

14 ترمذی کتاب الدعوات باب منہ :3444

15 بخاری کتاب الادب باب مایکرہ من التمادح

16 بخاری کتاب تعبیر الرؤیاء

17 مسند احمد جلد3ص447مطبوعہ بیروت

18 بخاری کتاب التفسیر سورة الحجرات

19 بخاری کتاب الایمان باب الزکوة من اللہ

20 مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ836

21 بخاری کتاب الوضو ء باب صب الماء

22 بخاری کتاب الادب باب رحمته الناس

23 بخاری کتاب الادب باب رحمة الناس والبهائم

24 مسند احمدبن حنبل جلد5ص256مطبوعه بیروت

25 مجمع الزوائدجلد9ص15مطبوعه بیروت

26 ابن ماجه کتاب اقامة الصلوة باب ماجاء فیمن ترک الجمعه

27 بخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتهی به المجلس

28 بخاری کتاب الشرکه باب هل یقرع فی القسمه2313

29 بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوات الخمس کفارۃ

30 بخاری کتاب العلم باب الحیاء فی العلم

31 مسلم کتاب الزهد باب تشمیت العاطس 2991

32 بخاری کتاب الوضؤ باب دفع السواک الی الاکبر

33 مسلم کتاب الشربه باب ادارۃ الماء والبن عن یمین2030

34 ابن ماجه کتاب الاطعمه باب التسمیه عندالطعام

35 بخاری کتاب الادب باب اذا قال من ذافقال انا

36 بخاری کتاب الصلوة باب حد اتمام الرکوع

37 مسلم کتاب الشربه باب مایفعل الضیف اذا تبعه غیر من دعا2036

38 مسلم کتاب الاشربه باب آداب الطعام والشراب واحکامها2017

39 بخاری کتاب الزکوۃباب زکوۃ الابل

40 بخاری کتاب المغازی باب سجود الملائکۃ بدرا

41 بخاری کتاب الصوم باب قول النبی من ظلّل علیہ

42 بخاری کتاب المناسک باب امر النبی بالسکینۃ عندالافاضہ

43 بخاری کتاب الصوم باب الاعتکاف فی شوال

44 بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظۃ

45 بخاری کتاب العلم باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ

46 بخاری کتاب الایمان باب ا حب الدین الیہ ادومہ

47 بخاری کتاب الایمان باب قول النبی انا اعلمکم با للہ

48 ابوداؤد کتاب الادب باب فی الانتصار

49 مسند احمد بن حنبل جلد3ص14بیروت

50 مسند احمد جلد3ص246بیروت

51 مسند احمدجلد 2،ص225بیروت

52 بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک

53 مسلم کتاب اللباس باب النساء الکاسیات العاریات3971

54 مسند احمد بن حنبل جلد5ص163بیروت

55 ترمذی کتاب الفتن باب فی تغیر المنکر بالید

56 بخاری کتاب المناسک باب حج المرأہ عن الرجل

57 بخاری کتاب الجنائز باب من جلس عندالمصیبۃ یعرف فیہ الحزن11216

58 ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد

59 ابوداؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء

60 مسند احمد جلد3ص85مطبوعہ بیروت

61 بخاری کتاب الادب باب التکنی بابی تراب

62 بخاری کتاب العلم

63 بخاری کتاب العیدین

64 بخاری کتاب الجنائز باب احداد المرأة علی غیر زوجها

65 بخاری کتاب الادب مایکون فی الظن

66 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء

67 بخاری کتاب الادب باب التکبیر والتسبیح عندالتعجب

68 بخاری کتاب الادب باب ماینهی عن السباب

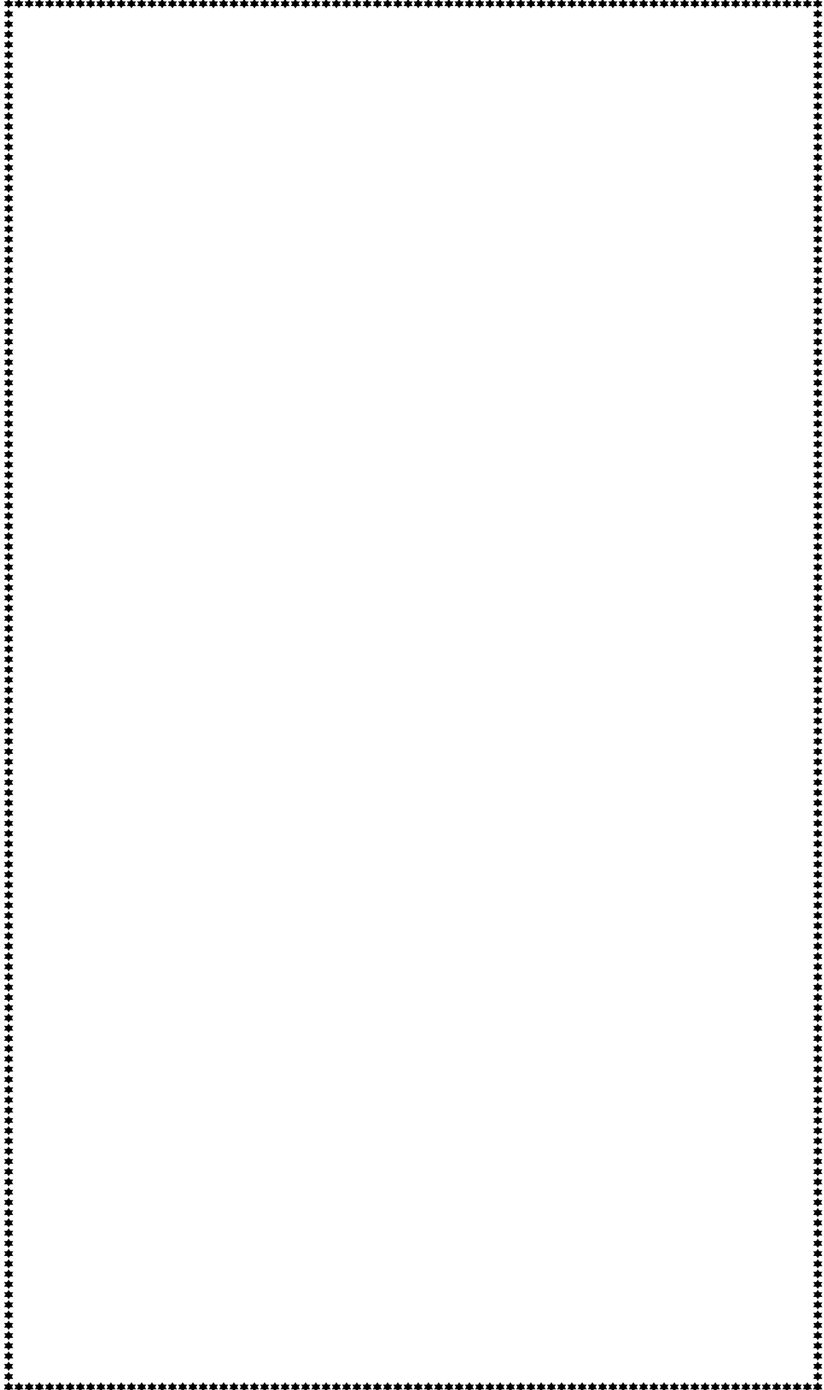
69 بخاری کتاب ا لادب باب ماینهی عن السباب واللعن

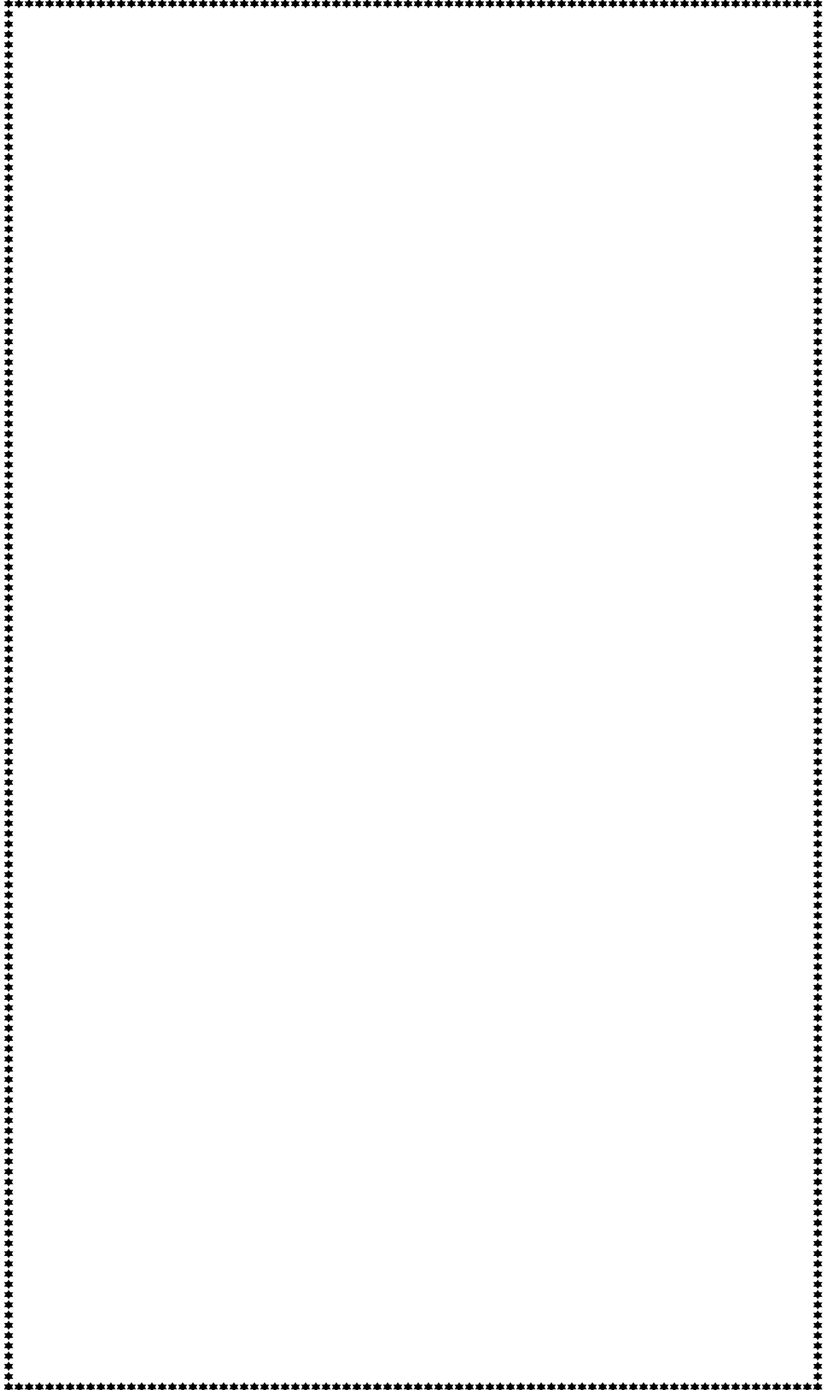
70 بخاری کتاب الادب باب ماینهی عن السباب

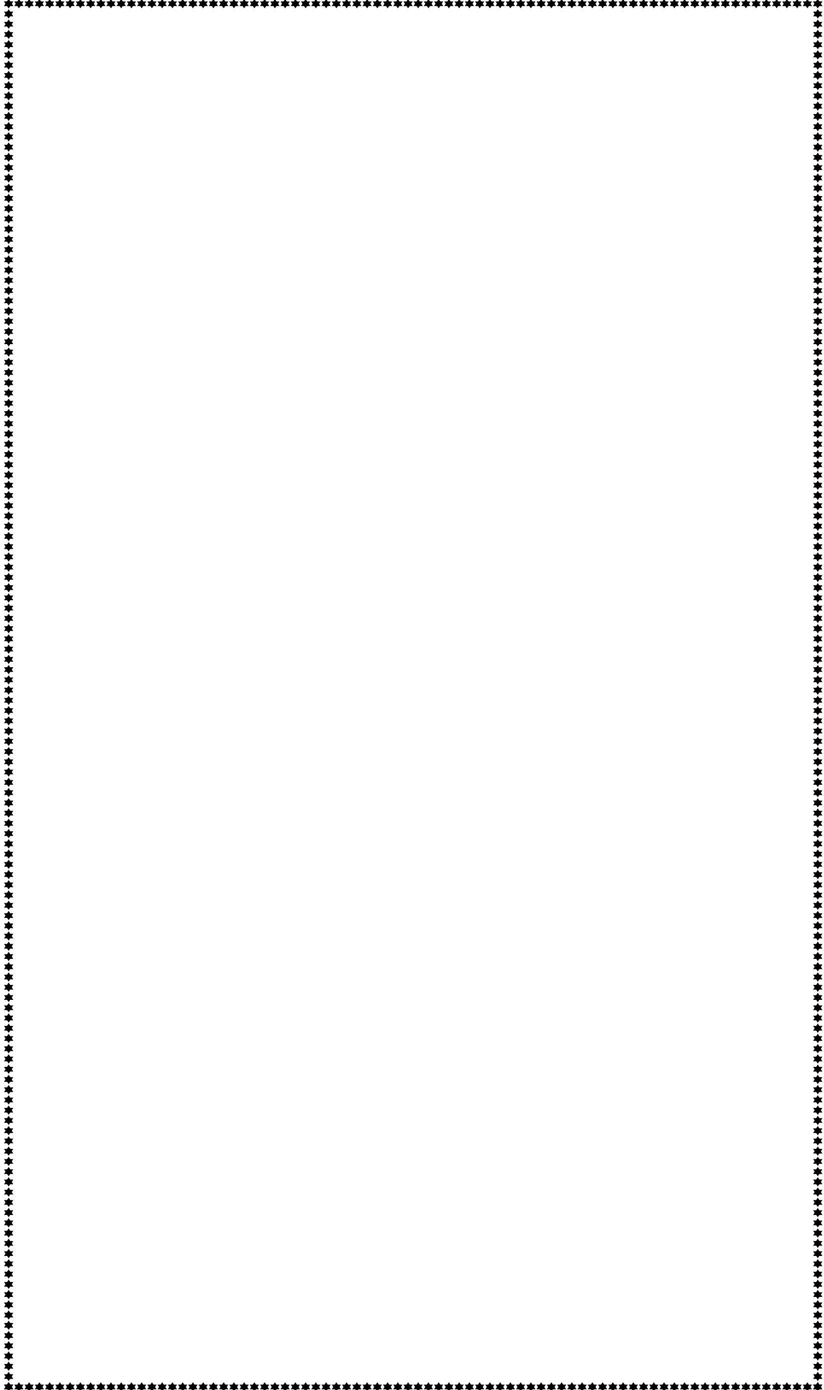
71 بخاری کتاب الادب باب مایجوز من اغتباب

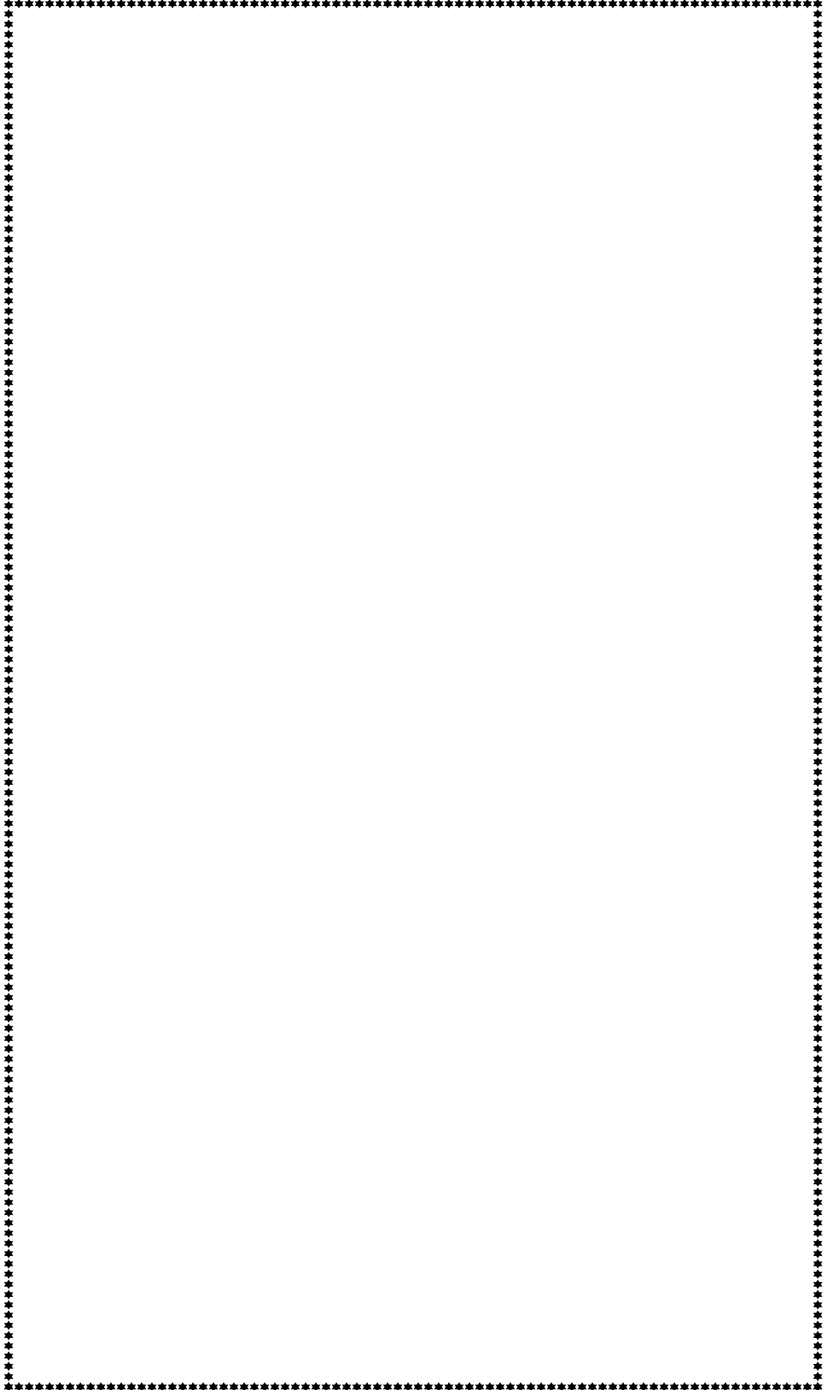
72 بخاری کتاب الادب باب واجتنبو ا قول الزور

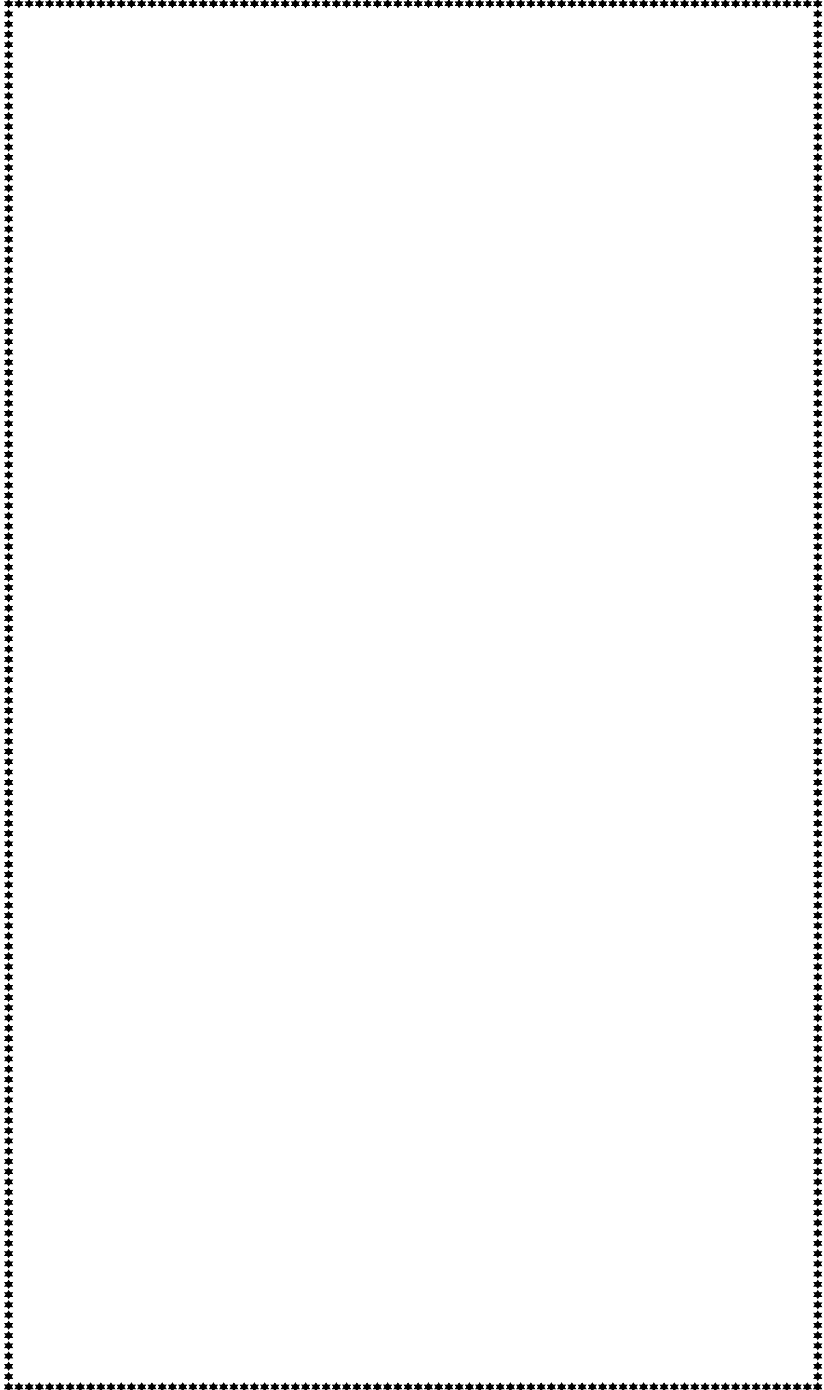
73 بخاری کتاب الادب باب الهجرة

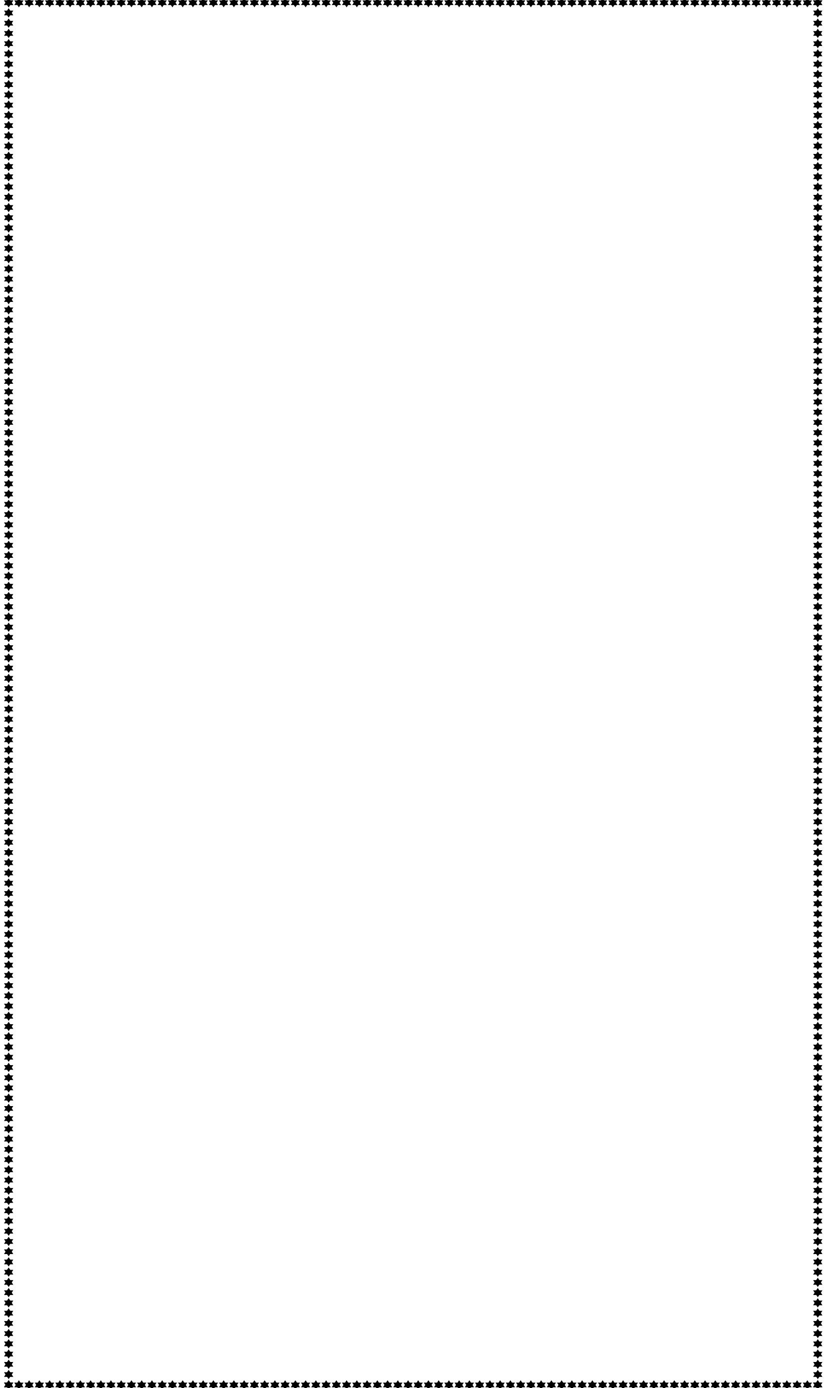


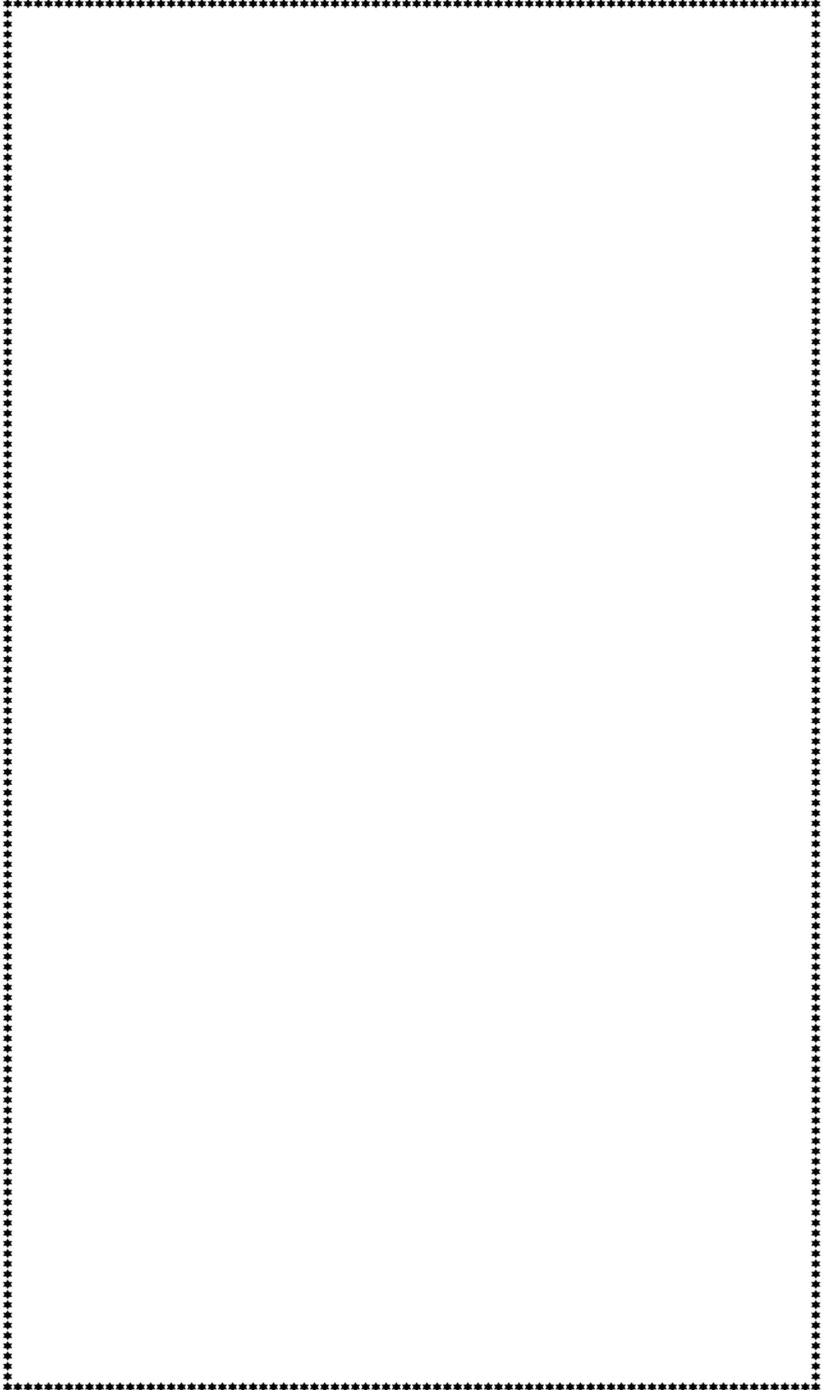


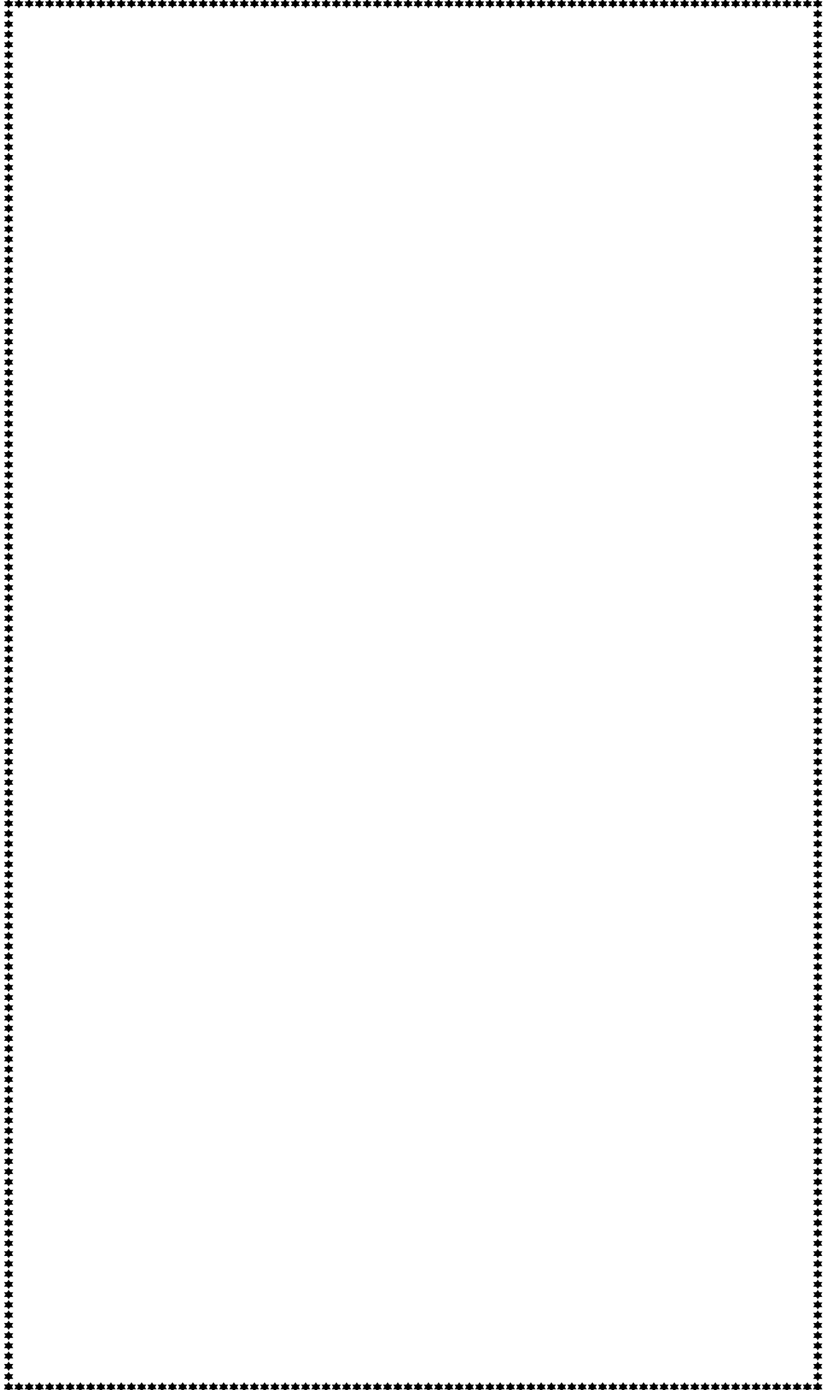


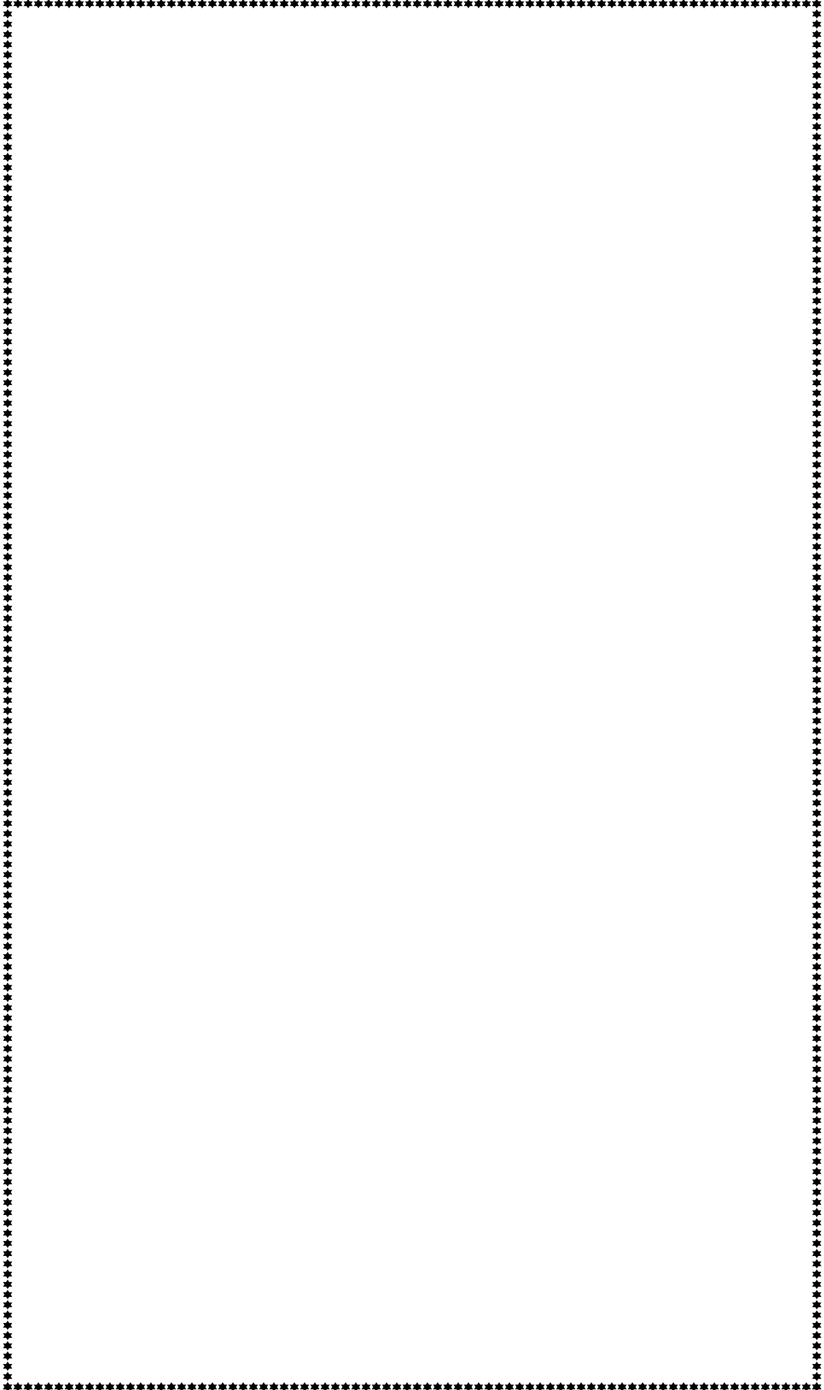


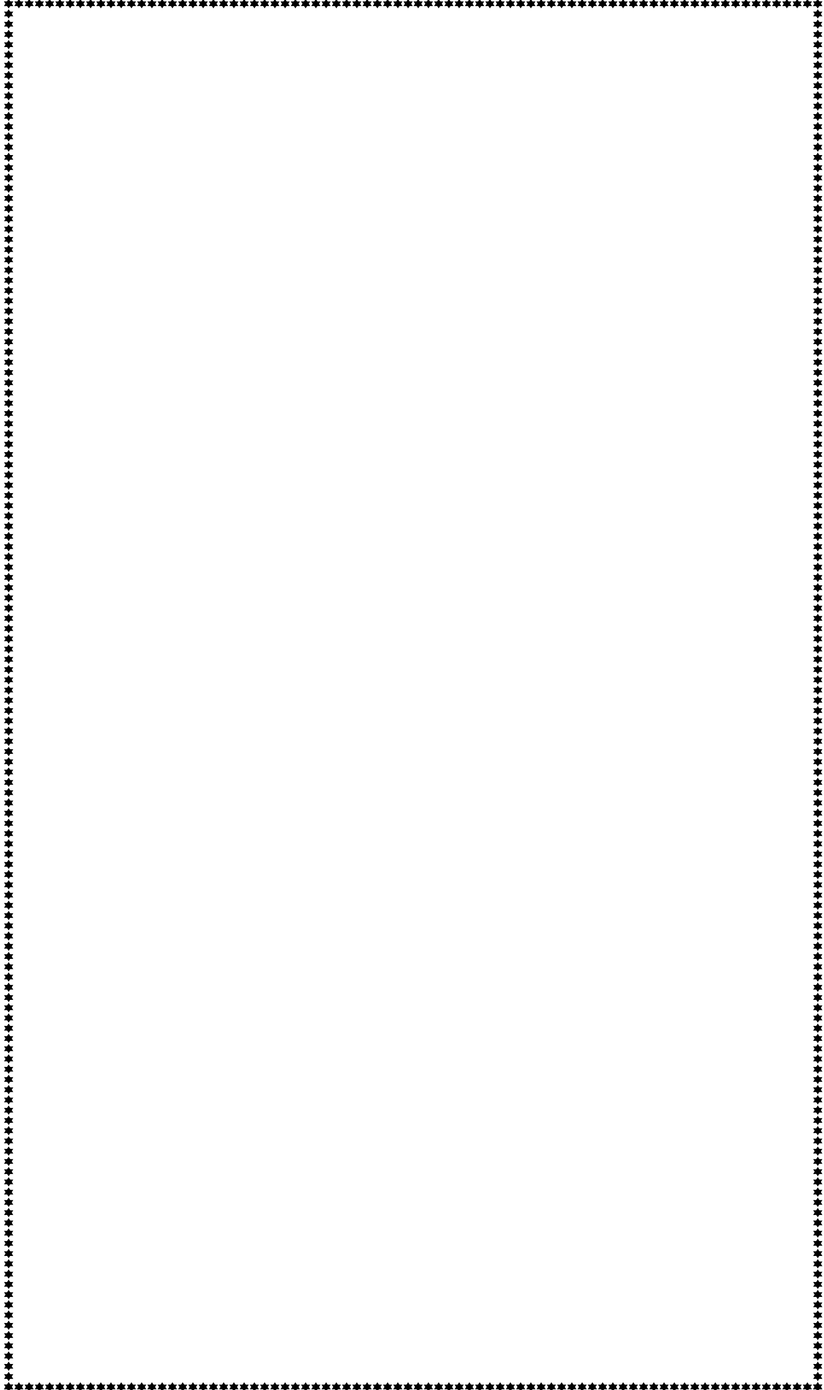


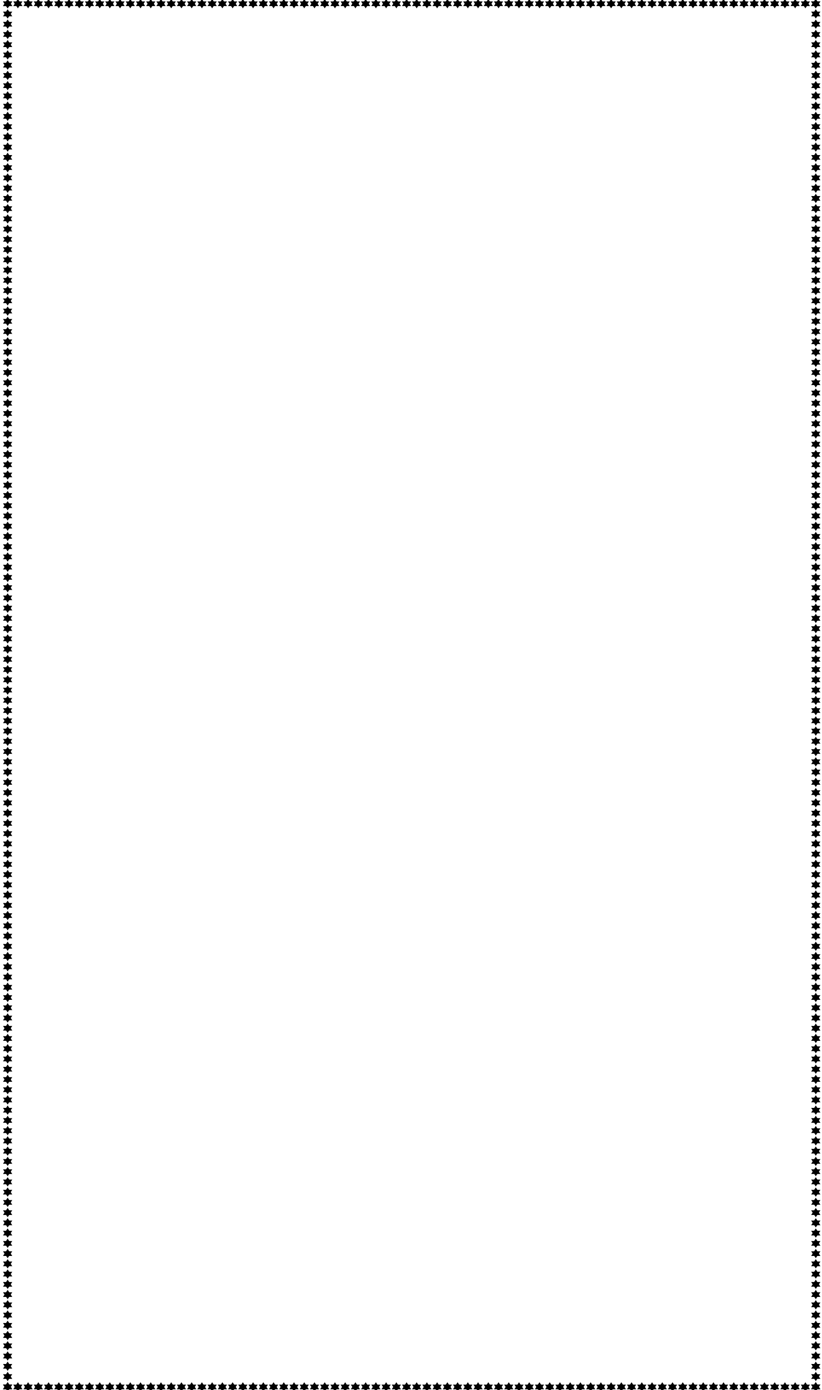












آنحضرتؐ کا انفاق فی سبیل اللہ اور جود وسخا

انفاق کی قرآنی تعلیم

مذہب اور دین کی بنیادی غرض دو ہی امر ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔ انفاق کے معنے خرچ کرنے اور لُٹانے کے ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ کا تعلق زیادہ تر حقوق انسانی کی ادائیگی سے ہے۔ تاہم فقراء و مساکین کی ضروریات کے علاوہ تعلیم و تربیت اور اشاعت اسلام کے خرچ نیز ملک وقوم کے دفاع کی خاطر جہاد بالسیف کی تیاری اور اس کے اخراجات بھی اللہ کی راہ میں مالی جہاد کے قرآنی حکم کی ذیل میں آتے ہیں۔ اس پہلو سے انفاق کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہو جاتا ہے۔

اسلامی تعلیم میں زکوٰۃ اور صدقات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں مومنوں کی بنیادی صفت ہی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (البقرہ:4) نیز فرمایا کہ اے مومنو! تم وہ قوم ہو جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے گئے ہو مگر تم میں سے بعض بخل سے کام لیتے ہیں...... پھر ان بخل کرنے والوں کو تنبیہ کرتے

ہوئے فرمایا کہ اگر تم پھر جاؤ تو اللہ تمہاری جگہ ایک اور قوم لے کر آئے گا جو تمہاری طرح نہ ہوں گے۔ (سورۃ محمد :39)

انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں قرآن شریف کی خوبصورت تفصیلی اور جامع تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی اور مالک ہے۔اس کے پاس بے شمار خزانے ہیں۔اسے اموال کی کوئی ضرورت نہیں۔انسان اس کے مقابل پر فقیر اور محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے فائدے کے لئے انہیں خرچ کرنے کی تحریک فرماتا ہے گویا ایک قسم کا قرض ہے جو بطور تجارت ان سے مانگا جاتا ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔ (سورۃ البقرہ:262) اور خدا کی رضا مندی اس کے علاوہ ہے۔ جبکہ استطاعت کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اللہ کو ناراض کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔(سورۃ محمد:39)

قرآن شریف میں انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں چنانچہ فرمایا کہ اپنے پاکیزہ اموال اور بہترین کمائی میں سے خدا کی محبت کی خاطر وہ خرچ کرو جو تمہیں بہت پسند ہو۔ (سورۃ آل عمران:93) پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کے حقوق احسان کے ساتھ ادا کرو یعنی والدین اولاد بیوی بچوں بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلوک کرتے ہوئے خرچ کرو۔ یتامیٰ اور مساکین کے حقوق ادا کرو۔(سورۃ البقرہ:216) خاموشی اور رازداری سے اور غرباء کی عزت نفس قائم رکھتے ہوئے انہیں دو۔ جہاں ضرورت ہو دوسروں کو

تحریک کے لئے اعلانیہ بھی خرچ کرو۔(سورۃ البقرہ:275) خدا کی راہ میں کسی کو دے کر احسان جتا کر اپنی مالی قربانی برباد نہ کردو۔ (سورۃ البقرہ:265)

سنت رسول اور ارشادات نبویؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ نے اسلامی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ اپنے اموال خرچ کرنے کا بہترین نمونہ دیا ہے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق عین قرآن شریف کے مطابق تھے اور بلاشبہ آپ کی پاکیزہ سیرت انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں قرآنی تعلیم کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگی اور فراخی کے دونوں زمانے دیکھے جن میں آپ کے اخلاق کھل کر دنیا کے سامنے آئے۔ دونوں زمانوں میں ہی ہمیشہ آپ کی کیفیت ایسے مسافر کی سی رہی جو کچھ دیر کسی درخت کے نیچے آرام کرنے اور سستانے کے لئے ٹھہرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر آگے روانہ ہو جاتا ہے۔ عارضی دنیا اور اس کے اموال سے آپ کو چنداں رغبت نہ تھی۔ (بخاری)[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ اور صحابہ کی بھی اسی انداز میں تربیت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہؓ کی مجلس میں ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جسے (اپنے بعد میں ہونے والے) وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز اور پیارا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم میں سے کوئی بھی

ایسا نہیں جسے اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو- آپؐ نے فرمایا تو پھر یاد رکھو تمہارا اصل مال وہی ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھجوا چکے ہو جو پیچھے باقی رہ گیا وہ وارثوں کا مال ہے-(بخاری) 2

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری ذبح کروائی اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کروایا اور بعد میں پوچھا کہ کیا اس گوشت میں سے کچھ باقی بچا ہے- گھر والوں نے جواب دیا کہ سارا تقسیم کر دیا گیا ہے- اپنے لئے تھوڑا سا بچا ہے- فرمایا جو تقسیم کر دیا دراصل وہ بچ گیا ہے (کہ اس کا اجر محفوظ ہو گیا) اور جو بچ گیا ہے سمجھو کہ یہ ضائع ہو گیا-(ترمذی) 3

مدینہ میں رسول اللہؐ کے پاس بحرین سے مال آیا تو فجر کی نماز میں کثرت سے لوگ آئے۔فرمایا میں تمہارے بارے میں فقر و غربت سے خائف نہیں ہوں بلکہ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ دنیا تم پر فراخ کر دی جائے گی پھر تم کہیں پہلی قوموں کی طرح آپس میں مقابلے کرنے نہ لگ جاؤ اور اُن کی طرح تمہارا انجام نہ ہو۔(بخاری) 4

مال سے بے رغبتی کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رجحان اور قلبی کیفیت کا اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے فرمایا:-

”اگر میرے پاس اُحد کے برابر بھی سونا آ جائے تو مجھے خوشی اس میں ہو گی کہ اس پر تیسرا دن چڑھنے سے پیشتر اللہ کی راہ میں اسے خرچ کر

دوں اور ضرورت سے زائد ایک دینار بھی بچا کے نہ رکھوں اور سارا مال خدا کی راہ میں دل کھول کر یوں خرچ کر دوں اور لٹا دوں۔ آپ نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہاتھوں کے اشارے کر کے بتایا۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ زیادہ مالدار ہیں قیامت کے دن وہ گھاٹے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جو اس طرح دائیں بائیں آگے اور پیچھے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری)5

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھی یہی روح پیدا فرمانا چاہتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی۔ (بخاری)6

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ کی یہ تعریف فرمائی کہ وہ صدقہ جو صحت کی حالت میں ذاتی ضرورت کے باوجود ایسے وقت میں دیا جائے جب افلاس کا اندیشہ ہو اور غنا کی امید۔ ایسا صدقہ اجر میں سب سے بڑھ کر ہے۔ پھر آپؐ نے یہ نصیحت فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کے لئے زندگی کے آخری لمحات کا انتظار کرتے رہو۔ جب جان کنی کا وقت آجائے تو یہ فیصلے کرنے بیٹھو کہ اچھا اب اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کو۔ آخری لمحوں کی اس دریا دلی کا کیا ثواب؟ جبکہ وہ مال پہلے ہی کسی

اور کی ملکیت ہونے والا ہے۔ (بخاری) 7

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث قدسی بھی سنایا کرتے تھے کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کرتا رہ۔ میں تجھے عطا کروں گا۔ (بخاری) 8

نیز فرماتے تھے کہ غنا یا امارت دولت کی کثرت کا نام نہیں بلکہ اصل امارت تو دل کا غنا ہے۔ (بخاری) 9

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ اپنی روپوؤں کی تھیلی کا منہ (بخل کی راہ سے) بند کر کے نہ بیٹھ جانا ورنہ پھر اس کا منہ بند ہی رکھا جائے گا (یعنی اگر کوئی روپیہ اس سے نکلے گا نہیں تو آئے گا کہاں سے؟) جتنی طاقت ہے دل کھول کر خرچ کیا کرو۔ (بخاری) 10

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خوشی اور انشراح صدر کا جو عالم تھا وہ اس بات سے خوب عیاں ہے جو آپؐ نے بخیل اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں جیسی بیان فرمائی جنہوں نے لوہے کے دو جبے سینے سے گلے تک پہن رکھے ہوں ؕ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے اس کا جبہ مزید کھلتا اور فراخ ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے تمام جسم حتیٰ کہ انگلیوں کے پوروں تک کو

ڈھانک لیتا ہے۔ (اور اس کا نشان تک مٹ جاتا ہے) اور بخیل ہر دفعہ جب کچھ خرچ نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لوہے کے جبہ کے حلقے تنگ پڑتے جاتے ہیں وہ ان کو کشادہ کرنا چاہتا ہے۔مگر نہیں کر پاتا۔ (یعنی سخت تنگی اور گھٹن کی کیفیت میں ہوتا ہے)۔ (بخاری) 11

آداب انفاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی اپنے صحابہ کو سکھائے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت دکھاوے یا ریاء سے کام نہیں لینا چاہئے۔ جو شخص ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا یعنی اسے شہرت اور مقبولیت تو حاصل ہو جائے گی مگر اجر سے محروم ہوگا اور خدا کی رضا نہ پا سکے گا۔ (بخاری) 12

رازداری سے صدقہ دینے والے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب خدا کی پناہ اور سائے کے سوا کسی کی پناہ کوئی کام نہ دے گی تو وہ صدقہ دینے والا خدا کی پناہ میں ہوگا، جس نے اتنی رازداری سے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا کہ بائیں ہاتھ تک کو خبر نہ ہوئی۔ (یعنی اس نے مکمل رازداری سے کام لیا)۔ (بخاری) 13

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترجیحات بھی بیان فرمائیں۔اسی کے مطابق آپؐ خود بھی خرچ فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا

کہ بہترین مال وہ ہے جو ایک شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، پھر وہ مال جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرے، پھر وہ مال جسے وہ اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم) 14

آپؐ نے فرمایا کہ ایک مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے حق میں صدقہ (یعنی مالی قربانی) شمار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ایک لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے تو وہ بھی اس کے حق میں نیکی شمار ہوتی ہے۔ (بخاری) 15

اسی طرح فرماتے تھے کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو صدقہ دینے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے بلکہ دوہرا ثواب ہوتا ہے۔ صدقہ کا ثواب الگ اور قرابت داری کا حق ادا کرنے کا اجر الگ۔ چنانچہ آپؐ نے بیوی کو خاوند پر صدقہ کرنے اور باپ کو بیٹے پر صدقہ کی تحریک فرمائی۔ (بخاری) 16

انفاق کی خاطر قناعت کی قربانی

انفاق فی سبیل اللہ کی اس پاکیزہ تعلیم پر ہر پہلو سے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے عمل کر کے دکھایا۔ رحمان خدا کے اس عظیم بندے میں سب سے بڑھ کر یہ شان جھلکتی تھی کہ نہ اسراف کی طرف میلان تھا نہ بخل کی طرف رجحان، بلکہ ایک کمال شانِ اعتدال تھی۔ چنانچہ گھریلو زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسب حال سادگی اور قناعت کا طریق اختیار

فرماتے تھے- یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ایک گوناں تیاری ہوتی تھی کہ خود تکلیف اٹھا کر اور قربانی کر کے بھی دینی ضروریات مقدم رکھی جائیں-

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ تشریف لائے آپؐ کے خاندان نے کبھی مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی- نیز انہوں نے بیان کیا کہ ہمارا پورا پورا مہینہ اس حال میں گزر جاتا تھا کہ جس میں ہم آگ نہیں جلاتے تھے- کھجور اور پانی پر گزر بسر ہوتی تھی سوائے اس کے کہ کچھ گوشت (بطور تحفہ) کہیں سے آجائے- (بخاری) 17

انسانوں میں سب سے بڑا سخی

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کا سوال ہے- آپؐ سے بڑھ کر کوئی شاہ دل اور سخی نہ تھا- حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں سب سخیوں سے بڑے سخی کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ اللہ تمام سخاوت کرنے والوں سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا ہے- پھر میں تمام انسانوں میں سے سب سے بڑا سخی ہوں- (ھیثمی) 18

یہ محض آپؐ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ جس نے بھی آپ کی سخاوتوں اور فیاضیوں کے جلوے دیکھے وہ یہی رائے دینے پر مجبور ہوا- آپؐ کے چچا زاد

بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ (جنہیں بہت قریب سے آپؐ کے احوال مشاہدہ کرنے کا موقع ملا) نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان کے مہینہ میں اپنے انتہائی عروج پر پہنچ جاتی تھی، جب جبریلؑ آپ سے ملاقاتیں کرتے تھے اس وقت آپؐ کی سخاوت اپنی شدت میں تیز آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ (بخاری) 19

رمضان وہ برکتوں والا مہینہ ہے جس میں نیکی کا ثواب عام دنوں کی نسبت کہیں بڑھ کر ہے۔ دوسرے جبریلؑ کی ملاقاتوں سے رسول اللہؐ کی روحانی وعلمی ترقیات میں اضافہ ہوتا تھا اور آپؐ زیادہ سے زیادہ صدقہ کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاق فی سبیل اللہ اور سخاوت کے انداز بھی بے شمار تھے۔ ہر چند کہ آپ دینی وقومی ضروریات کو مقدم رکھتے تھے تاہم ابتدائی زمانہ میں کثرت سے کمزور اور غریب لوگوں کے قبول اسلام کے باعث ان کی امداد اور حاجت روائی بھی ایک نہایت ضروری شعبہ تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی اور جماعتی دونوں لحاظ سے بہت توجہ دیتے تھے اور ایک بہت بڑا حصہ اموال کا اس پر خرچ ہوتا تھا۔

اس زمانہ میں مہمان نوازی کے لئے کوئی علیحدہ مرکزی انتظام نہیں تھا اس لئے آنے والے مہمانوں کی اولین ذمہ داری آپؐ کے اہل خانہ پر ہی ہوتی تھی۔ گھریلو اخراجات کا ایک بہت بڑا حصہ آپؐ اس پر صرف فرما دیتے تھے۔

آپؐ ہمیشہ ضرورت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ لوگوں کی ضرورتوں کا خود خیال رکھتے۔ سوال سے پہلے از خود مدد کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ جب بھی کوئی سوالی آپؐ کے در پر آتا تو کبھی خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔ آپؐ بطور ھبہ بھی عطا فرماتے اور بطور صدقہ بھی۔ گویا امیر و غریب آپؐ کی عطا سے فیضیاب ہوتے۔ احباب کو از خود بھی تحائف بھجواتے اور اُن کے تحائف کا بہتر بدلہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ اور مختلف حیلوں سے بھی دیتے تھے۔ کبھی قرضہ لیا تو بوقت ادائیگی زیادہ دے دیا۔ کبھی کسی سے کوئی چیز خریدی تو قیمت زیادہ عطا فرمادی اور کبھی چیز اور قیمت دونوں ہی بخش دیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے کی یہ کیفیت آغاز جوانی سے ہی تھی۔ آپؐ خود حالت یتیمی سے گزرے اور کمزوری کا زمانہ دیکھا تھا، اس لئے جونہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے آپؐ نے حسب توفیق غرباء کی مدد اور ہمدردی کا ایک سلسلہ شروع فرمادیا۔ مکہ کے ابتدائی دور میں دعویٰ نبوت سے پہلے کفار قریش کے ساتھ آپؐ معاہدہ حلف الفضول کے اسی لئے رکن بنے تھے تا غرباء کی حق تلفیوں کے ازالے میں معاون ہوسکیں۔

مکی دور میں مالی جہاد اور حضرت خدیجہؓ کی گواہی

شادی سے قبل حضرت خدیجہؓ کے اموال تجارت سے جو منافع پایا اس سے بھی کوئی جائیداد نہیں بنائی، نہ اپنی تجارت بڑھائی بلکہ اللہ کی راہ میں غرباء پر

خرچ کر دیا- پھر حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوئی انہوں نے اپنے تمام اموال اور غلام آپؐ کے سپرد کر دیئے- آپؐ نے غلام زید بن حارثہؓ کو آزاد کر دیا اور اموال خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کئے- چنانچہ جب پہلی وحی کے نئے تجربے پر آپؐ کو طبعاً گھبراہٹ ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے جو کلمات کہے ان سے نہ صرف اس زمانہ میں آپ کے انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ظاہر ہوتی ہے بلکہ خدا کی راہ میں آپ کے خرچ کے طریقے بھی کھل کر سامنے آتے ہیں-

حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے پاکیزہ اخلاق پر یہ بے لاگ تبصرہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہرگز رسوانہیں کرے گا- آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں ٗ غریبوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں ٗ جو نیکیاں مٹ چکی ہیں وہ آپؐ قائم کرتے ہیں، آپ مہمان نوازی کرتے اور حقیقی مصائب میں لوگوں کی امداد کرتے ہیں- (بخاری)20

بعض روایات میں ہے کہ ورقہ بن نوفل نے بھی پہلی وحی کا حال سن کر یہی گواہی دی تھی- اس سے خوب اندازہ ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے آپؐ کن کن راہوں میں خرچ کرتے تھے- ہجرت کے بعد آپؐ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے تھے- آپ کا کوئی ذاتی ذریعہ آمد نہیں تھا- اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی جملہ ضروریات معاش کا ذمہ خود اٹھایا ہوا تھا- جیسے فرمایا کہ تمہارے رزق کا انتظام ہم خود کریں گے۔ (سورۃ طٰہٰ:133)

مدنی دور اور انفاق فی سبیل اللہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو انصار مدینہ نہایت اخلاص اور ایثار سے ہدایا اور تحائف پیش کرتے رہے۔ کسی نے دودھ دینے والے جانور پیش کئے تو بعض نے کھجور کے درخت آپؐ کے لئے وقف کر دیئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حسب ضرورت اپنے استعمال میں بھی لاتے اور ضرورت مند صحابہ کی حاجت روائی بھی فرماتے رہے۔

بعد میں جب 4 ھ میں یہود بنی نضیر اپنی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلا وطن ہوئے تو ان کے کھجوروں کے باغات بطور خمس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں آئے۔ آپؐ ان کے پھلوں کو فروخت کر کے اہل خانہ کے سال بھر کے اخراجات خوراک اور غلہ وغیرہ کا انتظام فرما لیتے تھے اور باقی مال جو ضرورت سے زائد ہوتا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔ (بخاری) 21

ہر چند کہ خمس یعنی اموال غنیمت کا پانچواں حصہ مکمل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صوابدیدی اختیار پر تھا کہ اسے جیسے چاہیں دینی مقاصد کے لئے اپنی ذات اور اہل وعیال پر نیز رشتہ داروں، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں پر خرچ کریں۔ مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال احتیاط سے اپنے لئے صرف ضروری سامان معاش پر ہی اکتفا کیا اور جو ضرورت سے بچ جاتا تھا خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے حتیٰ کہ اگلے دن کے لئے بھی بچا کے نہیں رکھتے تھے۔ (ترمذی) 22

الغرض آپ نے اپنے لئے قناعت کا طریق ہی پسند فرمایا-اورفراخی کے زمانہ میں جب ازواج مطہرات نے بعض مطالبات کئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اختیار دیا کہ اگر وہ دنیا اوراس کی زینت کی خواہاں ہیں اور آپؐ کی طرح سادگی اور قناعت اختیار نہیں کرسکتیں تو بے شک مال ومتاع لے کر آپؐ سے الگ ہو جائیں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کو مقدم رکھنا ہے تو ایسی نیک عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہترین اجر تیار کررکھا ہے-(سورۃ الاحزاب:29)

بے شک ازواج النبیؐ نے اپنے مقام کے مطابق اللہ اوراُس کے رسول کو ہی ترجیح دی، مگراس تنبیہ سے یہ مقصد کھل کر سامنے آ گیا کہ اموال کی کثرت کے نتیجہ میں اسراف نہ ہونے پائے- بعد میں ازواج مطہرات کے معقول وظائف بھی مقرر ہوئے اورانہوں نے بھی اسوہ رسولؐ کی روشنی میں اپنے اموال بے دریغ خدا کی راہ میں خرچ کئے-

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال عسر ویسر میں انفاق فی سبیل اللہ کی تمام مدات میں دل کھول کر خرچ کر کے دکھایا-

حاجت مندوں کا خود خیال رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت مندوں کی ضروریات کا خود خیال رکھتے تھے- جیسا کہ قرآن شریف میں بیان ہے آپؐ چہرہ کے آثار سے ہی ایسے لوگوں کو بھانپ لیتے تھے۔ پھران کے سوال کرنے سے پہلے ہی ازخود

ان کی ضروریات ذاتی ایثار کر کے بھی پوری فرماتے تھے-اصحاب صفہ اکثر آپ کے احسان وتلطف سے مستفیض ہوتے تھے- ان اصحاب اور حضرت ابوھریرہؓ کی مہمان نوازی کی وہ مثال کیسی ایمان افروز ہے جب فاقہ مست ابوھریرہؓ بھوک سے بدحال ایک قرآنی آیت کی تفسیر ابوبکرؓ وعمرؓ سے دریافت کرتے ہیں۔مقصود یہ تھا کہ شاید وہ اس آیت کی عملی تفسیر کے طور پر کچھ کھانے پینے کا سامان کر دیں- اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ابوھریرہؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور چہرہ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ ابوھریرہؓ فاقہ سے ہے۔آپؐ نے فرمایا ابوہریرہؓ بھوک لگی ہے چلو میرے ساتھ چلو۔ابوہریرہؓ ساتھ ہو لئے۔ آپؐ دودھ کا ایک پیالہ لائے اور فرمایا کہ جا کر اہل صفہ کو بھی بلا لاؤ- یہ وہ مستحق اور غریب لوگ تھے جو مسجد نبوی میں اقامت پذیر ہو کر قرآن وسنت کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ رسول اللہؐ اکثر ان کے لئے صدقات بھجوا دیتے اور تحائف میں بھی انہیں شریک کرتے- اس موقع پر بھی آپؐ ان اصحاب صفہ کو نہیں بھولے- پہلے انہیں دودھ پیش کیا پھر ابوہریرہؓ کو خوب سیر کر کے آخر میں خود نوش فرمایا-(بخاری)23

معذوروں کا خیال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی راہ میں اموال کی تقسیم کے وقت معذور محتاجوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے- ایک دفعہ کہیں سے کچھ کپڑے

آئے جو آپؐ نے تقسیم فرمائے- مدینہ میں ایک نابینا ضرورت مند صحابی حضرت مخرمہؓ بھی ہوتے تھے- انہیں خبر ہوئی تو سخت ناراضگی کے عالم میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے باہر سے ہی پکارنے لگے کہ میرا حصہ کہاں ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخرمہؓ کی آواز سنتے ہی پہچان گئے ۔گھر سے ایک قمیص اٹھائے باہر تشریف لائے۔فرمایا اے مخرمہؓ! ہم نے تو پہلے ہی آپ کے لئے ایک قمیص سنبھال کر رکھ لیا تھا۔(بخاری) 24

مختلف حیلوں سے امداد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ شفقت اپنے صحابہ کی ضروریات پر خود نظر رکھتے تھے- امداد کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ ان کا احساس خودداری بھی مجروح نہ ہونے پائے اور دست سوال دراز کرنے کی بھی نوبت نہ آئے-

ایک جاں نثار صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی محبت بھرا معاملہ رسول اللہؐ نے فرمایا- جابرؓ کے والد عبداللہؓ اُحد میں شہید ہوئے تو سات بہنوں کی پرورش کا بوجھ ان کے سر پر تھا- دوسری طرف والد کے ذمہ یہود مدینہ کا خاصا قرضہ بھی واجب الادا تھا- اسی دوران امور خانہ داری سنبھالنے کے لئے جابرؓ کو اپنی شادی کا فیصلہ بھی جلد کرنا پڑا- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان جملہ حالات پر نظر تھی- آپ ان کی مدد بھی کرنا چاہتے

ہوں گے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ جابر غیور اور خوددار نوجوان ہے۔ جلد ہی ایک غزوہ سے واپسی پر آپؐ نے اس کا موقع پیدا کرلیا۔ جابرؓ کا اونٹ اچانک اَڑ کر رک گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فوراً اس اونٹ کا سودا طے کر لیا۔ مدینہ آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خزانچی حضرت بلالؓ کو اونٹ کی قیمت ادا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جب جابرؓ وہ قیمت وصول کر کے جانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر فرمایا کہ قیمت کے ساتھ اپنا اونٹ بھی واپس لیتے جاؤ۔ اس طرح اپنے ایک پیارے صحابی کی ضرورت کے وقت امداد بھی فرمادی اور اس کی عزت نفس بھی قائم رکھی۔ (بخاری) 25

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت مند کی حاجت دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے اور جب تک حاجت روائی نہ فرمالیتے چین نہ آتا۔ مضر قبیلے کا وفد آیا تو انہیں ننگے پاؤں اور جانوروں کی کھالیں اوڑھے دیکھ کر اور ان کے چہروں پر فاقہ کے آثار محسوس کر کے آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپؐ بے چینی میں اندر تشریف لے گئے، پھر باہر آئے اور بلالؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں۔ بلالؓ کی منادی پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپؐ نے نہایت مؤثر وعظ فرمایا اور اس وفد کی امداد کی تحریک کی۔ صحابہؓ کرام نے مالی قربانی کی اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا اور حسب توفیق ہر قسم کی ضرورت کا سامان حاضر کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دل کی مراد پورے ہوتے دیکھی تو مسرت سے آپ کا چہرہ تمتمانے لگا۔ (مسلم) 26

ابو اسیدؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی آپؐ نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ اس کی مزید وضاحت فرماتے تھے کہ جب آپؐ کسی سائل کا سوال پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو جواب میں ہاں فرماتے اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہوتا تو خاموش رہتے۔ چنانچہ کبھی کسی کے لئے ''نہ'' کا کلمہ آپ کی زبان پر جاری نہیں ہوا۔ (ھیثمی) 27

کبھی کوئی ضرورت مند آتا جس کی آپؐ مدد کرنا چاہتے اور پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اسے فرماتے کہ میرے وعدے پر اتنا قرض لے لو، جب ہمارے پاس مال آئے گا تو ہم ادا کردیں گے۔ ایک دفعہ کسی ایسے موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس بات کا حکم تو نہیں دیا جس کی آپؐ کو طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات پسند نہیں فرمائی۔ وہاں موجود ایک انصاری صحابی کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ آپؐ دل کھول کر خرچ کریں اور خدائے ذوالعرش سے افلاس سے نہ ڈریں۔ رسول اللہؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (ترمذی) 28

فراخدلی

رسول کریمؐ ہمیشہ فراخدلی سے عطا کرتے تھے۔ ضرورت مند بعض دفعہ آپ سے اپنا حق سمجھ کر مانگتے تھے مگر آپؐ کبھی برا نہ مناتے۔ ایک دفعہ ایک بدو نے آپؐ سے دست سوال دراز کرتے ہوئے عجیب گستاخانہ طریق اختیار کیا۔ جو

چادر آپ ؐ نے اوپر لی ہوئی تھی اسے اس نے اتنے زور سے کھینچا کہ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے اور پھر بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا مجھے اللہ کے اس مال میں سے عطا کریں جو آپؐ کے پاس (امانت) ہے۔ آپؐ نے اس دیہاتی کے اس رویہ پر نہ صرف صبر وضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا بلکہ نہایت فراخدلی سے مسکراتے ہوئے اس کی امداد کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ (بخاری) 29

بدی کے بدلہ میں نیکی

ایک دفعہ ایک اور دیہاتی نے جب آپؐ کے گلے کا پٹکا کھینچ کر آپ ؐ کو تکلیف پہنچائی اور اس طرح سخت کلامی کرتے ہوئے مانگا اور کہا کہ یہ مال نہ آپؐ کا ہے نہ آپؐ کے باپ دادا کا۔ اللہ کے اس مال میں جو ہمارا حق ہے وہ ہمیں دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن اے اعرابی! تم نے جو چادر کھینچ کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس کا بدلہ تو تم سے لیا جائے گا۔ وہ بے اختیار بول اٹھا، ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا آخر کیوں تم سے بدلہ نہ لیا جائے؟ اس نے کیسی صاف گوئی اور سادگی سے کہا۔ بدلہ اس لئے نہیں ہوگا کہ آپؐ ہمیشہ بدی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر جو اور ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کھجوریں عطا فرما کر رخصت کیا۔ (الشفاء) 30

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر اپنی ضرورت سے متعلق سوال کیا۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب حال جو میسر تھا عطا فرما دیا- وہ اس پر سخت چیں بجبیں ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی بے ادبی کے کچھ کلمات کہہ گیا۔صحابہ کرام نے سرزنش کرنا چاہی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ۔آپؐ اس بدو کو اپنے ساتھ گھر لے گئے، اسے کھانا کھلایا اور مزید انعام و اکرام سے نوازا۔ پھر پوچھا کیا اب راضی ہو؟ وہ خوش ہو کر بولا اب تو میں کیا میرے قبیلے والے بھی آپؐ سے راضی اور خوش ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ میرے صحابہ کے سامنے بھی جا کر یہ اظہار کر دینا کیونکہ تم نے ان کے سامنے میرے ساتھ سخت کلامی کر کے ان کی دلآزاری کی تھی- جب اس نے صحابہ کے سامنے بھی اسی طرح اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا! میری مثال اس اونٹ کے مالک کی طرح ہے جو اپنے اڑیل اونٹ کو بھی قابو کر لیتا ہے- میں بھی سخت مزاج لوگوں کو محبت سے سدھا لیتا ہوں- (ھیثمی) 31

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح حنین کے بعد بے شمار غنائم تقسیم فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک جگہ بدوؤں نے گھیر لیا اور آپؐ سے اصرار کر کے مانگنے لگے- ان کے ہجوم کے باعث پیچھے ہٹتے ہٹتے آپ کی چادر کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی- آپؐ کمال معصومیت سے ان سے اپنی چادر واپس طلب فرما رہے تھے، پھر فرمایا اگر مویشیوں سے بھری ہوئی یہ وادی بھی میرے پاس ہوتی تو میں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا اور تم مجھے ہرگز بزدل اور بخیل نہ پاتے- (بخاری) 32

اپنی ضروریات پر دوسرے کو ترجیح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انفاق فی سبیل اللہ میں ہمیشہ ضرورت مند کی خاطر اپنی ضرورت قربان کر (کے بھی خدا کی راہ میں) دیتے تھے- ایک دفعہ آپؐ کیلئے لباس کی ضرورت دیکھ کر ایک صحابیہ نے ایک خوبصورت چادر کڑھائی کر کے آپؐ کی خدمت میں نظر کی جو آپؐ کو بہت پسند آئی - چونکہ ضرورت بھی تھی، آپؐ اندر گئے اور وہ چادر زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے- ایک صحابی نے اس چادر کی بہت تعریف کی کہ آپؐ کو خوب سجتی ہے اور خوبصورت لگ رہی ہے- آپؐ نے اسی وقت پھر پرانی چادر پہن لی اور نئی اس صحابی کو عطا فرما دی- کسی نے اس شخص سے کہا کہ تم نے کیوں مانگ لی۔ حضور کو ضرورت تھی اُس نے کہا میں نے بھی اپنے کفن کیلئے مانگی ہے۔ (بخاری) 33

اس ایثار اور انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں آپؐ کے اموال میں برکت بھی بہت عطا ہوتی تھی جس کے نتیجہ میں مزید مالی قربانی کی توفیق ملتی تھی- آپؐ اموال کی تقسیم میں اہل خانہ پر بھی دوسروں کو ترجیح دیتے تھے- ایک دفعہ کچھ قیدی آئے- حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو ایک خادم مانگنے حاضر ہوئیں اور رسول اللہؐ کو موجود نہ پا کر حضرت عائشہؓ کو اپنی ضرورت بتا کر گھر چلی گئیں- رسول اللہؐ تشریف لائے حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی لخت جگر کا پیغام دیا کہ چکی پیس کر ہاتھ میں گٹے پڑ گئے ہیں ان کو ایک خادم کی ضرورت ہے- آپؐ اسی

وقت صاحبزادی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قیدی تو ضرورت مندوں میں تقسیم ہو چکے۔ آپ لوگ اللہ کی نعمتوں پر خدا کی تسبیح اور حمد کرو۔ سبحان اللہؐ الحمد للہؐ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری)34 اس میں پیغام تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر اور دعا کے نتیجہ میں تمہاری یہ ضرورت پوری ہوگی۔

ایثار اور انفاق کی برکت

حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ کے پاس دس درہم تھے۔ کپڑے کا تاجر آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چار درہم میں ایک قمیص خریدا۔ وہ چلا گیا تو آپؐ نے وہ قمیص زیب تن فرمالیا۔ اچانک ایک حاجت مند آیا۔ اس نے آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ مجھے کوئی قمیص عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت کے لباس میں سے کپڑے پہنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی نیا قمیص اتار کر اسے دے دیا۔ پھر آپؐ دوکاندار کے پاس گئے اور اس سے ایک اور قمیص چار درہم میں خرید لیا۔ آپؐ کے پاس ابھی دو درہم باقی تھے۔ راستہ میں اچانک آپؐ کی نظر ایک لونڈی پر پڑی جو بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ کہنے لگی یا رسول اللہؐ! مجھے اپنے مالکوں نے دو درہم دے کر آٹا خریدنے بھیجا تھا۔ درہم گم گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دو درہم

اسے دے دیئے مگر وہ پھر بھی روتی جارہی تھی۔ آپؐ نے اسے بلا کر پوچھا کہ اب کیوں روتی ہو۔ وہ کہنے لگی اس خوف سے کہ گھر والے (تاخیر ہو جانے کے سبب) سزا دیں گے۔ آپؐ اس بچی کے ساتھ ہو لئے اور اس کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر والے تو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ کہنے لگے ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ نے کیسے قدم رنجہ فرمایا۔ آپؐ نے (تفصیل بتا کر) فرمایا یہ آپ کی لونڈی ڈرتی تھی کہ آپ لوگ اسے سزا دو گے۔ اس کی مالکہ بولی کہ خدا کی خاطر اور آپؐ کے ہمارے گھر چل کر آنے کے سبب میں اسے آزاد کرتی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جنت کی بشارت دی اور فرمانے لگے دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دس درہموں میں کیسی برکت ڈالی؟ ان درہموں میں اپنے نبیؐ کو قمیص بھی عطا کر دی ٗ ایک انصاری کے لئے بھی قمیص کا انتظام کیا اور ایک لونڈی کی گردن بھی آزاد کر دی۔ میں اللہ کی حمد اور تعریف کرتا ہوں جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ عطا فرمایا۔ (ھیثمی) 35

جود و سخا کے حیرت انگیز نظارے

فتوحات کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت کثرت سے اموال آئے مگر جیسا کہ آپؐ کی دلی خواہش تھی آپؐ نے دونوں ہاتھوں سے وہ مال خدا کی راہ میں لٹائے اور ایک درہم بھی اپنی ذات کے لئے بچا کر رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر آپؐ کا کامل توکل تھا اور وہی ہر ضرورت

میں آپؐ کا متکفل ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ عصر کی نماز پڑھا کر خلاف معمول تیزی سے گھر تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو ہاتھ میں سونے کی ایک ڈلی تھی فرمانے لگے مجھے نماز میں خیال آیا کہ سونے کا ایک ٹکڑا تقسیم ہونے سے رہ گیا ہے۔ میں جلدی سے وہ تقسیم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے یہ بات گوارا نہ تھی کہ وہ ایک دن کے لئے بھی ہمارے گھر میں پڑا رہ جاتا۔ (بخاری) 36

اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے آپؐ کامل ایمان رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ وہ خرچ کرنے پر عطا کرتا اور مال کو اور بڑھاتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ اپنے خادم اور خزانچی بلالؓ کے پاس تشریف لائے اور کھجور کا ایک ڈھیر دیکھ کر استفسار فرمایا بلالؓ! یہ کھجوریں کیسی ہیں؟ بلالؓ نے عرض کیا کہ آئندہ کے لئے ذخیرہ کرنے کا ارادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اس ذخیرہ سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی؟ پھر آپؐ نے بلالؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بلالؓ خدا کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاؤ اور افلاس سے مت ڈرو۔ (طبرانی) 37

حضرت موسیٰ بن انسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا گیا مگر آپؐ نے وہ عطا فرما دی۔ (مسلم) 38

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے کچھ لوگوں کو مال عطا کیا اور ایک شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے بہت پیارا تھا۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے فلاں شخص کو مال نہیں دیا، میرے خیال میں تو وہ مومن ہے۔ حضورؐ نے فرمایا (مومن) یا مسلمان؟ آخر میں سعدؓ کے اصرار پر فرمایا اے سعد! میں ایک شخص کو دیتا ہوں اور دوسرا شخص (جسے میں نہیں دیتا) مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ مگر میں اس اندیشہ سے دیتا ہوں کہ نہ دینے سے کہیں اُس کو ایسی ٹھوکر نہ لگے جس کے نتیجہ میں اللہ اُسے آگ میں گرادے۔ (بخاری)39

ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا، آپؐ نے بکریوں سے بھری ایک وادی اسے عطا فرمادی۔ (مسلم)40

اس نومسلم عرب سردار نے آپؐ سے وادی کے درمیان زمین کا بھی مطالبہ کیا تھا۔ آپؐ نے زمین کی چراگاہیں اور بکریوں کے ریوڑ سمیت سب کچھ اسے ھبہ کردیا۔ یہ واقعہ اس کے لئے معجزے سے کم نہ تھا۔ وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا تو اس حیرت انگیز تاثر کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اے میری قوم! تم سب مسلمان ہوجاؤ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو اتنا دیتے ہیں کہ فقروفاقہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ (ھیثمی)41

فتح مکہ اور فتح حنین کے بعد بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جودوکرم کے حیرت انگیز نظارے مفتوح قوم نے بھی دیکھے۔ یہ انعام واکرام

تالیف قلب کی خاطر تھا - ابن شہاب زہری ؒ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حنین کے معرکہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی - اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے ؓ پھر سو اونٹ دیئے، پھر سو اونٹ دیئے - (گویا تین صد اونٹ عطا فرمائے) صفوان خود کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جب یہ عظیم الشان انعام عطا فرمایا اس سے پہلے آپ ؐ میری نظر میں سب دنیا سے زیادہ قابل نفرت وجود تھے لیکن جوں جوں آپ ؐ مجھے عطا فرماتے چلے گئے، آپ ؐ مجھے محبوب ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ ؐ مجھے سب دنیا سے زیادہ پیارے ہو گئے - (مسلم) 42

اسی طرح سردار مکہ ابوسفیان، ان کے بیٹے معاویہ اور ایک اور قریشی سردار حارث بن ھشام کو بھی آپ ؐ نے سو سو اونٹ عطا فرمائے - بعض روایات کے مطابق یہ کل ساٹھ افراد تھے جن کو آپ ؐ نے تالیف قلب کی خاطر انعام واکرام سے نوازا - (الشفاء) 43

غزوہ حنین میں بنو ہوازن کے چھ ہزار لوگ قیدی ہوئے تھے - اہل حنین یہ درخواست لے کر آئے کہ ان کو آزاد کر دیا جائے - یہ غلام تقسیم ہو چکے تھے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور انہیں تحریک فرمائی کہ ان غلاموں کو آزاد کر دیا جائے اور وعدہ فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام کے عوض آئندہ اپنا حق لینا چاہے وہ اسے ادا کر دیا جائے گا - چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خواہش پر تمام مسلمانوں نے بخوشی ان چھ ہزار غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (بخاری) 44 غلاموں کی آزادی کا وہ نظارہ بھی کیا عجیب ہوگا ۔ جب وہ آزاد ہوکر گلیوں میں دوڑتے پھرتے ہوں گے۔

عرب قبائل کے قبول اسلام میں ایک روک مکہ و مدینہ کے درمیان جنگ تھی۔ وہ انتظار میں تھے کہ دیکھیں فتح کس کو ہوتی ہے؟ فتح مکہ کے بعد یہ قبائل دھڑا دھڑ وفود کی صورت میں مدینہ آکر اسلام قبول کرنے لگے۔ اسلئے 9ھ کا سال عام الوفود بن گیا۔ یہ وفود بھی نبی کریم ﷺ کے جود وسخا اور انعام واکرام سے فیضیاب ہوتے رہے۔

9ھ وفد تجیب مدینے آیا یہ تیرہ افراد تھے جو مال زکوۃ بھی ساتھ لائے تھے۔ رسول کریمؐ انکی آمد سے بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے انکو خوش آمدید کہا اور باعزت رہائش کی جگہ انہیں مہیا فرمائی اور بلال کو حکم دیا کہ ان کے لئے ضیافت اور تحائف کا بہترین انتظام کرے۔ اور ان لوگوں کو آپؐ نے اس سے کہیں زیادہ عطا فرمایا جو آپؐ بالعموم وفود کو انعام واکرام سے نوازتے تھے۔ اس کے بعد پوچھا آپ میں سے کوئی انعام لینے سے محروم تو نہیں رہ گیا۔ انہوں نے کہا ہمارا ایک کم سن بچہ پیچھے خیمہ میں ہے۔ فرمایا اُسے بھی لاؤ۔ وہ آیا تو کہنے لگا کہ میں بنی ابزیٰ سے ہوں اور میرے قبیلے کے لوگوں کی مرادیں آپؐنے پوری فرمائی ہیں میری حاجت بھی پوری کریں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ حاجت بیان کرو۔ کہنے لگا۔ اللہ

سے دعا کریں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کرے اور میرے دل میں غنا پیدا کر دے۔ آپؐ نے اسی وقت یہ دعا کی ''اے اللہ اسے بخش دے، اس پر رحم کر اور اسکے دل میں غنا پیدا کر دے۔'' پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور حج کے موقع پر 10ھ میں دوبارہ آئے۔ نبی کریمؐ نے ان سے اس بچے کے بارے میں پوچھا۔ ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے اس جیسا خوش نصیب اور اس سے زیادہ قانع آج تک نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس پر بے شمار فضل ہیں۔ (ابن سعد) 45

فروہ بن مّسیک مرادی شاہان کندہ کی اطاعت چھوڑ کر رسول کریمؐ کی اطاعت قبول کرتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول کریمؐ نے اسے 12 اوقیہ سونا، ایک عمدہ قسم کا اونٹ اور ملک عمان کی بنی ہوئی پوشاک انعام عطا فرمائی۔ اور اسے مراد قبیلہ پر امیر مقرر فرمایا۔ (ابن سعد) 46

10ھ حجۃ الوادع کے سال میں وفد محارب آیا اور اسلام قبول کیا۔ مکی دور میں اُن سے بڑھ کر کسی نے رسول اللہؐ سے درشتی اور سخت زبانی نہیں کی تھی مگر ان سے بھی رسول اللہؐ نے حسن سلوک فرمایا اور دیگر وفود کی طرح انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ (ابن سعد) 47

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر ہزار درہم آئے۔ یہ سب سے زیادہ مال تھا جو کبھی آپؐ کے پاس آیا۔ یہ درہم آپؐ نے ایک

چٹائی پر رکھوائے- پھر آپؐ وہ بانٹنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کو تقسیم کر کے دم لیا- اس دوران جو سوالی بھی آیا، اُسے آپؐ نے عطا کیا- یہاں تک کہ وہ چٹائی صاف ہوگئی- (الوفاء) 48

دوسری روایت میں نوے ہزار درہم تقسیم کرنے کا ذکر ہے- (الشفاء) 49

عبداللہ ھوزنیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریمؐ کے اخراجات کیسے پورے ہوتے تھے- بلالؓ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو مبعوث کیا اس وقت آپؐ کے پاس کوئی مال نہیں تھا۔ میں وفات تک آپؐ کے ساتھ رہا۔آپؐ کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو مجھے حکم دیتے۔ میں اس کے لئے قرض لے کر کپڑے وغیرہ خرید دیتا اور کھانا وغیرہ کھلاتا- ایک دفعہ ایک مشرک نے کہا کہ کسی اور کی بجائے مجھ سے ہی قرض لے لیا کرو۔ جب اس کا قرض زیادہ ہوا تو وہ بہت سختی سے تقاضا کرنے لگا- یہاں تک کہ میں نے شہر چھوڑ کر بھاگ جانے کی تیاری کر لی۔مگر اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی الصبح بلاوا آ گیا- حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹ سامان طعام اور لباس سے لدے ہوئے ہیں جو فدک کے سردار نے آپؐ کو بھجوائے تھے-حضورؐ نے فرمایا اے بلالؓ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ادائیگی کا انتظام کر دیا- اب قرض ادا کر دو- چنانچہ قرض ادا ہوا اور کچھ بچ بھی رہا- آپؐ نے فرمایا میں گھر نہیں جاؤں گا جب

تک کہ تم یہ مال بھی تقسیم نہ کر دو- جب رات تک کوئی سائل نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری- اگلے دن جب بلالؓ نے بتایا کہ اب مال تقسیم ہو چکا ہے تو آپؐ اطمینان سے اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے- (ابوداؤد) 50

بخشش وعطا کے مواقع کی تلاش

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق تحفہ قبول کر کے جواب میں (حسب حال) بہتر تحفہ دینے کی کوشش فرماتے تھے- ربیعہ بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے مجھے تازہ کھجوروں کا ایک طشت اور کچھ ککڑیاں دے کر حضورؐ کی خدمت میں (تحفہ) پیش کرنے کے لئے بھجوایا- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹی ککڑیاں بہت پسند تھیں- اس زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے علاقے سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے آپؐ نے مٹھی بھر زیور ربیعہؓ کو عطا فرمایا- دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بھر کر سونے کا زیور ربیعہؓ کو دیا اور فرمایا یہ زیور پہن لو- (ھیثمی) 51

حسن ادائیگی

ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ایک اونٹ کسی سے بطور قرض لیا، واپس کرتے

وقت اس سے اچھا اونٹ لوٹایا اور فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ادائیگی میں بہتر طریق اختیار کرتے ہیں۔(ترمذی) 52 اسی طرح حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے قرض لیا اور واپس کرتے ہوئے بڑھا کر عطا فرمایا۔(بخاری) 53

ایک دفعہ ایک یہودی نے واپسی قرض کا تقاضا ذرا سختی اور گستاخی سے کیا۔ حضرت عمرؓ نے جواباً اُسے کچھ سخت سست کہا تو آپؐ نے منع فرما دیا اور انہیں حکم دیا کہ اسے قرض بھی ادا کریں اور کچھ زیادہ بھی دے دیں۔آپؐ کا یہ حلم دیکھ کر اس شخص نے اسلام قبول کر لیا۔(حاکم) 54

عطاءِ نبویؐ کی نرالی شان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا اور بخشش کی ایک نرالی شان جو اور کہیں نظر نہیں آتی یہ ہے کہ آپؐ کی عطا کے سلسلے آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہے جس کی ایک مثال جابرؓ بن عبداللہؓ کا یہ واقعہ ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین سے مال آیا تو میں آپ کو ایسے ایسے اور ایسے دوں گا (یعنی بہت دوں گا)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحرین کا مال آنے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں وہ مال آیا تو انہوں نے اعلان کروایا کہ کسی کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض یا وعدہ ہو تو وہ آ کر لے لے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا کہ مجھ سے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال بحرین آنے پر اس اس طرح دینے کا وعدہ فرمایا تھا- حضرت ابوبکرؓ نے دونوں ہاتھ بھر کر مجھے درہم عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اب ان کو شمار کرو، وہ پانچ سو درہم نکلے- آپؐ نے فرمایا اس سے دگنے (یعنی ایک ہزار) مزید لے لو، تا کہ رسول اللہؐ کا وعدہ تین مرتبہ دینے کا پورا ہو جائے-(مسلم) 55

آخری پونجی بھی صدقہ کر دی

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے سات دینار حضرت عائشہؓ کے پاس رکھوائے ہوئے تھے۔آخری بیماری میں فرمایا کہ اے عائشہ! وہ سونا جو تمہارے پاس تھا کیا ہوا۔عرض کیا میرے پاس ہے۔فرمایا صدقہ کر دو۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی اور حضرت عائشہؓ آپ کے ساتھ مصروف ہوگئیں۔جب ہوش آئی، پوچھا کہ کیا وہ سونا صدقہ کر دیا۔عرض کی، ابھی نہیں کیا۔ چنانچہ آپؐ نے وہ دینار منگوا کر ہاتھ پر رکھ کر گنے اور فرمایا محمدؐ کا اپنے رب پر کیا توکل ہوا اگر خدا سے ملاقات اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہ دینار اس کے پاس ہوں۔ پھر وہ دینار صدقہ کر دیئے اور اسی روز آپؐ کی وفات ہوگئی۔(ھیثمی) 56

حواله جات

1 بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی کن فی الدنیا کانک غریب

2 بخاری کتاب الرقاق باب ماقدم من ماله فهوله5964

3 ترمذی کتاب صفة القیامه باب منه:2394

4 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد:3736

5 بخاری کتاب الرقاق باب قول النبی مااحب أن لی مثل أحد5964

6 بخاری کتاب الزکوٰة باب انفاق المال فی حقه:1320

7 بخاری کتاب الزکوٰة باب فضل صدقة الشحیح الصحیح1339

8 بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الأ هل4933

9 بخاری کتاب الرقاق باب الغنی غنی النفس

10 بخاری کتاب الزکوٰة باب التحریض علی الصدقه

11 بخاری کتاب الزکوٰة باب مثل البخیل

12 بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعة6018

13 بخاری کتاب الزکوٰةباب صدقة السر

14 مسلم کتاب الزکوٰة باب فضل النفقه علی العیال

15 بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقه

16 بخاری کتاب التفقات باب فضل النفقة

17 بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی

18 مجمع الزوائد و منبع الفوائد از علامه هیثمی جلد9صفحه 13 بیروت

19 بخاری کتاب الصوم باب اجود مایکون

20 بخاری بدء الوحی

21 بخاری کتاب النفقات باب حبس نفقة الرجل قوت سنته4939

22 ترمذی کتاب الزهد باب ماجاء فی معیشة النبیؐ واهله

23 بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبیؐ

24 بخاری کتاب اللباس باب القبا

25 بخاری کتاب الجهادباب من ضرب دابة غیره فی الغزو2649

26 مسلم کتاب الزکوٰةباب الحث علی الصدقة ولو بشق ثمرة1691

27 مجمع الزوائد هیثمی جلد9ص 13 بیروت

28 شمائل للترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللهؐ

29 بخاری کتاب الفرض الخمس باب ماکان النبیؐ یعطی المؤلفة قلوبهم2916

30 الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ص140بحواله بیهقی بیروت

31 مجمع الزوائد هیثمی جلد9ص 15 بیروت

32 بخاری کتاب الجهاد باب الشجاعة فی الحرب

33 بخاری کتاب الجنائزباب من استعد الکفن فی زمن النبیؐ1198

34 بخاری کتاب النفقات باب عمل المرأة فی بیت زوجها4942

35 مجمع الزوائد هیثمی جلد9ص 14 بیروت

36 بخاری کتاب الزکوٰة باب من احب تعجیل الصدقه

37 المعجم الکبیر لطبرانی جلد1ص 325 بیروت

38 مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول الله۔۔۔427

39 بخاری کتاب الایمان باب اذالم یکن الاسلام علی الحقیقة26

40 مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول اللہؐ شیئا قط فقال لا 4245

41 مجمع الزوائد هیثمی جلد9ص13 بیروت

42 مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول الله شیئا قط فقال لا 4277

43 الشفاء للقاضی عیاض ج1ص 145مطبوعه بیروت

44 بخاری کتاب المغازی باب یوم حنین ...... الخ

45 الطبقات الکبری لابن سعد جلد1ص323دارالفکربیروت

46 الطبقات الکبری لابن سعد جلد1ص327دارالفکربیروت

47 الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1ص299دارالفکربیروت

48 الوفاء باحوال المصطفٰی ص447 ابن الجوزی بیروت

49 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض جلد1ص 146 مطبوعه مصر

50 سنن ابی داؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل هدایاالمشرکین

51 مجمع الزوائد للهیثمی ج9صفحه 13 بیروت

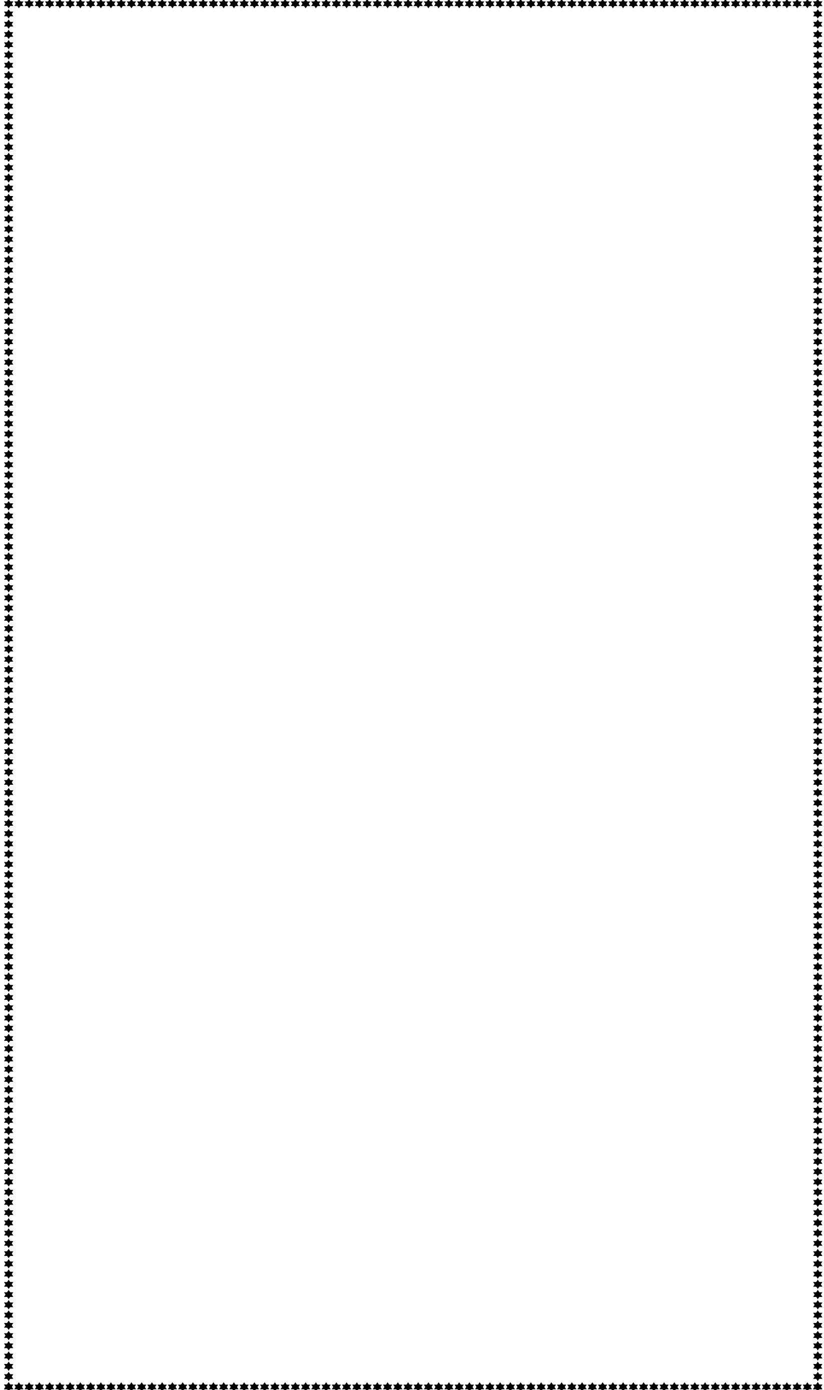
52 ترمذی ابواب البیوع باب استقراض البعیر

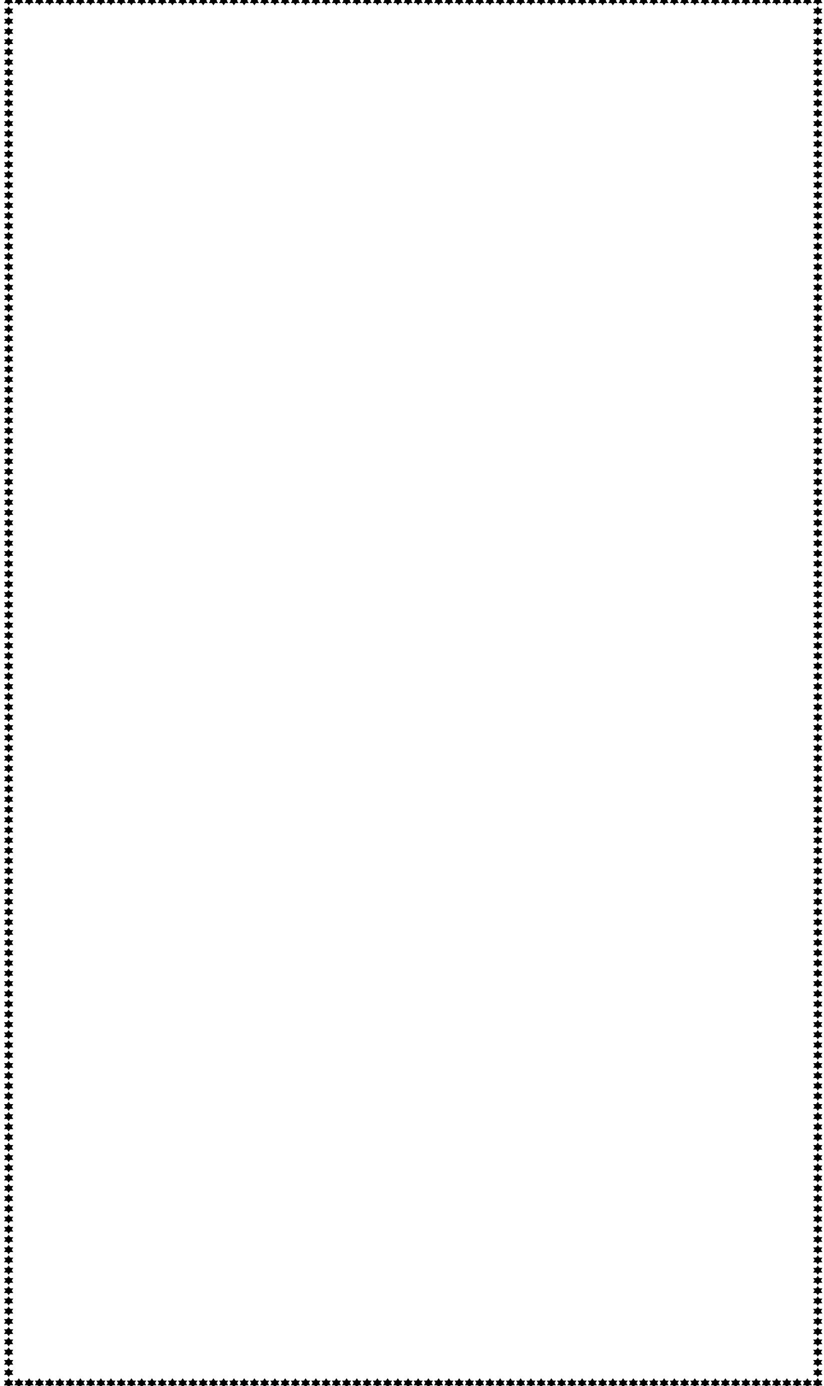
53 بخاری کتاب الاستقراض باب حسن القضاء

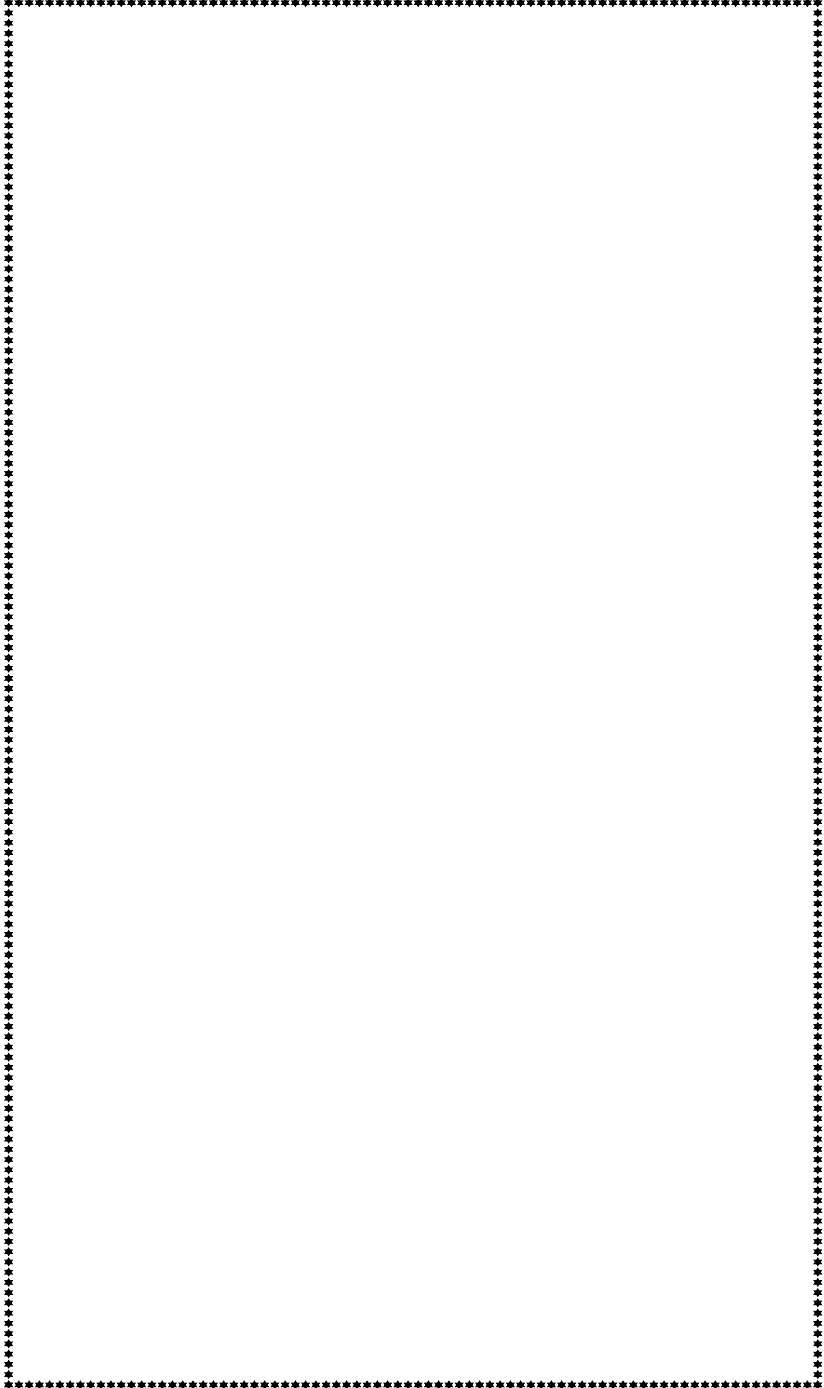
54 مستدرک حاکم کتاب معرفة الصحابه ذکر اسلام زید بن سعنه

55 مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول الله شیئا قط فقال لا 4278

56 مجمع الزوائد للهیثمی جلد3ص124مطبوعه بیروت







نبی کریمؐ کا خلق، مہمان نوازی

اسلام میں مہمان نوازی کی حسین تعلیم

اسلام کی تعلیم میں ''مہمان نوازی'' کو ایک بنیادی وصف اور اعلیٰ خلق کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب عالم کے بالمقابل مہمان نوازی کی اسلامی تعلیم بھی اپنی تفاصیل کے ساتھ نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ قرآن شریف میں اجنبی مسافر سے بھی احسان کی تعلیم دی گئی ہے۔ آنحضرتؐ نے بھی اکرامِ ضیف کا تاکیدی ارشاد فرمایا کہ مہمان کی عزت اور اس کا حقیقی احترام کیا جائے۔ کھانا پیش کرنا تو مہمان نوازی کا ایک پہلو ہے۔ اسلام نے مہمان کے قیام وطعام کے بندوبست کے ساتھ اس کے جذبات کا خیال رکھنے، اس کی ادنیٰ ادنیٰ ضروریات کی دیکھ بھال، اس کی بے لوث خدمت اور خاطر تواضع، اس کے لئے ایثار اور قربانی کے جذبہ کی تعلیم دی ہے۔ نیز خود بھوکا رہ کر اسے سیر کر کے خوش ہونے، بلا تکلف اور بغیر کسی طمع، صلہ اور ستائش کی تمنا کے مہمان کی ضروریات خوش دلی اور خندہ پیشانی سے پوری کرنے کی توجہ دلائی ہے۔ ہمارے آقا اور سید و مولیٰؐ نے مہمان نوازی کو ایمان کی علامت ٹھہرایا ہے اور حق یہ ہے سب سے بڑھ کر یہ

خلق آپؐ کے اندر پایا جاتا تھا کہ اول المؤمنین جو تھے۔آپؐ نے ہمیں مہمان نوازی کے آداب بھی سکھائے۔فرمایا:۔

1- تین دن تک مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔(ابن ماجہ)1

2- آپؐ مہمان کے ساتھ آخر تک کھانے میں شریک رہنے کی تلقین فرماتے تھے تاکہ اسے کسی قسم کی خجالت وندامت نہ ہو کہ وہ اکیلا کھا رہا ہے۔(ابن ماجہ)2

3- آپؐ نے مہمان کو الوداع کرتے ہوئے مہمان کی عزت کی خاطر اس کے ساتھ گھر کے دروازے تک تشریف لے جا کر ایک اعلیٰ نمونہ قائم فرمایا۔(ابن ماجہ)3

الغرض آنحضرت ﷺ کی سیرت اکرام ضیف اور مہمان نوازی کے لحاظ سے نہایت خوبصورت نمونے پیش کرتی ہے۔ابتدا ہی سے یہ اعلیٰ وصف آپؐ کے اخلاق حمیدہ کا لازمی جزو تھا۔چنانچہ پہلی وحی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کو حوصلہ دلاتے ہوئے بے ساختہ جن تاثرات کا اظہار آپ کے بارے میں کیا اس میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا آپ تو مہمان نوازی کرتے ہیں اور حقیقی مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔(بخاری)4

مہمان نوازی کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو بھی نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حکماً آپ سے کہلوایا قُلۡ مَآ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ (سورۃ صٓ: 87) کہ تو کہہ دے میں تم میں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔پس نہ آپؐ مہمان بن کر

تکلف کرتے تھے، نہ میزبان ہو کر کبھی آپؐ نے تکلف سے کام لیا۔

اسی طرح مہمان نوازی کے عوض آپؐ کوئی صلہ نہیں چاہتے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں مومنوں کی یہ شان بیان ہوئی ہے جن کے آپ سردار تھے کہ وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم محض خدا کی رضا کی خاطر ایسا کرتے ہیں ہمیں کسی بدلے بلکہ شکریہ تک کی حاجت نہیں۔(سورۃ الدھر:10)

مہمان نوازی اور دعوت الی اللہ

نبی کریمؐ نے دین اسلام کی دعوت کا آغاز ہی بے لوث مہمان نوازی اور جذبۂ خدمت خلق کے تحت فرمایا۔ جب آپؐ نے کوہ صفا پر رشتہ داروں کو پیغام حق پہنچایا اور وہ انکار کر کے چلے گئے تو آپؐ نے مہمان نوازی کے ذریعہ انہیں اکٹھا کرنا چاہا۔ حضرت علیؓ کو کھانے کی دعوت کا انتظام کرنے کی ہدایت فرمائی جس میں بکری کے پائے تیار کروائے۔ آپؐ کے عزیز واقارب میں سے چالیس مہمان آئے اور سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا، پھر انہیں دودھ پلایا گیا۔ کھانے کے بعد رسول کریم ﷺ نے گفتگو کرنا چاہی تو ابولہب یہ کہتا ہوا اٹھ کر چلا گیا کہ تمہارے ساتھی نے تم پر جادو کر رکھا ہے اس پر لوگ بھی اُٹھ کر چلے گئے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ اگلے روز رسول کریمؐ نے ایک اور دعوت کا اہتمام کرنے کی ہدایت فرمائی۔ دعوت میں حضورؐ نے خاندان بنی مطلب کو

خطاب فرمایا کہ میں تمہارے پاس دنیا وآخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں کون میرا مددگار ہوگا؟ اس پر حضرت علیؓ نے مدد کی حامی بھری۔ یہ پہلا پھل تھا جو اس مہمان نوازی اور دعوت کے بعد آپؐ کو نصیب ہوا۔ (طبری) 5

اکرام ضیف کا خلق تالیف قلب اور دعوت الی اللہ کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو بسا اوقات انسان کی ہدایت کا موجب بن جاتا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک کافر مہمان ٹھہرا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دودھ پلا کر اس کی خاطر تواضع کی جائے، دودھ پیش کیا گیا۔ اس نے ایک بکری کا دودھ پی لیا۔ پھر دوسری کا دودھ دہو کر اسے پلایا گیا وہ بھی پی گیا پھر تیسری اور چوتھی بکری کا۔ یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا گیا تب کہیں اس کا پیٹ بھرا۔ وہ آنحضرت ﷺ کی اس بے تکلف مہمان نوازی اور حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ اگلے دن اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضورؐ نے دوسرے روز پھر اس کیلئے دودھ لانے کا حکم دیا۔ اس روز ایک بکری کا دودھ تو اُس نے پی لیا لیکن دوسری بکری کا سارا دودھ نہ پی سکا بلکہ اس میں سے کچھ بچ رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ (ترمذی) 6

مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو ایمان کی دولت کے ساتھ صبر و حوصلہ اور قناعت بھی عطا فرماتا ہے۔

مہمان کی خدمت

فتح خیبر کے موقع پر حبشہ کے مہاجرین حضرت جعفر طیارؓ کی سرکردگی میں واپس لوٹے ۔ان میں نجاشی کا بھیجا ہوا ایک وفد بھی تھا۔حضورؐ خود ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خدمت کی سعی فرماتے ۔آپؐ کے صحابہ نے عرض کی کہ حضورؐ ہم خدام جو خدمت کیلئے حاضر ہیں آپؐ کیوں تکلیف فرماتے ہیں ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ان لوگوں نے ہمارے صحابہ کی عزت کی تھی میں پسند کرتا ہوں کہ خود اپنے ہاتھوں سے ان کی مہمان نوازی کروں کہ ان کے احسان کا یہی بدلہ ہے ۔(الحلبیہ) 7

نبی کریم ﷺ مہمان کے لئے حسب حال کھانے کا اچھا اہتمام فرماتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا پیش کر کے خوش ہوتے ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ حضور ﷺ کے ہاں مہمانی کا شرف حاصل ہوا۔آپؐ نے ران بھوننے کا حکم دیا اور پھر چھری لیکر گوشت کاٹ کاٹ کر مجھے عطا فرمانے لگے۔ دریں اثناء بلالؓ نے نماز کے لئے بلالیا تو فوراً نماز کیلئے تشریف لے گئے ۔(ابوداؤد) 8

نبی کریمؐ کا دستور تھا کہ اگر کوئی ملاقاتی کھانے کے وقت آجائے تو اسے بلا تکلف کھانے میں شامل فرمالیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بائیس رمضان کو لیلتہ القدر کے بارہ میں دریافت کرنے کیلئے حضورؐ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے ساتھ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد میں آپؐ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا اندر آجاؤ۔ آپؐ شام کا کھانا لے آئے اور محسوس کیا کہ میں کھانے کے کم ہونے کے باعث ہاتھ کھینچ رہا ہوں تو فرمایا لگتا ہے آپ کسی خاص کام سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے بنی سلمہ نے آپؐ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھنے بھجوایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا آج کیا تاریخ ہے۔ میں نے کہا بائیس رمضان۔ فرمایا کل یعنی تیئس کی رات کو لیلۃ القدر کی تلاش کرنا۔ (احمد) 9

ایک دفعہ ایک یہودی آپؐ کے پاس مہمان ٹھہرا۔ رات پیٹ کی خرابی کے باعث اس نے حضورؐ کے بستر پر پاخانہ کر کے اُسے خراب کر دیا۔ علی الصبح شرم کے مارے بغیر بتائے چپکے سے چلا گیا۔ جلدی میں اپنی تلوار بھول گیا۔ جب آگے جا کر اُسے یاد آیا تو تلوار لینے واپس لوٹا۔ کیا دیکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بنفس نفیس اسکا گند بھرا بستر خود دھو رہے تھے۔

مہمان کی جملہ ضرورتوں کا خیال

ابو عبداللہ بن طہفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جب مہمان زیادہ ہو جاتے آپؐ نماز کے بعد صحابہ کو مسجد میں فرما دیتے تھے کہ جو آدمی اپنے ساتھ مہمان لیکر جا سکتا ہے لے جائے، لیکن ایک رات مہمان اتنے زیادہ تھے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ ایک مہمان کو لے جائے۔ تعمیل

ارشاد ہوئی، اس کے باوجود پانچ مہمان بچ رہے۔ پانچواں میں تھا۔ آنحضرتؐ ہمیں اپنے ساتھ حضرت عائشہؓ کے گھر لے گئے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ حضورؐ آپ کے روزہ افطار کرنے کے لئے کچھ کھانا تیار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ وہ کھانا ایک پلیٹ میں لے آئیں۔ آنحضورؐ نے اس میں سے تھوڑا سا لیا ور باقی ہم پانچوں کو دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ حضرت عائشہؓ اور کھانا لائیں وہ بھی ہم نے کھا لیا، پھر آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کچھ پینے کو ہے۔ انہوں نے عرض کی تھوڑا سا دودھ آپ کے لئے رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا لے آؤ۔ حضرت عائشہؓ نے وہ پیش کیا۔ حضورؐ نے اس میں سے تھوڑا سا پیا باقی تبرک ہمیں دیکر فرمایا کہ بسم اللہ کر کے پیو۔ ہم نے وہ بھی پی لیا اور ختم کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اگر چاہو تو یہیں سو جاؤ۔ چاہو تو مسجد چلے جاؤ۔ ہم نے کہا مسجد جائیں گے۔ چنانچہ ہم مسجد جا کر سو گئے۔ صبح نماز سے قبل حضور تشریف لائے اور ہمیں نماز کیلئے جگانے لگے اور یہ آپؐ کا طریق تھا کہ جب گھر سے نماز کیلئے تشریف لاتے تو ''نماز'' ''نماز'' کہہ کر سونیوالوں کو جگا دیتے تھے۔ میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا پڑا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ کوئی آدمی پاؤں سے مجھے ہلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس طرح سونا اچھا نہیں، میں نے دیکھا تو وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ (احمد10)

فاقہ کشوں کی مہمان نوازی

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ فاقہ کے باوجود حضورؐ کی باتیں سننے کی خاطر درِ رسول پر حاضر رہتے تھے۔ایک دفعہ بھوک کی حالت میں ایک آیت کے معنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے پوچھے جس میں مسکین کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔وہ معنے بتا کر چلے گئے۔پھر رسول اللہؐ تشریف لائے۔آپؐ نے ابوھریرہؓ کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ فاقہ سے ہے۔پوچھا ابوھریرہؓ کیا بھوک لگی ہے اور پھر مجھے ساتھ گھر لے گئے جہاں دودھ کا ایک پیالہ میسّر آ گیا۔رسول کریم ﷺ کو اصحاب صفہ کے دیگر مساکین بھی بہت عزیز تھے۔ابوھریرہؓ سے کہا کہ انکو بلا لاؤ۔

اب ابوھریرہؓ کو یہ دھڑکا کہ دودھ کا پیالہ کہیں ختم نہ ہو جائے۔اس پر طرّہ یہ کہ جب مسکین صحابہ آ گئے تو حضورؐ نے دودھ کا پیالہ ابوھریرہؓ کو دیکر کہا کہ انکو پلاؤ۔سب سیر ہو چکے تو ابوھریرہؓ سے فرمایا اب خود پیو، وہ پی چکے تو فرمایا اور پیو اور پیو یہاں تک کہ ابوھریرہؓ سیر ہو گئے اور عرض کیا کہ اب تو میری انگلیوں کے پوروں سے بھی دودھ نکلنے کو ہے۔تب رسول خدا ﷺ نے دودھ کا پیالہ ابوھریرہؓ سے لیکر اپنے منہ سے لگایا اور بقیہ دودھ پیا اور یوں اپنے صحابہ کو مہمان نوازی کا خوبصورت نمونہ دیا۔(بخاری) 11

حضرت مقدادؓ ایک غریب اور مفلوک الحال صحابیٔ رسولؐ تھے، انہوں نے رسول کریمؐ کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا

ہے جس کی تفصیل دعاؤں کی قبولیت کے مضمون میں آچکی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی بھوک اور فاقوں سے ایسے بدحال ہوئے کہ سماعت و بصارت بھی متاثر ہوگئی، محتاجی کے اس عالم میں ہم نے اصحابِ رسول سے مدد چاہی مگر کوئی بھی ہمیں مہمان بنا کر نہ لے جاسکا۔ بالآخر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر ہم نے اپنی بدحالی کا ذکر کیا۔ آپؐ نے کمال کشادہ دلی سے ہمیں اپنا مستقل مہمان رکھ لیا۔ آپؐ ہمیں گھر لے گئے۔ وہاں تین بکریاں موجود تھیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ان بکریوں کا دودھ دوہ لیا کرو۔ ہم چاروں پی لیا کریں گے چنانچہ خوب گزر بسر ہونے لگی۔ ایک رات مقداد سارا دودھ خود ہی پی گئے رسول کریمؐ کی برکت سے بکریوں کو پھر دودھ اُتر آیا اور انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے پہلے انکو دیا پھر ان کی درخواست پر خود پی کر باقی انہیں کو پلایا۔ مقداد بعد میں بڑی محبت سے حضورؐ کی دلنوازی کا یہ واقعہ سنایا کرتے تھے۔ (مسلم) 12

ایثار اور مہمان نوازی

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک غریب مفلوک الحال شخص آیا اور عرض کی کہ میں فاقہ سے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے گھر سے پوچھوا بھیجا کہ کھانے کو کچھ ہو تو بھجوایا جائے۔ وہ زمانہ سخت تنگی اور قحط کا تھا سب بیویوں کی طرف سے جواب آیا کہ صرف پانی گھر میں ہے کھانے کو کچھ نہیں۔ رسول اللہؐ نے صحابہ

میں اعلان فرمایا کہ کوئی ہے جو آج رات اس شخص کی مہمان نوازی کرے اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے حصہ پائے۔ ایثار پیشہ ابوطلحہؓ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے خدا کے رسول! میں اس مہمان کی ضیافت کیلئے حاضر ہوں۔ چنانچہ اس مہمان کو وہ اپنے گھر لے گئے۔ اپنی بیوی حضرت ام سلیمؓ (جو نہایت زیرک ایثار پیشہ اور فدائی خاتون تھیں) سے کہا یہ رسول خدا ﷺ کا مہمان ہے۔ اس کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا اور اس کا پورا پورا اکرام کرنا۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم آج تو صرف بچوں کا کھانا ہے ہمارے اپنے کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا کوئی بات نہیں آج بچوں کو بھوکا رکھ لیں گے۔ جب وہ کھانا مانگیں تو انہیں بہلا پھسلا کر سلا دو اور مہمان کیلئے کھانا تیار رکھو۔ اور ساتھ ہدایت کی کہ جب ہم کھانا کھانے بیٹھیں تو حکمت عملی سے دیا بجھا دینا تا کہ خدا کے رسول کا مہمان سیر ہو کر کھا سکے ہم بھوکے گزارا کر لیں گے۔ مہمان کی عزت کے لئے اسکا ساتھ دینے کے لیے ہم خالی منہ ہلاتے رہیں گے۔ پردہ کے حکم سے پہلے عربوں میں اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو اکرام ضیف کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ میاں بیوی مہمان کے ساتھ بیٹھ تو گئے کہ اس پہلو سے بھی مہمان کے اکرام میں فرق نہ آئے مگر کھانا ایک آدمی کا تھا۔ حضرت ام سُلیمؓ کھانا رکھ کر چراغ ٹھیک کرنے کے لئے اُٹھیں اور اسے بجھا دیا۔ پھر دونوں میاں بیوی مہمان کے ساتھ خالی منہ ہلا کر یہ ظاہر کرتے رہے کہ کھانا کھا رہے ہیں مہمان کو خدا اور اس کے رسول کی خاطر پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور خود بھوکے پیٹ رات بسر کی۔ ایثار و قربانی

اور اخلاص و فدائیت کا یہ عظیم الشان نمونہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی اتنا خوش ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر کردی۔ صبح ہوئی اور ابوطلحہؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا آج رات عرش کا خدا تم دونوں میاں بیوی کے اخلاص و ایثار اور محبت کا یہ نمونہ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ اسی قسم کے مضمون کا ذکر اس آیت قرآنی میں ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:10)

کہ صحابہؓ رسول اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے اور خود ایثار کرتے ہیں خواہ خود خالی پیٹ بھوکے ہی کیوں نہ ہوں۔ (بخاری) 13

مہمانوں کی کثرت اور الٰہی برکت

غزوہ خندق کے زمانہ میں بھی مسلمانوں پر تنگی اور قحط کے سخت دن تھے۔ حضرت جابرؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان کھدائی میں حائل ہوگئی۔ صحابہ نے آکر انحضرت ﷺ سے عرض کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں خود آتا ہوں۔ پھر آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے دو پتھر بندھے تھے۔ مسلسل تین دن سے ہم نے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے کدال ہاتھ میں لی اور (تین ضربوں میں) چٹان پاش پاش کردی۔

حضرت جابرؓ سے رسول اللہؐ کی بھوک اور فاقہ کی حالت دیکھی نہ گئی۔

وہ حضورؐ سے اجازت لیکر اپنے گھر گئے۔اپنی بیوی سے کہا میں نے فاقہ سے آنحضرتؐ کی ایسی حالت دیکھی ہے جس پر صبر نہیں ہوسکتا، تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں کچھ جو ہیں اور گھر میں ایک بکری کا بچہ بھی پالا ہوا ہے۔حضرت جابرؓ نے جلدی سے بکرا ذبح کردیا۔ بیوی نے جوَ پیس لئے اور گوشت ہنڈیا میں پکنے کیلئے رکھدیا۔حضرت جابرؓ رسول اللہؐ کو کھانے پر بلانے جانے لگے۔ بیوی نے کہا مجھے رسول اللہؐ کے سامنے رسوا نہ کرنا اور زیادہ لوگ ساتھ نہ لے آنا تا کہ کھانا کم نہ ہوجائے۔ادھر حضرت جابرؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس دوران بیوی نے آٹا وغیرہ گوندھا اور ہنڈیا قریباً تیار ہوگئی۔ حضرت جابرؓ نے جاکر راز داری سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے گھر تھوڑا سا کھانے کا انتظام ہے آپؐ اور چند صحابہ تشریف لے آئیں۔رسول اللہؐ اپنے صحابہ کو بھوکا چھوڑ کر کیسے چلے جاتے۔آپؐ نے پوچھا کھانا کتنا ہے؟ حضرت جابرؓ نے بتادیا کہ ایک بکروٹہ اور کچھ جو ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بہت ہے اور خوب ہے۔تم اپنی بیوی سے جاکر کہو کہ وہ میرے آنے تک نہ تو ہنڈیا اُتارے نہ تنور سے روٹی پکانی شروع کرے۔پھر آپؐ نے اپنے موجود تمام صحابہ سے فرمایا کہ اے اہل خندق! جابرؓ نے تمہارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے چلو اس کے گھر چلیں۔حضرت جابرؓ پہلے گھر آگئے ان کی بیوی کو معلوم ہوا کہ حضورؐ خندق میں کام کرنے والے قریباً ایک ہزار صحابہ کو ہمراہ لارہے ہیں تو جابرؓ کو خفا ہونے لگیں۔حضرت جابرؓ نے کہا میں نے تمہارے کہنے کے مطابق آنحضرت ﷺ کی

خدمت میں راز داری سے ہی دعوت پیش کی تھی۔آگے حضورؐ کی مرضی! خیر اتنی دیر میں آنحضرتؐ تشریف لائے۔آپ نے آٹے پر برکت کی دعا پڑھ کر دم کیا، پھر ہنڈیا میں پھونک ماری اور برکت کی دعا کی۔پھر فرمایا اب روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ وہ روٹی پکائے اور ہنڈیا چولھے سے نہ اُتارنا۔آنحضرت ﷺ خود کچھ روٹی توڑتے اس پر ہنڈیا میں سے گوشت نکال کر رکھتے اور اپنے صحابہ کو دیتے پھر تنور اور ہنڈیا کو ڈھانک دیتے۔اس طرح تمام آئے ہوئے مہمان سیر ہو گئے اور کھانا بچ بھی گیا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے فرمایا کہ اب جو کھانا بچ گیا ہے خود بھی کھاؤ اور تحفۃً دوسرے لوگوں کو بھی بھجواؤ کیونکہ لوگ فاقہ اور بھوک کا شکار ہیں۔(بخاری) 14

بیرونی وفود کی مہمان نوازی

فتح مکہ کے بعد 9ھ کا سال عام الوفود کہلاتا ہے اس سال کثرت سے مختلف علاقوں سے وفود مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ان تمام وفود کے ساتھ نبی کریمؐ اعزاز و اکرام سے پیش آتے اور انکی مہمان نوازی کا اہتمام فرماتے۔

چنانچہ وفد تجیب کو آپؐ نے خود خوش آمدید کہا۔باعزت رہائش کی جگہ مہیا فرمائی اور بلال کو حکم دیا کہ انکے لئے ضیافت اور تحائف کا بہترین انتظام کرے۔(الوفا) 15

ایک مشہور وفد بحرین سے آیا تھا جسے وفد عبدالقیس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ربیعہ قبیلہ کے لوگ تھے۔ ربیعہ رسول اللہؐ کے جد امجد مضر کا بھائی تھا۔ آپس میں لڑائی کے باعث ربیعہ ہجرت کر کے بحرین چلے گئے تھے۔ نبی کریمؐ کی مہمان نوازی کی عجب شان ہے کہ دشمن قبائل بھی اس سے محروم نہیں رہے۔ آپؐ نے کمال تپاک سے انکا استقبال کیا۔ اس وفد کے ارکان بیان کیا کرتے تھے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ اور صحابہ کرام کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ جب ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں پہنچے تو ہمارے لئے جگہ فراخ کر دی گئی۔

ہمیں رسول اللہؐ نے مرحبا اور خوش آمدید کہا۔ پھر حضورؐ نے ہم سے پوچھا تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے ہمارے سردار کو اپنے قرب میں جگہ دی۔ اس سے بہت محبت اور لطف کا سلوک فرمایا۔ حضورؐ نے انصار مدینہ سے فرمایا کہ اپنے ان بھائیوں کا پورا اکرام کرنا کیونکہ مسلمان ہونے کے لحاظ سے ان کو اہل مدینہ سے ایک مناسبت اور مشابہت ہے کہ یہ لوگ خوشی سے از خود مسلمان ہوئے ہیں۔ جب صبح وفد کے لوگ حضورؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا تمہارے بھائیوں نے تمہارے اکرام اور ضیافت میں کوئی کسر اُٹھا تو نہیں رکھی۔ وفد کے سب لوگوں نے بیک زبان یہی جواب دیا کہ یہ ہمارے بہترین بھائی ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے لئے نرم بستر بچھائے اور نہایت عمدہ کھانے کا انتظام کیا اور صبح ہوئی تو ہمیں قرآن

شریف اور سنتِ رسول کی باتیں بھی سکھانے لگے۔ آنحضرت ﷺ کو انصار کا یہ سلوک بہت پسند آیا اور آپ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا پھر آپؐ نے وفد کے ہر فرد سے جو جو دینی باتیں اس نے اپنے میزبان سے یاد کی تھیں خود سنیں اور خود بھی ان کو کئی باتیں سکھائیں۔ (احمد) 16

اہل بیت رسول کی مہمان نوازی

لقیط بن صبرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بنی منتفق کے وفد کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں مدینے حاضر ہوا۔ جب ہم نے حضورؐ کے گھر اپنے آنے کی اطلاع کی تو آپ گھر میں موجود نہیں تھے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کو ہماری آمد کا پتہ چلا تو انہوں نے از خود ہمارے لئے کھانے کا انتظام کروایا۔ گوشت اور موٹے آٹے کا ایک عرب کھانا پیش کیا گیا۔ پھر ایک طشتری کھجور کی ہمیں بھجوائی گئی۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آتے ہی پہلے پوچھا کچھ کھایا پیا بھی ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول! اسی دوران حضورؐ کا چرواہا آ گیا۔ اس کے پاس ایک بکری کا بچہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا سناؤ بکری نے کیا جنا ہے؟ اس نے کہا بکروٹی۔ فرمایا اسکی جگہ ایک بکری ہمارے لئے ذبح کردو۔ پھر بے تکلفی سے فرمایا آپؐ لوگ یہ نہ سمجھو کہ آپ کی وجہ سے جانور ذبح کروا رہا ہوں۔ دراصل ہماری سو بکریاں ہیں اور ہم یہ تعداد اس سے زیادہ نہیں کرنا چاہتے۔ جب کوئی بکری بچہ دیتی ہے تو اسکی بجائے ہم ایک بکری ذبح کر لیتے

ہیں۔(ابوداؤد) 17

میزبان سے جو سلوک مہمان کو کرنا چاہئے اس کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ جب انصار میں سے کسی کے ہاں مہمان جاتے تو آپؐ کا معمول تھا کہ آپؐ کھانا وغیرہ تناول فرما کر واپس جانے سے پہلے وہاں دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے یا موقع کی مناسبت سے دُعا ہی کروادیتے۔ اہل خانہ کیلئے اوران کے رزق میں برکت کیلئے خاص طور پر دعا کرتے۔(بخاری) 18

مہمان سے بے تکلّفی

نبی کریم ﷺ کے سامنے کھجور اور روٹی موجود تھی کہ حضرت صہیبؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا آگے ہو کر کھاؤ۔ وہ کھجور کھانے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری ایک آنکھ دکھتی ہے۔(زیادہ کھجور کھانے میں احتیاط کرو) صہیب نے بے تکلّفی سے عرض کیا میں دوسری آنکھ سے کھاتا ہوں۔(احمد) 19

نبی کریم ﷺ اپنے میزبان سے بھی بے تکلّفی سے پیش آتے تھے۔

ایک فارسی نو مسلم حضور کا ہمسایہ بنا جو سالن بہت عمدہ تیار کیا کرتا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کے لئے سالن تیار کیا اور حضور ﷺ کو دعوت دینے آیا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں پوچھا کہ انکو بھی ساتھ بُلایا ہے نا؟ وہ بولا نہیں حضورؐ نے فرمایا پھر ہم بھی نہیں آتے۔ دوسری دفعہ وہ پھر دعوت دینے آیا تو آپ

نے پھر وہی سوال کیا۔ تیسری مرتبہ اس نے حامی بھری۔ تب حضورؐ اور حضرت عائشہؓ اسکے گھر کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ (مسند احمد) 20

رسول کریمؐ کو خود مہمان ہوتے ہوئے بھی بے تکلفی ہی مرغوب خاطر تھی۔ ایک دفعہ ابوشعیب انصاریؓ نے رسول اللہؐ کی دعوت کی اور عرض کیا کہ چار افراد اپنی مرضی سے ساتھ لے آئیں۔ دعوت پر جاتے ہوئے ایک اور شخص بھی ساتھ تھا۔ رسول کریمؐ نے میزبان کو بے تکلفی سے فرمایا کہ آپ نے تو پانچ افراد کی دعوت کی تھی۔ ایک زائد آدمی ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دو تو یہ آ جائے ورنہ یہ واپس چلے جاتے ہیں۔ میزبان نے بہت خوشی سے اجازت دے دی۔ (بخاری) 21

اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کے اسوہ کی روشنی میں مہمان نوازی کے اسلوب اور سلیقے سیکھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات

1 ابن ماجه كتاب الادب باب حق الصنيف3665

2 ابن ماجه كتاب الاطعمة باب النهى ان يقام عن الطعام3285

3 ابن ماجه كتاب الاطعمة باب الضيافة 3349

4 بخاری بدء الوحی

5 تفسير طبرى جلد19 ص75 سورة الشعراء زير آيت وانذرعشيرتک

6 ترمذى كتاب الاطعمة باب ماجاء ان المؤمن ياكل فى معى واحد1741

7 سيرت الحلبيه جلد3 ص49 بيروت

8 ابوداؤد كتاب الطهارة باب فى ترک الوضؤ مماست النار160

9 ابوداؤد كتاب الصلوة باب صلوة الليل

10 مسند احمد بن حنبل جلد5 ص426 مطبوعه بيروت

11 بخارى كتاب الرقاق باب كيف كان عيش النبیؐ

12 مسلم كتاب الاشربه باب اكرام الضيف

13 بخارى كتاب المناقب باب قول الله ويؤ ثرون على انفسهم3514

14 بخارى كتاب المغازى باب غزوه الاحزاب

15 الوفاء باحوال المصطفىٰ ابن جوزى مطبوعه بيروت

16 مسند احمد بن حنبل جلد3 ص433 بيروت

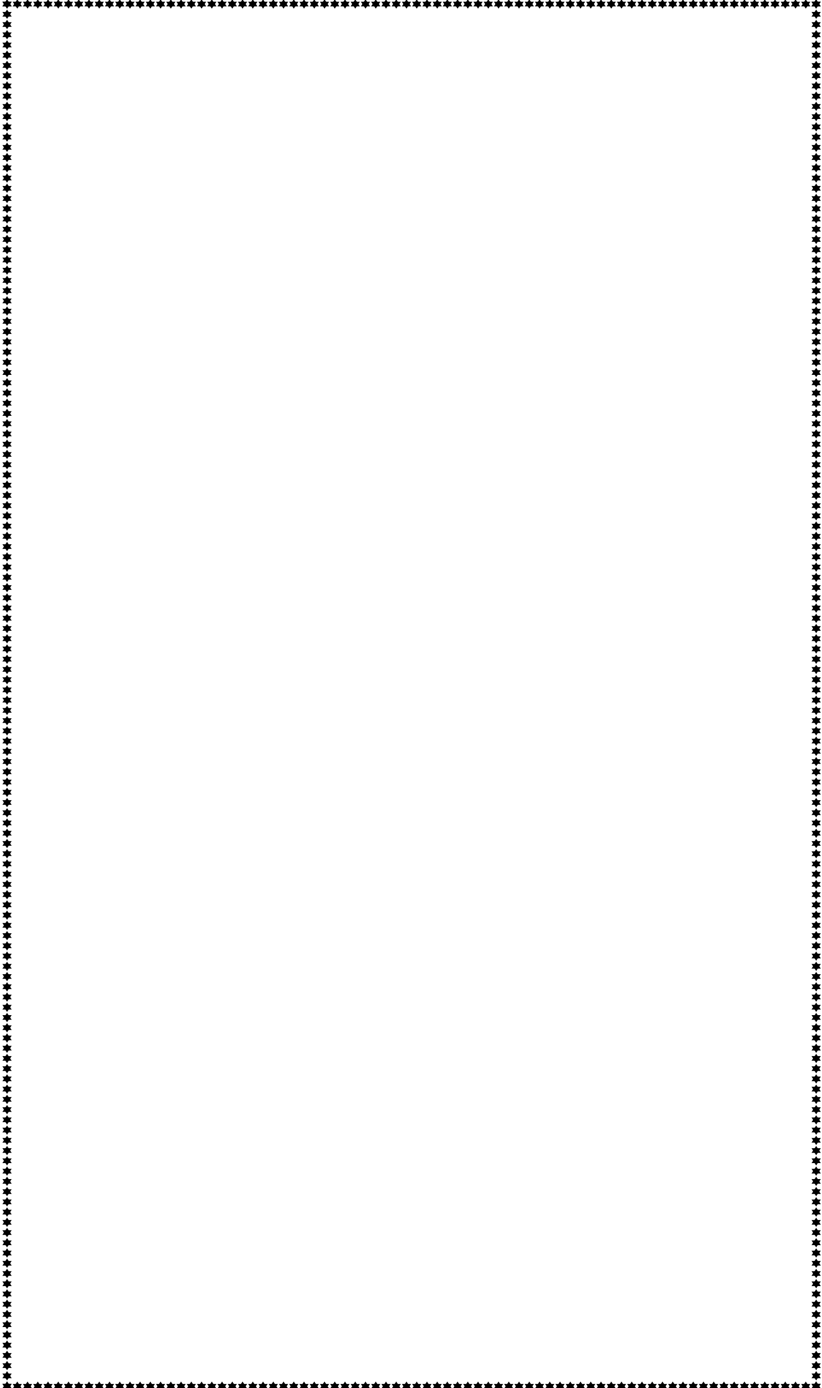
17 بو داؤد كتاب ا لطهارت باب الاستنثار

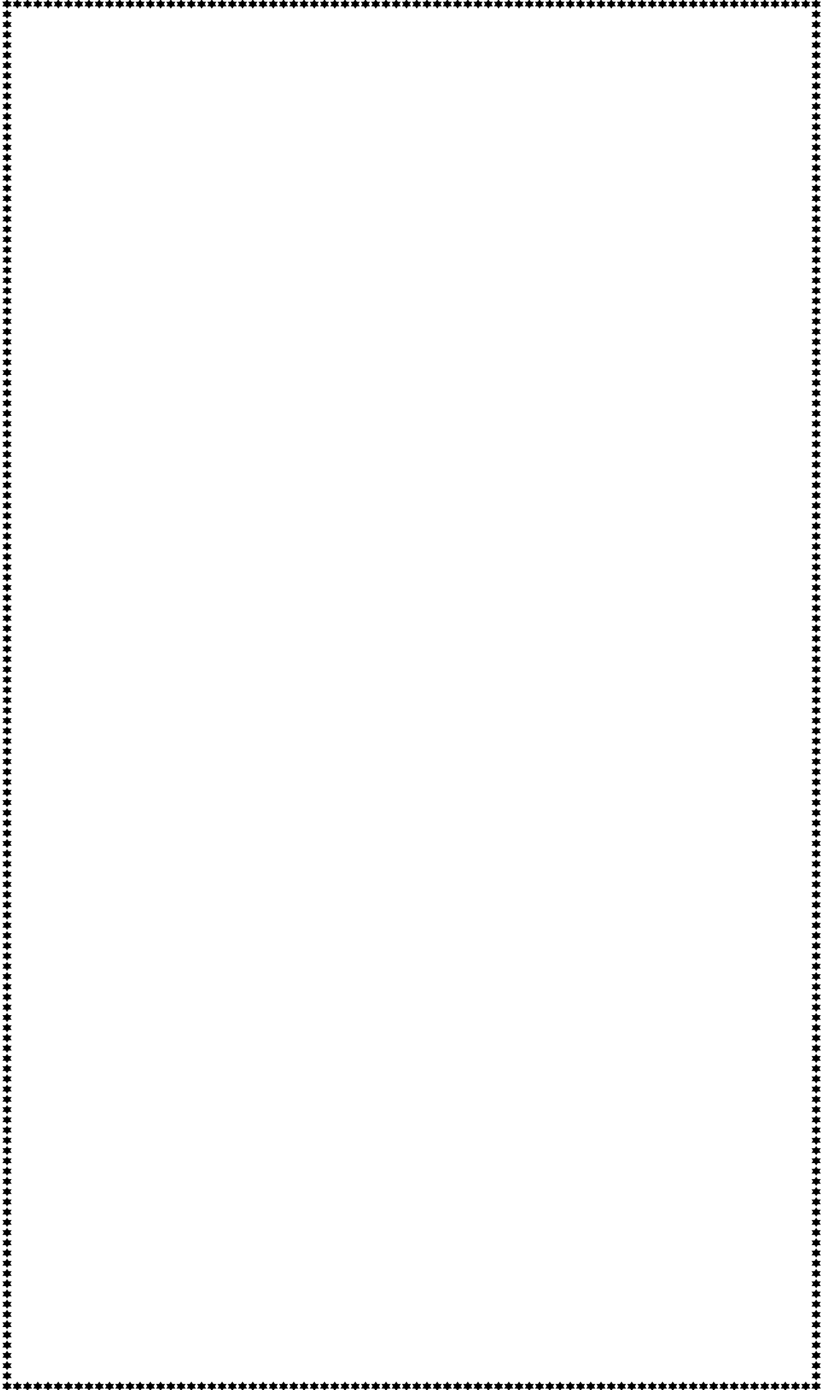
18 بخارى كتاب الادب باب الزيارة و من زار قوماً فطعم عندهم

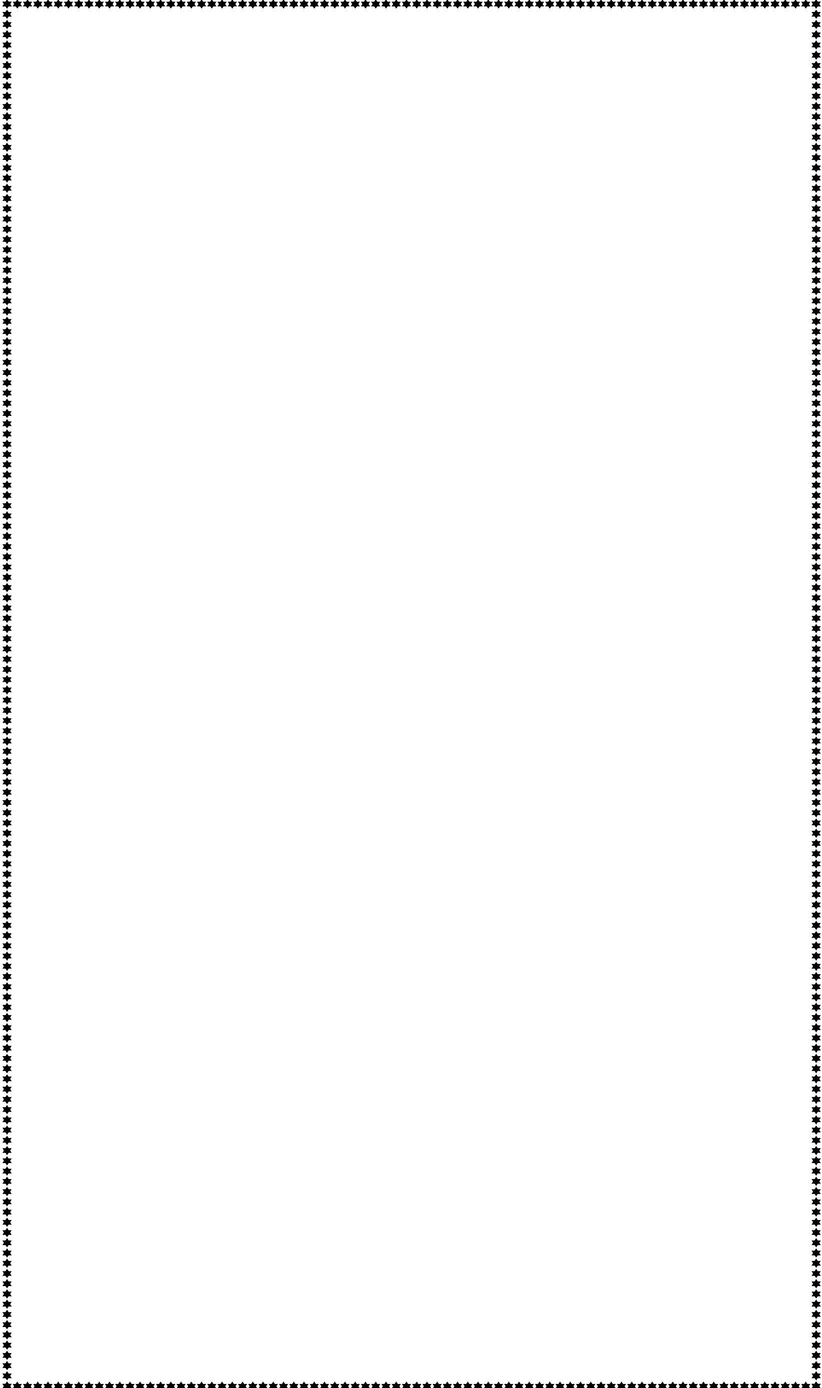
19 مسند احمد جلد4 ص61 مطبوعه بيروت

20 مسند احمد بن حنبل جلد3 ص123 بيروت

21 بخارى كتاب الاطعمه باب الرجل يتكلّف الطعام لاخوانه







رسول اللہؐ کی حبّ الوطنی

وطن سے محبت انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے۔انسان جہاں پیدا ہوتا ہے،جس ماحول میں آنکھوں کھولتا ہے،جس سرزمین کی مٹی سے کھیلتا ہے اور جس دھرتی سے غذا حاصل کرتا ہے وہ اسکے لئے بمنزلہ ماں کے ہوجاتی ہے اوراس کی محبت انسان کے رگ وریشہ میں رچ بس جاتی ہے۔ پھرحبّ وطن قومی اور دینی فریضہ بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دین کی خاطرترک وطن کرنے اور خدا کی راہ میں ہجرت کا بہت ثواب بیان ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جوشخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑتا ہے، وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا اور جوشخص اپنے گھر سے اللہ کی خاطر ہجرت کر کے نکلتا ہے پھر اسے موت آجائے تو اسکا اجر اللہ کی ذمہ ہے۔(سورۃ النساء:101)

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ“ یعنی وطن کی محبت جزوایمان ہے۔(سخاوی)1

دینی فریضہ ہونے کے اعتبار سے وطن کی محبت انسان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کرتی ہے،جن کا پورا کرنا ہر مومن کا فرض اولین ہے۔

حبّ الوطنی کا سچا تصور

آج کی دنیا میں تو حبّ الوطنی کے نام پر رنگ ونسل اور قوم و ملک کی عبصیت وحمیت کو ہوا دی جاتی ہے اور اس کی خاطر ناجائز حربوں سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اسی مقدس نام پر کمزوروں کے حقوق پامال کر لئے جاتے ہیں۔ اپنے وطن کی محبت کے مقابل پر غیروں اور انکے وطن سے نفرت کی جاتی ہے۔ قوموں اور ملکوں میں ترجیح وتفریق کا یہ رویہ آج کے دور کی پیداوار تو ہوسکتی ہے۔ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآنی تعلیم کا صحیح اور سچا نمونہ ہمارے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی سیرت پر نظر ڈالیں تو حب الوطنی کے دینی مفہوم میں وسعت نظر آنے لگتی ہے جس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کیلئے رحمت ہیں۔ آپؐ آفاقی نبی ہیں اور ساری زمین آپ کا وطن ہے۔ آپؐ کی ہی یہ خصوصیت ہے کہ تمام روئے زمین آپؐ کے لئے پاک اور سجدہ گاہ بننے کے لائق قرار دی گئی ہے۔ اس لئے آپؐ روئے زمین کے ہر خطہ اور اس کے انسانوں سے بلا امتیاز رنگ ونسل محبت کرنے والے تھے۔ آپؐ نے ہی قومی تفریق مٹانے کا یہ سبق دیا کہ سب انسان برابر ہیں اور رنگ ونسل یا عصبیت کی بناء پر کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

پھر آپؐ نے ہر فرد کا اپنے وطن سے محبت کا جائز حق اور مکمل آزادی

کا حق قائم فرمایا۔ پس وہ خطہ عرب جہاں ہمارے نبیؐ پیدا ہوئے اور وہ شہر جس کے گلی کوچوں میں آپ کا بچپن گزرا، وہ گھر اور وہ مکان جہاں آپؐ کے شب و روز بسر ہوئے، بلا شبہ آپؐ کی طبعی محبت کے زیادہ حقدار تھے اور یہ محبت اپنے موقع ومحل پر خوب ظاہر ہوئی۔

دفاع وطن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ حبّ وطن میں کمال توازن اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ حب الوطنی کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کبھی وطن یا اہل وطن پر کوئی مصیبت آئی، آپؐ نے آگے بڑھ کر اہل وطن کا ساتھ دیا۔ آپؐ کی عمر ابھی بیس سال تھی کہ آپ کی قوم اور قبیلہ قیس عیلان کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں بنو کنانہ اور قریش ایک طرف تھے اور قیس عیلان اور ہوازن دوسری طرف۔ وطن پر اس مصیبت اور نازک صورت حال میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک عام سپاہی کی طرح فوج میں شامل ہوکر اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (ابن ہشام) 2

اہل وطن سے ہمدردی

نبی کریمؐ کی اہل وطن کے ساتھ محبت کا یہ عالم ہے کہ جب حقوق انسانی

کے قیام، اور ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے حلف الفضول کا معاہدہ ہوتا ہے۔ تو آپؐ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ دعویٰ نبوت کے بعد بھی آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس معاہدہ حلف الفضول میں شریک ہوا تھا۔ اس بات کی مجھے اتنی خوشی ہے کہ اگر سرخ اونٹ بھی مجھے مل جائیں تو اتنی خوشی نہ ہو اور اگر اسلام کے زمانہ میں بھی مجھے اُس معاہدہ کی طرف بلایا جائے تو اس پر ضرور عمل کروں گا۔ (ابن ہشام) 3

وطن اور اہل وطن کی جو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جاگزیں تھی۔ زمانہ نبوت سے قبل اس کے اظہار کا ایک اور منظر اس وقت سامنے آتا ہے جب عربوں پر ظلم کا نشانہ بنانے والے ایرانیوں کے ساتھ رومیوں کی جنگ ہوئی تو عربوں نے رومیوں کی خوب مدد کی یہاں تک کہ رومی بالآخر فتح یاب ہوئے گویا عربوں کو ایرانیوں کے ظلم سے نجات ہوئی، اس روز اہل وطن کے چین اور سکھ کا خیال کر کے خوش ہو کر ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''کہ آج وہ دن ہے کہ جس میں عربوں نے اپنا حق آزادی حاصل کر لیا ہے'' (ابن سعد) 4

خون کے آنسو

آج کے دور آزادی میں ذرا اس انسان کی مظلومیت کا تصور تو کریں جسے اس کے شہر کے باسی اپنے وطن میں ہی رہنے نہ دیں بلکہ اس کے جان لیوا

دشمن بن کر شہر سے نکلنے پر مجبور کریں، بلاشبہ آج ایسے شخص کو دنیا کا مظلوم ترین انسان کہا جائے گا۔مگر ہمارے پیارے رسول نے تو خدا کی راہ میں یہ ظلم بھی راضی برضا ہو کر برداشت کیا۔

پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر آئیں تو انہوں نے وحی کی ساری کیفیت سن کر کہا تھا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے اس شہر سے نکال دے گی۔ذرا سوچو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جب آپؐ کیلئے اپنے دیس اپنے پیارے وطن سے نکالے جانے کا تصور ہی تکلیف دہ تھا جس کا کچھ اندازہ آپؐ کے اس تعجب آمیز جواب سے ملتا ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ ''اَوَ مُخرِجِیَّ ھُم'' کیا میری قوم مجھے اپنے وطن سے نکال باہر کرے گی یعنی میرے جیسے بے ضرر بلکہ نفع رساں وجود کو جوان کے لئے ہر وقت فکرمند اور دعا گو ہے دیس سے نکال دیا جائیگا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ مگر ورقہ نے بھی ٹھیک ہی کہا تھا کہ پہلے جس کسی نے بھی ایسا دعویٰ کیا اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا آیا ہے۔آپ کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔(بخاری)5

اور پھر وہی ہوا کہ وہ شاہ دو عالم جس کی خاطر یہ ساری کائنات پیدا کی گئی۔ان کو ایک دن اپنے وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔

ذرا سوچیں تو سہی وہ دن شاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا بھاری

ہوگا، جب آپ اپنے آبائی وطن مکہ کے ان گلی کوچوں سے نکل جانے پر مجبور کر دیئے گئے ۔ چنانچہ جس روز آپ مکہ سے نکلے ہیں اس روز آپؐ کا دل اپنے وطن مکہ کی محبت میں خون کے آنسو رو رہا تھا۔ جب آپ شہر سے باہر آئے تو اس موڑ پر جہاں مکہ آپؐ کی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا آپ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور مکہ کی طرف منہ کر کے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے مکہ تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔'' (احمد) 6

مکہ کو یوں حسرت سے الوداع کہتے ہوئے آپؐ سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ کی بھی اپنے محبوب نبی کے دلی جذبات پر نظر تھی اس لئے اسے پہلے ہی ترک وطن کی قربانی کیلئے تیار کر رکھا تھا اور قبل از وقت یہ دعا سکھا دی تھی جس میں مکہ سے نکلنے کا ذکر بعد میں اور اس میں دوبارہ داخل ہونے کا ذکر پہلے کر کے تسلی دے دی تا دل کا بوجھ ہلکا ہو۔ فرمایا:۔

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْرًا ۔ (بنی اسرائیل 8:1)

یعنی اے نبی تو یہ دعا کر کہ ''اے میرے رب مجھے نیک طور پر دوبارہ مکہ میں داخل کر اور نیک ذکر چھوڑنے والے طریق پر مکہ سے نکال اور اپنے پاس سے میرا کوئی مددگار مقرر کر۔'' دراصل یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حب وطن کا جذبہ ہی تھا جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دلی تسلی کے لئے یہ آیت اتاری۔

اِنَّ الَّـذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ(القصص86) کہ وہ خدا جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپؐ کو وطن میں ضرور واپس لائے گا۔

اسی طرح سورۂ بلد میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب رسولؐ کے شہر کی قسم کھا کر آپ کو دلاسا اور تسلی دلاتے ہوئے پیشگوئی فرماتا ہے کہ آپ ایک روز اس شہر مکہ میں ضرور بر ضرور داخل ہوں گے۔(سورۃ البلد:2)

ہجرت مدینہ کے بعد بھی اپنے اہل وطن کی یاد اور محبت آپ کے دل میں باقی رہی آپ مسلسل ان کے لئے دعائیں کرتے تھے۔

اہل وطن کے لئے دعائیں

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ساری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوکر یہ دعائیہ آیت پڑھتے رہے ''کہ اے اللہ! اگر تو ان کفار کو عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے۔''(نسائی)7

گویا آپ حکیمانہ تدبیروں سے کفار اور اہل وطن پر غلبہ کے خواہشمند تھے بربادی اور ہلاکت کی راہ سے نہیں۔

ایک دفعہ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کفار کے خلاف میری اس طرح مدد کر جس طرح یوسفؑ کی ان کے بھائیوں کے خلاف قحط سے مدد کی تھی۔(جب وہ مطیع ہوکر دربار یوسف میں حاضر ہوگئے تھے) یہ دعا مقبول ہوئی

اور مکہ میں اتنا سخت قحط پڑا کہ لوگ مردہ جانوروں کی ہڈیاں تک کھانے لگے۔ بھوک کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے دھواں ہی دھواں چھا جاتا تھا۔ کفار مکہ اس قحط سالی سے خوف زدہ ہوتے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق جس طرح خدا کے ساتھ ہے مخلوق کے ساتھ بھی ہے۔ وہ محبّ وطن بھی بہت ہیں۔ چنانچہ ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ آپؐ سے اہل وطن کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہے۔ اے محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپؐ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ بارشیں ہوں اور قحط سالی دور ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو ابوسفیان کو احساس دلانے کے لئے فرماتے ہیں تم بڑے دلیر ہو کہ میرے انکار کے نتیجہ میں ہی تو یہ عذاب آیا ہے اور اس خدائے واحد پر ایمان لانے کی بجائے تم عذاب ٹلوانے کی درخواست دعا کرتے ہو۔ مگر پھر آپؐ کے دل میں اہل وطن کی محبت کا کچھ ایسا خیال آیا کہ آپؐ نے قحط سالی کے دور ہونے اور بارش کے لئے دعا کی اور یہ دعا مقبول ہوئی۔ بارشیں ہوئیں اور قحط دور ہو گیا۔ مگر اہل مکہ پر جب خوشحالی کا دور آیا تو شرک، بت پرستی اور مخالفت میں پھر مصروف ہو گئے۔ یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (بخاری) 8

اس قحط کے دوران حضورؐ نے مدینہ سے چندہ کر کے پانچ سو دینار بھی اہل مکہ کی امداد کے لئے بھجوائے تھے۔ (السرخسی) 9

یاد وطن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے وطن مکہ سے جو گہری محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی خوب ہوتا ہے کہ جب غفار قبیلہ کا ایک شخص ہجرت کے بعد کے زمانہ میں مکہ سے مدینہ آیا (یہ احکام نزول پردہ سے پہلے کا واقعہ ہے) تو حضرت عائشہؓ نے اس سے پوچھا کہ مکہ کا کیا حال تھا اس نے کمال فصاحت و بلاغت سے یہ جواب دیا کہ

''سرزمین مکہ کے دامن سرسبز و شاداب تھے اس کے چٹیل میدان میں سفید اذخر گھاس خوب جوبن پر تھی اور کیکر کے درخت اپنی بہار دکھا رہے تھے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ سنا تو آپؐ کو مکہ کی یاد ستائی اور وطن کی محبت نے جوش مارا۔ فرمایا'' بس کرو اور مکہ کے مزید احوال بتا کر ہمیں غمگین نہ کرو۔ دوسری روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تو نے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔'' (سخاوی) 10

امن کا سفیر

حدیبیہ کے موقعہ پر بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت شرائط کے مقابل پر نرمی اور صلح کی راہ اختیار کی تو اس کی ایک وجہ یہی تھی کہ جنگ و جدل کے نتیجہ میں اہل وطن کا جانی نقصان نہ ہو۔ (بخاری) 11

فتح حدیبیہ سے اگلے سال جب معاہدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے تشریف لائے تو مکہ میں صرف تین دن ٹھہرنے کی اجازت تھی۔اس موقع پر حضرت میمونہؓ کی شادی آپؐ کے ساتھ ہوئی اور آپؐ کی خواہش تھی کہ مکہّ میں دعوت ولیمہ ہو جائے اور اہلِ وطن بھی اس میں شامل ہوں۔آپؐ نے مکہ والوں کو یہ پیغام بھی بھیجا کہ ایک دو روز اور مکہ میں رہ لینے دو اور دعوت میں تم سب لوگ شریک ہو جاؤ۔انہوں نے اجازت نہ دی۔12

مگر پھر بھی آپؐ کی اہل وطن سے محبت سرد نہ ہوئی۔فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ کی ساری حکمت عملی اس کوشش کے لئے وقف تھی کہ مکہ والوں کا جانی نقصان نہ ہو۔آپؐ نہایت تیز رفتاری سے دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ پہنچے اور آپؐ کی یہ دلی آرزو پوری ہوئی۔جس روز وہ شہر مکہ فتح ہوا جہاں آپؐ کو سخت اذیتوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔آپؐ کی طرف سے پورے شہر کیلئے امان اور معافی کا اعلان ہی سننے میں آیا۔اہل مکہ کے ایک دستہ نے بدبختی سے ازخود حملہ میں پہل کر کے اپنے دو آدمی مروا لئے۔(بخاری)13

مکہّ سے وفا

فتح مکہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے وطن سے محبت کا اظہار کھل کر ہوا۔جب مکےّ میں آپؐ کے قیام کا سوال ہوا کہ کہاں ٹھہریں گے۔؟ کیا اپنے پرانے گھروں میں؟ تو فرمایا ہمارے جدی رشتہ داروں عقیل وغیرہ نے وہ گھر

کہاں چھوڑے، بیچ بچا دیئے۔ گویا فتح پا کر بھی اپنے ہی گھروں کو واپس قبضہ میں نہ لے کر اہل وطن کی لاج رکھ لی۔ (بخاری) 14

فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریمؐ کے دل میں حبّ وطن کا جوشِ تلاطم جس طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اسکا اندازہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت سے ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں ''حزورہ'' مقام پر کھڑے ہوئے (یہ جگہ مکہ کے بازار میں باب الحنّاطین کے پاس ہے) آپؐ اپنے پیارے وطن مکہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ ''اے مکہ! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو اللہ کی سب سے بہتر اور پیاری زمین ہے اگر تیرے اہل مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں ہرگز نہ نکلتا۔'' (احمد) 15

معلوم ہوتا ہے یہ بات انصار مدینہ تک بھی پہنچی۔ انہوں نے آپس میں سرگوشیاں کیں کہ رسول اللہؐ پر وطن کی محبت غالب آ گئی ہے۔ فتح کے بعد شاید رسول اللہؐ اپنے وطن میں ہی ٹھہر جائیں۔ نبی کریمؐ کو اس کی اطلاع ہوئی آپؐ نے انصار کو کوہ صفا پر اکٹھا کر کے فرمایا۔ کیا تم نے ایسی بات کہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے جذبہ کے تحت ایسا کہا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں۔ (مسلم) 16

پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے انصارِ مدینہ! اب میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہو چکا ہے۔(ابن ہشام) 17

آخری بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع کے موقع پر مکہ تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ پھر وطن کی یادیں عود کر آئیں۔ عبدالرحمان بن حارثؓ کہتے ہیں میں نے آپ کو اپنی سواری پر بیٹھے یہ کہتے سنا کہ ''اے مکہ خدا کی قسم تو بہترین وطن اور اللہ کی پیاری زمین ہے۔ اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز نہ نکلتا۔'' عبدالرحمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے کاش! اب ہم ایسا کر سکیں اور آپؐ مکہ لوٹ آئیں یہ آپؐ کی پیدائش کا مقام اور پروان چڑھنے کی جگہ ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنی پیاری سرزمین سے نکالا ہے تو اپنی کسی اور محبوب سرزمین میں ٹھکانہ عطا کر۔ اب خدا نے مجھے مدینہ میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔''(حاکم) 18

مدینہ وطن ثانی

پھر جب خدا کی تقدیر نے مدینہ کو آپؐ کا وطن ثانی بنا دیا تو اس سے بھی محبت اور وفا کا حق ادا کر دکھایا۔ اہل مدینہ کی سعادت کہ خدا کے نبی کو خوش آمدید کہا تو ان کے وارے نیارے ہو گئے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مدینہ اور وہاں کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ثانی بننے کے بعد اس سے بڑھ کر ملا جو ان کا حق تھا۔ مدینہ کو پہلے

یثرب نام سے یاد کیا جاتا تھا۔جس میں سرزنش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہ شہر مدینة الرسول یعنی شہر رسول کہلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بڑے پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ تو اسے یثرب کہتے ہیں مگر یہ تو مدینہ ہے جو اس طرح لوگوں کو صاف کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو صاف کر دیتی ہے۔یعنی مدینہ کا پاکیزہ ماحول اور نیک صحبتیں اثر انگیز ہیں۔آپؐ نے شہر مدینہ کی حرمت قائم کی اور فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں یعنی اس میں جنگ و جدل اور خون خرابہ جائز نہیں۔(بخاری)19

مدینہ کے لئے دعائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو شروع میں یہاں کی آب و ہوا صحابہ کو موافق نہ آئی اور ان کو بخار آنے لگا۔تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔

''اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے مکہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مدینہ کو محبوب کر دے۔اے اللہ! مدینہ اور اس کے اہل کے رزق میں فروانی عطا کر اس کی آب و ہوا کو ہمارے لئے صحیح کر دے۔ اس کے وبائی بخار کو کہیں دور لے جا اور مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکات رکھ دے۔''(بخاری)20

پھر تو اس وطن ثانی سے رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہ کو ایسی محبت ہوئی کہ مدینہ سے جدائی طبیعت پر گراں گزرتی تھی۔صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریمؐ کسی سفر سے تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو مدینہ کی محبت کے باعث اپنی سواری کو ایڑ لگا کر تیز کر دیتے۔(بخاری)21

آخری سالوں میں آپؐ تبوک کی مہم کے سلسلہ میں ایک ماہ کے قریب مدینہ سے باہر رہے تھے۔واپس تشریف لاتے ہوئے مدینہ کے ارد گرد کے ٹیلوں کے قریب پہنچے، جونہی مدینہ پر نظر پڑی عجب وارفتگی کے عالم میں بے اختیار فرمانے لگے۔''ھٰذِہٖ طَابَۃُ''لو ہمارا پاک شہر مدینہ آ گیا۔مدینہ آ گیا۔(بخاری)22 آپ مدینہ کو طابہ یا طَیبہ بھی کہتے تھے جس کے معنی پاک اور پاک کرنے والے کے ہیں۔

اسی طرح رسول کریمؐ جب غزوۂ خیبر میں فتح حاصل کرنے کے بعد مدینہ تشریف لا رہے تھے تو مدینہ کے قریب پہنچ کر فرط مسَرت میں سواری کو ایڑ لگائی اور تیز کر لیا۔جب دور سے پہاڑ احد پر نظر پڑی تو بے اختیار وادی مدینہ کی محبت میں سرشار ہو کر کہہ اٹھے وادی احد یعنی مدینہ کو ہم سے محبت ہے اور یہ ہمیں بہت پیاری ہے۔(بخاری)23

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدینہ سے محبت دیکھ کر حضرت عمرؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے موت آئے تو تیرے پاک رسولؐ کے شہر

مدینہ میں آئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسول کریمؐ کی پاک سیرت کے نمونوں کی روشنی میں وہ ہمیں اپنے وطن کی ایسی سچی محبت عطا کرے، جو ہم وطن کی خاطر خدمت اور قربانی کے سب حق پورے کرنے والے ہوں اور اپنی کسی حق تلفی کے نتیجہ میں اپنے وطن یا اہل وطن کی حق تلفی کرنے والے نہ ہوں۔ اگر ہم اور کچھ نہیں کر سکتے تو اپنے وطن کے لئے درد دل سے دعائیں ہی کریں کہ اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ ہو اور جس نام پر یہ سرزمین حاصل کی گئی تھی خدا کرے کہ وہ مقصد حقیقی طور پر پورا ہو۔

حوالہ جات

1 المقاصد الحسنة از علامه عبدالرحمن سخاوی دارالکتب العربیه

2 السیرة النبویه لابن هشام جلد1 ص198 مطبوعه مصر

3 السیرة النبویه لابن هشام جلد1 ص142 مطبو عه مصر

4 الطبقات الکبری ابن سعد جلد7 ص77 بیروت

5 بخاری بدء الوحی

6 مسند احمد جلد4 ص305 بروت

7 نسائی کتاب الافتتاح باب تردیدا لآیة

8 بخاری کتاب التفسیر سورة دخان

9 المسبوط للسرخسی جلد10 ص92

10 المقاصد الحسنه از سخاوی ص298 بیروت

11 بخاری کتاب المغازی باب صلح حدیبیه

12 بخاری کتاب المغازی باب عمرة القضاء

13 بخاری کتاب المغازی باب این رکض النبی الرایة

14 بخاری کتاب الحج باب توریث دورمکة

15 مسنداحمد بن حنبل جلد4 ص305 بیروت

16 مسلم کتاب المغازی باب فتح مکه

17 السیرة النبویه لابن هشام جلد2 ص95 بیروت

18 مستدرک حاکم جلد3 ص278 بیروت

19 بخاری کتاب فضائل المدینه باب حرم المدینه و المدینه تنفی الخبث

20 بخاری کتاب فضائل المدینہ باب12

21 بخاری کتاب فضائل المدینہ باب10

22 بخاری کتاب فضائل المدینہ باب المدینہ طابة

23 بخاری کتاب المغازی باب احد یحبناو نحبہ

رسول اللہؐ کا استقلال اور استقامت

خدا تعالیٰ کے مامور اور فرستادے دنیا کے معزز اور شریف ترین انسان ہوتے ہیں، جن کی سچائی امانت و دیانت اور شرافت کا ایک زمانہ گواہ ہوتا ہے۔ مگر جب وہ گمراہ معاشرے کو خدا کی طرف سے پیغام حق پہنچاتے اور نیکی و سچائی کی تعلیم دیتے ہیں تو بدی کے پرستار اور بدخواہل دنیا انکی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، ان کا تمسخر اُڑاتے اور اذیتیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے رویّے پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

''وائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمسخر کرنے لگتے ہیں۔'' (یٰس :31)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی کے رنگ میں فرماتا ہے۔ ''تجھے صرف وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھیں'' (حم السجدہ:44)

یعنی اُن کے ساتھ بھی اسی طرح کا تمسخر و استہزاء اور اسی قسم کے اعتراض کئے جاتے تھے۔ مگر ان تمام اذیتوں پر آپؐ کو صبر اور استقامت کی تلقین

کی گئی چنانچہ فرمایا۔ ''تو اسی دین کی طرف لوگوں کو پکار اور استقلال سے قائم رہ جیسا تجھے کہا گیا ہے۔ اور انکی خواہشوں کی پیروی نہ کر۔'' (سورۃ الشوریٰ:16)

نیز فرمایا ''پس اے نبی! تو بھی اسی طرح صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسول تجھ سے پہلے صبر کر چکے ہیں۔'' (سورۃ الاحقاف:36)

اسی طرح فرمایا ''تمہیں اپنی جانوں اور مالوں کے بارہ میں ضرور آزمایا جائے گا۔ اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت دکھ دینے والا کلام سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو گے تو یقیناً یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔'' (سورہ آل عمران:187)

سلسلہ انبیاء میں ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیؐ سب سے زیادہ آزمائے گئے۔ آپؐ نے زبانی اذیتیں بھی سن کر برداشت کیں اور جسمانی دکھ بھی سہے۔ اور یہ تمام مصائب خدا کی راہ میں خوشی سے جھیلے۔ کبھی ماتھے پر کوئی شکن یا زبان پر کوئی شکوہ نہیں لائے بلکہ بڑی شان اور وقار کے ساتھ اس راہ پر گامزن رہے اور اعلیٰ درجے کی استقامت کا نمونہ دکھلا دیا۔

ہمارے آقاؐ کیسے کوہ وقار وہ انسان ہیں جن کو معاذ اللہ شاعر، دیوانہ، جادوگر اور کذّاب کہہ کر ہر گندی گالی دی جاتی ہے، مگر وہ نہ صرف یہ دشنام دہی برداشت کرتے ہیں بلکہ ان دشمنانِ دین کے لئے دعا گو ہیں کہ اے اللہ میری قوم کو بخشش دے یہ جانتے نہیں۔ (بخاری) 1

شدائد و آلام کے اس زمانے میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کو تلقین صبر، تائید و نصرت کی یقین دہانی اور حفاظت کے وعدے نہ ہوتے تو مشکلات کے وہ پہاڑ کیسے عبور ہوتے اللہ تعالیٰ آپ کو قدم قدم پر تسلی دیتا تھا۔کبھی استہزاء کرنے والوں کے بارہ میں یہ فرما کر کہ ’’ہم خود ان تمسخر کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔‘‘ (سورۃ الحجر:96) یعنی ان سے نبٹ لیں گے اور تجھے ان کے شر سے محفوظ رکھیں گے۔تو کبھی یہ کہہ کر اطمینان دلایا جاتا کہ ’’اللہ تعالیٰ تجھے ان کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔‘‘ (سورۃ المائدہ:68)

وہ استہزاء کرنے والے جب آپ کے پاک نام محمدؐ کو (جس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا) بگاڑ کر مذمّم (یعنی قابل مذمت) کہا کرتے تو آپؐ فرماتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ مجھے کس طرح ان کی گالیوں اور دشنام دہی سے بچا لیتا ہے۔یہ کسی مذمّم کو گالیاں دیتے ہیں جبکہ میرا نام خدا نے محمدؐ رکھا ہے۔ (بخاری)2

امر واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدائد و آلام کا حال اصحاب رسول نے بہت کم بیان کیا، کیونکہ ایک طرف یہ مضمون سخت تکلیف دہ اور اذّیت ناک تھا تو دوسری طرف ادب رسولؐ کا بھی تقاضا تھا کہ یہ تذکرے عام نہ ہوں۔خود نبی کریمؐ کمال صبر کا نمونہ دکھاتے ہوئے کبھی بھی از خود ان شدائد و آلام کے قصّے نہیں سناتے تھے۔گھریلو ماحول میں کبھی بات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ کو ایک دفعہ اتنا بتایا، ’’میں (مکہ میں) دو بدترین ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی مُعیط کے

درمیان رہتا تھا یہ دونوں گوبر اُٹھا کے لاتے اور میرے دروازے پر پھینک دیتے، حتّٰی کہ اپنے گھروں کی غلاظت بھی میرے دروازے پر ڈال جاتے۔'' آپؐ باہر نکلتے تو صرف اتنا فرماتے اے عبد مناف کی اولاد!'' یہ کیسا حق ہمسائیگی تم ادا کرتے ہو؟'' پھر آپؐ اس گند کو خود راستہ سے ہٹا دیتے۔ (حلبیہ)3

رسول اللہؐ کو طواف کعبہ سے بھی روکا جاتا تھا۔کبھی بیت اللہ میں داخل ہوکر دو رکعت نماز پڑھنا چاہی تو اس سے بھی منع کر دیئے گئے۔عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ قریش نے آنحضرتؐ کو جو سب سے بڑا دکھ پہنچایا اور آپ نے دیکھا ہو وہ سنائیں۔عبداللہ بن عمروؓ نے بیان کیا کہ'' ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے سردار جمع تھے اور میں بھی موجود تھا۔ وہ کہنے لگے اس شخص کو جتنا ہم نے برداشت کیا ہے آج تک کسی اور کو نہیں کیا۔ اس نے ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف کہا، ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہا، ہمارے دین کو خراب قرار دیا، ہماری جمعیت میں تفرقہ ڈال دیا اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں،ہم نے اس کی باتوں پر حد درجہ صبر کیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کرہی رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔آپؐ نے آکر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔اس دوران ان سرداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دعوے کا ذکر کر کے آپؐ پر اعتراض کے رنگ میں آنکھ سے اشارہ کیا،جس کا اثر میں نے آپؐ کے چہرے پر دیکھا۔پھر جب آپؐ دوسری دفعہ گزرے تو انھوں نے اسی طرح طعن کیا اور میں نے رسول اللہؐ

کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے طواف کے تیسرے چکر میں بھی سردارانِ قریش نے یہی حرکت کی۔ آپؐ نے بڑے جلال سے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اے قریش کی جماعت سُن لو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ میں تمھیں ہلاکت کی خبر دیتا ہوں۔'' میں نے دیکھا کہ اس بات کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ یہاں تک کہ ان میں سے اس سے پہلے سختی کی تحریک کرنے والا نرمی سے کہنے لگا کہ ''اے ابو القاسم آپ تشریف لے جائیں۔ خدا کی قسم آپ جاہل نہیں ہیں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اگلے دن سردارانِ قریش خانہ کعبہ میں پھر جمع ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کل جو واقعہ گزرا ہے اس کے جواب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا اس کے باوجود تم نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہؐ تشریف لائے۔ سب آپؐ کی طرف لپکے۔ آپ کو گھیر لیا اور کہنے لگے آپ ہمیں یہ یہ کہتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو اور ہمارے دین کو خراب قرار دیتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کا جواب دیتے جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آپ کی چادر کو پکڑا اور اس کو بل دے کر آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ آڑے آئے اور اس شخص کو پیچھے ہٹایا۔ وہ روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے ''تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔'' یہ ایک سخت ترین اذیت ہے جو میں نے رسول اللہؐ کو قریش سے پہنچتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ (احمد)4

ایک روز سردارانِ قریش خانہ کعبہ کے پاس مقامِ حجر میں جمع ہوئے۔ لات ومنات اور عزیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ آج کے بعد اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو ایک شخص کی طرح سب مل کر حملہ آور ہوں گے اور دم نہ لیں گے جب تک کہ ان کو قتل نہ کردیں۔

حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو آپ روتی ہوئی اپنے بزرگ باپ کے پاس تشریف لائیں۔عرض کیا کہ آپ کی قوم کے سرداروں نے ایسی قسمیں کھائی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص آپ کے خون کا پیاسا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اے میری بیٹی مجھے ذرا وضو کا پانی دینا۔'' پھر آپ وضو کر کے بیت اللہ تشریف لے گئے، جہاں وہ سب سردار براجمان تھے۔آپؐ کو دیکھتے ہی وہ سب بیک زبان ہوکر بولے'' لو وہ آ گیا''۔مگر کسی کو کھڑا ہوکر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔سب کی آنکھیں جھک گئیں اور کوئی بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا، حتّٰی کہ آپ کی طرف آنکھ تک اٹھانے کی جرأت کسی کو نہ ہوسکی۔تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی طرف متوجہ ہوئے اور جا کر ان کے پاس کھڑے ہوگئے، بالکل ان کے سروں کے اوپر۔آپؐ نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اُن کی طرف پھینکی اور بآواز بلند فرمایا'' شَاهَتِ الوُجُوهُ'' (یعنی رسوا ہوگئے چہرے) ابن عباسؓ کہتے ہیں'' ان سردارانِ قریش میں سے جس تک بھی وہ خاک پہنچی وہ بدر کے روز قتل ہوکر ہلاک ہوا۔'' (بیہقی) 5

ایک دفعہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ

کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو آپ کی گردن دبوچ کے رکھ دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب جلال کے ساتھ فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو فوراً فرشتے آ کر اس پر گرفت کریں گے۔ (بخاری) 6

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آزادی سے خدا کی عبادت کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ آپؐ عبادت کرتے ہوئے بھی اذیتوں کا نشانہ بنائے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے تھے۔ ان میں ایک دوسرے سے کہنے لگا تم میں سے کون ہے جو فلاں قبیلے میں ذبح ہونے والی اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدہ کرے۔ تب لوگوں میں سے بدبخت انسان عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اونٹنی کی بچہ دانی اٹھا لایا اور دیکھتا رہا جب نبی کریمؐ نے سجدہ کیا تو اس نے وہ گند بھری بچہ دانی آپ کے کندھوں پر رکھ دی۔ عبداللہ بن مسعودؓ (جو ایک کمزور قبیلہ کے فرد تھے) کہتے ہیں، میں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی ان سرداران کی موجودگی میں رسول اللہؐ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ اے کاش! مجھے بھی طاقت حاصل ہوتی اور میں آپؐ کے لئے کچھ کرسکتا۔

ادھر سرداران قریش رسول اللہؐ کی یہ حالت زار دیکھ کر ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ رسول اللہؐ سجدہ کی حالت میں پڑے

ہوئے سر نہ اٹھا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے آپؐ کی پشت سے وہ گند ہٹایا تو آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا ''اے اللہ! تو قریش پر گرفت کر۔'' (بخاری) 7

ایذارسانی پر صبر و استقامت

عمروحضرت عثمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے پہنچنے والی اذیتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ قریش نے رسول اللہؐ کو بہت ہی ایذائیں دیں۔ عمروؓ کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ تکالیف یاد کر کے حضرت عثمانؓ کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ پھر کچھ سنبھل کر اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنے لگے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ آپ کا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں تھا اور صحن کعبہ میں قریش کے تین سردار عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جس کا ناگوار اثر میں نے حضورؐ کے چہرے پر محسوس کیا۔ چنانچہ میں حضورؐ کے اور قریب ہو گیا۔ حضورؐ میرے اور ابوبکرؓ کے درمیان آ گئے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں میرے ہاتھ میں ڈال لیں۔ ہم نے اکٹھے طواف کیا۔ جب اگلے چکر میں ہم ان کے پاس سے گزرے۔ ابوجہل کہنے لگا ''ہماری تم سے مصالحت قطعی ناممکن ہے۔ تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے

روکتے ہو۔جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں میری یہی تعلیم ہے۔"

طواف کے تیسرے چکر میں جب حضورؐ ان کے پاس سے گزرے تو پھر انہوں نے ایسی ہی نازیبا حرکات کیں۔ چوتھے چکر میں وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پہلے ابوجہل لپکا وہ رسول اللہؐ کو گلے سے پکڑ کر دبوچنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے سامنے سے روک کر دھکا دیا۔ وہ پشت کے بل پیچھے جا گرا۔ حضرت ابوبکرؓ نے امیہ بن خلف کو پیچھے دھکیلا اور خود رسول اللہؐ نے عقبہ بن ابی معیط کو۔ اسکے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے فرمارہے تھے "خدا کی قسم! تم باز نہیں آؤ گے یہاں تک کہ بہت جلد تم پر اللہ کی سزا اور گرفت اترے گی۔"

حضرت عثمانؓ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا ان میں سے ہر ایک خوف سے کانپ رہا تھا اور رسول اللہؐ فرمارہے تھے" تم اپنے نبی کی کتنی بری قوم ثابت ہوئے ہو"۔ پھر حضورؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کھڑکی سے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا" تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب اور اپنی بات پوری کر کے چھوڑے گا اور اپنے نبی کی مدد کرے گا۔اور یہ لوگ جن کو تم دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد تمارے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا۔"

پھر ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔حضرت عثمانؓ کہتے تھے پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا نے ان لوگوں کو ہمارے ہاتھوں سے ہلاک کیا۔(فتح الباری) 8

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جبریلؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔آپؐ مکہ سے باہر نکل رہے تھے۔اہل مکہّ نے آپؐ کو لہولہان کر دیا ہوا تھا۔جبریلؑ نے پوچھا'' آپ کو کیا ہوا؟'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ان لوگوں نے مجھے خون آلود کر کے چھوڑا ہے اور یہ یہ بدسلوکی میرے ساتھ کی ہے۔'' جبریلؑ نے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کو ایک نشان دکھاؤں آپؐ نے فرمایا ہاں! جبریلؑ نے کہا اس درخت کو بلائیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ زمین پر نشان چھوڑتا ہوا آپؐ کے سامنے آکھڑا ہوا۔جبریلؑ نے کہا'' اب اسے واپس پلٹ جانے کا حکم دیجئے''۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ واپس ہوگیا۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس میرے لئے کافی ہے۔(بیہقی) 9

یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداری نشان بھی ہوسکتا ہے جس طرح پانی یا کھانا بڑھنے کے معجزات آپؐ سے ثابت ہیں۔یا پھر یہ ایک لطیف کشفی نظارہ ہوسکتا ہے۔جس میں تمثیلی زبان میں یہ پیغام تھا کہ اگر خدا چاہے تو اہل مکہ کو اس طرح مجبور کر کے آپؐ کے آگے جھکا دے جس طرح یہ درخت آپ کے بلانے پر چلا آیا ہے۔مگر خدا تعالیٰ دین میں جبر واکراہ روا نہیں

رکھتا۔ البتہ جن طبائع میں نرمی اور لچک ہے وہ ایک دن ضرور آپ کی آواز پر لبیک کہیں گی۔ اس نظارے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی طور پر ایسی تسلی ہوئی کہ فرمایا بس میرے لئے یہ کافی ہے۔

اسیر راہِ مولیٰ

نبی کریمؐ پر قید کا بھی زمانہ آیا اور آپؐ نے اسیر راہِ مولیٰ کے طور پر شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہ کر دیگر مسلمانوں کے ساتھ بہت اذیتیں اور دکھ برداشت کیے۔ اس قید میں اگرچہ مسلمان آئے دن کے کفار کے حملوں سے تو بچ گئے مگر بائیکاٹ کی وجہ سے ان کی تجارت ختم ہو کر رہ گئی۔ غلّہ کی رسد مسلمانوں کیلئے روک دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں انہیں بہت مہنگے داموں مخفی طور پر کھانے کا سامان خریدنا پڑتا، جو مالی تنگی کے اس دور میں ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ چنانچہ مسلمانوں نے فاقوں سے کئی دن کاٹے۔ بچے رات کو بھوک کی وجہ سے بلبلاتے تھے مگر ان ظالموں کے دل نہ پسیجتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شعب ابی طالب کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فاقے سے تھے رات کے اندھیرے میں اُن کے پاؤں کے نیچے کوئی نرم چیز آئی جسے اُٹھا کر وہ کھا گئے اور انہیں پتہ تک نہ چلا کہ وہ کیا چیز تھی۔ (ابن ھشام) 10

علاوہ ازیں مسلمان اس دور میں سخت خطرے کی حالت میں تھے۔

رسول کریمؐ اور مسلمانوں کی حفاظت اپنی ذات میں ایک اہم مسئلہ تھا۔ مسلسل تین سال تک یہ زمانہ خوف کے سایہ میں بسر ہوا۔ ابو طالب ہر شب رسول اللہؐ کو اپنے سامنے بستر پر سونے کیلئے بلاتے اور سلا دیتے تاکہ اگر کوئی شخص بد ارادہ رکھتا ہے یا رات کو چپکے سے حملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ آپؐ کو اس جگہ سوتے دیکھ لے، جب سب لوگ سو جاتے تو ابو طالب اپنے کسی بھائی، بیٹے یا چچا زاد کو رسول اللہؐ کی جگہ سونے کا حکم دیتے اور رسول اللہؐ کی سونے کی جگہ بدل کر کسی اور مخفی جگہ آپ کو سلا دیتے۔ حفاظت کا یہ پر حکمت طریق مسلسل جاری رہا۔ (زرقانی) 11 مگر اس سے اس دور کے حالات کی نزاکت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب الجهاد باب غزوه احد

2 بخاری کتاب المناقب باب فی اسماء رسول اللہؐ

3 السيرة الحلبيه جلد1 ص295 بيروت

4 مسند احمد جلد2 ص218 مطبوعه بيروت

5 دلائل النبوه للبيهقی جلد2 ص277، مستدرک حاکم جلد1 ص163

6 بخاری کتاب التفسير سورة العلق باب قوله کلا لئن لم ينته

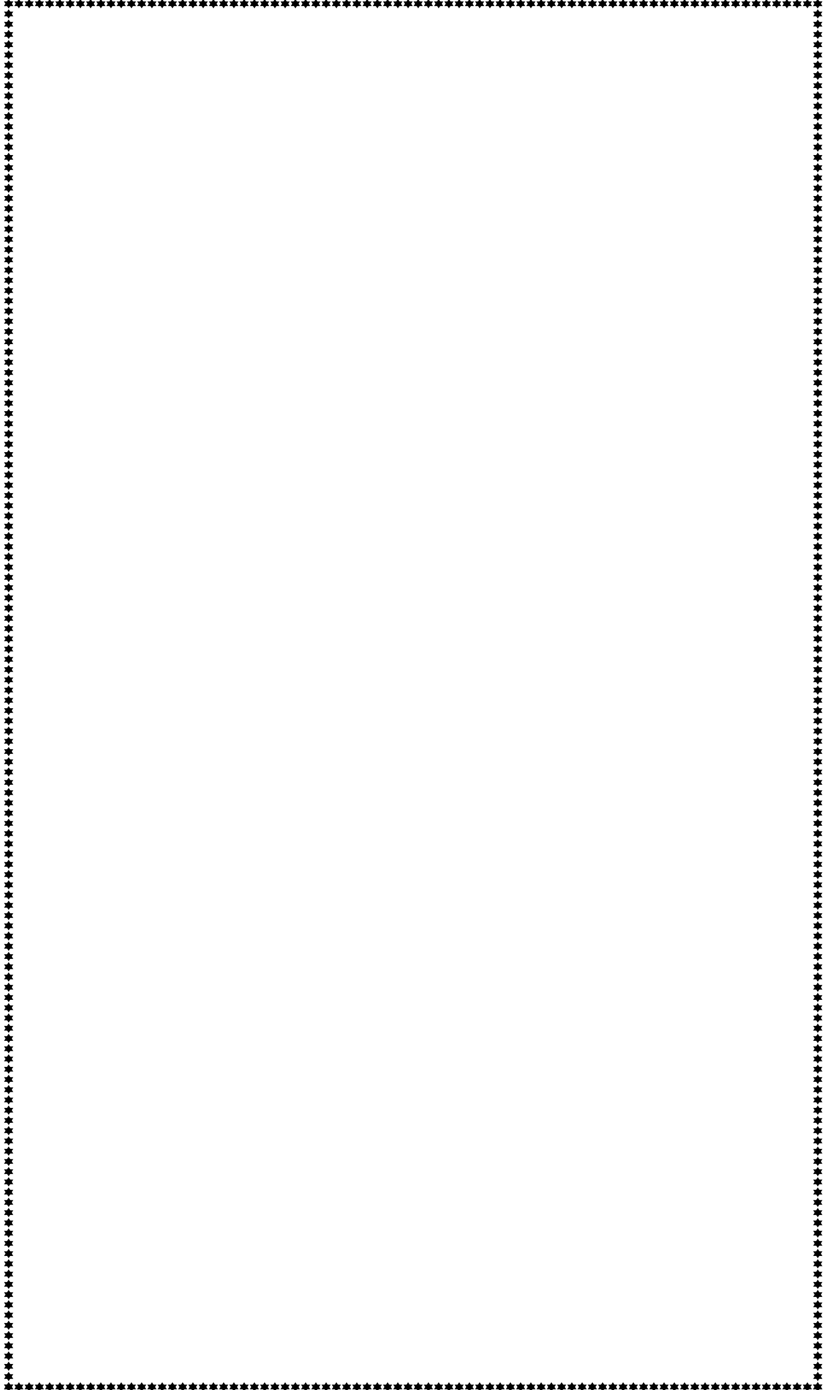
7 بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظهر المصلی

8 فتح الباری جلد7 ص167

9 دلائل النبوة جلد2 ص154 و مجمع الزوائد جلد9 ص10 مطبوعه بيروت

10 حاشيه السيرة ابن هشام جلد2 ص17 مكتبه المصطفی البابی الحلبی

11 شرح العلامه زرقانی علی المواهب اللدنيه للقسطلانی جلد1 ص279



نبی کریمؐ کا صبر علی المصائب

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے اخلاص و وفا کو آزمانے کیلئے کبھی خوف، بھوک مصیبت سے اور کبھی جان و مال کی قربانی لیکر انکا امتحان کرتا ہے۔ جو لوگ اس امتحان میں پورے اتریں اور کسی جزع فزع اور بے صبری کے اظہار کی بجائے کمال صبر و وفا سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (یعنی ہم بھی اللہ کی ہی امانت ہیں اور ہم نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔) کہہ کر اپنے مالک کی مرضی پر راضی ہو جائیں تو اللہ ان پر راضی ہوتا ہے اور اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا اور انکو ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے۔

(سورۃ البقرہ:156تا158)

نبی کریمؐ سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ سب سے زیادہ ابتلاء اور مصائب کن لوگوں پر آتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نبیوں پر۔ پھر ان پر جو ان سے قریب ہوں پھر ان سے قریب تر لوگوں پر۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا جتنا بڑا مقام تھا اسی مناسبت سے آپؐ پر ابتلاء بھی آئے۔ دین کی راہ میں کفار اور مشرکین کے دکھ بھی آپؐ نے

سہے۔عزیزوں، پیاروں کی موت فوت کے صدمے بھی کمال صبر سے برداشت کئے۔اپنے سچے غلاموں کو بھی اسی صبر جمیل کی تعلیم دی۔

چنانچہ نو مسلم خواتین سے عہد بیعت لیتے ہوئے آپؐ یہ الفاظ بھی دوہراتے تھے کہ وہ مصیبت یا صدمہ کے وقت اپنا چہرہ نہیں نوچیں گی، نہ ہی ہلاکت کی بد دعا اور واویلا کریں گی۔نہ گریبان پھاڑیں گی۔اور نہ ہی بال بکھیر کر بین کریں گی۔(ابوداؤد) 1

اسی طرح آپؐ نے فرمایا جب کسی کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی؟ وہ کہتے ہیں ہاں۔اللہ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا ٹکڑا چھین لیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں۔اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری حمد کرتا تھا اور اِنّا لِلّٰہِ کہہ کر تیری رضا پر راضی تھا۔اللہ فرماتا ہے۔میرے بندے کیلئے جنت میں گھر بناؤ اور اسکا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔(ترمذی) 2

نبی کریمؐ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ میری امت کو مصیبت کے وقت اِنّا لِلّٰہِ کہہ کر اللہ کی رضا پر راضی ہونے کے اظہار کا جو سلیقہ دیا گیا ہے یہ مقام اور کسی امت کو اس سے پہلے نہیں دیا گیا۔(ھیثمی) 3

حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہؓ فوت ہوئے تو میں نے ارادہ کیا کہ پرانے رواج کے مطابق انکا ایسا ماتم کرونگی

کہ دنیا یاد رکھے گی۔ میں اس کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گئی۔ ایک اور عورت بھی ماتم اور بین میں میری مدد کیلئے آ گئی۔ اتنے میں نبی کریمؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اُس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو جس سے اللہ نے شیطان نکال دیا۔ ام سلمہؓ پر اس نصیحت کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ کہتی ہیں کہ میرا رونا بند ہو گیا اور میں رو ہی نہیں سکی۔ (مسلم) 4

ام سلمہؓ کہتی ہیں مجھے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ تم دعا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت کا بہتر بدلہ دے۔ میں سوچتی تھی کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ سے عقد کروا دیا تو مجھے اس دعا کی قبولیت سمجھ آئی۔ (مسلم) 5

ایک دفعہ نبی کریمؐ ایک عورت کے پاس سے گزرے، جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے اسے نصیحت کی کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اس نے آپ کو پہچانا نہیں اور کہا پیچھے ہٹو تمہیں میرے جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اسے جب بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریمؐ تھے تو آپؐ کے گھر حاضر ہوئی اور معذرت کی کہ میں نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا۔ (گویا اب میں صبر کرتی ہوں) آپ نے فرمایا اصل صبر تو صدمہ کے آغاز میں ہوتا ہے۔ (بعد میں رفتہ رفتہ آ ہی جاتا ہے)۔ (بخاری) 6

اس عورت کا رسول اللہؐ کے پاس آ کر معذرت کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتی تھی کہ نبی کریمؐ نے اس سے بڑے مصائب پر صبر کیا۔ ماں کی وفات پر اپنے

پیارے دادا اور چچا کی وفات پر۔ اپنی عزیز بیوی خدیجہؓ کی جدائی پر۔ اپنے کئی بیٹوں اور بیٹیوں کی وفات پر جن کی تعداد گیارہ تک بیان کی گئی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپ کی نرینہ اولاد قاسمؓ، طاہرؓ، طیبؓ کم سنی میں اللہ کو پیارے ہوگئے اور آپؐ نے صبر کیا۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے آخری عمر کی اولاد ابراھیمؓ پیدا ہوئے۔ جو آپ کو بہت پیارے تھے ابو سیف کے گھر میں رضاعت کے لئے صاحبزادہ ابراھیم کو رکھا گیا تھا، آپؐ وہاں اپنے اس لخت جگر سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپؐ ابراھیمؓ کو اٹھا کر سینے سے لگاتے اور پیار کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر آپؐ نے اس بیٹے کی صلاحیتوں کے بارہ میں فرمایا تھا کہ اگر صاحبزادہ ابراھیمؓ زندہ رہتے تو ضرور سچے نبی ہوتے۔ (ابن ماجہ) 7

جب ابراھیم کی وفات کا وقت آیا تو رسول کریمؐ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ اپنے خدا کی رضا کے آگے، جو آپ کو ابراھیمؓ سے کہیں زیادہ پیارا تھا، یہ کہتے ہوئے سر جھکا دیا کہ اَلْعَیْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ یَحْزُنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا بِمَایَرْضَی بِہٖ رَبُّنَا وَاِنَّا عَلٰی فِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے مگر ہم اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کلمہ زبان پر نہیں لائیں گے اور اے ابراھیم ! ہم تیری جدائی پر سخت غمگین ہیں۔ (بخاری) 8

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ کی صاحبزادی

اُم کلثومؓ کا جنازہ قبر میں رکھا گیا تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى (سورۃ طٰہٰ:56)

کہ اس زمین سے ہی ہم نے تم کو پیدا کیا۔ اس میں دوبارہ داخل کریں گے اور اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

پھر جب انکی لحد تیار ہو گئی تو نبی کریمؐ خود مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر دینے لگے اور فرمایا کہ انیٹوں کے درمیان سوراخ ان سے بند کر دو۔ پھر فرمایا کہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت تو نہیں مگر زندوں کا دل اس سے مطمئن ہوتا ہے۔ (ھیثمی) 9

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول کریمؐ کی دو بیٹیوں کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ رسول اللہؐ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی صاحبزادی رقیہؓ فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کوڑے سے انہیں مارنے لگے تو نبی کریمؐ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیچھے ہٹایا، فرمایا اے عمرؓ! رہنے دو۔ پھر آپؐ نے عورتوں کو نصیحت فرمائی کہ تم شیطانی آوازوں (یعنی چیخ و پکار) سے اجتناب کرو۔ پھر فرمایا کہ بے شک ایسے صدمے میں آنکھ کا اشکبار ہو جانا اور دل کا غمگین ہونا تو اللہ کی طرف سے ہے، جو دل کی نرمی اور طبعی محبت کا نتیجہ ہے۔ ہاتھ اور زبان سے ماتم شیطانی فعل ہے۔ (احمد) 10

حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت زینبؓ کے ایک صاحبزادے کی وفات کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحبزادی نے آپؐ کو پیغام بھجوایا کہ میرا بیٹا جان کنی کے عالم میں آخری سانس لیتا نظر آتا ہے۔آپؐ تشریف لے آئیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ان کو جا کر سلام کہو اور یہ پیغام دو یہ اللہ کا ہی مال تھا،اس نے واپس لے لیا، اسی نے عطا کیا تھا۔اور ہر شخص کی اللہ کے پاس میعاد مقرر ہے۔اس لئے میری بیٹی صبر کرے اور اللہ سے اس کے اجر کی امید رکھے۔اس پر آپؐ کی صاحبزادی نے دوبارہ پیغام بھجوایا اور قسم دیکر کہلا بھیجا کہ آپؐ ضرور تشریف لائیں۔آپؐ تشریف لے گئے،سعد بن عبادہؓ،معاذ بن جبلؓ،ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور کچھ اور اصحاب آپؐ کے ساتھ تھے۔وہ بچہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔اس کی جان نکل رہی تھی۔رسول اللہؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔حضرت سعدؓ نے تعجب سے کہا یا رسول اللہؐ یہ کیا؟ آپ نے فرمایا یہ محبت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔(بخاری) 11

نبی کریمؐ کے بہت پیارے چچا حضرت حمزہؓ جو مکہ میں مصائب کے زمانہ میں آپؐ کی پناہ بنے تھے۔احد میں شہید ہوئے ان کی نعش کا مثلہ کر کے کان ناک کاٹے گئے اور کلیجہ چبا کر پھینکا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔نبی کریمؐ اپنے پیارے چچا کی نعش پر تشریف لائے،نعش کی حالت دیکھی اور فرمایا کہ اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ کے غم کا خیال نہ ہوتا تو حمزہؓ کی نعش کو اسی حال میں چھوڑ دیتا کہ درندے اسے کھا جاتے اور قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے اس کا حشر ہوتا۔پھر آپؐ نے

ایک چادر کا کفن دیکر انہیں دفن کر دیا۔

رسول اللہؐ نے دوستوں کی موت کے صدمے بھی دیکھے۔احدؔ میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے مگر آنحضرتؐ کمال صبر سے راضی برضا رہے۔غزوۂ موتہ میں آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہو گئے۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو وحی کے ذریعہ اطلاع فرمائی۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ مجلس میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے حزن و ملال کے آثار صاف ظاہر تھے۔کسی نے آکر عورتوں کے بین کرنے کا ذکر کیا تو آپؐ نے اُن کو سمجھانے کی ہدایت فرمائی۔(مسلم)12

نبی کریمؐ کی اس پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ بنت جحش نے اپنے سگے بھائی کی وفات کے تیسرے دن آرائش کا سامان منگوا کر چہرے کی تزئین کی۔اور فرمایا کہ بے شک مجھے اس عمر میں اس آرائش کی ضرورت نہیں، مگر میں نے رسول کریمؐ سے سنا ہے کہ کسی مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ خاوند کے سوا کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا ضروری ہے۔یہی حال دیگر ازواج مطہرات کا تھا۔

نبی کریمؐ نے اپنے ساتھیوں کے عزیزوں کی موت کے صدمے میں بھی شریک ہوئے اور اُنہیں صبر کا نمونہ دکھانے کی نصیحت فرمائی۔نوجوان صحابی حضرت معاذؓ بن جبل کا بیٹا فوت ہو گیا۔نبی کریمؐ نے ان کے ساتھ اظہار افسوس

کرتے ہوئے جو تعزیتی خط تحریر فرمایا وہ آپؐ کے صبر و رضا کا ایک شاہکار ہے۔آپؐ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد تحریر فرمایا:۔

''یہ خط محمد رسول اللہؐ کے طرف سے معاذ بن جبلؓ کی طرف ہے۔آپ پر سلام ہو میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں،جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔اس کے بعد تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم اجر عطا کرے اور آپ کو صبر الہام کرے اور ہمیں اور آپ کو شکر کی توفیق دے۔(یادرکھو) ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ کی عطا ہیں۔یہ امانتیں ہیں جو اس نے ہمارے سپرد فرمائی ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس بچے کے عوض سچی خوشی نصیب کرے اور اسکی موت کے بدلے تمہیں بہت سا اجر برکتوں اور رحمتوں اور ہدایت کا عطا کرے۔اگر تم ثواب کی نیت رکھتے ہو تو صبر کرو اور واویلا کر کے اپنا اجر ضائع نہ کر بیٹھو کہ بعد میں تمہیں ندامت ہو اور جان لو کہ واویلا کرنے سے مردہ واپس نہیں آجاتا۔نہ ہی جزع فزع اور بے صبری غم کو دور کرتی ہے اور جو مصیبت انسان کے مقدر میں ہے وہ تو آنی ہی ہوتی ہے۔والسلام''(ھیثمی)13

حوالہ جات

1 ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی لنوح

2 ترمذی کتاب الجنائز باب فضل المصیبة

3 مجمع الزوائد کتاب الجنائز باب الاستر جاع بحوالہ طبرانی کبیر

4 مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت1530

5 مسلم کتاب الجنائز باب مایقال عندالمریض والمیت1528

6 بخاری کتاب الجنائز باب الصبر عندالصدمة الاولیٰ

7 ابن ماجه کتاب الجنائزباب ماجاء فی الصلوة علی ابن رسول اللہؐ1499)

8 بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی انا بک لمحزونون

9 مجمع الزوائد کتاب الجنائزباب مایقول اذا ادخل القبر

10 مسند احمد جلد1ص335بیروت

11 مسلم کتاب الجنائزباب البکاء علی المیت1531

12 بخاری کتاب الجنائزمن جلس عندالمصیبة یعرف فیه الحزن

13 مجمع الزوائدللهیثمی جلد3ص3بیروت

آنحضرتؐ بحیثیت سپہ سالار اعظم

نبی کریمؐ نے ایک سپاہی کے طور پر بھی غزوات میں حصہ لیا اور دفاعی جنگوں میں بطور جرنیل اپنے لشکر کی کمان کر کے بھی کامل نمونہ پیش کیا۔ جنگوں میں اکثر فتح پائی اور کبھی ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ بھی گئے۔ مگر ہمیشہ اور ہر حال میں آپؐ کے پاکیزہ اخلاق نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوئے۔

ہمارے سید و مولا حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کی یہی عظمت ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات میں اپنے نئے حسین جلوے دکھاتے نظر آتے ہیں۔ حالت امن ہو یا جنگ، مشکلات کے پہاڑ اور مصائب کے طوفان اس کوہ استقامت کو ہلا نہیں سکتے۔ فتوحات اور کامرانیوں کے نظارے اس کوہ وقار میں ذرہ برابر جنبش پیدا نہیں کر سکتے۔ تکلف اور تصنع سے پاک ایسے کامل اور سچے اخلاق میں بلا شبہ خدائی شان جلوہ گر نظر آتی ہے اور ہر صاحب بصیرت انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اے آقا تیری روشن و تاباں چہرے میں ایسی شان اور عظمت ہے جو انسانی شمائل اور اخلاق سے کہیں بڑھ کر ہے۔

رسول اللہؐ کے خلق عظیم کا طرہ امتیاز ہمیشہ یہ رہا کہ آپؐ ہر امکانی حد تک

فساد سے بچتے اور ہمیشہ امن کی راہیں اختیار کرتے تھے۔ مکے کا تیرہ سالہ دورِ ابتلا گواہ ہے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ نے سخت اذیتیں اور تکالیف اٹھائیں لیکن صبر پر صبر کیا۔ جانی اور مالی نقصان ہوئے پر برداشت کئے اور مقابلہ نہ کیا۔ اپنے مظلوم ساتھیوں سے بھی یہی کہا کہ اِنِّیْ اُمِرْتُ بِا لعَفْوِ فَلَا تُقَاتِلُوْا کہ مجھے عفو کا حکم ہوا ہے۔ اس لئے تم لڑائی سے بچو۔ (نسائی) 1

پھر جب دشمن نے شہر مکہ میں جینا دُوبھر کر دیا۔ آپکے قتل کے منصوبے بنائے تو آپؐ اور آپکے ساتھیوں نے عزیز و اقارب اور مال و جائداد کی قربانیاں دے کر دکھی دل کے ساتھ وطن کو بھی خیر باد کہہ دیا اور مدینے پناہ لی۔ دشمن نے وہاں بھی چین کا سانس نہ لینے دیا۔

اہل مکہ مسلمانانِ مدینہ پر حملہ آور ہونے لگے۔ تب ہجرت مدینہ کے ایک سال بعد اِذن جہاد کی وہ آیت اُتری جس میں مظلوم مسلمانوں کو اپنے دفاع اور مذہبی آزادی کی خاطر تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُذِ نَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا۔ وَاِنَّ اللّٰہ علٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ۔ (سورۃ الحج:40) وہ لوگ جن سے (بلاوجہ) جنگ کی جارہی ہے اُن کو بھی (جنگ) کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس آیت اور اس سے اگلی آیات سے اسلامی جنگوں کی غرض و غایت

ظاہر و باہر ہے اور صاف پتہ چلتا ہے کہ جنگ کی ابتدا کفار کی طرف سے ہوئی۔ دوسرے یہ کہ مسلمان دین کی وجہ سے مظلوم ہو کر رہ گئے تھے۔ تیسرے کفار کا مقصد دین اسلام کو نابود کرنا تھا۔ چوتھے مسلمانوں کو محض خود حفاظتی اور اپنے دفاع کی خاطر تلوار اُٹھانی پڑی۔

اسلامی جنگوں میں ضابطۂ اخلاق

قرآن شریف نبی کریمؐ کے زمانہ کی مستند ترین مسلمہ دستاویز ہے، اس کی دیگر آیات سے بھی اسلامی جہاد کا مضمون مزید کھل کر سامنے آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَاتِلُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْ نَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (البقرہ:191) یعنی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا کہ وَھُمْ بَدَءُ وْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃ (التوبہ:13) کہ جنگ میں پہل کفار مکہ کی طرف سے ہوئی تھی۔

اس کے باوجود مسلمانوں کی یہی حکم تھا کہ اگر دشمن اب بھی صلح کی خواہش کرے تو مصالحت کرلو۔ فرمایا وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (انفال:62) کہ اگر وہ (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ۔

نبی کریمؐ ان اصولی اسلامی احکام کی روشنی میں ہمیشہ اپنے ساتھیوں کو یہ تعلیم دیتے رہے کہ دشمن سے مقابلہ کی خواہش کبھی نہ کریں۔ خدا سے ہمیشہ عافیت

اور امن و امان کے طالب ہوں۔ ہاں جب دشمن حملہ آور ہو اور اس سے مقابلہ ہو جائے تو پھر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری) 2

رسول کریمؐ نے اپنے صحابہ کو جنگ کے آداب اور مستقل ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ جنگ کے دوران کسی عمر رسیدہ بوڑھے کو، کم سن بچے کو اور عورت کو قتل نہ کرو۔

خیانت کرتے ہوئے مال غنیمت پر قبضہ نہ کرو۔ حتی الوسع اصلاح اور احسان کا معاملہ کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (ابوداؤد) 3

اسی طرح حکم دیا کہ دشمن پر رات سوتے میں حملہ نہیں کرنا اور شب خون نہ مارنا۔ (بخاری) 4

پھر فرمایا کہ دشمن کو دھوکہ نہ دینا، دشمن کی نعشوں کا مثلہ نہ کرنا۔ (مسلم) 5

مذہبی راہنماؤں کو قتل نہ کرنا، دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ سرسبز درخت نہ کاٹنا۔ (طحاوی)

رسول کریمؐ کے بیان فرمودہ ان آداب جنگ کی تعمیل حضورؐ کے زمانے میں سختی سے کی گئی اور آپؐ کے بعد بھی خلفاء راشدین نے اس ضابطۂ اخلاق کا بے حد خیال رکھا۔ بلکہ اس پاکیزہ تعلیم کی روح مدنظر رکھتے ہوئے، حسبِ حال مزید ہدایات جاری فرمائیں۔ جو آج بھی اسلامی ضابطۂ جنگ کا حصہ ہیں کیونکہ

مسلمانوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ خلفاء راشدین کی پیروی کا بھی حکم ہے۔حضرت ابو بکرؓ نے یہ ہدایات دیں کہ جن لوگوں نے اپنی خدمات کسی بھی مذہب کے لئے وقف کی ہوں، اُن سے میدان جنگ میں تعرض نہ کیا جائے۔اُن کے مذہب کی مقدس چیزوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے۔نہ ہی کسی آبادی کو ویران کیا جائے۔اور کسی جانور کو ذبح بھی نہ کریں سوائے اس کے جسے کھانا مقصود ہو۔کسی کو آگ سے نہ جلائیں۔(مؤطا) 6

الغرض دشمن کے حملے سے مجبور ہوکر اپنا دفاع کرنے کے لئے رسول کریمؐ کو جب تلوار اُٹھانا پڑی تو جنگ کی حالت میں جہاں دنیا سب کچھ جائز سمجھتی ہے، آپؐ نے پہلی دفعہ دنیا کو جنگ کے آداب سے روشناس کرایا۔اس ضابطۂ اخلاق کے ساتھ جب آپ جنگ کے لئے نکلتے تو پھر آپؐ کا تمامتر توکل اور بھروسہ خدا کی ذات پر ہوتا تھا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں رسول کریمؐ جب کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو یہ دعا کرتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَاَنْتَ نَصِیْرِیْ وَبِکَ اُقَاتِلُ (احمد) 7

اے اللہ تو ہی میرا سہارا، تو ہی میرا مددگار ہے۔اور تیرے بھروسہ پر ہی میں لڑتا ہوں۔

غزوہ بدر میں خلق عظیم

ایک بہترین جرنیل کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل گرفت

اپنے سپاہیوں پر ہوتی تھی۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب آپؐ اور آپؐ کے صحابہ نے میدان بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ کر ڈیرے ڈالے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص ازخود کسی بات میں پہل نہ کرے جب تک میں اجازت نہ دوں۔ پھر جب تک دشمن کی طرف سے حملہ نہیں ہوا آپؐ نے مقابلہ کے لئے صحابہ کو دعوت نہیں دی۔ جب دشمن سامنے صف آرا ہوئے تو صحابہ کو فرمایا کہ اب اُس جنت کے حصول کے لئے اُٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ پھر صحابہ نے اپنی جانیں خدا کی راہ میں خوب فدا کیں۔ (احمد) 8

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں اپنے ساتھی سپاھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ رفاعہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے سفر میں ہم نے اچانک محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ نہیں ہیں۔ اصحاب رسول نے ایک دوسرے کو آواز دے کر پوچھا کہ تمہیں رسول اللہؐ کا کچھ پتہ ہے یا تمہارے ساتھ ہیں؟ جب کچھ پتہ نہ چلا تو سب رُک گئے اور اتنی دیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم تو آپؐ کو موجود نہ پا کر پریشان ہو گئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ علیؓ کے پیٹ میں اچانک تکلیف ہوگئی اور میں اس کی تیمارداری کے لئے رک گیا تھا۔ (ھیثمی) 9

نبی کریمؐ کسی سواری پر بیک وقت تین آدمیوں کا سوار ہونا پسند نہیں فرماتے تھے کہ یہ بھی جانور پر زیادتی ہے۔ بدر میں رسول اللہؐ کے صحابہ کے پاس چند اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ ایک اونٹ کی سواری میں تین تین اصحاب شریک

تھے، جو باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابولبابہؓ یا ابومرثدؓ غنوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں شریک تھے۔ جب رسول اللہؐ کی باری ہوتی تو یہ دونوں کہتے ہم آپؐ کی خاطر پیدل چلیں گے آپؐ سوار رہیں۔ آپؐ فرماتے'' تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ میں تم دونوں کی نسبت اجر سے بے نیاز ہوں۔'' مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اجر کی ضرورت ہے۔ (احمد) 10

سپاہیوں کی حوصلہ افزائی

ایک بہترین سپہ سالار کی طرح رسول اللہؐ کی نظر اپنے سپاہیوں کی کارکردگی پر رہتی تھی۔ اور اپنے ساتھیوں کی مناسب رنگ میں حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے۔

حضرت علیؓ غزوہ احد سے واپسی پر اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کے سپرد حوالے کی کہ اسے سنبھال رکھیں کہ آج یہ جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا ہاں! اے علی! آج آپ نے بھی خوب تلوارزنی کی ہے، مگر عاصم بن ثابتؓ، سہل بن حنیفؓ، حارث بن صمہؓ اور ابودجانہؓ نے بھی کمال کر دکھایا ہے۔ (ھیثمی) 11

صحابہ کی دلداری

رسول اللہؐ جنگ میں بھی جہاں اپنے صحابہ کی دلداری کا خیال رکھتے

تھے، وہاں راہ خدا میں جان کی قربانی پیش کرنیوالوں کا بہت اعزاز فرماتے تا کہ آئندہ قربانی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ غزوہ خیبر میں جب ایک صحابی عامر سردار یہود مرحب کے مقابل پر اپنی تلوار کے کاری زخم سے جانبر نہ ہو سکے تو بعض لوگوں نے عامرؓ کی شہادت کو خودکشی گمان کیا۔ عامرؓ کے بھتیجے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ یہ سنکر بہت غمگین ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں میں اس حال میں تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں۔ میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر سہلاتے اور فرماتے ہیں تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عامرؓ کے بارہ میں لوگوں کے خیال کا ذکر کیا۔ صادق و مصدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا عامرؓ کیلئے دوہرا اجر ہے۔ وہ تو جہاد کرنیوالا ایک عظیم الشان مجاہد تھا۔ (بخاری) 12

خدام سے شفقت

ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے ابو عامرؓ کے ساتھ غزوۂ اوطاس بھجوایا۔ ان کے گھٹنے میں تیر لگا۔ جس سے ایک کاری جان لیوا زخم ہوا۔ میں نے تیر کھینچا تو پانی نکلا۔ مجھے ابو عامرؓ کہنے لگے بھتیجے رسول اللہؐ کو میرا سلام عرض کرنا اور درخواست کرنا کہ میرے لئے بخشش کی دعا کریں۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ میں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کر دیا اور ابو عامرؓ کا پیغام سلام و دعا بھی پہنچایا۔ رسول کریمؐ نے

پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا کی اے اللہ! اپنے بندے ابو عامرؓ کو بخش دے، اے اللہ! اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق میں سے بہت لوگوں کے اوپر فوقیت عطا کرنا۔ میں نے عرض کیا یا حضرت! میرے لئے بھی کچھ دعا کر دیں۔ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابو موسیٰ ؓ کے گناہ بخش دے اور قیامت کے دن اسے معزز مقام میں داخل کرنا۔ (بخاری) 13

کامیابی پر حمد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی تو بھی کسی بڑائی کے اظہار کی بجائے خدا کی حمد بجالاتے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل کو قتل کرنے اور اس پر آخری وار کرنے کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع کی کہ ابو جہل ہلاک ہو چکا ہے۔ آپؐ نے اس وقت بھی نعرہ توحید بلند کیا اور فرمایا کیا اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا کہ بے شک اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کی نعش کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور تو فرمایا اس خدا کی سب تعریف ہے جس نے اے اللہ کے دشمن! تجھے ذلیل کیا۔ پھر فرمایا کہ ''یہ اس امت کا فرعون تھا'' 14

نبی کریمؐ فتح کے موقع پر کسی بڑائی کے اظہار کی بجائے شکر بجالاتے ہوئے

اپنے مولیٰ کے حضور عجز وانکسار سے جھک جاتے۔

بدر کی فتح مسلمانوں کے لئے پہلی بہت بڑی فتح تھی۔جس نے کفار کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ان کے ستر آدمی ہلاک ہوئے ،جن میں چوبیس سرداران قریش تھے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی نعشیں بھی کھلے میدان میں پڑی رہنی پسند نہیں فرمائیں بلکہ دفن کے لئے ایک پُرانے گڑھے میں ڈلوادیں۔

رسول اللہؐ نے بدر کی فتح پر کوئی جشن نہیں منایا بلکہ اپنے رب کی عظمت اور حقانیت کے نعرے ہی بلند کئے۔اپنے ساتھیوں کو بھی یاد کروایا کہ فتح سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ بدر کا دن خدا کے وعدے پورے ہونے کا دن ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے پر تشریف لے گئے جس میں سرداران قریش کی لاشیں تھی تو ان کا یہ عبرتناک انجام دیکھ کر افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ’’کیا تمہیں یہ بات خوش کرتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی یا اپنا یہ انجام پسند ہے۔ہم نے تو اپنے رب کے وعدوں کو سچا پالیا۔تم نے بھی خدا کے وعدے کو سچا پایا نہیں؟‘‘ (بخاری) 15

احسان کا پاس

غزوات میں رسول اللہؐ کا احسان اور وفا کا خلق بھی بڑی شان سے ظاہر ہوا۔ایک واقعہ قریش کے مشرک سردار مطعم بن عدی کا ہے، جو بنونوفل کا سردار اور قریش کی سربرآوردہ شخصیات میں سے تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے قبیلہ بنو ہاشم اور مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے بائیکاٹ کرنے کا جو معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا، اس کو ختم کرانے کی مہم میں مطعم نے نمایاں خدمت انجام دی تھی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ والوں سے مایوس ہوکر تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے تھےتو عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کو مکہ میں واپس آنے سے پیشتر کسی سردار کی پناہ میں آنا ضروری تھا، جسےِ جوار یعنی پناہ کہتے تھے۔ رسول اللہؐ نے کئی سرداروں کو پناہ لینے کے لئے پیغام بھیجا، سب نے انکار کیا، مطعم بن عدی وہ شریف النفس سردار تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دوبارہ داخلہ کے لئے اپنی پناہ دی۔ اس کے چاروں بیٹے تلواروں کے سایہ میں رسول اللہؐ کو مکہ لائے اور آپؐ کو امان دینے کا اعلان کیا۔ افسوس کہ اس منصف مزاج سردار کو اسلام قبول کرنے کی توفیق نہ ملی اور بدر سے پہلے ہی سو سال کے لگ بھگ عمر پاکر وفات پا گیا۔ (عمدۃ القاری) 16

بدر کی فتح کے بعد جب ستر مشرکین مکہ بطور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو نبی کریمؐ اُس وقت بھی مطعم بن عدی کا احسان نہیں بھولے اور فرمایا ’’اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے مجھے سفارش کرتا تو میں ان تمام قیدیوں کو اُس کی خاطر آزاد کر دیتا۔‘‘

غزوۂ احد میں دوراندیشی

غزوات النبی میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کھل کر سامنے آئے، وہاں آپ کی قائدانہ صلاحیتوں، حکمت عملی اور دوراندیشی کا بھی کھل کر اظہار ہوا۔غزوۂ احد کے موقع پر جب آپؐ نے شہر مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو شہر کو دشمن سے حفاظت کی خاطر اپنے پیچھے رکھا ایک طرف سے احد پہاڑ کی آڑلیکر اُسے ڈھال بنایا۔اسی دوران حضورؐ کی نظر اس پہاڑی درے پر پڑی جہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔آپؐ نے وہاں پچاس تیرانداز عبداللہؓ بن جبیر کی سرکردگی میں مقرر فرمائے اور انہیں جو ہدایات دیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہترین جرنیل ہوتے ہوئے درے کی نزاکت کا کتنا احساس تھا۔آپؐ نے فرمایا کہ ''اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارے لاشوں کو اچک رہے ہیں پھر بھی تم نے درہ نہیں چھوڑنا سوائے اس کے کہ میرا پیغام تمہیں پہنچے۔''(بخاری)17

صحابہ کی تربیت

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ پسپا ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (چند ساتھیوں کے ساتھ) رہ گئے تو ابوطلحہؓ حضور کے سامنے اپنی ڈھال لیکر کھڑے ہوگئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دشمن کی طرف دیکھنا چاہتے تو ابوطلحہؓ عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس طرح سے دشمن کی طرف نہ جھانکیے کہیں دشمن کا کوئی تیر آپ کو لگ نہ جائے۔

(آقا) آج میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے سپر ہے۔ مجھے تیر لگتا ہے تو لگے آپؐ محفوظ رہیں۔(بخاری) 18

ابوطلحہؓ بڑے جی دار اور بہادر تھے، زبردست تیر انداز۔ طاقتور ایسے کہ کمان کو زور سے کھینچتے تو ٹوٹ کر رہ جاتی۔ احد میں آپ نے دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ ایسی تیزی سے آپ تیر اندازی کر رہے تھے کہ تیر بانٹنے والا جب اپنا ترکش لیکر حضورؐ کے پاس سے گذرتا تو آپ فرماتے ارے !ابوطلحہ کے لئے تیر پھیلا دو۔(بخاری) 19

جنگ میں سپاہیوں کی مدد اور تالیف قلب

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ احد کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش میرے لئے پھیلا دیا تھا۔آپؐ میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے) فرماتے تھے کہ" اے سعد! تیر چلاؤ۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔"(بخاری) 20

غزوہ احد میں جب مشرکین پسپا ہو رہے تھے تو (ان میں سے) کسی شیطان نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے آواز بدل کر یہ نعرہ لگایا اے اللہ کے بندو! پیچھے پلٹو۔یعنی پیچھے سے تم پر حملہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کا اگلا دستہ پیچھے کو پلٹ کر حملہ آور ہوا اور اپنے ہی مسلمانوں بھائیوں سے ایسا الجھ کر رہ گیا کہ اپنے پرائے کی تمیز اور ہوش نہ رہی۔ حضرت حذیفہؓ نے اچانک دیکھا تو ان

کے والد یمان (جو مخلص صحابی تھے) خود مسلمانوں کے نرغے میں، ان کی تلواروں کی زد میں تھے۔ وہ بے چارے چلاتے رہے کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرا باپ ہے، یہ میرا باپ ہے اس کو بچانا۔ انکی آواز شور میں دب کر رہ گئی اور حذیفہؓ کے والد یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں ہی احد میں شہید ہوگئے۔ (بخاری) 21 رسول کریمؐ نے اپنے اس صحابی کی تالیف قلب فرمائی اور ان کے والد کی دیت انہیں دلوائی۔

محمود بن لبیدؓ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت یمانؓ وہ مخلص صحابی تھے جو باوجود بڑھاپے کے غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اور ایک اور بوڑھے صحابی ثابتؓ کو حفاظت کے لئے عورتوں کے پاس مدینہ میں رہنے کیلئے چھوڑا تھا۔ مگر انہیں شہادت کا جوش آیا تو وہ دونوں مسلمانوں کے قدم اکھڑنے کے بعد میدان احد میں آکر ملے۔ ثابتؓ تو مشرکوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور یمانؓ غلط فہمی سے مسلمانوں کے جھرمٹ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ بن مسعودؓ کے ہاتھوں مارے گئے۔ حذیفہؓ نے صرف اتنا کہا تم نے میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جواب ملا کہ ہم انہیں شناخت نہ کر سکے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔ یہاں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل گرفتہ صحابی حضرت حذیفہؓ کا اتنا خیال رکھا ان کے والد کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا فرمائی۔ حضرت حذیفہؓ نے وہ سارے کا سارا مال مستحق مسلمانوں میں بطور صدقہ تقسیم کر دیا۔ یوں اخلاص وایثار میں ان کا

مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور بھی بڑھ گیا۔ (عینی) 22

احد میں جنگی حکمت عملی

احد کے موقع پر خالی درہ سے دشمن کے حملہ کے نتیجہ میں کئی مسلمان شہید ہو چکے تھے اور دشمن کے حملہ کا سارا زور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگ اصحاب پر تھا۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کی حکمت عملی اختیار فرمائی تاکہ اسلامی قیادت کی حفاظت کی جا سکے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے رسول اللہؐ کو (درہ میں خود پہنے) پہچان کر کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی کریمؐ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر ازراہِ مصلحت اپنی زرہ مجھے پہنائی اور میری زرہ خود پہن لی۔ مجھ پر حملہ کرنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر رہا ہے۔ مجھے اس روز بیس زخم آئے۔ (ھیثمی) 23

اُس وقت اسلامی قیادت کی حفاظت کا معاملہ بہت اہم تھا۔ جس کے لئے حضورؐ نے یہ پُرحکمت طریق اختیار فرمایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احد میں سخت تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ آپؐ کی زندگی کے صدموں میں بڑا بھاری صدمہ تھا۔ ایک دکھ تو یہ تھا کہ درہ پر مقرر تیر اندازوں نے آپؐ کے ارشاد کی تعمیل نہ کی جس کا خمیازہ پوری مسلمان قوم کو بھگتنا پڑا، دوسرا بڑا غم مسلمانوں کی ستر قیمتی جانوں کے نقصان کا تھا۔

تیسرے آپؐ خود اس جنگ میں بُری طرح زخمی ہوئے تھے۔ مگر اس وقت بھی آپؐ نے کمال وقار کے ساتھ نہایت صبر و حوصلہ کا نمونہ دکھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت شہید ہو گئے تھے۔ چہرہ زخمی تھا اور اس سے خون بہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خون پونچھتے جاتے اور فرماتے،'' یہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلودہ کیا ہے حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے۔'' (مسلم) 24

حضورؐ کی یہ تکلیف صحابہ کیلئے بہت گراں تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ مشرکین مکہ کے خلاف بددعا کردیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مجھے تو اسلام کی طرف دعوت دینے والا اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے دعا کی'' اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے یہ لوگ جانتے نہیں۔'' (مسلم) 25

حوصلہ افزائی

ابودجانہؓ انصاری احد کے دن سر پہ سرخ پٹی باندھے دو صفوں کے درمیان اکڑ کر چل رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چال خدا کو پسند نہیں مگر آج اس جگہ دشمن کے مقابلہ میں پسند ہے۔ (ھیثمی) 26

احد میں ھزیمت کے بعد استقامت اور راضی برضا

احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ شہید ہوئے اور خود بھی زخموں سے لہولہان ہوگئے۔ آپؐ کا دل صحابہ کی جدائی پر غمگین تھا مگر خدا کے وعدوں پر کامل یقین تھا۔ آپ کے ایمان اور استقامت میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں آیا جس کا اندازہ آپؐ کی اس دعا سے ہوتا ہے جو آپؐ نے مشرکین مکہ کے واپس لوٹ جانے کے بعد کی، جو آپؐ کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ صف بستہ ہو جاؤ تا کہ ہم سب اپنے رب کی حمد وثنا کر سکیں۔

خوشی اور فتح کے موقع پر تو دنیا کو خوشی مناتے اور شکر کرتے دیکھا ہے لیکن آؤ آج ابتلا اور مصیبت میں بھی خدا کے اس عظیم بندے کو اپنے رب کی حمد و ستائش کرتے دیکھیں جنہوں نے ہر حال میں راضی برضاء الٰہی رہنا سیکھا تھا۔ میدان اُحد میں رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ کی حلقہ بندی کر کے اُن کی صفیں بنوائیں اور اُن کے ساتھ مل کر یوں دعا کی۔ ''اے اللہ! سب حمد اور تعریف تجھے حاصل ہے۔ جسے تو فراخی عطا کرے اسے کوئی تنگی نہیں دے سکتا اور جسے تو تنگی دے اسے کوئی کشائش عطا نہیں کر سکتا۔ جسے تو گمراہ قرار دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جسے تو نہ دے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور جسے تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے تو دور کرے اسے کوئی قریب نہیں کر سکتا اور جسے تو قریب کرے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اسے اللہ ہم پر اپنی برکات رحمتوں فضلوں اور رزق کے دروازے کھول

دے۔اے اللہ میں تجھ سے ایسی دائمی نعمتیں مانگتا ہوں جو کبھی زائل ہوں نہ ختم ہوں۔اے اللہ میں تجھ سے غربت وافلاس کے زمانہ کے لئے نعمتوں کا تقاضا کرتا ہوں اور خوف کے وقت امن کا طالب ہوں۔اے اللہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا اس کے شرّ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔اور جو تو نے نہیں دیا اس کے شرّ سے بھی۔ اے اللہ! ایمان ہمیں محبوب کردے، اور اسے ہمارے دلوں میں خوبصورت بنا دے، کفر، بدعملی اور نافرمانی کی کراہت ہمارے دلوں میں پیدا کردے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا۔ اے اللہ! ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے، مسلمان ہونے کی حالت میں زندہ رکھ اور صالحین میں شامل کردے۔ہمیں رسوا نہ کرنا، نہ ہی کسی فتنہ میں ڈالنا۔اے اللہ! ان کافروں کو خود ہلاک کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیری راہ سے روکتے ہیں ان پر سختی اور عذاب نازل کر۔اے اللہ! ان کافروں کو بھی ہلاک کر جن کو کتاب دی گئی کہ یہ رسول حق ہے۔(احمد) 27

شجاعت

احد میں مسلمانوں کے ستر افراد شہید ہوئے اور مشرکین فتح کی خوشی مناتے واپس لوٹے تو روحاء مقام پر جا کر ابوسفیان مشرکین مکہ کو طعنہ دیتے ہوئے کہنے لگا کہ نہ تو تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا، نہ عورتوں کو قید کیا۔ پھر احد کے معرکہ کو فتح کیسے قرار دے سکتے ہو۔(ھیثمی) 28

چنانچہ مشرکین مکہ نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ رسول کریمؐ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم اہل مکہ کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کا موقع نہ دیں گے، بلکہ آگے جا کر دشمن کا تعاقب کریں گے۔ احد کی شہادتوں اور وقتی ھزیمت کے بعد یہ فیصلہ اتنا کٹھن تھا کہ اسے سن کر صحابہ ایک دفعہ تو سناٹے میں آ گئے۔ سوچتے ہونگے کہ زخموں اور غم سے نڈھال ہونے کی حالت میں دشمن کا مقابلہ کیسے کریں گے، تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت مردانگی پختہ عزم توکل علی اللہ اور قائدانہ صلاحیت کا عجیب نظارہ صحابہ نے دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں دشمن کو مدینہ پر حملہ کا موقع دینا نہیں چاہتا۔ اس لئے اُن کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی میرا ساتھ نہ دے تو میں بہرحال دشمن کے پیچھے جاؤں گا اور اس راہ میں اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو کر گزروں گا۔

صحابہ نے اپنے سپہ سالار اعظم کا یہ حوصلہ دیکھا تو والہانہ لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہمرکاب ہو کر چل پڑے۔ کئی صحابہ زخموں سے چوُر تھے کہ انہیں اُٹھا کر حمراء الاسد لے سے جایا گیا۔ کفار کو مسلمانوں کی اس پیش رفت کا پتہ چلا تو وہ مکہ واپس لوٹ گئے۔

یہود مدینہ کی عہد شکنی اور آنحضرتؐ کے احسانات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہود کے

تین قبائل بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ کے ساتھ امن و صلح سے رہنے کا معاہدہ کیا۔ یہود کے یہ تینوں قبیلے مدینہ کے جنوب مشرق میں چار پانچ میل کے اندر پھیلے ہوئے تھے۔ 2ھ میں بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہود کے تیور بدلنے شروع ہوئے اور انہوں نے مدینہ کے مشرکین اور منافقین سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ یہود بنو قینقاع اس میں پیش پیش تھے۔

جب اس معاہدہ شکنی، فساد اور بے حیائی کی ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی سزا اُن کی شریعت کے مطابق تو یہ تھی کہ ان کے جنگجو مردون کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔ (استثناء 20/13) لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان، شفقت اور وسعت حوصلہ تھا کہ آپؐ نے ان کی جان بخشی فرما دی۔ لیکن چونکہ مدینہ میں ان کا رہنا خطرناک تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کو بدعہدی پر مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا۔

3ھ میں یہود کے سب سے بڑے قبیلے بنو نضیر کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ سے ساز باز رکھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام قتل کے منصوبہ کی صورت میں بدعہدی ظاہر ہوئی۔ (بخاری) 29

جب ان سے مؤاخذہ کیا گیا تو وہ بھی قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے برسر پیکار ہو گئے اور پندرہ دن بعد انہوں نے مال و اسباب سمیت مدینہ سے نکل جانے کی شرط پر قلعوں کے دروازے کھول دیئے۔ (ابن ھشام) 30

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد چونکہ ان کی شرارتوں کا سدّ باب تھا۔اس لئے آپؐ نے یہود پر احسان کرتے ہوئے یہ شرط مان لی اور 4ھ میں بنونضیر کے یہودی اپنے اہل وعیال، تمام تر مال واسباب اور سونے چاندی کے قیمتی زیورات وغیرہ ساتھ لے کر ڈھول باجے بجاتے اور قومی گیت گاتے ہوئے بڑی شان اور طمطراق کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔(زرقانی) 31

یہود کے سردار سلام بن ابی الحقیق نے اپنا قیمتی خزانہ مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے کہا ایسے نازک حالات کیلئے ہم نے یہ مال جمع کر رکھا تھا۔ یہودی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کے پابند ہیں۔ وہ ہمارے مال واسباب سے تعرض نہیں کریں گے اور ہمارے مال محفوظ ہیں۔اس لئے اعلانیہ مال دکھاتے ہوئے گئے۔ بنونضیر کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحقیق اپنے خاندان سمیت خیبر کے قلعہ بند شہر میں جا کر آباد ہو گئے اور ایک قلعہ کی سرداری حاصل کر لی۔

مدینہ سے یہود کے اخراج کے بارہ میں منٹگمری واٹ جیسا معاند اسلام بھی تسلیم کرتا ہے کہ ''یہود کو ان کے مخالفانہ طرز عمل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرنے کی وجہ سے مدینہ سے نکالا گیا۔'' (واٹ) 32

قبیلہ بنونضیر اپنی اس جلاوطنی کی وجہ سے اسلام کا پہلے سے کہیں بڑھ کر دشمن ہو چکا تھا۔اسی انتقام کی آگ میں جلتا ہوا اس قبیلہ کا سردار حیی بن اخطب مسلسل قبائل عرب اور اہل مکہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف

اکساتا رہتا تھا۔ حیی بن اخطب کی اشتعال انگیزیوں کے نتیجہ میں ہی جنگ احزاب میں سارا عرب متحد ہوکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔تو مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا۔ حیی بن اخطب نے مدینہ کے نواح میں بسنے والے آخری یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسا کر غداری پر آمادہ کرلیا۔جس سے مسلمانان مدینہ کی جانوں کی حفاظت کا بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا، کیونکہ انہوں نے بنوقریظہ سے معاہدہ کی وجہ سے ان کی سمت کومحفوظ خیال کرتے ہوئے اس طرف خندق نہیں کھودی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان لشکروں کوتو پسپا کرنے کے سامان کردیئے، لیکن اس طرح اس موقع پر یہود خیبر کی کھلم کھلا عداوت اور بنوقریظہ کی غداری اور بغاوت کھل کر سامنے آگئی ۔(ابن ھشام) 33

احزاب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوقریظہ کو ان کی غداری اور محاربت پر گرفت کرنے نکلے تو وہ بھی قلعہ بند ہوگئے ۔ بالآخر انہوں نے رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری کو (جو اسلام سے قبل ان کے حلیف رہ چکے تھے) فیصلہ کرنے کیلئے اپنا حکم مانا۔ حضرت سعدؓ نے یہودی شریعت کے مطابق بنوقریظہ کے لڑنے والے مردوں کوقتل اورعورتوں کوقیدی بنانے کا فیصلہ دیا۔(بخاری) 34

غزوہ ذی قرد

مسلمانوں کے خلاف پہلی جنگی کاروائی کا آغاز یہود کے حلیف قبائل

غطفان کے ایک قبیلہ بنوفزارہ نے سنہ ۷ ھ میں کردیا تھا۔انہوں نے ذی قرد کی چراگاہ پر، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشی اونٹ وغیرہ چرایا کرتے تھے حملہ کردیا اور چند اونٹنیاں لُوٹ کر لے گئے ۔ایک بہادر نوجوان صحابی سلمہؓ بن الاکوع نے ان کا تعاقب کیا اور عین اس وقت جب وہ پانی کے ایک چشمہ پر محواستراحت تھے، تیروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگادیا اور اونٹنیاں واپس لے آئے۔ نبی کریمؐ کو اس اچانک حملہ کی خبر ہوئی تو آپؐ صحابہ کے ساتھ تشریف لائے۔ بہادر سلمہ بن الاکوعؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں دشمن کا مزید تعاقب کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ میں نے انہیں چشمہ کا پانی نہیں پینے دیا تھا وہ سخت پیاسے ہیں اور آگے چشمہ پر ضرور مل جائیں گے۔ہمارے سیدومولا رحمتہ اللعالمینؐ نے اس کا کیا خوبصورت جواب دیا۔ایک فقرہ کہہ کر گویا دریا کوزے میں بند کردیا۔نہیں نہیں بلکہ رحمتوں کا سمندر ایک فقرے میں سمودیا۔ فرمایا اے سلمہ اِذَا مَلَکْتَ فَاسْجَحْ کہ جب دشمن پر قدرت حاصل ہوجائے تو پھر عفو سے کام لیا کرتے ہیں۔(مسلم)35

اے رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ! تجھ پر سلامتی ہو تجھ پر ہزاروں رحمتیں ! ہم نے عفو کی تعلیم کے چرچے تو دنیا میں بہت سنے لیکن عفو و رحمت کے نمونے تیرے وجود باجود ہی سے دیکھے۔ہاں ہاں تیرے ہی دم قدم سے عفو و کرم کے ایسے چشمے پھوٹے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی اس سے فیضیاب ہوئے۔

غزوۂ احزاب میں خلق عظیم

جنگ احد کے بعد جنگ احزاب مسلمانانِ مدینہ کا ایک بہت سخت اور کڑا امتحان تھا۔ جس میں مدینہ سے نکالے گئے یہود بنی نضیر کے اُکسانے پر قبائل عرب بنو غطفان، بنو سلیم وغیرہ نے قریش مکہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر اجتماعی حملہ کا خوفناک منصوبہ بنایا۔ اس کے لئے چار ہزار کا لشکر ابتداء میں ہی جمع ہو گیا۔ جس میں تین صد گھڑ سوار اور ڈیڑھ ہزار شتر سوار تھے۔ ابو سفیان کی سرکردگی میں یہ لشکر مکے سے نکلا تو دیگر قبائل بنو اسد، فزارہ، اشجع، بنو مرہ وغیرہ اسمیں شامل ہوتے چلے گئے اور مدینہ پہنچنے تک قبائل عرب کی متحدہ فوجوں کا یہ لشکر دس ہزار تک پہنچ گیا۔ اسکے مقابل مسلمان صرف تین ہزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی اطلاع پا کر صحابہ سے مشورہ کیا اور سلمان فارسیؓ کی رائے قبول کرتے ہوئے مدینہ کی حفاظت کے لئے اس کے گرد ایک خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ اس مدبرانہ فیصلہ سے مسلمانوں کے جان و مال تمام متحدہ قبائل عرب سے محفوظ رہے، ورنہ وہ انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے مسلمانوں کو اچک لینے کے ارادے لے کر آئے تھے۔

اس نہایت نازک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتیں خوب نکھر کر سامنے آئیں، ہر چند کہ یہ موقع مسلمانوں کی زندگی کے سب سے بڑے خطرے کا تھا۔ قرآن شریف کے بیان کے مطابق ان کی زندگیوں پر

ایک زلزلہ طاری تھا اور جانیں حلق تک پہنچی ہوئی تھیں۔ مگر رسول خداؐ تھے کہ سب کے لئے ڈھارس، حوصلے اور سہارے کا موجب تھے۔

پہلے تو آپؐ صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کی کھدائی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ کبھی کوئی سخت چٹان حائل ہو جاتی ہے، جو کسی سے نہیں ٹوٹتی تو خود خدا کا رسول وہاں پہنچتا ہے۔ حال یہ ہے کہ فاقہ سے دو پتھر پیٹ پر باندھ رکھے ہیں مگر کدال لیکر تین ضربوں سے پتھر کو ریزہ ریزہ کر چھوڑتے ہیں۔

اس نازک موقع پر بھی خدا کے وعدوں پر ایمان و یقین کا یہ عالم ہے کہ وحی الٰہی کی روشنی میں صحابہ کے حوصلے بڑھاتے اور انہیں بتاتے ہیں کہ ہر ضرب پر جو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا گیا تو شام و ایران اور صفعا و یمن کے محلات مجھے دکھائے گئے اور ان کی چابیاں مجھے عطا کی گئیں۔ (احمد) 36 یہ سن کر ان فاقہ کشوں کے حوصلے کتنے بلند ہوئے ہونگے۔ جنہیں جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔

بعد کے حالات نے یہ بھی ثابت کیا کہ خندق کے ذریعہ محصور ہو کر مسلمانوں کے دفاع کا فیصلہ کتنا مدبرانہ اور دانشمندانہ تھا۔ بلاشبہ وہ خندق نہتے مسلمانوں، معصوم بچوں اور عورتوں کیلئے متحدہ قبائل عرب کے خونخوار اور بپھرے ہوئے لشکروں سے پناہ کا ذریعہ بن گئی جو مدینہ کو لوٹنے اور مسلمان مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنا کر کر ساتھ لے جانے کے ارادے سے نکلے تھے۔ مگر ایک طرف طویل محاصرہ نے ان کے حوصلے پست کئے تو دوسری طرف الٰہی

نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور سخت سردی کے اُن ایام میں اچانک طوفانی آندھی سے سب لشکر پسپا ہو گئے۔ اُس وقت بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت کا نعرہ ہی بلند کیا اور فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے اپنے لشکر کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو پسپا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست کی عجیب شان بھی اس موقع پر ظاہر ہوئی آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ کبھی اس طرح محصور ہو کر ہم حملہ آور ہونے کا موقع نہ دیں گے بلکہ آگے بڑھ کر دفاع کریں گے۔ (بخاری) 37

غزوۂ احزاب میں خلق عظیم

بحیثیت سالار فوج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احساس ذمہ داری بھی غیر معمولی تھا۔ غزوہ خندق کے مخدوش حالات میں حفاظتی حکمت عملی بہت ضروری تھی۔ جس میں اسلامی قیادت کی حفاظت سرِ فہرست تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مخفی مقام پر رہائش رکھتے تھے اور صحابہ کے ایک خاص دستہ کے علاوہ عام لوگوں کو اُس جگہ کی خبر نہ ہوتی تھی۔ حضورؐ کے ساتھ ڈیوٹی پر مامور صحابہ میں طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ، سعدؓ، اور انصار میں سے ابودجانہؓ اور حارثؓ بن الصمہ تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ جنگ احزاب کے زمانہ میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نازک جگہ کی بڑی فکر رہتی تھی جہاں سے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔آپؐ اس پر ہمہ وقت نظر رکھتے تھے، جب بھی آکر سونے لگتے اور ذرا سی آہٹ پاتے تو اُٹھ کھڑے ہوتے۔ایک دفعہ جو اسلحہ کی جھنکار سنی تو پوچھا کون ہے؟ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ اس نازک مقام پر پہرہ دیں۔اس رات رسول اللہؐ تسلی سے سوئے۔(ھیثمی) 38

غزوہ حدیبیہ میں اخلاق فاضلہ

حدیبیہ کا واقعہ بھی مسلمانوں کیلئے ایک اور امتحان بن کر آیا۔مگر اس موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔

ہر چند کہ حدیبیہ کا سفر کسی غزوہ یا جہاد کی غرض سے نہیں تھا، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رؤیا کی تکمیل کی خاطر طواف بیت اللہ کی ایک کوشش تھی۔رؤیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا کہ آپؐ اپنے صحابہ کی معیت میں امن کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوکر طواف کر رہے ہیں۔اس رؤیا کو طواف بیت اللہ کیلئے ایک الٰہی اشارہ سمجھتے ہوئے ذوالقعدہ 6ھ میں آپؐ نے اپنے چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکہ کیلئے رخت سفر باندھا۔طوائف الملوکی کے اس دور میں تلوار عرب مسافروں کے لباس کا لازمی حصہ تھا۔رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے رؤیا کے مطابق امن کی علامت کے طور پر مسلمانوں کو تلواریں بھی نیام میں رکھنے کا حکم دیا۔ ان کے علاوہ کوئی جنگی ہتھیار ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں تھی، مسلمانوں نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لئے تھے اور طواف کے بعد قربانی کرنے کیلئے جانور اپنے ساتھ رکھ لئے تھے۔ ادھر اہل مکہ کو پتہ چلا تو انہوں نے مسلمانوں کو طواف بیت اللہ سے روکنے کا فیصلہ کیا اور اس غرض سے ایک لشکر جس میں دوسو گھڑ سوار تھے۔ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا۔ مکہ کے قریب حدیبیہ مقام پر رسول اللہؐ کی اونٹنی رُک گئی وہ کسی طرح بھی آگے نہ بڑھتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہر حال میں راضی برضا رہنا سیکھا تھا۔ فرمانے لگے یہ اونٹنی خود نہیں رُکی الٰہی منشا یہی معلوم ہوتا ہے۔ جس خدا نے ہاتھیوں کو خانہ کعبہ پر حملہ سے روکا تھا، اُسی خدا نے آج اسے بھی روکا ہے، تا بیت اللہ کا امن خراب نہ ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بھی ایسا مطالبہ جو قریش مکہ مجھ سے کریں جس سے اللہ کی قابل احترام چیزوں کی حرمت قائم ہوتی ہو، میں لازماً اسے قبول کرونگا۔

عرب سردار بُدیل بن ورقاء قریش کی طرف سے پہلی سفارت کے طور پر مسلمانوں کو طواف کعبہ سے روکنے کا پیغام لے کر آیا۔ اس نے خوب ڈرانے کی کوشش کی اور کہا کہ اہل مکہ نے اردگرد سے کئی جنگجو اکٹھے کر لئے ہیں اور وہ خدا کی قسمیں کھا رہے ہیں کہ آپ کو امن سے طواف بیت اللہ نہیں کرنے دیں گے۔ رسول اللہؐ نے کس شان اور وقار سے جواب دیا کہ ہمارا مقصد جنگ وقتال

نہیں۔ہم تو محض طواف بیت اللہ کی غرض سے آئے ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنے اس مضبوط موقف کے اظہار کیلئے کھل کر فرمایا کہ ’’اس مقصد میں جو روک بنے گا اس سے مجبوراً ہمیں جنگ بھی کرنی پڑی تو کریں گے،سوائے اس کے کہ قریش ہم سے کسی خاص مدت تک معاہدہ صلح کر لیں۔‘‘

رسول اللہؐ کا یہ عزم بالجزم دیکھ کر اہل مکہ کے موقف میں نرمی آئی اور عروہ بن مسعود ان کی طرف سے یہ پیغام لایا کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر طواف کر لیں۔ یہ محض ضد اور ہٹ دھرمی تھی مگر رسول اللہؐ تو قدم قدم پر امن کے متلاشی تھے۔آپؐ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مکے بھجوایا تا کہ وہ اپنے اثر ورسوخ سے سردارانِ قریش میں کوئی نرم گوشہ تلاش کریں۔ان کے مذاکرات اس قدر طویل ہوگئے کہ مشہور ہوگیا عثمان شہید کر دیئے گئے۔ یہ بھی دراصل مشیئت الٰہی تھی،کیونکہ یہ خبر سن کر عثمانؓ کا بدلہ لینے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے موت پر بیعت لی اور مٹھی بھر صحابہ کے جذبوں کو ایسا جوان کر دیا کہ وہ آسمان سے باتیں کرنے لگے۔اب وہ ہر حال میں مرنے مارنے پر تیار تھے اور کسی طرح طواف کئے بغیر ٹلنے والے نہ تھے،لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن اور تعظیم حرم بیت اللہ کی خاطر قدم قدم پر نہ صرف اپنی بلکہ اپنے صحابہ کے جذبات کی قربانی بھی پیش کی۔

نمائندہ قریش سہیل بن عمروؓ کے ساتھ معاہدہ صلح تحریر کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمان الرحیم تو سہیل نے کہا میں

رحمان کو نہیں جانتا ہاں یہ لکھو تیرے نام کے ساتھ اے اللہ! اس پر مسلمان کہنے لگے خدا کی قسم ہم تو بسم اللہ الرحمان الرحیم ہی لکھیں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو یہی لکھ لو کہ اللہ کا نام ہی ہے غیر اللہ کا تو نہیں۔

پھر جب آپؐ لکھوانے لگے کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہؐ کا قریش کے ساتھ ہے، تو سہیل پھر اَڑ گیا کہ اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ سے کیوں روکتے اسلئے محمد بن عبداللہ لکھو۔

بلاشبہ مسلمانوں کیلئے یہ بھی تکلیف دہ بات تھی، مگر رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو اللہ کا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب کرو۔ لیکن صلح کی خاطر میں اس پر بھی راضی ہوں کہ محمد بن عبداللہ ہی لکھ لو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا کہ یہ صلح اس شرط پر ہے کہ تم ہمیں امن سے طواف کرنے دو گے۔ سہیل نے کہا سارے عرب کیا کہیں گے کہ ہم نے اتنا جلدی شکست قبول کر لی، اسلئے اس سال نہیں ہاں اگلے سال آپ لوگ طواف کر سکو گے۔ چنانچہ یہی لکھا گیا۔

پھر سہیل نے یہ شرط لکھوائی کہ ہماری طرف سے کوئی آدمی مسلمان ہو کر اور بھاگ کر مدینہ جائے گا تو آپؐ اسے مکہ واپس لوٹائیں گے۔

مسلمان اس پر سخت جذباتی ہو کر کہنے لگے کہ مظلوم مسلمانوں کو ہم کیسے مشرکوں کے حوالے کر دیں گے؟ ابھی یہ شرط طے نہیں پائی تھی اور بحث جاری تھی

کہ سہیل کا مظلوم بیٹا ابو جندل (جو مسلمان تھا اور اسے سہیل نے قید کر رکھا تھا) پا بجولاں، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اُٹھائے آیا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ سہیل کہنے لگا اب میری پہلی شرط یہ ہوگی کہ ابو جندل ہمیں واپس لوٹا دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی اس شرط کا فیصلہ نہیں ہوا اور معاہدہ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی، ابو جندل کو لوٹانے کا کیا سوال ہے۔ مگر سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم! پھر میں معاہدہ نہیں کرونگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تمہاری شرط مان لیتے ہیں، اب تم میری خاطر ہی ابو جندل کو چھوڑ دو۔ سہیل نے کہا میں اسے آپؐ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپؐ نے پھر اصرار کیا کہ نہیں تمہیں چھوڑنا ہوگا۔ مگر سہیل راضی نہ ہوا۔

ابو جندل نے اپنی قسمت کا فیصلہ خلاف ہوتے دیکھا تو دہائی دینے لگا کہ اے مسلمانو! کیا میں اس حالت مظلومیت میں مشرکوں کی طرف واپس لوٹایا جاؤں گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم دیکھتے نہیں انہوں نے مجھے اذیتیں دے کر میرا کیا حال کر رکھا ہے؟ اُس وقت مسلمانوں کے ہوش وحواس جواب دے چکے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے جری کے حوصلے بھی اس ابتلا میں پست ہو گئے۔ وہ رسول اللہؐ سے مخاطب ہوئے کہ کیا آپؐ اللہ کے نبی برحق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اعتماد سے جواب دیا کیوں نہیں۔ عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ عمرؓ نے کہا پھر اپنے دین کے بارے میں

ہم ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال صبر وحوصلہ سے جواب دیا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے۔ عمرؓ نے کہا۔ کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن سے خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہاں۔ مگر کیا میں نے یہ کہا تھا ہم اسی سال طواف کریں گے۔ عمرؓ نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر اگلے سال آ کر آپ طواف کرو گے۔

قریبا ایسے ہی جذبات دیگر صحابہ کے تھے۔ جن کو حضرت عمرؓ نے زبان دی تھی۔ مگر ایک رسول اللہؐ تھے کہ کوہ استقامت بنے ہوئے تھے۔ یا پھر صدیق اکبر انشراح صدر کے ساتھ آپؐ کی رکاب سے چمٹے ہوئے حضرت عمرؓ کو بھی یہی وعظ کر رہے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ان کی رکاب تھامے رکھنا خدا کی قسم! یہ حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ بعد میں کہا کرتے تھے کہ حدیبیہ پر جو ابتلا مجھے پیش آیا۔ میں نے اس کی تلافی کے لئے بہت نیک اعمال کئے کہ اللہ تعالیٰ وہ لغزش معاف کر دے۔

معاہدہ طے ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اب اپنی قربانیاں یہیں میدان حدیبیہ میں ذبح کرو۔ صحابہ غم سے نڈھال اور صدمہ سے مدہوش تھے۔ وہ بے حس وحرکت اور ساکت و جامد کھڑے تھے۔ رسول خداؐ نے تین مرتبہ اپنا حکم دہرایا کہ اپنی قربانیاں ذبح کر دو مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور افسوس کے رنگ میں ان سے یہ ذکر کیا کہ صحابہ میری ہدایت کے مطابق قربانیاں ذبح کرنے میں متردّد ہیں۔ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! اگر آپؐ واقعی قربانیاں کروانا چاہتے ہیں تو کسی سے بات کئے بغیر خود جاکر میدان حدیبیہ میں اپنی قربانی ذبح کردیں۔ام سلمہؓ کا مشورہ کتنا صائب تھا۔واقعی غم کے وہ بت نمونہ چاہتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی ذبح کرنے کی دیر تھی کہ صحابہ دھڑادھڑ قربانیاں ذبح کرنے لگے اور میدان حدیبیہ حرم بن گیا۔اُن کے غم کا یہ حال تھا کہ قربانی کے بعد وہ کانپتے بدن اور لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ایک دوسرے کے سر مونڈ رہے تھے اور خطرہ تھا کہ لرزتے ہاتھوں سے کہیں وہ ایک دوسرے کی گردنیں ہی نہ کاٹ ڈالیں۔(بخاری)39

فتح خیبر میں خلق عظیم

مسلمانانِ مدینہ کو جنوب کی سمت سے اہل مکہ کے حملہ کا خطرہ رہتا تھا تو شمال سے یہود خیبر کا۔صلح حدیبیہ اس طرح فتح خیبر کا پیش خیمہ ثابت ہوئی کہ مسلمان اس معاہدہ صلح کے باعث اہل مکہ کے خطرہ سے امن میں آگئے۔اب اُن کے لئے یہودِ خیبر کے شمالی خطرے سے نبٹنا آسان تھا۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے

بعد تین ماہ کی قلیل مدت میں ہی خیبر ۷ھ میں فتح ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کی تیاری کا حکم دیا تو یہ اعلان فرمایا کہ ''کوئی شخص جہاد کے علاوہ کسی غنیمت وغیرہ کے ارادہ سے ہمارے ساتھ نہ نکلے۔'' (الحلبیہ) 40

پھر آپؐ نے اس ہدایت کی تعمیل کیلئے عملی کاروائی یہ فرمائی کہ حدیبیہ میں شامل افراد ہی کو خیبر کی تیاری کا حکم فرمایا، جو خلوص نیت سے حج اور عمرہ کے ارادہ سے نکلے تھے اور رسول اللہؐ کے ہاتھ پر موت پر بیعت کر کے ہر حال میں آپؐ کی فرمانبرداری کا عہد تازہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے پاکیزہ ارادوں پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے انہیں ایک فتح قریب کی بشارت بھی عطا فرمائی تھی۔ (سورۃ الفتح:19)

خیبر میں دس ہزار مسلح قلعہ بند یہودیوں کے مقابل پر اپنے لشکر کو محض حدیبیہ کے چودہ سو اصحاب میں محدود کر دینا جنگی نقطہ نگاہ سے بظاہر مناسب نظر نہیں آتا لیکن آنحضرتؐ کے پیش نظر یہ ضابطۂ اخلاق تھا کہ محض مالِ غنیمت کی نیت سے کوئی شخص ہمارے لشکر میں شامل نہیں ہونا چاہئے۔ (الحلبیہ) 41

یہ پاکیزہ نمونہ بڑی شان کے ساتھ ہمیشہ اس الزام کی نفی کرتا رہے گا کہ اسلامی جنگوں کا مقصد محض لوٹ مار اور حصول غنیمت تھا۔

یہود خیبر سے مصالحت کی کوشش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہودی سازشوں کا اطلاع ہوئی تو آپؐ نے پہلے مصالحت سے اس فتنہ کو دبانے کی کوشش کی۔ آپؐ نے یہود کو ایک خط میں لکھا کہ یہ خط موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ان کی تعلیم کی تصدیق کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہود خیبر کے نام ہے۔ اے یہود کے گروہ! تمہاری کتاب تورات میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (الفتح: ۳۰) کی پیشگوئی موجود ہے۔ میں تمہیں اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تم پر تورات اتاری، جس نے تمہارے آباؤ اجداد کو مَنّ و سلویٰ عطا کیا اور سمندر خشک کر کے فرعون سے نجات بخشی۔ سچ سچ بتاؤ کہ کیا تمہاری کتاب میں یہ لکھا ہوا موجود نہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور یاد رکھو ہدایت و گمراہی کھل چکی ہے میں تمہیں اللہ اور رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ (ابن ھشام) 42

کیسا واضح اور خوبصورت اس خط کا مضمون ہے جو اظہار محبت و تبشیر اور انداز و تنبیہ کے حسین امتزاج کا مرقع ہے۔ امن کی ان تمام کوششوں کا یہود نے کوئی مثبت جواب نہیں دیا۔

غزوۂ خیبر میں محمود بن سلمہؓ کی شہادت کے بعد جب ان کے بھائی محمد بن مسلمہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے بھائی محمودؓ کو یہودیوں نے زیادتی سے قتل کیا ہے میں اس کا انتقام لے کر

رہوں گا۔ کوئی اور جرنیل ہوتا تو دشمن کے خلاف اپنے سپاہی کی اس جوش و غیرت کو سراہتا مگر اس موقع پر بھی صبر و استقامت کے اس علمبرار نے اعتدال کا کیسا عمدہ سبق دیا فرمایا ''دشمن سے مقابلہ کی خواہش نہیں کرنی چاہیے اور خدا سے عافیت مانگو۔ ہاں! جب دشمن سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو پھر دعا اور تدبیر کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو اور یہ دعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھِمْ بِیَدِکَ وَاِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ اَنْتَ (الحلبیہ) 43

اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے ہم اور ہمارے دشمن سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اب تو ہی ان کو مارے تو مارے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رات کے وقت خیبر پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ کسی دشمن پر شب خون نہ مارتے تھے۔ خیبر میں بھی آپؐ نے رات کے اندھیرے میں دشمن کے غافل ہونے کا فائدہ نہیں اٹھایا۔

صنف نازک کی عزت افزائی

اس زمانہ میں رواج تھا کہ جنگ میں مردوں کا حوصلہ بڑھانے، رنگ و طرب کی محفلیں سجانے اور دل بہلانے کیلئے عورتیں بھی شریک جنگ ہوتی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا جو تقدس اور احترام قائم فرمایا اس لحاظ سے آپؐ کو یہ طریق سخت ناپسند تھا۔ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے بطور خاص کچھ خواتین کو زخمیوں کی مرہم پٹی، تیمارداری اور دیکھ بھال کیلئے ساتھ چلنے کی اجازت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ خیال کو ایک فرانسیسی عیسائی سوانح نگار یوں بیان کرتا ہے کہ

''شاید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی لشکر کے ساتھ عورتیں نرسنگ کی خدمات اور زخمیوں کی دیکھ بھال کیلئے شامل ہوئیں، ورنہ اس سے پہلے جنگ میں عورت سے تحریض جنگ اور حظ نفس کے سوا کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔ عورت سے درست اور جائز خدمات لینے کے بارہ میں اب تک کسی نے نہ سوچا تھا کہ میدان جنگ میں تیمارداری اور بیماروں کی دیکھ بھال کی بہترین خدمت عورت انجام دے سکتی ہے۔'' (حیات محمد) 44

خاموش حکمت عملی

قریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ تین راتوں کے مسلسل تھکا دینے والے سفر میں بعجلت طے کر کے آنحضرتؐ خیبر پہنچ گئے۔ علی الصبح جب وادی خرص سے میدان خیبر میں داخل ہونے لگے تو صحابہ کرامؓ نے بخیر و عافیت اپنی منزل پا لینے کی خوشی میں کے نعرے بلند کرنے شروع کیے۔ اس خاموش پیش قدمی میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَاۤاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعروں کا یہ شور خلاف مصلحت تھا، کیونکہ آنحضرتؐ تو یہود خیبر کے پاس اچانک پہنچ کر انہیں حیران و ششدر اور مبہوت کرنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے صحابہ کو ان نازک لمحات میں موقع محل کی مناسبت سے کام کرنیکی نصیحت کرتے

ہوئے فرمایا اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِنَّکُمْ لَاتَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَاغَائِبَ اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَھُوَمَعَکُمْ (بخاری) 45

کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ذکرالٰہی کے کلمے ہیں۔تم لوگ اپنے نفسوں پر رحم کرو اور آہستہ ذکرالٰہی کرو۔ جسے تم پکارتے ہو وہ نہ بہرہ ہے نہ غائب بلکہ وہ خوب سنتا ہے۔وہ تمہارے قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی فصاحت و بلاغت کا کمال دیکھئے کہ اپنے دل کی بات ایسے خوبصورت انداز اور جامع الفاظ میں بیان فرمائی کہ مبادا کوئی کہے دشمن کے خوف سے خدا کا نام بلند کرنے سے روک دیا گیا۔فرمایا ہمارا خدا تو آہستہ ذکر بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح بلند۔مصلحت وقت کا تقاضا آہستہ ذکر کا ہے اور اس وقت یہی عمل صالح ہے۔ بلند بانگ نعرے خلافِ حکمت اور ہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔

خیبر میں پڑاؤ کرتے ہوئے دوسری حکمت عملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اختیار فرمائی کہ لشکر کو پانچ حصوں (مقدمہ، میمنہ،میسرہ،قلب اور ساقہ) میں تقسیم کر کے قلعہ ہائے خیبر کے سامنے میدان میں اس طرح پھیلا دیا کہ سرسری نگاہ میں وہ ایک لشکر جرار نظر آتا تھا اور اس حکمت عملی میں جو دراصل دشمن کو اچانک حیران وششدر کر دینے اور سرپرائز (Surprize) دینے کا حصہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ صبح جب قلعوں کے دروازے کھلے اور یہودی اطمینان سے کھیتی باڑی اور کام کاج کیلئے کسیاں، کدال، ٹوکریاں لے کر باہر نکلنے لگے تو اچانک مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے۔ مدینہ سے منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے تو انکو اطلاع دی تھی کہ مٹھی بھر مسلمان خیبر پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ اب ایسا لشکر دیکھ کر وہ حیران وششدر یہ کہتے ہوئے واپس قلعوں کی طرف دوڑے مُحَمَّدُ وَالْخَمِیْس وَاللّٰہِ مُحَمَّدُ وَالْخَمِیْس۔ (بخاری)46

یعنی محمدؐ اور اس کا پانچ دستوں والا لشکر۔ خدا کی قسم محمدؐ اور پانچ دستوں والا لشکر (آن پہنچا)۔ رسول اللہؐ زبردست حیرانی اور سرپرائز (Surprise) دیکر ایک اور فتح حاصل کر چکے تھے۔

عارفانہ نعرے

اب نعرے لگانے اور خدا کا نام بلند کرنے کا وقت تھا اور اس عارفانہ نعرہ کے پہلے حقدار میرے آقائے نامدار نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سو آپؐ نے خیبر کی وادیوں میں بآواز بلند یہ نعرہ لگایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْن۔ (بخاری)47

اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر ویران ہو گیا اور ہم جب کسی قوم کو تنبیہہ اور ہوشیار کر دینے کے بعد اس کے میدان میں اترتے ہیں تو اس کی صبح نامبارک صبح ہوا کرتی ہے۔

رسول اللہؐ کے اس واشگاف اعلان سے آپؐ کی یہ امتیازی شان ظاہر ہے کہ آپؐ دشمن پر بغیر مناسب انتباہ و انذار (وارننگ اور الٹی میٹم) کے حملہ نہ کرتے تھے۔ بے شک آپؐ دشمن کو حالت جنگ میں جنگی حکمت عملی کے طور پر اچانک حملہ آور ہو کر حیران و ششدر تو کر دیتے تھے، لیکن شب خون سے منع فرماتے تھے۔ آپؐ کا یہ خلق عظیم حیرت انگیز ہے کہ دشمن کے سر پر پہنچ کر بھی دن کی روشنی کا انتظار کرتے ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک تھے۔ والیٔ خیبر درشت رو اور بے لحاظ انسان تھا۔ (فتح کے بعد) اس نے رسول اللہؐ کے پاس آ کر کہا اے محمد! کیا تم لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ ہمارے جانور ذبح کرو، ہمارے پھل کھاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو۔ نبی کریمؐ یہ سن کر بہت ناراض ہوئے اور عبدالرحمان بن عوفؓ سے فرمایا کہ آپؐ گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کریں کہ جنت صرف مومن ہی داخل ہونگے نیز لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو آپؐ نے صحابہ سے خطاب فرمایا کیا تم میں کوئی تکیہ پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ نے سوائے اس کے

جو قرآن میں ہے، کوئی چیز حرام نہیں کی۔ سنو میں نے بھی کچھ احکام دیئے ہیں اور بعض باتوں سے روکا ہے وہ بھی قرآن کی طرح ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز نہیں رکھا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو۔ نہ ہی ان کی عورتوں کو مارنے کی اجازت دی ہے اور نہ ان کے پھل کھانے کی۔ جب (معاہدہ کے مطابق) وہ تمہیں وہ کچھ دے رہے ہوں جو ان کے ذمہ ہے۔ (یعنی جزیہ)۔ (ابوداؤد) 48

جرنیل سپاہیوں کے ساتھ

فتح خیبر سے واپسی پر پڑاؤ خیبر سے تین میل اِدھر صہباء مقام پر ہوا۔ یہاں نماز عصر کے بعد حضورؐ نے کھانا طلب فرمایا اور اپنے سپاہیوں سے فرمایا کہ جس کے پاس جو زاد راہ ہے وہ لے آئے۔ ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ دستر خوان بچھائے گئے اور کھانا چنا گیا۔ ہمارے آقا کا وہ کھانا کیا تھا؟ جو کے ستو اور کچھ کھجوریں جو آپؐ نے اپنے خدام کے ساتھ مل کر تناول فرمائیں۔ (بخاری) 48A

یہ نظارہ کتنا دلکش ہے جس میں آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کمال سادگی، انکساری اور بے تکلفی سے ستو اور کھجور کا ماحضر تناول کرتا نظر آتا ہے۔

فتح مکہ میں ظاہر ہونے والے خلق عظیم

قریش مکہ کے لشکر بدر اور احد میں مدینے کے گنتی کے چند مجبور اور نہتے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں تو سارا عرب مسلمانان مدینہ پر چڑھ آیا اور اہل مدینہ نے شہر کے گرد خندق کھود کر اور اس میں محصور ہو کر جانیں بچائیں۔ آپؐ ہمیشہ دفاع ہی کرتے رہے۔ خانہ کعبہ کے حقیقی متولی مسلمانوں کو یہ اجازت بھی نہ تھی کہ وہ خدا کے گھر کا طواف ہی کر سکیں۔ چنانچہ 6ھ میں چودہ سو مسلمانوں کو جو طواف بیت اللہ کی غرض سے مکہ جا رہے تھے حدیبیہ سے واپس لوٹا دیا گیا۔ اسی موقع پر معاہدہ صلح کی شرائط طے ہوئیں۔

صلح کا شہزادہ

فتح مکہ کے موقع پر ایک دفعہ پھر رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کی خلق عظیم پر فائز ہونے کی بے نظیر شان دنیا نے دیکھی۔ ہر چند کہ قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ پر شب خون مار کر معاہدہ توڑ دیا۔ پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے صلح کی طرح ڈالتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے معاہدہ شکنی کرنے والوں کی طرف اپنا سفیر تین شرائط میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کے ساتھ بھیجا کہ ہمارے حلیف خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کر دو یا بنو بکر کی طرف داری اے الگ ہو جاؤ یا حدیبیہ کی صلح توڑنے کا اعلان کر دو۔ مسلمانوں کے اس سفیر کو جواب ملا کہ ہم حدیبیہ کی صلح توڑتے ہیں۔ (زرقانی) 49

سفر مکہ میں رازداری کے لئے تدبیر اور دُعا

رازداری کی حکمت عملی کا مقصد قریش مکہ کو تیاری کا موقع نہ دیکر از راہ احسان انہیں کشت وخون سے بچانا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نواح مدینہ میں یہ پیغام بھجوایا کہ اس دفعہ کا رمضان مدینہ میں گزاریں اور اہل مدینہ کو سفر کی تیاری کی ہدایت فرمائی۔ لیکن یہ ظاہر نہ فرمایا کہ کہاں کا قصد ہے۔

ایک لشکر جرار کی تیاری اور نقل وحرکت رازداری میں رکھنا بظاہر ایک ناممکن امر تھا۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہر کٹھن مرحلہ کیلئے دعا اور تدبیر کو کام میں لاتے تھے۔ آپؐ نے اپنے رب کے حضورؐ دعا کی اَللّٰھُمَّ خُذِالْعُیُوْنَ وَالْاَخْبَارَ عَنْ قُرَیْشٍ کہ اے اللہ قریش کے جاسوسوں کو روک رکھ اور ہماری خبریں ان تک نہ پہنچیں اور تدبیر یہ فرمائی کہ مدینے سے مکے جانے والے تمام رستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ (الحلبیہ) 50

افشائے راز کا خطرہ

لشکر اسلام کی اس خاموش تیاری کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے مکے پر چڑھائی کا راز کھل جانے کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہوا یوں کہ ایک صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے مکے جانیوالی ایک عورت کے ذریعے قریش کو خط لکھ

کر یہ اطلاع بھجوادی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تیار ہے۔ یہ معلوم نہیں کہاں کا قصد ہے مگر تم اپنا بچاؤ کرلو۔ میرا مقصد اس خط سے تم پر ایک احسان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخبری کی اطلاع کردی۔ آپؐ نے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ حضرت علیؓ کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں بھیجا جو یہ خط واپس لے آئے۔ رسول کریمؐ نے حاطبؓ کو بلا کر پوچھا تم نے یہ کیا کیا؟ حاطبؓ نے سچ سچ کہہ دیا کہ یارسول اللہؐ میں قریش میں سے نہیں ہوں مگر اس خط کے ذریعے میں قریش پر احسان کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ مکے میں میرے گھر بار کی حفاظت کریں۔ حضرت عمرؓ اس مجلس میں موجود ہیں وہ کہتے ہیں۔ یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر جانتے ہو وہ رحیم وکریم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں نہیں نہیں حاطب سچ کہتا ہے اسے کچھ نہ کہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس نے مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اس کی گردن مارنے دیجئے۔

شفقت بے پایاں

حضرت رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف عمرؓ کی سختی پر تحمل سے کام لیا تو دوسرے طرف حاطبؓ کی معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا عمرؓ! تم جانتے نہیں یہ شخص جنگ بدر میں شامل ہوا تھا اور عرش کا خدا جو اصحاب بدر کے حالات سے خوب واقف ہے اور ان کے حق میں فرماتا ہے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ کہ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے دلوں میں گناہ کی ایسی نفرت ڈال دی ہے کہ بالارادہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔(بخاری) 51

اس رؤف ورحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت بے پایاں کا یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر حضرت عمرؓ بے اختیار رونے لگے۔ان کی حیرانی بجا تھی کہ اپنی زندگی کے اہم نازک ترین اور تاریخ ساز موڑ پر تو کوئی بھی فاتح اپنے مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی کسی بھی روک کو قطعاً برداشت نہیں کیا کرتا۔ایسے مواقع پر تو سابقہ خدمات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور آئندہ خطرے سے بچنے کیلئے کم ازکم احتیاط یہ سمجھی جاتی ہے کہ ایسے قومی مجرم کو زیر حراست رکھا جائے، لیکن دیکھو اس دربار عفو وکرم کی شان دیکھو جس سے حاطبؓ کے لئے بھی مکمل معافی کا اعلان جاری ہوا۔

حیرت ناک حکمت عملی

مرالظہران کے وسیع میدان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداداد فراست کو کام میں لاتے ہوئے جنگی حکمت عملی کا ایک حیرت انگیز منصوبہ بنایا۔آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ مختلف ٹیلوں پر بکھر جائیں اور ہر شخص آگ کا ایک الاؤ روشن کرے۔اس طرح اس رات دس ہزار آگیں روشن ہو کر مرالظہران کے ٹیلوں پر ایک پرشکوہ اور ہیبت ناک منظر پیش کرنے لگیں۔(بخاری) 52

عربوں کے دستور کے مطابق لشکر کے دس آدمیوں کی ایک ٹولی اپنی آگ روشن کرتی تھی۔اب یہاں دس ہزار لشکر کے اتنے ہی آگ کے الاؤ مسلمانوں کے لشکر کی اصل تعداد کو کہیں زیادہ ظاہر کررہے تھے۔

ابوسفیان کو معافی

اُدھر ابوسفیان اوراس کے ساتھی سردار رات کو شہر مکہ کی گشت پر نکلے تو یہ ان گنت روشنیاں دیکھ کر واقعی حیران وششدر رہ گئے۔ابوسفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر اور آگیں نہیں دیکھیں۔وہ ابھی یہ اندازے ہی لگا رہے تھے کہ اتنا بڑا لشکر کس قبیلے کا ہوسکتا ہے؟ کہ حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کے گشتی دستے نے ان کو پکڑ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے دشمن اسلام ابوسفیان کو قتل کرنا چاہا لیکن آنحضرتؐ تو اس کے لئے پہلے امن کا اعلان کر چکے تھے کہ ابوسفیان بن حرب کسی کو ملے تو اسے کچھ نہ کہا جائے۔یہ گویا آپؐ کی طرف سے ابوسفیان کی ان مصالحانہ کوشش کا احترام تھا جو اس نے معاہدہ شکنی کو خوف سے مدینے آکر چالاکی سے کی تھیں اور ان کی کوئی قیمت نہ تھی،لیکن آپؐ کی رحمت بھی تو بہانے ڈھونڈھتی تھی۔(ابن ھشام)53

چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو پناہ دی۔ صبح جب ابوسفیان دوبارہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوسفیان! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' تب ابوسفیان نے بے ساختہ یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ نہایت حلیم، شریف اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا و وہ ضرور ہماری مدد کرتا البتہ آپؐ کی رسالت کے قبول کرنے میں ابھی کچھ تامّل ہے۔ (ابن ھشام) 54

حضرت عباسؓ کو ارشاد رسولؐ ہوا کہ جب اسلامی لشکر مکے کی جانب روانہ ہو تو ابوسفیان کو کسی بلند جگہ سے لشکر کی شان وشوکت کا نظارہ کرایا جائے، شاید یہ دنیا دار شخص اس سے مرعوب ہو کر حق قبول کر لے۔ دس ہزار قدوسیوں کا لشکر چلا، ہر امیر فوج جھنڈا بلند کئے دستہ کے آگے تھا۔ انصاری سردار سعد بن عبادہؓ اپنا دستہ لیکر ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو جوش میں آ کر کہہ گئے۔

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃُ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْکَعْبَۃَ

آج جنگ و جدال کا دن ہے آج کعبہ کی عظمت قائم کرنے کا دن ہے۔ (بخاری) 55

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس کمانڈر کو جو ایک طاقتور قبائلی سردار تھا معزول کر دیا کہ اس نے حرمت کعبہ کے بارے میں ایک ناحق بات کیوں کہہ دی اور ابوسفیان کا دل بھی دُکھایا۔ ہاں! اس دشمن اسلام ابوسفیان کا جو مفتوح ہو کر

بھی ابھی آپؐ کی رسالت قبول کرنے میں متامل تھا۔اے دنیا والو! دیکھو اس عظیم رسولؐ کے حوصلے تو دیکھو، عین حالت جنگ میں جرنیلوں کی معزولی کے تمام خطروں سے آگاہ ہوتے ہوئے یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ سعد سے اسلامی جھنڈا واپس لے لیا جائے۔(ابن ھشام)56

مگر ہاں اس محسن اعظم کے احسان پر بھی تو نظر کرو کہ غیرت اسلام کے جوش میں سرشار ایسا نعرہ بلند کرنے والے جرنیل سعد کا بھی آپؐ کس قدر لحاظ رکھتے ہیں۔ساتھ ہی دوسرا حکم یہ صادر فرماتے ہیں کہ سعدؓ کی بجائے سالارِ فوج ان کے بیٹے قیس بن سعدؓ کو مقرر کیا جاتا ہے۔(الحلبیہ)57

کیا جنگوں کی ہنگامہ خیزیوں میں بھی کبھی اپنے خدام کے جذبات کا ایسا خیال رکھا گیا ہے؟نہیں نہیں یہ صرف اس رحمتہ العالمین کا ہی خلق عظیم تھا جو سزا میں بھی رحمت وشفقت اور احسان کا پہلو نکال لیتے تھے۔

فتح مکہ۔عظمت اخلاق کا بلند ترین مینار

فاتحین عالم کے اس دستور سے کون ناواقف ہوگا کہ شہروں میں داخلے کے وقت آبادیوں کو ویران اور ان کے معزز مکینوں کے بے عزت اور ذلیل کر دیا جاتا ہے،لیکن رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی عظیم ترین فتح کو بھی تو دیکھو جہاں آپؐ کی عظمت اخلاق کا سب سے بلند اور روشن ترین مینار ایستادہ ہے۔

جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر مکہ کے چاروں اطراف سے شہر میں داخل ہوا تو قتل و غارت کا بازار گرم ہوا نہ قتل عام کی گرم بازاری بلکہ امن وسلامتی کے شہنشاہ کی طرف سے یہ فرمان شاہی جاری ہوا کہ " آج مسجد حرام میں داخل ہونیوالے ہر شخص کو امان دی جاتی ہے ۔امان دی جاتی ہے ہر اس شخص کو جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا اپنے ہتھیار پھینک دے اپنا دروازہ بند کر لے اور ہاں جو شخص بلال حبشیؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جائے اسے بھی امان دی جاتی ہے۔(الحلبیہ)58

اس اعلان کے ذریعہ جہاں خانہ کعبہ کی حرمت قائم کی گئی وہاں دشمن اسلام ابوسفیان کی دلداری کا بھی کیسا خیال رکھا گیا یہی وہ اعلیٰ اخلاق تھے جس سے بالاخر ابوسفیان کا دل اسلام کیلئے جیت لیا گیا اور اسے تالیف قلب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نصیب ہوا۔

بلال کے جذبات کا خیال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلالؓ کے جھنڈے کو امن کا نشان قرار دینا بھی علم النفس کے لحاظ سے آپؐ کے اخلاق فاضلہ کی زبردست مثال ہے، کوئی وقت تھا جب مکے کے لوگ بلال کو سخت اذیتیں دیا کرتے تھے اور مکے کی گلیاں بلالؓ کے لئے ظلم و تشدد کی آماجگار تھیں ۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا آج بلالؓ کا دل انتقام کی طرف مائل ہوتا ہوگا ،اس وفادار ساتھی کا انتقام لینا بھی

ضروری ہے۔لیکن ہمارا انتقام بھی اسلام کی شان کے مطابق ہونا چاہیئے پس آپؐ نے گردنیں کاٹ کر بلالؓ کا انتقام نہیں لیا بلکہ بلالؓ جو کبھی مکے کی گلیوں میں ذلت اور اذیت کا نشان رہ چکا تھا۔آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہل مکہ کے لئے امن کی علامت بنا دیا۔بلال کے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور بلالؓ کے جذبات کا بھی خیال رکھا۔

میں سوچتا ہوں وہ کیا عجیب منظر ہوگا جب بلالؓ یہ منادی کرتا ہوگا کہ اے مکہ والو! بلالی جھنڈے کے نیچے آجاؤ تمہیں امن دیا جائے گا اور یہ کتنا بڑا فخر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو بخشا کہ اس پر ظلم کرنیوالے اس کی پناہ میں آنے سے بخشے جائیں گے۔یہ پاک نمونہ بلا شبہ شرف انسانی کے قیام کی زبردست علمی شہادت ہے۔

خون خرابہ سے بچنے کی کوشش

رسول کریمؐ نے مکے میں داخل ہوتے وقت اپنے جرنیلوں کو بھی حکم دیا کہ کسی پر حملے میں پہل نہیں کرنی اور اس وقت تک جنگ شروع نہیں کرنی جب تک لڑائی تم پر مسلط نہ کر دی جائے۔آپؐ خود مکے کی بالائی جانب اس مقام سے شہر میں داخل ہوئے جہاں ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کی قبریں ہیں اور یوں فتح کے موقع پر بھی مصیبت کے زمانہ کے مددگاروں کو یاد رکھا۔

نبی کریمؐ نے اپنے کہنہ مشق جرنیل خالدؓ بن ولید کو مکے کی زیریں شمالی جانب سے داخلے کا ارشاد فرمایا جہاں عکرمہ بن ابی جہل اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس مزاحمت میں مسلمانوں کے دو آدمی شہد ہو گئے۔(بخاری) 59

قریش کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد دس سے اٹھائیس تک بیان کی جاتی ہے۔اگر کفار کی طرف سے مزاحمت نہ ہوتی تو یہ خون بھی نہ بہتا۔(الحلبیہ) 60

سر ولیم میور نے بھی لکھا ہے کہ محمد نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں سے شہر میں داخلہ کا حکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ سوائے انتہائی مجبوری اور خود حفاظتی کے جنگ نہیں کرنی۔

اسی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر چند گنتی کے مشرک مارے گئے۔مگر اتنی بڑی فتح پر اتنے کم جانی نقصان ہو جانے کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت افسوس تھا۔ 61

آپؐ نے اپنے جرنیل خالدؓ بن ولید کو بلا کر اس کی جواب طلبی فرمائی کہ حتی الامکان از خود حملہ نہ کرنے کی ہدایت کے باوجود پھر یہ خون کیوں ہوا اور جب آپؐ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ہمیشہ کی طرح یہ کہہ کر راضی برضا ہوئے کہ منشا الٰہی یہی تھا۔(الحلبیہ) 62

فتح مکّہ پر عجز وانکسار کا عجیب منظر

ہمارے سیدہ ومولا کے شہر میں داخل ہونے کا منظر بھی دیکھنے کے لائق تھا۔شہر کا شہر اس عظیم فاتح کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بے تاب اور منتظر تھا۔اہل شہر سوچتے ہونگے کہ فاتح مکہ آج فخر سے سر اونچا کئے شہر میں داخل ہوگا لیکن جب محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وسلم کی شاہی سواری آئی تو وہاں کچھ اور ہی منظر تھا۔

رب جلیل کا یہ پہلوان حفاظتی خود کے اوپر سیاہ رنگ کا عمامہ پہنے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھا اور سرخ رنگ کی یمنی چادر پہلو پر تھی۔سواری پر پیچھے اپنے وفادار غلام زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔دائیں جانب ایک وفادار ساتھی حضرت ابوبکرؓ تھے اور بائیں جانب حضرت بلالؓ اور اسید بن حضیرؓ انصاری سردار تھے۔(بخاری)63

فتح مکہ کے دن امن کے اعلان عام کی خاطر رسول خداؐ نے سفید جھنڈا لہرایا جب کہ بالعموم آپؐ کا جھنڈا سیاہ رنگ کا ہوا کرتا تھا۔

مکّہ میں داخلہ کے وقت آپؐ سورہ فتح کی آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آپؐ کی سواری شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔پھر وہ موڑ آیا جس سے مکے میں داخل ہوتے ہیں وہی موڑ، جہاں آٹھ سال پہلے مکے سے نکلتے ہوئے آپؐ نے وطن عزیز پر آخری نگاہ کرتے ہوئے اسے اس طرح الوداع کہا تھا کہ ’’ اے مکہ! تو میرا پیارا وطن تھا اگر تیری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا‘‘

سرولیم میور لکھتا ہے کہ ''خدشہ تھا کہ شاید اس جگہ نبی کریم کو مکہ میں داخلہ سے روکنے کیلئے مزاحمت ہو مگر اللہ کی شان کہ خدا کا رسول آج نہایت امن سے اپنے شہر میں داخل ہو رہا تھا'' (میور) 64

اس موقع پر مفتوح قوم نے ایک عجیب نظارہ دیکھا کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی فتح کے دن غرور اور تکبر کے کسی اظہار کی بجائے خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ کر اس عظیم فاتح کا سر عجز و انکسار اور شکر کے ساتھ جھک رہا تھا حتی کہ جھکتے جھکتے وہ اونٹ کے پالان کو چھونے لگا دراصل آپؐ سجدہ شکر بجا لا رہے تھے اور یہ فقرہ زبان پر تھا۔ اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْآخِرَۃَ کہ اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ دنیا کی فتوحات کی کیا حقیقت ہے۔ (ابن ھشام) 65

اللہ اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کتنی حیرت انگیز ہے اور آپؐ کی بے نفسی کا بھی کیا عجیب عالم ہے اپنی زندگی کے سب سے بڑے ابتلا پر جنگ احزاب میں بھی آپؐ یہی فقرہ دہراتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ لَاعَیْشَ الْآخِرَۃَ کہ یہ دکھ تو عارضی ہیں اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اور اپنی زندگی کی عظیم ترین فتح کے موقع پر بھی آپؐ کمال شان استقامت سے وہی نعرہ بلند کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسا کوہ وقار انسان ہے کہ ابتلاء ہو یا فتح تنگی ہو یا آسائش اس کے قدم صدق میں کوئی لغزش نہیں آتی۔

آیئے! اس فقرہ کی سچائی جاننے کیلئے ذرا اس عظیم فاتح کے جشن فتح کا

نظارہ کریں۔

سادگی وقناعت

دوپہر کا وقت ہوا چاہتا ہے۔کھانے کا وقت ہے فاتحین عالم کے جشن کے نظاروں کا تصور کرتے ہوئے آؤ دیکھیں کہ یہ عظیم فاتح آج کیا جشن مناتا ہے؟ اور کیا لذیذ کھانے اڑائے جاتے ہیں؟ وہ مقدس وجود جس کی خاطر یہ کائنات بنائی گئی جس کے طفیل ہم ادنی غلام بھی قسما قسم کی نعمتوں سے حصہ پاتے ہیں آؤ اس کی عظیم ترین فتح کے دن دیکھیں تو سہی کہ کتنے جانوروں کے کاٹنے کا حکم ہوتا ہے؟ اور کیا پکوان پکائے جاتے ہیں؟

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْآخِرَۃ کہنے والے کے جشن فتح کا نظارہ کچھ اس طرح ہے۔آپؐ اپنی چچازاد بہن ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور فرماتے ہیں بہن کچھ کھانے کو ہے؟ بہن شرمندہ ہے کہ گھر میں فی الفور اس شہہ دو عالم کیلئے روٹی کے چند خشک ٹکڑوں کے سوا کچھ نہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں وہ ٹکڑے ہی لے آؤ پھر آپؐ پانی منگوا کر وہ خشک ٹکڑے بھگو لیتے ہیں۔تھوڑا سا نمک اوپر ڈالتے ہیں اور پوچھتے ہیں کچھ سالن ہے؟ ام ہانیؓ عرض کرتی ہیں سالن تو نہیں سرکے کی کچھ تلچھٹ پڑی ہے اور رسول اللہؐ وہ بچا کھچا سرکہ ان گیلے نمکین ٹکڑوں پر ڈال کر مزے مزے سے کھانے لگتے ہیں اور ساتھ الحمدللہ الحمدللہ کہتے جاتے ہیں اور فرماتے

ہیں ام ہانی! سرکہ بھی کتنا اچھا سالن ہے۔ یہ ہمارے آقا کا اپنی عظیم فتح کے دن کا کھانا ہے۔(ھیثمی) 66

بے قرار سجدے

فتح کے موقع پر نعرہ ہائے تکبیر یا اونٹنی کے پالان پر سجدہ تشکر تو دراصل رسول اللہؐ کے قلبی جذبات کا ایک ادنی سا علامتی اظہار تھا کہ توحید الٰہی اور اپنے مولیٰ کی کبریائی کی کتنی غیرت اور جوش آپؐ کے دل میں موجزن ہے۔مگر کسے معلوم کہ ابھی تو کتنے ہی بے پناہ ان گنت بے قرار سجدے آپؐ کی پیشانی میں تڑپ رہے تھے جو بیت اللہ کی زینت بننے والے تھے۔دراصل انہی سجدوں سے آج بیت اللہ سجنے والا تھا۔ وہی پاکیزہ پرخلوص اور عاجزی سے بھرے ہوئے سجدے اس گھر کی زینت بننے والے تھے جن کی خاطر یہ پہلا گھر بنایا گیا اور جن کی بیت اللہ کو بھی انتظار ہوگی۔اب ان سجدوں کی ادائیگی کا وقت آچکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں آکر پہلا کام یہی کیا کہ کہ اس کے اندر تشریف لے گئے اور بطور شکرانہ فتح نفل نماز ادا کی۔اس وقت حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے اور کافی دیر خانہ کعبہ میں عبادت کرتے رہے۔(بخاری) 67

پہلے آپؐ نے دوستونوں کے درمیان دونفل ادا فرمائے پھر باہر تشریف

لا کر بیت اللہ کے اندر کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان دو نفل ادا کئے پھر اندر تشریف لے گئے اور کافی دیر کھڑے دعا کرتے رہے حتّٰی کہ خانہ کعبہ کے ہر کونے میں کھڑے ہو کر آپؐ نے دعا کی۔(الحلبیہ) 68

بدسلوکی کے بدلے احسان

طواف کے بعد آنحضرت ﷺ نے کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہؓ سے بیت اللہ کی چابیاں منگوائیں۔ جب حضورؐ مکے میں تھے تو سوموار اور جمعرات کے دن خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا جاتا تھا اور لوگ اندر جاتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ اندر جانے لگے تو اسی عثمان نے اس پاک رسول کو خدا کے اس گھر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ جس کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے اس وقت عثمان کو کہا تھا کہ اس خانہ خدا کی چابیان ایک دن میرے پاس آئیں گی اور پھر جسے میں چاہوں گا دوں گا۔ آج وہ دن آچکا تھا اور عثمان بن طلحہؓ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چابیاں خدا کے رسول ﷺ کو پیش کر رہا تھا۔(ابن ھشام) 69

اب دنیا منتظر تھی کہ عثمان بن طلحہ سے بطور انتقام چابیاں واپس لے لی جائیں گی اور کسی اور کے سپرد ہونگی۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض بھی کر چکے تھے کہ آج سے دربانی کعبہ کی خدمت بنو ہاشم کو عطا کی جائے۔ اُدھر رسول خدا ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے اور عثمان بن طلحہ سے ایک عجیب تاریخ ساز انتقام لیا۔ آپؐ نے چابیاں اس کے حوالے کر دیں

اور فرمایا ''آج کا دن احسان اور وفا کا دن ہے اور اے عثمانؓ میں یہ چابیاں ہمیشہ کیلئے تمہیں اور تمہارے خاندان کے حوالے کرتا ہوں اور کوئی بھی تم سے یہ چابیاں واپس نہیں لے گا۔سوائے ظالم کے۔'' یہ احسان دیکھ کر عثمان بن طلحہ کا سر جھک گیا اور اس کا دل محمد مصطفیٰ کے قدموں میں تھا اس نے ایک دفعہ پھر صدق دل سے اعلان کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اس کا رسول ہے۔(الحلبیہ) 70

یہ تھا انتقام حضرت مصطفیٰ ﷺ کا اور کتنا حسین ہے یہ انتقام !! کوئی ہے جو اس کی نظیر پیش کرے؟

فتح مکہ میں جانی دشمنوں سے عفو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر جب باب کعبہ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کے تمام جانی دشمن آپؐ کے سامنے تھے۔آپؐ نے اس جگہ وہ عظیم الشان تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنے خونی دشمنوں کے لئے معافی کا اعلان تھا، مساوات انسانی کا اعلان تھا، کسی غرور کی بجائے فخر ومباہات کا لعدم کرنیکا اعلان تھا۔ یہ معرکہ آراء خطبہ بھی دراصل آپؐ کے خلق عظیم کا زبردست شاہکار ہے۔آپؐ نے فرمایا لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہ‘ لَاشَرِیْکَ لَہ‘ نَصَرَ عَبْدَہ‘ وَ ھَزَمَ اْلَاحْزَابَ وَحْدَہ‘

اے لوگو! خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے فتح کے جو

وعدے اس عاجز بندے سے کئے تھے وہ آج پورے کر دکھائے ہیں۔ اس خدائے وحدہ لاشریک نے اپنے اس کمزور بندے کی مدد کر کے اس کے مقابل پر تمام جتھوں کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

آج تمام گذشتہ ترجیحات اور مفاخر اور تمام انتقام اور خون بہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ میں ان سب کو کالعدم قرار دیتا ہوں۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا غرور اور نام ونسب کی بڑائی ختم کر دی ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی یَاَیُّھَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍوَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:14)

کہ ’’اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپؐ اس میں ایک دوسرے کی پہچان کرو۔ یقیناً خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے مکے والو! اب تم خود ہی بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔

یہاں اک ذرا ٹھہریئے اور دیکھئے رسول کریمؐ کن لوگوں سے مخاطب تھے؟ ان خون کے پیاسوں سے جن کے ہاتھ گزشتہ بیس سال سے مسلمانوں کے خون سے لالہ رنگ تھے۔ ہاں! مسلمان غلاموں کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹنے والے، مسلمان عورتوں کو بیدردی سے ہلاک کرنے والے، مسلمانوں کو انکے گھروں سے نکالنے والے اور خود ہمارے آقا و مولا کو تین سال تک ایک گھاٹی میں قید کر کے

اذیتیں دینے والے، مسلمانوں پر حملہ آور ہو کران کی نعشوں کا مثلہ کرنے والے، آپؐ کے چچا حمزہ کا کلیجہ چبانے والے، آپؐ کی صاحبزادی زینب پر حملہ کر کے حمل ساقط کرنے والے، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کس سلوک کی توقع ہے تو کہتے ہیں۔ ’’آپؐ جو چاہیں کر سکتے ہیں مگر آپؐ جیسے کریم انسان سے ہمیں نیک سلوک کی ہی امید ہے اس سلوک کی جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔‘‘

سچا عفو

لوگ مکہ میں رسول اللہؐ کے داخلہ کو فتح قرار دیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ کی حقیقی فتح تو آپؐ کے خلق عظیم کی فتح تھی جس کا دشمن بھی اعتراف کر رہا تھا کہ اب تک جس وجود سے صرف اور صرف رحمت ہی ظاہر ہوئی آج بھی اس رحمت کی امید کیوں نہ رکھیں؟

مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان سے حسن سلوک کیا۔ آپؐ نے فرمایا اِذْ هَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ کہ جاؤ تم سب آزاد ہو صرف میں خود تمہیں معاف نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے رب سے بھی تمہارے لئے عفو کا طلب گار ہوں۔ (ابن ھشام) 71

یہ وہ سچا عفو تھا جس کے چشمے میرے آقا کے دل سے پھوٹے اور مبارک

ہونٹوں سے جاری ہوئے۔ اس رحمت عام اور عفو تام کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہے۔ مستشرقین بھی اس حیرت انگیز معافی کو دیکھ کر اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور اس عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن

مشہور مستشرق سٹین لے پول لکھتا ہے ''اب وقت تھا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) خونخوار فطرت کا اظہار کرتے۔ آپؐ کے قدیم ایذاء دہندے آپؐ کے قدموں میں آن پڑے ہیں۔ کیا آپؐ اس وقت بے رحمی اور بیدردی سے ان کو پامال کریں گے۔ سخت عذاب میں گرفتار کریں گے یا ان سے انتقام لیں گے۔؟ یہ وقت اس شخص کے اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونے کا ہے۔ اس وقت ہم ایسے مظالم کے پیش آنے کی توقع کرسکتے ہیں جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور جن کا خیال کر کے اگر ہم پہلے سے نفرین وملامت کا شور مچائیں تو بجا ہے مگر یہ کیا ماجرا ہے کیا بازاروں میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی؟ ہزاروں مقتولوں کی لاشیں کہاں ہیں؟ واقعات سخت بیدرد ہوتے ہیں، کسی کی رعایت نہیں کرتے اور یہ ایک واقعی بات ہے کہ جس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپؐ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔ قریش نے سال ہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر وتذلیل کی مصیبت آپؐ پر ڈالی تھی۔ آپؐ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے در

گذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا۔'' انتخاب قرآن

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوۃ علیک السلام

بے داغ فتح

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بادشاہ ہیں سرزمین مکہ کا سب کچھ آپؐ کی ملکیت اور قبضہ و اقتدار میں آ چکا ہے۔ ایسے میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ آپؐ قیام کرنا کہاں پسند فرمائیں گے؟ حضرت اسامہؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ اپنے آبائی گھر میں ٹھہریں گے (جہاں بچپن اور جوانی کی یادیں وابستہ ہیں) تو فرمانے لگے ہمارے چچازاد عقیل بن ابی طالب نے وہ گھر ہمارے لئے کہاں باقی چھوڑے ہیں، وہ تو کب کے فروخت کر کے کھا چکے ہیں۔ (بخاری) 72

فتح مکہّ پر جانی دشمنوں اور جنگی مجرموں پر کے احسانات

فاتحین عالم کی فتوحات کی یادیں ان کی ہلاکت خیزیوں اور کھوپڑیوں سے تعمیر کئے جانیوالے میناروں سے وابستہ ہوتی ہیں مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مکہ کی فتح تو آپؐ کے عفو عام اور رحمت تام کا وہ روشن مینار ہے جس کی کل عالم میں کوئی نظیر نہیں، سوائے چند مجرموں کے جو اپنے

جرائم کی بنا پر واجب القتل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار سے عام معافی کا اعلان ہوا۔ دراصل یہی آپؐ کی وہ اخلاقی فتح تھی۔ جس نے آپؐ کے اہل وطن کے دل جیت لئے۔ ان دس واجب القتل مجرموں میں سے بھی صرف تین اپنے جرائم پر اصرار کرنے اور معافی نہ مانگنے کی وجہ سے مارے گئے۔ ایسے مجرموں کو قرار واقعی سزا عدل وانصاف کا تقاضا بھی تھا اور معاشرہ پر احسان بھی کیونکہ وہ اپنے جرم پر مصر تھے ورنہ اس دربار سے تو عفو کا کوئی بھی سوالی خالی ہاتھ لوٹا نہ معافی سے محروم ہوا۔

پہلا مجرم

ان بدبخت مجرموں میں سے ایک عبداللہ بن خطل تھا۔ جس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اسے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا اور ایک انصاری کو بطور خدمت گار ساتھ روانہ کیا۔ ایک منزل پر قیام کے دوران محض بروقت کھانا تیار نہ کرنے پر اس نے انصاری نوجوان کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل ناحق کے باعث بطور قصاص وہ سزائے موت کا مستحق تو قرار پا ہی چکا تھا، لیکن اس پر مستزاد یہ کہ اس قتل کے بعد مرتد ہو کر مشرکین مکہ سے جا ملا اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف ایک محاذ کھول لیا۔ یہ خود شاعر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف گندے اور فحش اشعار کہتا اور مجالس میں ترنم سے پڑھواتا تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر بھی ابن خطل معافی کا خواستگار ہونے کے بجائے مسلح اور زرہ بند ہوکر گھوڑے پر سوار ہوا اور قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان کرتا پھرا کہ محمدؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ میں داخل ہوگئے تو بھی بجائے آپؐ کے دربارِ عفو میں حاضر ہونے کے خانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا تا اس حیلہ سے جان بچالے۔ چنانچہ حسب فیصلہ یہ قتل ہوکر کیفر کردار کو پہنچا۔ اے کاش! ابن خطل بھی رسول اللہؐ کے دربارِ رسالت سے عفو کا طالب ہوتا تو اپنے جیسے دیگر مجرموں کی طرح وہ بھی آپؐ کی رحمت وعفو سے حصّہ پاتا۔ (حلبیہ) 73

دوسری مجرم

ابن خطل مذکور کی دو مغنیہ (گانے والی عورتیں) بھی تھیں۔ جو اعلانیہ اس کی کہی ہوئی ہجو گایا کرتیں اور اشاعت فاحشہ کی مرتکب ہوتیں۔ اس لئے اس کے ساتھ اس کی دونوں مغنیات بھی سزائے موت کی سزاوار قرار پائیں۔

ان دونوں میں سے ایک تو قتل ہوگئی۔ دوسری سارہ نامی کہیں بھاگ گئی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے لئے معافی و امان طلب کی گئی تو آپؐ نے اسے بھی معاف فرمادیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (الحلبیہ) 74

تیسرا مجرم

تیسرا مجرم حویرث بن نقیذ بن وہب تھا۔ جو نبی کریم کا جانی دشمن تھا۔ مکے میں آپؐ کو سخت ایذائیں دیتا، آپؐ کے خلاف سخت بکواس کرتا اور ہجو کہتا تھا۔مگر اس کا اصل جرم جس کی بناء پر یہ واجب القتل ٹھہرا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی پر قاتلانہ حملہ تھا۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد جب آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ کو مکہ سے مدینہ بھجوانے کیلئے اونٹ پر سوار کروا کے روانہ کیا۔اس بدبخت نے چھپ کر قاتلانہ حملہ کیا اور ان کو اونٹ سے گرادیا۔ حضرت علیؓ نے اسے فتح مکہ کے موقع پر حسب فیصلہ اس کے جرائم کی پاداش میں قتل کیا۔(الحلبیہ)75

چوتھا مجرم

چوتھا شخص مقیس بن ضبابہ تھا، اسے اس لئے واجب القتل قرار دیا گیا تھا کہ اس نے مدینہ میں ایک انصاری کو قتل کیا تھا جس کے بعد وہ مرتد ہوکر قریش سے جاملا۔(ابن هشام)76

دراصل مقیس مسلمان ہوا اور اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کی دیت کا

تقاضا کیا جسے ایک انصاری نے غزوہ قرد میں دشمن کا آدمی سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے بھائی کی دیت اسے ادا فرمائی۔دیت وصول کر لینے کے بعد اس نے پھر اس انصاری کو انتقاماً قتل کیا اور مرتد ہو کر اہل مکہ سے جا ملا۔اسے بھی انصاری کے قتل کے قصاص میں فتح مکہ کے موقع پر قتل کیا گیا۔(الحلبیہ)77

ان تین مجرموں کے علاوہ باقی تمام وہ مجرم جو واجب القتل قرار دیئے گئے جب معافی کے طالب ہوئے اور امان چاہی تو رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔

چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہؐ کے عفو عام کے اس اعلان کے بعد مرتد عبداللہ بن سعد کاتب وحی کو بھی معافی مل گئی،رسول اللہؐ کی صاحبزادی زینبؓ پر حملہ کر کے حمل ساقط کرنے والا ھبار بھی بخشا گیا۔سردارانِ مکہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ اور صفوان بن امیہ کو حالت شرک میں رہتے ہوئے امان نامہ عطا ہوا۔حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ھند کے لئے بھی عفو کا حکم صادر ہوا۔حارث اور زھیر جو اپنے جرائم کی باداش میں واجب القتل ٹھہرائے گئے تھے،ایک مسلمان عورت کی امان دینے پر معاف کئے گئے۔ان سب کی تفصیل عفو و کرم کے مضمون میں بیان ہے۔

الغرض فتح مکہ کے موقع پر صرف چار مجرموں کو سزائے موت دیکر باقی سب کو معاف کر دینا تاریخ عالم کا منفرد واقعہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کے ان بے نظیر احسانات کا نظارہ دیکھ کر مشہور مستشرق سر ولیم میور بھی انگشت بدنداں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"اشتہاریان قتل تعداد میں تھوڑے ہی تھے اور شاید وہ سارے ہی اپنے جرائم کی وجہ سے انصاف کے مطابق قتل کے لائق تھے (سوائے ایک مغنیہ کے قتل کے باقی سب کا قتل سیاسی عناد کی بجائے ان کے جرائم کی بنیاد پر تھا۔۔۔محمد کا یہ حیرت انگیز کردار بے مثال فیاضی اور اعتدال کا نمونہ تھا۔لیکن محمد نے جلد ہی اس کا انعام بھی لے لیا اور وہ یوں کہ آپؐ کے وطن کی ساری آبادی صدق دل سے آپؐ کے ساتھ ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم چند ہفتوں میں دو ہزار مکہ کے باسیوں کو مسلمانوں کی طرف سے (حنین میں) لڑائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔" (میور) 78

جس ایک مغنّیہ کے قتل کا ذکر سر ولیم میور نے کیا ہے۔ دیگر رویات سیرت میں اس کی معافی کا بھی ذکر مل جاتا ہے۔ (ابن ھشام) 79

پس فتح مکہ کا دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے ہر تشدّد کے الزام دور کرنے کا دن تھا۔ جب مکہ کو پیغمبر اسلام کی شوکت و جلال نے ڈھانپ لیا تھا۔ جب مسلمان فاتحین کے خوف سے عرب سرداروں کے جسم لرزاں تھے اور سینوں میں دل دھڑک رہے تھے۔ جب مکہ کی بستی ایک دھڑکتا ہوا دل بن گئی تھی تو یہ وقت تھا کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا اور

جائیدادوں پر قبضہ کیا جاتا، لیکن یہ دن گواہ ہے کہ کہیں ایسا نہیں ہوا اور فتح مکہ کا یہ دن ابد الاباد تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے جبر و تشدد کے الزام کی نفی کرتا رہے گا۔

حوالہ جات

1 نسائی کتاب الجہاد باب وجوب الجہاد

2 بخاری کتاب الجہاد باب کان النبیؐ اذالم یقاتل24

3 ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی دعاء المشرکین27

4 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر

5 مسلم کتاب الجہاد باب تامیر الامام الا مراء31

6 مؤطاامام مالک کتاب الجهاد باب النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو

7 مسند احمد جلد3ص184 مطبوعه بیروت

8 مسنداحمد بن حنبل جلد3ص137 بیروت

9 مجمع الزوائد جلد6ص309 بیروت بحواله طبرانی

10 مسند احمد جلد1 ص411بیروت

11 مجمع الزوائد جلد6ص123 بیروت بحواله طبرانی

12 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

13 بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ اوطاس

14 معجم الکبیر للطبرانی جلد9ص81 بیروت

15 بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جهل

16 عمدة القاری شرح بخاری للعینی17 ص119

17 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

18 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

19 بخاری کتاب المغازی باب غزوه احد

20 بخاری کتاب المغازی باب غزوة احد

21 بخاری کتاب المغازی باب غزوةاحد

22 عمدة القاری شرح بخاری للعینی جلد17 ص152

23 مجمع الزوائد جلد6ص112 بیروت

24 مسلم کتاب الجهادباب غزوة احد

25 مسلم کتاب البروالصلة باب النهی عن لعن الاداب

26 مجمع الزوائد جلد6ص19 بیروت بحواله طبرانی

27 مسند احمد جلد3ص44مطبوعه بیروت

28 مجمع الزوائد جلد6ص12 مطبوعه بیروت

29 بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر

30 السیرة النبویه لابن هشام جلد3ص240

31 شرح المواهب اللدنیه لزرقانی جلد2ص8،حیات محمد ص23

32 محمدایٹ مدینه صفحه26انگریزی ترجمه

33 السیرة النبویه لابن هشام جلد3ص21

34 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الخندق

35 مسلم کتاب الجهاد والسیر باب غزوة ذی

36 مسند احمد جلد4ص33بیروت

37 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الخندق

38 مجمع الزوائد جلد6ص15 بیروت

39 بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحه

40 السیرة الحلبیه جز3ص36مطبوعه بیروت

41 السیرة الحلبیه جلد3ص38 مطبوعه بیروت

42 السیرة النبوه لاابن هشام جلد ۲ ص ۲۷۱مطبوعه مصر

43 السیرة الحلبیه جلد ۳ ص ۴۰مطبوعه بیروت

44 حیات محمد تالیف امیل درمنغم ص25

45 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

46 بخاری کتاب المغازی باب غزوه خیبر

47 بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر

48 ابوداؤد کتاب الخراج باب تعشیر اهل الذ مه

48A بخاری کتاب المغازی، تاریخ الخمیس جلد 2 ص43

49 المواهب اللدنیه للزرقانی جلد ۲ ص ۲۹۲ مطبوعه بیرت

50 السیرة الحلبیه جلد 3 ص75 مطبوعه بیروت

51 بخاری کتاب المغازی

52 بخاری کتاب المغازی باب غزوه الفتح

53 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص90 مطبوعه بیروت

54 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص46 مطبوعه مکتبه المصطفی البابی الحلبی مصر

55 بخاری کتاب المغازی فتح المکّه

56 ابن هشام جلد 4 ص9 مطبوعه بیروت

57 سیرت الحلبیه جلد 3 ص99

58 السیرة الحلبیه جلد 3 ص97 مطبوعه بیروت،السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 ص91

59 بخاری کتاب المغازی باب فتح مکه

60 السیرة الحلبیه جلد 4 ص98 مطبوعه بیروت

61 السیرة النبویه لابن هشام جلد 4 صفحه92 مطبوعه مصر

62 السیرة الحلبیه جلد 3 صفحه97 مطبوعه بیروت

63 بخاری کتاب المغازی بابدخول النبی من اعلی مکة

64 لائف آف محمد صفحه426

65 السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد 4 صفحہ 91 مطبوعہ بیروت

66 مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 12

67 بخاری کتاب المغازی

68 سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 10

69 السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد 4 ص 55 مکتبہ المصطفی البابی الحلبی

70 سیرۃ الحلبیہ ،مجمع الزوائد جلد 6 ص 17 ،ابن ھشام جلد 4 ص 92

71 السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد 4 ص 94 مطبوعہ مصر

72 بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ

73 سیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 105 و بخاری کتاب المغازی

74 سیرت الحلبیہ جلد 3 ص 17

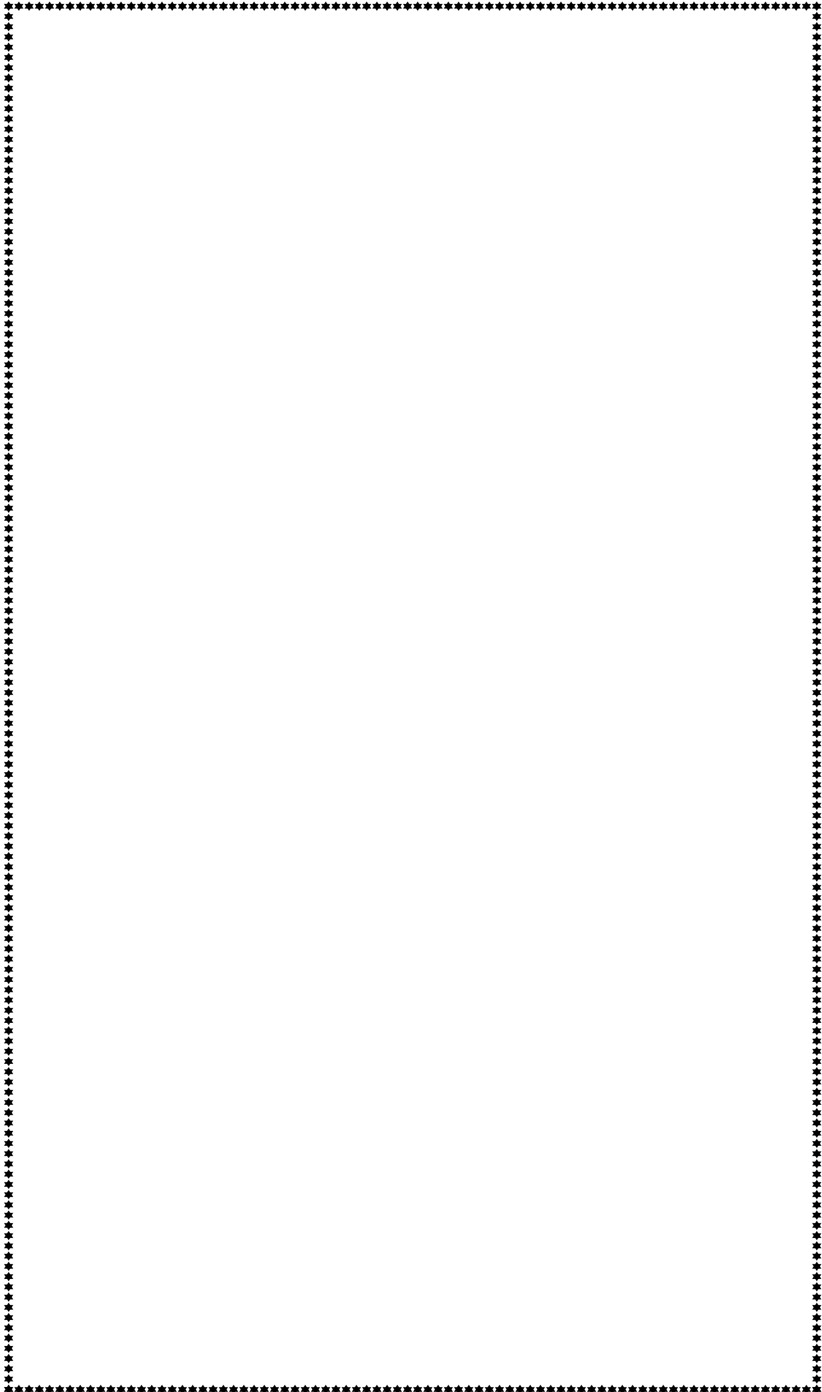
75 سیرت الحلبیہ جلد 3 ص 15

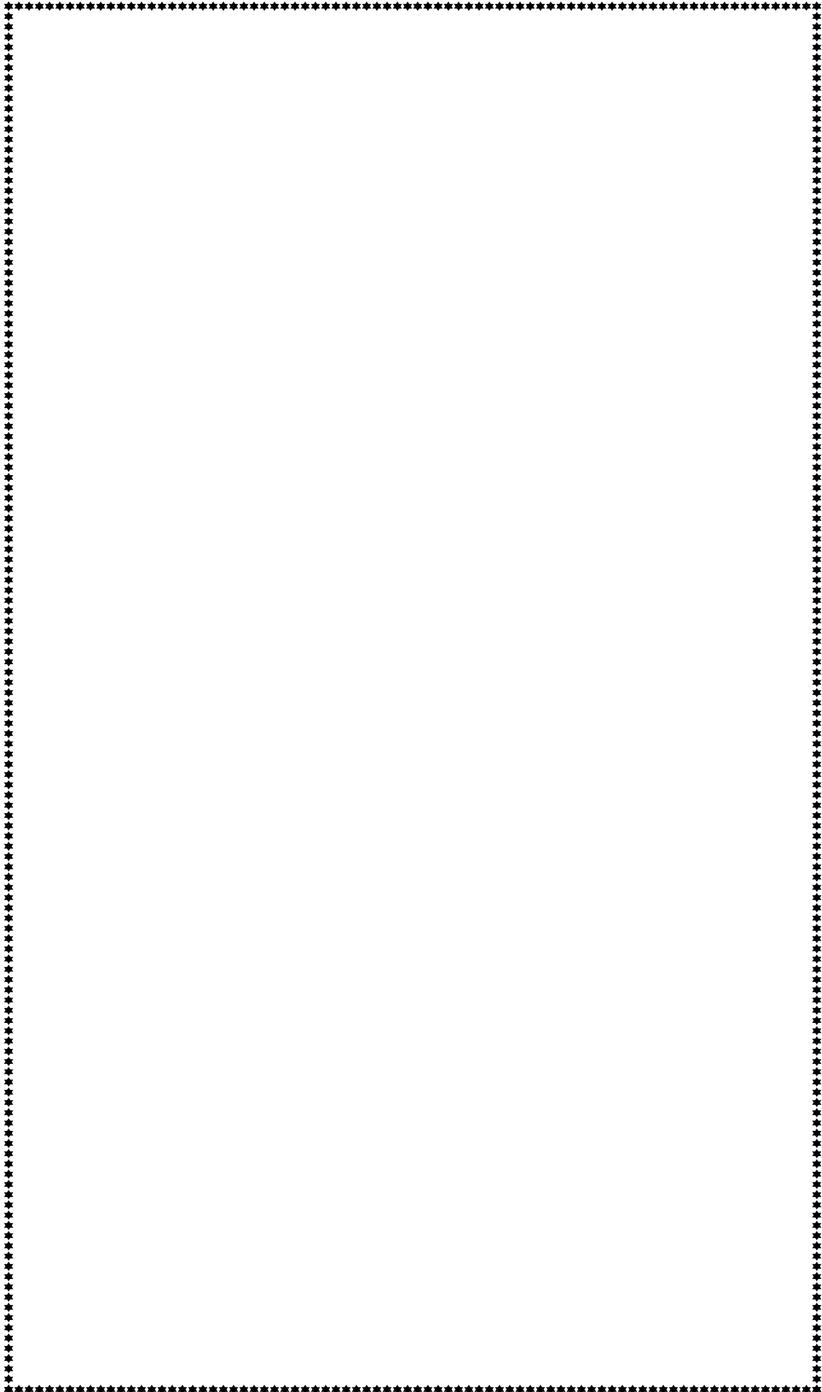
76 ابن ھشام جز 4 ص 92

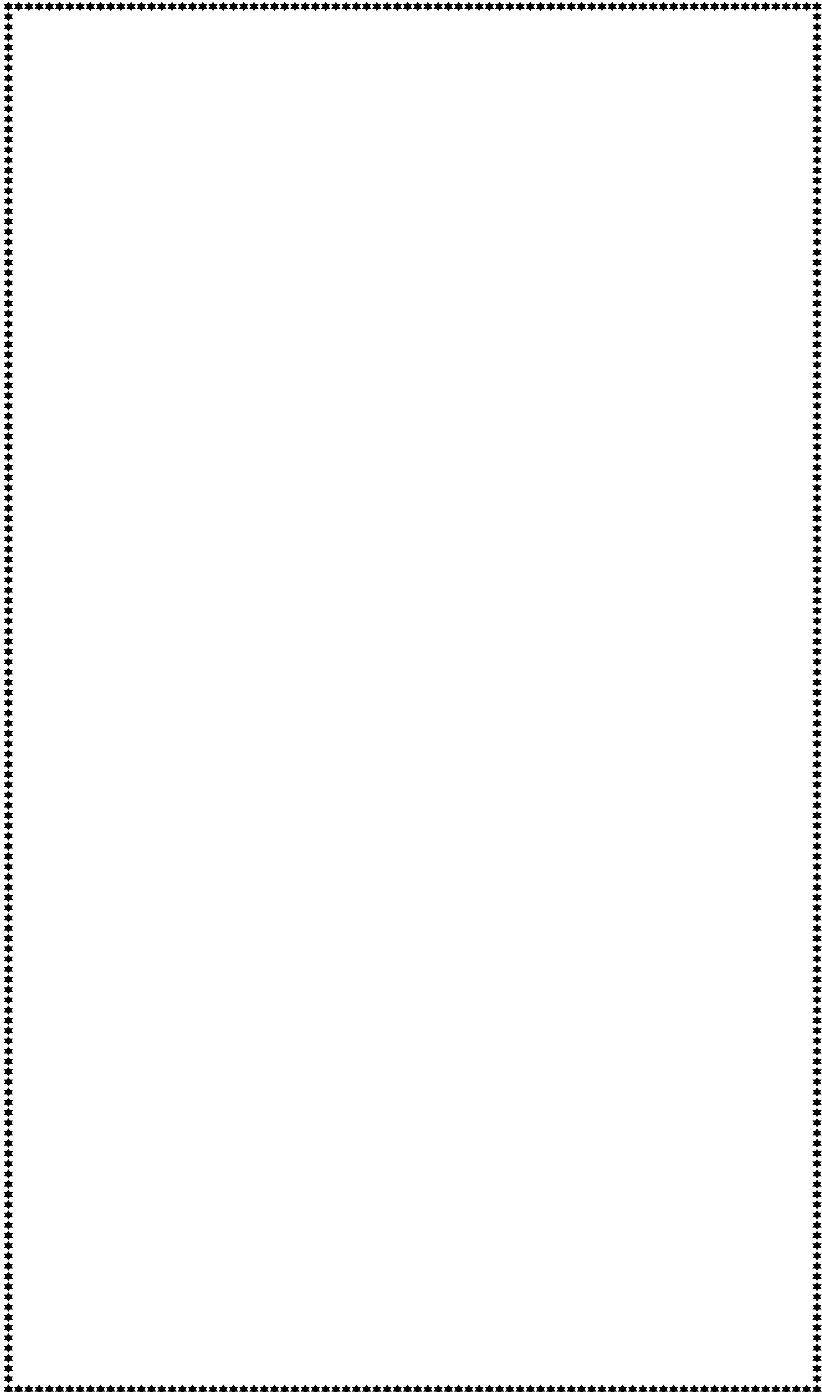
77 سیرت الحلبیہ جلد 3 ص 16

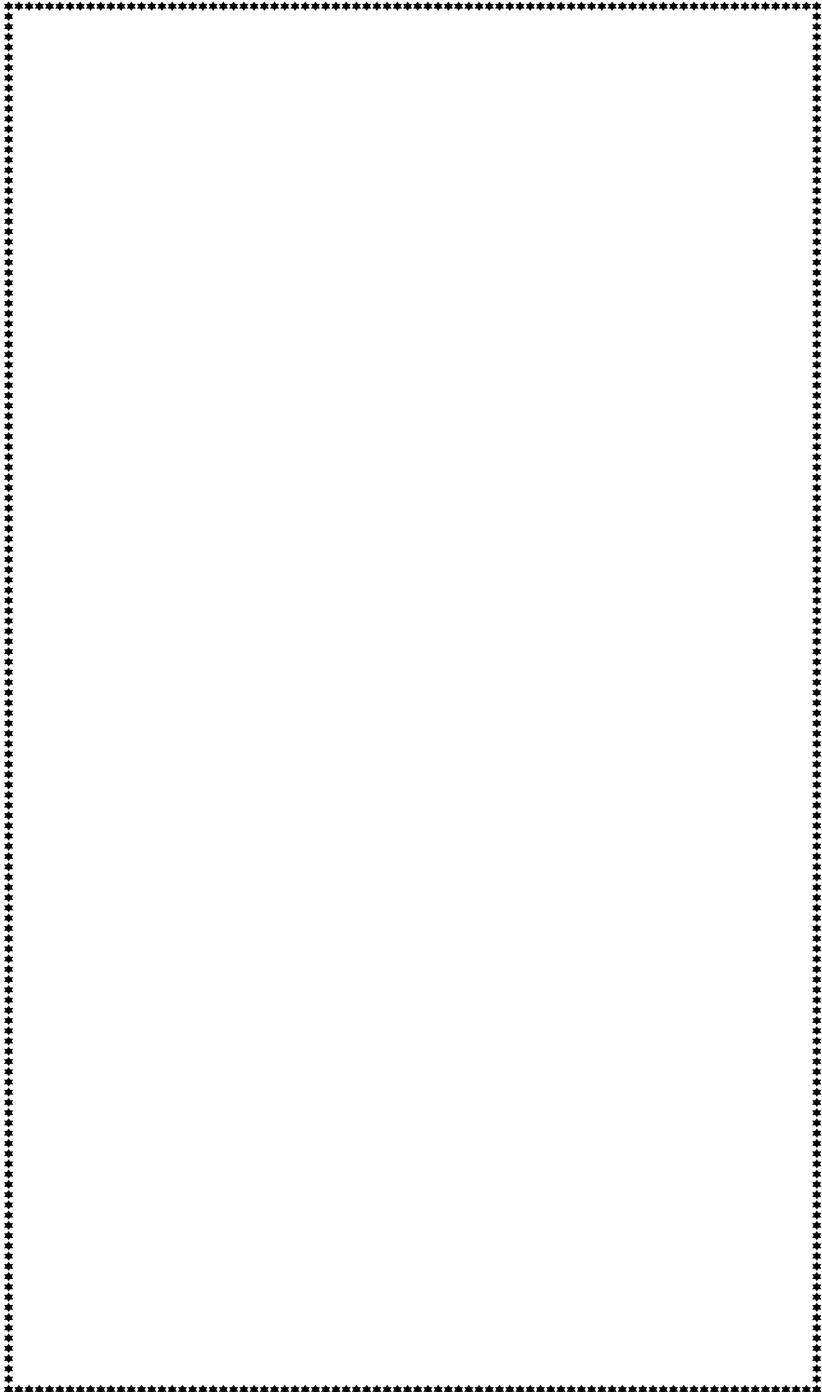
78 لائف آف محمد ص 42 انگریزی ایڈیشن

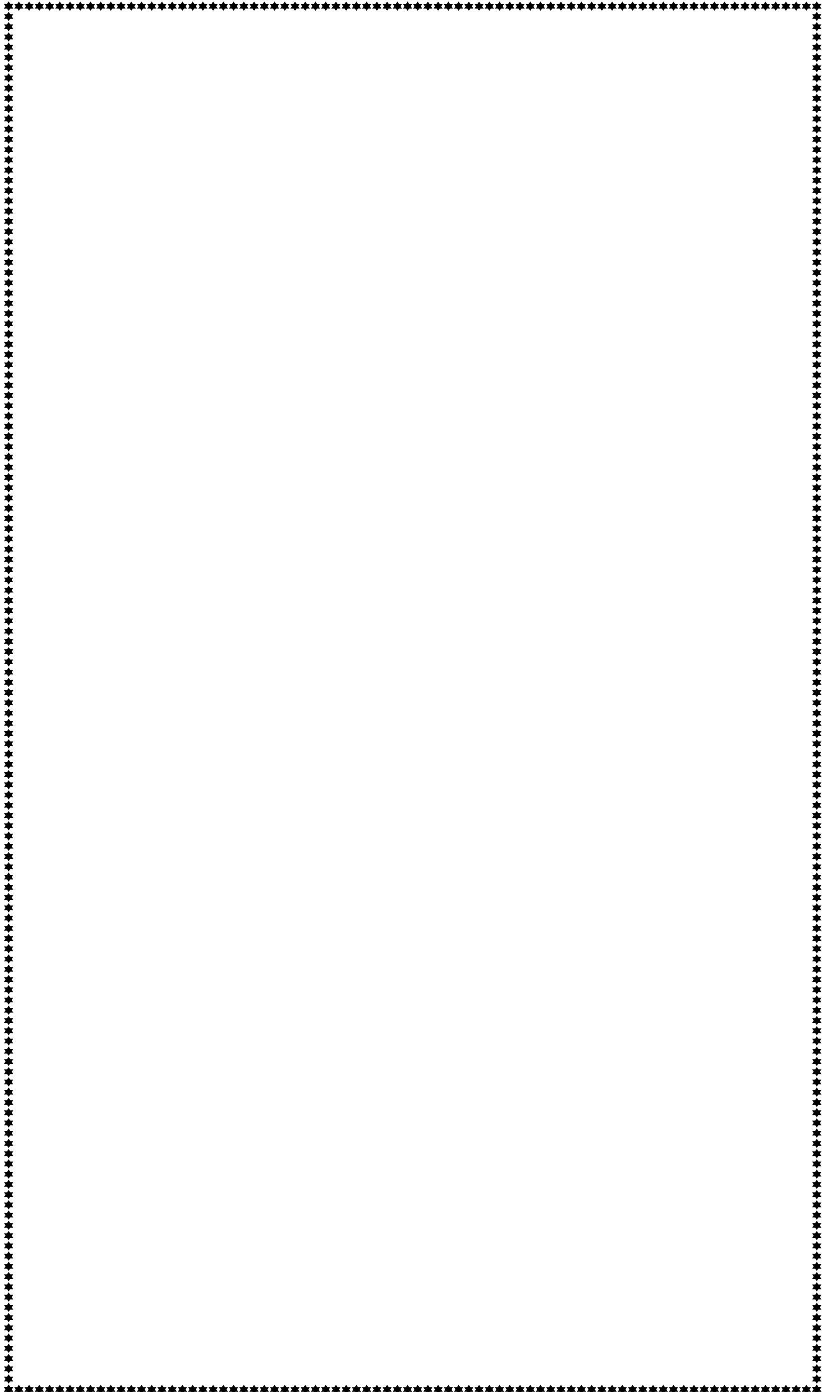
79 ابن ھشام جلد 4 ص 92 مطبوعہ بیروت والسیرۃ الحلبیہ جلد 3 ص 17

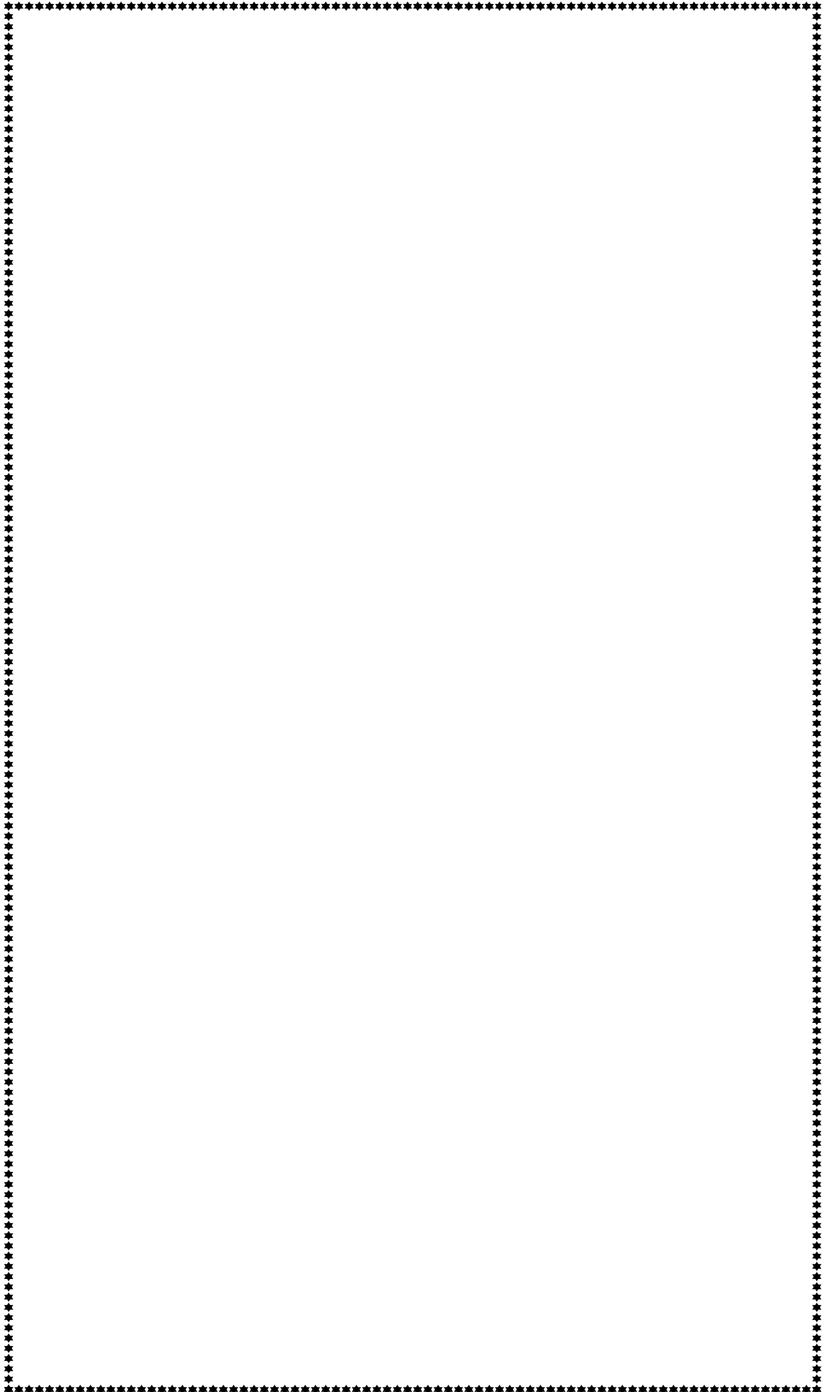


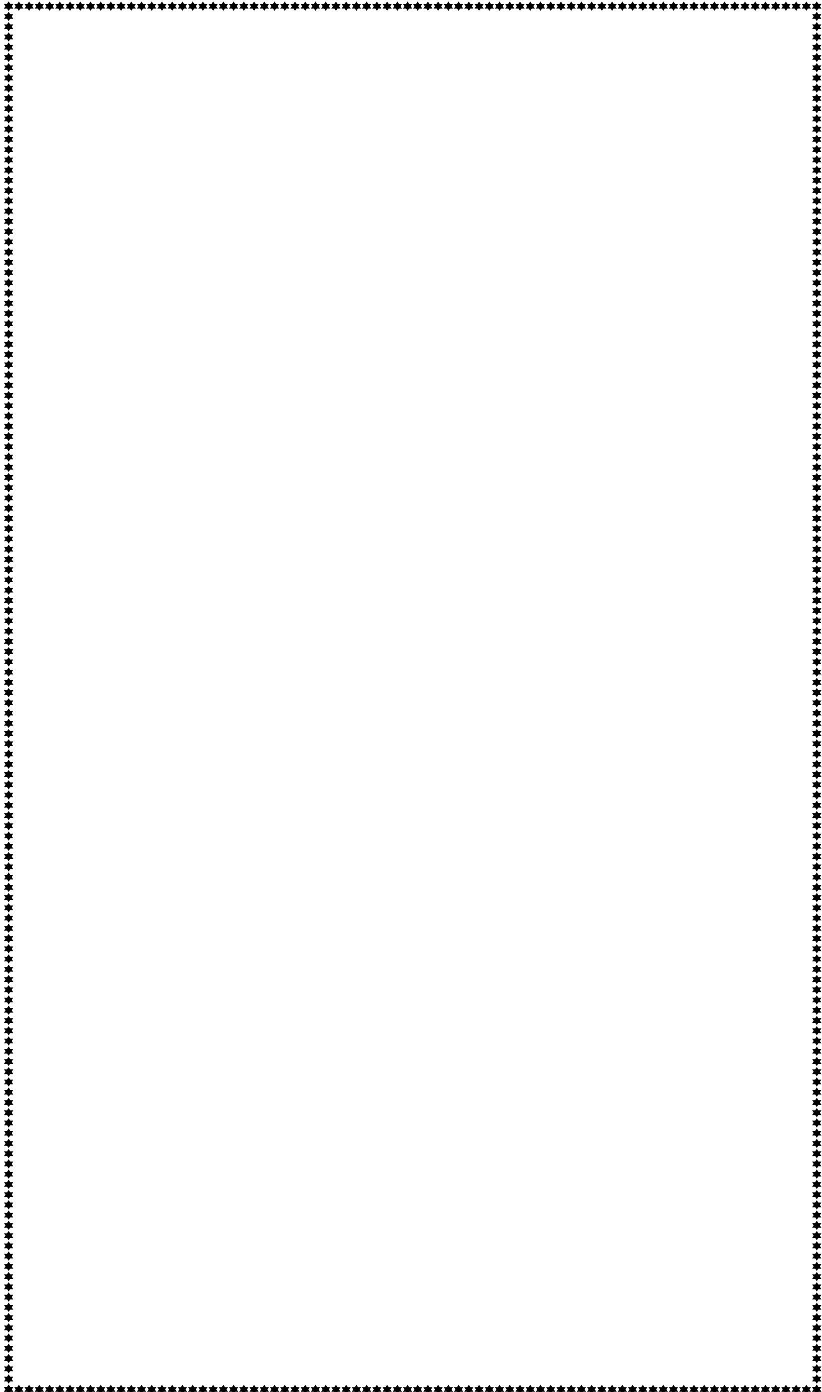


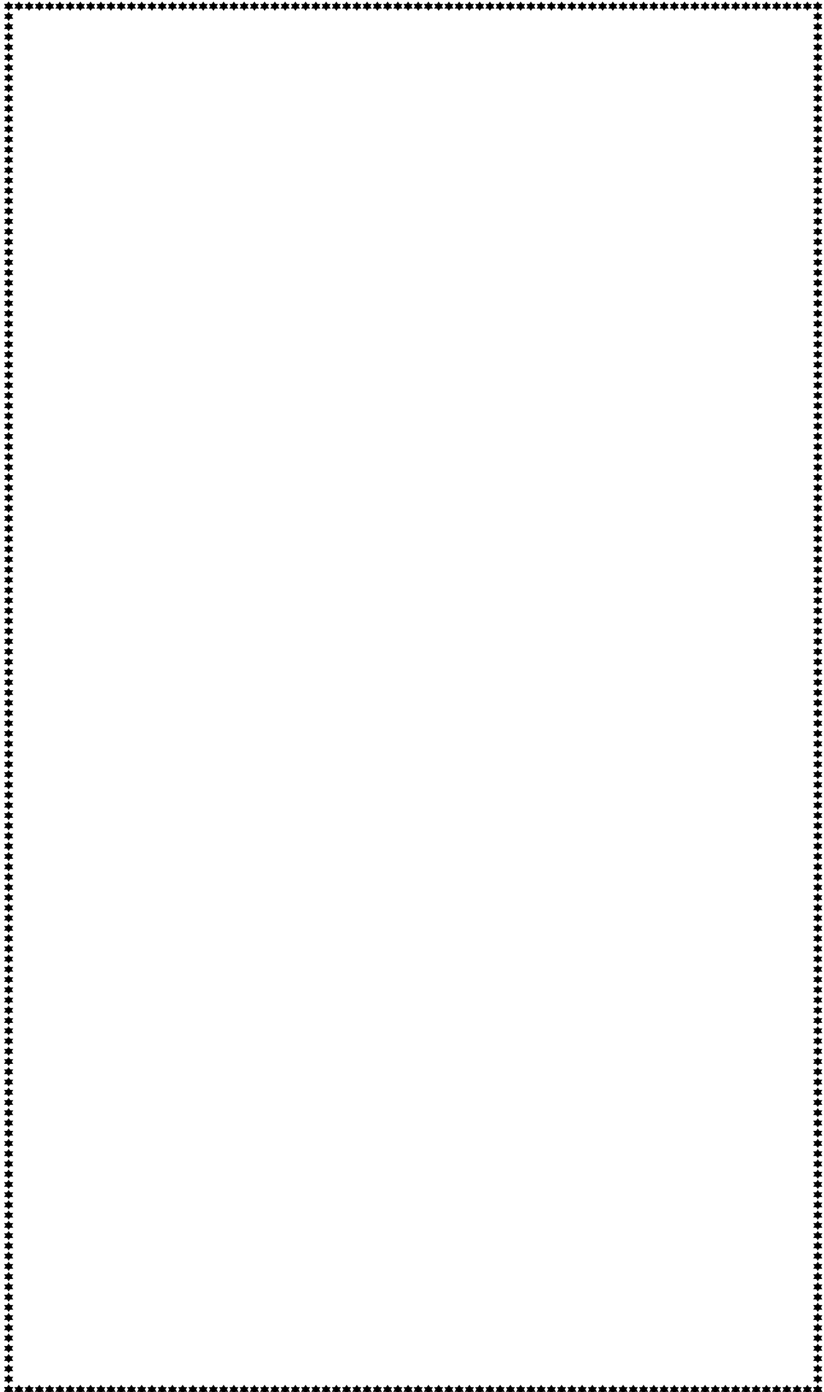












رسول کریمؐ بحیثیت منصف اعظم

ہمارے نبی حضرت محمدؐ کو قرآن کریم کی صورت میں ایک کامل دائمی آخری شریعت عطا کی گئی۔ آپؐ نے یہ قانون الٰہی نافذ کرنے کا نمونہ بھی دکھانا تھا اس لئے آپؐ کو حکومت بھی عطا کی گئی۔

بعثت نبوت کے ساتھ ہی مسلمانوں کے واجب الاطاعت امام اور لیڈر کی حیثیت آپؐ کو حاصل ہوگئی تھی۔ اس لحاظ سے مختلف النوع فیصلوں کی اہم ذمہ داری بھی آپ پر عائد ہوتی تھی، قرآنی شریعت میں کامل عدل کی وہ جامع تعلیم آپ کو عطا کی گئی، جس پر آئندہ عالمی امن کی عمارت تعمیر ہونے والی تھی۔ مگر الٰہی تقدیر کے مطابق اس کا آغاز سرزمین عرب سے کیا گیا، جہاں ہر قسم کی بے اعتدالی اور ظلم و تعدی دستور بن چکے تھے۔ آپؐ ہی وہ منصف مزاج وجود ہیں جنہوں نے ظلم وستم سے بھرے اس جزیرے کو عدل و انصاف کا گہوارہ بنا کر دنیا کو ایک نمونہ دیا۔ رسول اللہؐ کی بعثت کے وقت ہر کمزور طبقہ ظلم کی چکی میں پس رہا تھا۔ آپؐ نے آکر عورتوں کو بھی اس ظلم سے رہائی دلائی اور مقہور غلاموں کو ان کے حقوق دلائے۔ معاشرے کی ناہمواری دُور کی اور معاشی اور

معاشرتی طور پر بھی عدل قائم کر کے دکھایا۔ کیونکہ یہی آپ کی بعثت کا بنیادی مقصد تھا۔ آپؐ کے ذریعہ یہ اعلان کروایا گیا کہ میں قیام عدل کے خاطر مامور کیا گیا ہوں۔ (سورۃ الشوریٰ:16)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ کا فیصلہ آخری اور اسے بخوشی قبول کرنا ہر مومن کیلئے واجب التسلیم ہے۔ (سورۃ النساء:66)

آپ نے یہ تعلیم دی کہ ''اللہ تو یہ حکم دیتا ہے کہ عدل یعنی حقدار کو اس کا حق دینے سے بڑھ کر احسان اور زائد نیکی کرنے والے بنو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس نیکی کا درجہ حاصل کرو جو خونی رشتہ داروں سے کی جاتی ہے۔'' (سورۃ النحل:91)

اسلامی تعلیم عدل

قرآن شریف نے مذہبی معاشرتی اور معاشی ہر پہلو سے عدل کے قیام کی تفصیلی تعلیم دی ہے۔ اس مضمون میں بے پناہ وسعت کے پیش نظر اس جگہ اہم نکات کی طرف اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ خدائے واحد کے ساتھ شریک ٹھہرانا خلاف عدل ہے اور یہ عدل کا مذہبی و دینی پہلو ہے۔

۲۔ معاشرتی عدل کا تقاضا ہے کہ والدین کے احسانات کے جواب میں کم از کم ان سے احسان کا سلوک کیا جائے۔

۳۔ اسی طرح اولاد کے حقوق بھی عدل کے ساتھ ادا کئے جائیں۔

۴۔ بالغ ہونے تک کم از کم زندہ رہنے کے لئے ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔

۵۔ اہلی زندگی میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی فحشاء سے بچیں۔

۶۔ روئے زمین پر زندہ رہنے کی خواہش رکھنے والے ہر شخص کا نبی نوع انسان کے ساتھ عدل یہ ہے کہ ہر فرد کے کم از کم زندہ رہنے کا حق تسلیم کیا جائے۔اور ناحق کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

۷۔ معاشی عدل کا تقاضا کمزور طبقات اور یتامیٰ کے اموال کی حفاظت ہے نیز ماپ تول پورا ہو اور اس میں انصاف سے کام لیا جائے۔

۸۔ گفتگو میں بھی عدل کا حکم ہے۔یعنی اس میں سچائی ہو خواہ وہ سچ قریبی رشتوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔گفتگو میں بے اعتدالی نہ ہو۔برمحل ہو اور اس میں کسی پر زیادتی نہ ہو۔(سورۃ الاعراف 153)

۹۔ تحریری معاہدات میں بھی عدل کی تعلیم دی گئی ہے۔(سورۃ البقرہ 283)

۱۰۔ دشمنوں کے ساتھ بھی عدل کا حکم دیا گیا۔(سورۃ المائدہ 9)

۱۱۔ حاکموں کو رعایا سے عدل کا حکم ہے۔(سورۃ النساء 59)

۱۲۔ بین الاقوامی امن کے قیام کے لئے بھی عدل کو بروئے کار لایا جائے۔اور تمام قومیں ظالم قوم پر دباؤ ڈال کر بین الاقوامی امن کے قیام کی سعی کریں۔

الغرض رسول اللہؐ کی پاکیزہ بے نظیر تعلیم عدل کے ذریعہ تمام دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیا گیا۔ مگر اس کے لئے ضروری تھا کہ آپ کا سینہ و دل بھی عدل سے لبریز ہوں، اور بلاشبہ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت اور مزاج ہی عادلانہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آغاز سے اپنی خاص قدرت سے آپؐ کو کمال عدل پر قائم رکھا۔

فطری عدل

رسول اللہؐ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ بیان کرتی تھیں کہ جب محمدؐ کو دودھ پلانے کے لئے میں نے گود میں بٹھایا تو دائیں پہلو سے آپ دودھ پی لیتے بائیں پہلو سے نہ پیتے۔ آپ کے ساتھ حلیمہ کے بیٹے اور رضاعی بھائی بھی دودھ پیتے تھے اور وہ دوسرے پہلو سے دودھ نہ لیتے تھے۔ (الحلبیہ) 1

ہر چند کہ بے شعوری کے اس دور میں آپ کا یہ فعل ارادۃً نہ بھی ہو مگر اس کے پیچھے ایک مقتدر بالا رادہ ہستی کی قدرت نظر آتی ہے، وہی قدرت جس نے نوزائیدہ حضرت موسیٰ کو (جب فرعون کی بیوی نے انہیں سمندر سے اٹھایا) کسی بھی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پینے دیا سوائے اسکی ماں کے۔

سائب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی تو وہ اس میں شامل تھے اس دوران جب حجراسود رکھنے کا موقع آیا تو قریش کے قبائل آپس میں جھگڑ پڑے کہ ہم یہ پتھر اپنی جگہ پر رکھیں گے۔ بالآخر ثالثی فیصلے پر اتفاقِ رائے ہوا اور انہوں نے کہا کہ سب سے پہلا شخص جو صبح آئے

گا وہ ثالث ہوگا۔صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سب لوگوں نے کہا کہ امین آ گیا۔ اور آپ کے سامنے معاملہ پیش کیا گیا۔آپؐ نے پتھر کو ایک کپڑے میں رکھ دیا اور قریش کے مختلف قبائل کے سرداروں کے نمائندوں کو بلایا۔ انہوں نے اس کپڑے کو تمام اطراف سے پکڑا اور اس کی جگہ پر لے گئے۔پھر حضورؐ نے وہ پتھر اُٹھا کر اس کے اصل مقام پر رکھ دیا۔(احمد) 2

قیدیوں کے ساتھ عدل

جنگ بدر کے مشرکین مکہ کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔قیدیوں کی نگرانی جب حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے حضرت عباسؓ سمیت قیدیوں کی مشکیں اچھی طرح کس دیں۔جو مسجد نبوی کے احاطہ میں ہی تھے۔جس سے عباسؓ کراہنے لگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ کے کراہنے کی آواز سنی تو آپ کو چچا کی تکلیف کی وجہ سے بے چینی سے نیند نہ آتی تھی۔انصار کو کسی طرح اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے عباسؓ کی مشکیں ڈھیلی کر دیں۔حضورؐ کو علم ہوا تو فرمایا کہ سب کی مشکیں ڈھیلی کر دو۔

انصار نے رسول اللہؐ کی عباسؓ کے بارہ میں محبت کو دیکھ کر حضورؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر عرض کیا حضورؐ ہم عباس کا فدیہ معاف کرتے ہیں۔ان کو قید سے آزاد کر دیا جائے مگر رسول کریمؐ نے اُن کی یہ پیش کش قبول نہ فرمائی اور حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اپنا اور اپنے بھائی عقیل،نوفل نیز اپنے حلیف

عتبہ کا بھی فدیہ دیں کیونکہ آپ مالدار ہیں ۔حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ میں تو مسلمان تھا مگر مشرک مجھے مجبور کر کے بدر میں لے آئے ۔حضورؐ نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا۔لیکن جب آپ بظاہر دیگر قیدیوں کی طرح ہمارے خلاف ہو کر آئے تھے اس لئے فدیہ دینا ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے چالیس اوقیہ فدیہ ادا کیا۔(عینی) 3

یہودِ مدینہ کے عادلانہ فیصلے

یہود کے قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ میں سے بنو نضیر زیادہ معزز سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ جب بنو قریظہ کا کوئی آدمی بنی نضیر کے کسی آدمی کو قتل کرتا تو قصاص میں قتل کیا جاتا اور جب بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتا تو اس کی دیت سو وسق کھجور ادا کر دی جاتی۔ نبی کریمؐ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد ایک نضیری نے قُرظی کو قتل کر دیا۔تو بنو قریظہ نے قصاص کا مطالبہ کیا اور اپنا ثالث رسول کریمؐ کو مقرر کیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے جاہلیت کے طریق کے برخلاف اس قرآنی ارشاد پر عمل فرمایا کہ

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ(سورۃ المائدۃ:43)

یعنی ’’ جب تو ان یہود کے درمیان فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔‘‘ چنانچہ آپؐ نے جان کے بدلے جان کا فیصلہ فرمایا۔(ابوداؤد) 4

ایک دفعہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے قیمتی زیور دیکھ کر اسکا سر پتھر کے

ساتھ کچل کر قتل کر دیا۔ مقتولہ کو نبی کریمؐ کے پاس لایا گیا۔ اس میں کچھ جان باقی تھی۔ آپؐ نے اس سے ایک شخص کا نام لے کر پوچھا کہ فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے اس نے سر کے اشارہ سے کہا نہیں، پھر آپؐ نے دوسرے کا نام لیا تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے یہودی شخص کا نام لیا تو اس نے سر ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے اس یہودی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قتل کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ اس شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ (بخاری) 5

یہودی کے حق میں ڈگری

عبداللہ بن ابی حدرد الاسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا ان کے ذمے چار درہم قرض تھا جس کی میعاد ختم ہوگئی۔ اس یہودی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اس شخص کے ذمے میرے چار درہم ہیں اور یہ مجھے ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہؓ سے کہا کہ اس یہودی کا حق دے دو۔ عبداللہؓ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ مجھے قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا ''اس کا حق اسے لوٹا دو۔'' عبداللہؓ نے پھر وہی عذر کیا اور کہا کہ میں نے اسے بتا دیا ہے کہ آپؐ ہمیں خیبر بھجوائیں گے اور مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیں گے تو واپس آکر میں اس کا قرض چکا دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ''ابھی اس کا حق ادا کرو۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات تین دفعہ فرما دیتے تھے تو وہ قطعی فیصلہ سمجھا جاتا

تھا۔ چنانچہ عبداللہؓ اسی وقت وہاں سے بازار گئے۔ انہوں نے ایک چادر بطور تہہ بند کے باندھ رکھی تھی۔ سر کا کپڑا اتار کر تہہ بند کی جگہ باندھا اور چادر چار درہم میں بیچ کر قرض ادا کر دیا۔ اتنے میں وہاں سے ایک بڑھیا گذری۔ وہ کہنے لگی ''اے رسول اللہؐ کے صحابی آپ کو کیا ہوا؟'' عبداللہؓ نے سارا قصہ سُنایا تو اس نے اسی وقت اپنی چادر جو اوڑھ رکھی تھی ان کو دے دی اور یوں رسول اللہؐ کے عادلانہ فیصلے کی برکت سے دونوں فریق کا بھلا ہو گیا۔ (احمد) 6

ایک دفعہ ایک یہودی بازار میں سودا بیچ رہا تھا، اُسے ایک مسلمان نے کسی چیز کی تھوڑی قیمت بتائی، جو اُسے ناگوار گزری۔ اُس نے کہا کہ اُس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے۔ اس بات پر مسلمان نے اُس کو تھپڑ رسید کر دیا اور کہا کہ نبی کریمؐ پر بھی موسیٰ کو فضیلت دیتے ہو۔ وہ یہودی رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہم آپؐ کی ذمہ داری اور امان میں ہیں اور آپ کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے اور اس مسلمان نے مجھے تھپڑ مار کر زیادتی کی ہے۔ نبی کریمؐ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا مجھے نبیوں کے مابین فضیلت نہ دیا کرو۔ (بخاری) 7

اس میں کیا شک ہے کہ نبی کریمؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے لیکن آپؐ نے ایثار اور انکسار کو کام میں لاتے ہوئے یہی فیصلہ فرمایا کہ ایسی باتوں سے ماحول میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہؓ بن ابی حدرد سے مسجد میں اپنے قرض کا مطالبہ کرلیا۔اس دوران تکرار میں ہماری آوازیں کچھ اونچی ہوگئیں۔رسول اللہؐ نے گھر میں سن لیا۔آپؐ تشریف لائے اور مجھے بلایا اور فرمایا اپنا نصف قرض چھوڑ دو۔پھر عبداللہؓ سے کہا کہ اب آپ یہ نصف قرض ادا کردو۔(بخاری)8 یہ واقعہ حرمت سے سود سے پہلے کا ہوتو حضورؐ نے سود والا حصہ چھڑوایا ہوگا۔

انصار کے ایک بزرگ سردار حضرت اسید بن حضیرؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا۔وہ ایک دفعہ لوگوں کو باتیں سنارہے تھے۔ ان کی کسی مزاحیہ بات پر جس سے وہ لوگوں کو ہنسارہے تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں اپنی چھڑی چبھوئی۔وہ خوب جانتے تھے کہ رسول خداؐ کبھی عدل وانصاف کو نہیں چھوڑتے۔چنانچہ وہ آپؐ سے کہنے لگے مجھے بدلہ دیں۔رسول اللہؐ نے فرمایا بے شک لے لو۔انہوں نے کہا آپؐ نے قمیص پہنا ہے، میں نے تو قمیص نہیں پہنا ہوا،اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اوپر اٹھایا۔اسید بن حضیرؓ آپؐ سے چمٹ گئے۔اور آپؐ کے جسم کے بوسے لینے لگے اور کہا یا رسول اللہ میرا تو یہ مقصد تھا یعنی برکت حاصل کرنے کیلئے یہ تدبیر میں نے سوچی تھی۔(ابوداؤد)9

ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کچھ مال تقسیم فرمارہے

تھے۔ایک شخص آیااور وہ مال کے اوپر جھک کر کھڑا ہوگیا۔رسول کریمؐ نے کھجور کی ایک شاخ سے اس کو پیچھے ہٹایا تو اس کے منہ پر کچھ زخم سا آ گیا۔حضورؐ نے فرمایا آؤ بدلہ لے لو۔اس نے کہا نہیں یارسول اللہؐ میں نے معاف کیا۔(ابوداؤد) 10

سورۃ نصر کے نزول کے بعد (جس میں رسول اللہؐ کی وفات کی طرف اشارہ ہے) رسول اللہؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کسی نے مجھ سے کوئی حق یا بدلہ لینا ہو تو قیامت سے پہلے آج یہیں لے سکتا ہے۔ ایک بوڑھا شخص عکاشہ نامی کھڑا ہوا۔اور کہنے لگا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اگر آپؐ بار بار اللہ کی قسم دے کر یہ نہ فرماتے کہ بدلہ لے لو تو میں ہرگز آگے نہ بڑھتا۔ میں فلاں غزوہ میں آپؐ کے ساتھ تھا۔میری اونٹنی حضورؐ کی اونٹنی کے قریب آئی تو میں سواری سے اتر آیا تا کہ حضورؐ کے قدم چوم لوں۔حضورؐ نے چھڑی اٹھا کر جو ماری تو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضورؐ نے ارادۃً مجھے ماری تھی یا اونٹنی کو؟ رسول اللہؐ نے فرمایا ’’اللہ کے جلال کی قسم! خدا کا رسول جان بوجھ کر تجھے نہیں مار سکتا۔‘‘ پھر حضورؐ نے بلالؓ سے فرمایا کہ حضورؐ کی وہی چھڑی گھر سے لے کر آئے۔

حضرت بلالؓ جا کر حضرت فاطمہؓ سے وہ چھڑی لے آئے۔رسول اللہؐ نے وہ چھڑی عکاشہؓ کو دی اور فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو۔اس پر حضرت ابوبکرؓ اور

عمرؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے عکاشہؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہؐ کی بجائے ہم سے بدلہ لے لو۔ حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بٹھا دیا۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول اللہؐ کی بجائے مجھ سے بدلہ لے لو۔ نبی کریمؐ نے انہیں بھی روک دیا۔ پھر حضرت حسنؓ اور حسینؓ اٹھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہؐ کے نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا بھی رسول اللہؐ سے بدلہ لینے کی طرح ہے۔ نبی کریمؐ نے انہیں بھی منع کر دیا اور عکاشہؓ سے کہا کہ تم بدلہ لے لو۔ عکاشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ جب آپؐ کی چھڑی مجھے لگی تو میرے بدن پر کپڑا نہ تھا۔ حضورؐ نے جسم سے کپڑا اُٹھایا تو مسلمان دیوانہ وار رونے لگے۔ وہ دل میں کہتے تھے کہ کیا عکاشہؓ ہمارے پیارے آقاؐ کو چھڑی مارے گا؟ عکاشہؓ نے حضورؐ کے جسم کو دیکھا تو لپک کر آگے بڑھا اور آپؐ کو چومنے لگا اور ساتھ کہتا جاتا تھا ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ سے بدلہ لینے کو کس کا دل گوارہ کر سکتا ہے۔'' رسول اللہؐ نے فرمایا ''یا تو تمہیں بدلہ لینا ہوگا یا پھر معاف کرنا ہوگا۔'' عکاشہؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ میں نے معاف کیا۔ اس اُمید پر کہ اللہ بھی قیامت کے دن مجھے معاف کرے۔'' نبی کریمؐ نے فرمایا ''جو آدمی جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا پسند کرے وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔'' پھر تو مسلمان عکاشہؓ کے ماتھے کی پیشانی چومنے لگے اور اسے مبارکباد دے کر کہنے لگے کہ تم نے بہت بلند درجہ حاصل کر لیا۔ (ھیثمی) 11

تمام بدلے دنیا میں چکا دینے کے بعد بھی رسول اللہؐ دعا کیا کرتے تھے۔اے اللہ میرے کسی ساتھی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہوتو اسے اس شخص کے لئے رحمت ومغفرت کا ذریعہ بنادے۔

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میں تجھ سے ایک پختہ وعدہ چاہتا ہوں۔میری التجا ہے کہ کبھی اس وعدہ کے خلاف نہ کرنا۔میں ایک انسان ہوں پس مومنوں میں سے جس کسی کو میں نے کوئی اذیت دی یا برا بھلا کہا یا کوئی کوڑا مارا تو اسے قیامت کے دن اس شخص کیلئے دعا، برکت اور قربت کا ذریعہ بنا دینا۔(احمد) 12

حرم بیت اللہ کی حرمت اور عدل وانصاف کا قیام

احکام الٰہی کی حرمت کے ساتھ نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر حرم کا احترام وتقدس بھی بحال کیا، جو آپؐ کی بعثت کا ایک اہم مقصد تھا۔فتح مکہ کے دوسرے دن بنوخزاعہ نے بنو ہذیل کے ایک شخص کو حرم میں قتل کر دیا۔آپؐ اس پر سخت ناراض ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا'' اے لوگو! یاد رکھو اس حرم کی عزت کو کسی انسان نے نہیں خدا نے قائم کیا ہے۔اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ خدا نے اصحاب الفیل کے حملہ سے اپنے اس گھر کو بچایا تھا اور مسلمانوں کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔کسی شخص کیلئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی وغیرہ کرے۔یہ حرم مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ

میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔میرے لئے صرف اسی وقت اور اسی لمحے لوگوں پر خدا کے غضب کے سبب حلال ہوا ہے اور اب پھر اس کی حرمت بدستور برقرار رہے گی۔تم میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں۔ جو شخص تم سے کہے کہ اللہ کے رسول نے مکہ میں جنگ کی ہے تو یاد رکھو اللہ نے اسے اپنے رسول کے لئے حلال کر دیا تھا لیکن (اے بنی خزاعہ) تمہارے لئے حلال نہیں کیا۔اور مجھے بھی صرف ایک گھڑی کیلئے یہ اجازت دی گئی تھی۔'' (بخاری) 13

اس کے بعد آپؐ نے بنوخزاعہ کے قاتلوں کو قصاص دینے یا خون بہا قبول کرنے کا پابند کیا اور یوں عملاً عدل وانصاف کو قائم فرمایا۔

فتح مکہ کے اسی سفر کا واقعہ ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت فاطمہ نامی نے کچھ زیور وغیرہ چرا لئے۔اسلامی تعلیم کے مطابق چور کی سزا اس کے ہاتھ کاٹنا ہے۔عورت چونکہ معزز قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اس لئے اس کے خاندان کو فکر ہوئی اور انہوں نے رسول اللہؐ کے بہت پیارے اور عزیز ترین فرد اسامہ بن زیدؓ سے حضورؐ کی خدمت میں سفارش کروائی کہ اس عورت کو معاف کر دیا جائے۔اسامہؓ نے جب رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ کے چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا کیا تم اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم کے بارہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟ اسامہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب

کریں۔ شام کو نبی کریمؐ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا ''تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز انسان چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔'' پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (بخاری) 14

رسول کریمؐ فرماتے تھے کہ ایک شخص کی غلطی کے بدلے دوسرے کو سزا دینا ناجائز ہے۔ ایک دفعہ باپ بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی پر کسی کی وجہ سے زیادتی نہ ہو اور پھر یہ آیت پڑھی لَاتَزِرُوَازِرَۃٌ وِزْرَاُخْرٰی کہ کوئی جان دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ 15

رسول کریمؐ اپنی ازواج مطہرات میں کمال عدل کا سلوک فرمانے کے بعد خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے تھے۔ '' اے اللہ! نان ونفقہ اور مال کی تقسیم میں جس میں مجھے اختیار ہے۔ پورے عدل سے کام لیتا ہوں مگر جس میں میرا اختیار نہیں یعنی قلبی میلان محبت اس میں مجھے معاف فرما دینا۔'' (ابوداؤد) 16

اسی طرح اپنے اصحاب کے درمیان کمال عدل کے ساتھ آپؐ فیصلے فرماتے تھے، مگر ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرماتے تھے کہ میں بھی انسان ہوں اور ممکن ہے کہ کوئی چرب زبان مجھ سے کوئی غلط فیصلے کروالے مگر وہ یاد رکھے کہ جو چیز وہ ناحق لے گا وہ آگ کا ٹکڑا

لے کر جائے گا۔ چاہے تو لے لے چاہے تو اسے چھوڑ دے۔(بخاری) 17

رسول اللہ نے عدل وانصاف کے معاملہ میں کبھی جنبہ داری سے کام نہیں لیا۔ خواہ اپنے اہل وعیال کا ہی معاملہ کیوں نہ ہو۔ واقعہ افک میں آپؐ کی زوجہ حضرت عائشہؓ پر الزام لگا تو باوجودیکہ حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر کامل بھروسہ تھا، پھر بھی عدل کے تقاضا کے تحت فرمایا کہ اے عائشہ! یہ بات مجھ تک پہنچی ہے اگر آپؓ اس سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ آپؓ کی برأت ظاہر کر دے گا اور اگر کسی بشری کمزوری سے گناہ کر بیٹھی ہو تو اللہ سے بخشش مانگو۔ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔(بخاری) 18

رسول اللہؐ نے حنین سے واپسی پر اموال غنیمت تقسیم کئے اور بعض عرب سرداروں کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہوئے بطور تالیف قلبی کے انعام واکرام سے نوازا تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ رسول اللہؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا ''اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو اور کون کریگا۔'' اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ان پر اس سے بڑا الزام لگایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔(بخاری) 19

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں عدل نہیں کروں گا حالانکہ آسمان وزمین کے خدا نے مجھے اپنی وحی کا امین ٹھہرایا ہے۔

دراصل رسول اللہؐ نے اموال خمس میں سے بعض سردارانِ عرب کو

اسلام سے قریب کرنے کے لئے جو انعام و اکرام فرمایا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف وہ خود مسلمان ہوئے بلکہ ان کے قبائل بھی مسلمان ہو گئے۔ نبی کریمؐ کو اپنے ان اموال پر مکمل اختیار تھا لیکن تقسیم میں جو عدل پیش نظر تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو اموال دے رہا ہوں اس کی وجہ انکی ایمانی کمزوری اور حرص ہے اور جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور غنا رکھی ہے، انہیں میں نہیں دیتا۔ (بخاری) 20

دوسری جگہ حضورؐ نے یوں وضاحت فرمائی کہ میں بعض لوگوں کو تالیف قلبی کی خاطر دیتا ہوں جبکہ ان کے علاوہ بعض دوسرے لوگ مجھے زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ مگر انہیں اسلام کے قریب کرنے کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ (بخاری) 21

چنانچہ ایک دفعہ کچھ قیدی آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی ایک خادم گھریلو ضرورت کے لئے طلب کیا تو رسول کریمؐ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں عطا کر کے اہل صفہ یعنی غریب صحابہ کو محروم نہیں رکھ سکتا۔ جو فاقوں سے بے حال ہیں اور جن کے نان ونفقہ کے لئے اخراجات میسر نہیں۔ میں قیدی فروخت کر کے اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔ (احمد) 22

چنانچہ اس موقع پر حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ پر بھی غرباء صحابہ کو ترجیح دی گئی جو عدل کی بہترین مثال ہے۔

حواله جات

1 السیرة الحلبیه جلد ۱ ص ۹۰ مطبوعه بیروت

2 مسند احمد جلد 3 ص 45 مطبوعه بیروت

3 عمدة القار ی شرح عینی جلد 13 ص 16

4 ابوداؤد کتاب الدیات باب النفس بالنفس

5 بخاری کتاب الدیات باب من اقاد بحجر

6 مسند احمد جلد 3 ص 42 بیروت

7 بخاری کتاب الانبیاء باب وان یونس لمن المرسلین

8 بخاری کتاب الصلوة باب التقاضی والملازمه فی المسجد 47

9 ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلة الجسم

10 ابوداؤد کتاب الدیات باب القود من الضربه

11 مجمع الزوائد جلد ۹ ص 28 دارالکتاب العربی بیروت

12 مسند احمد جلد 2 ص 30 بیروت

13 بخاری کتاب المغازی باب غزوه الفتح

14 بخاری کتاب المغازی باب مقام النبی زمن الفتح

15 ابوداؤد کتاب الدیات باب لایوخذ احد بجریرة احد

16 ابوداؤدکتاب النکاح باب فی القسم بین النساء

17 بخاری کتاب المظالم باب اثم من خاصم فی باطل

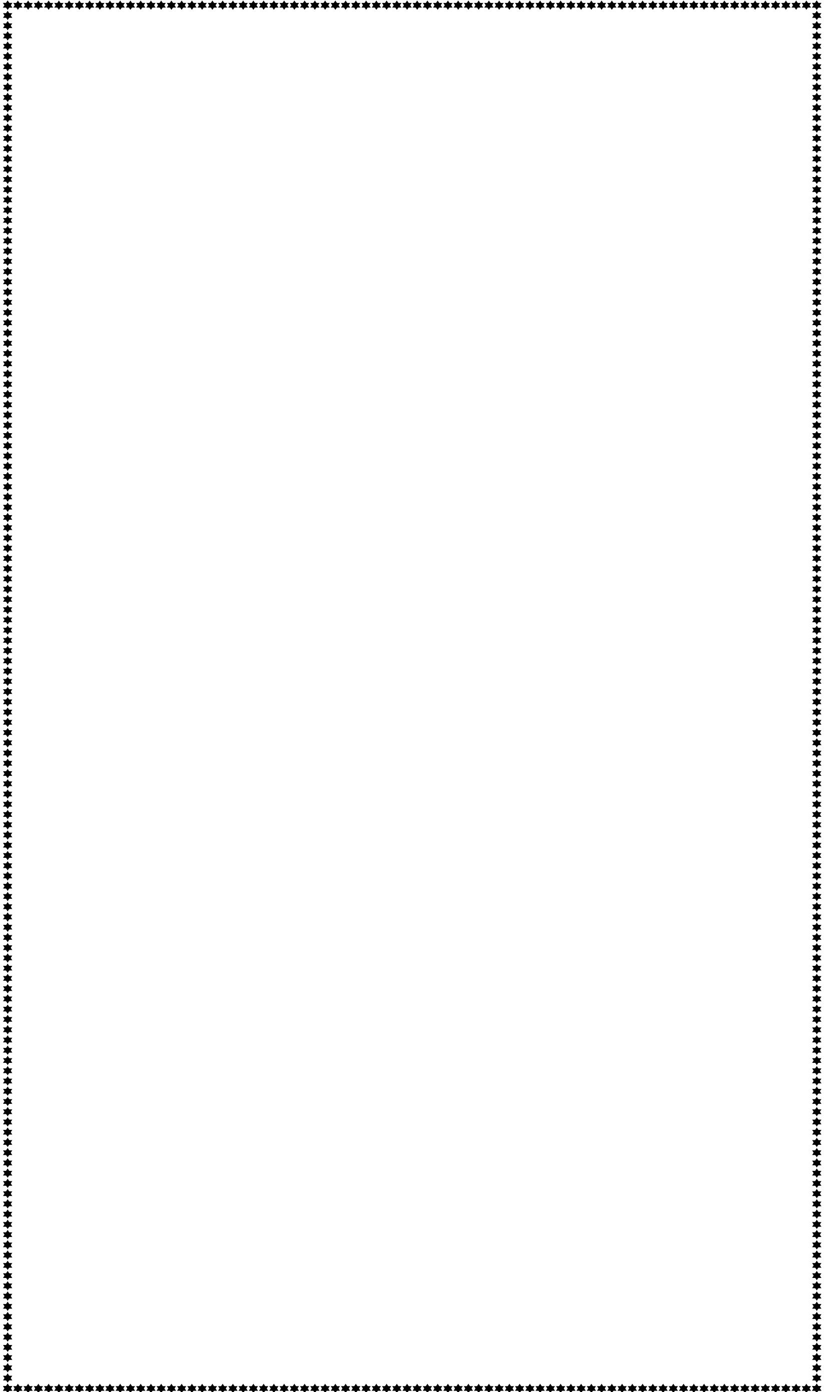
18 بخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک

19 بخاری کتاب الجهاد باب ماکان النبی یعطی المؤلفة قلوبهم

20 بخاری کتاب الجهاد باب ماكان النبی يعطى المؤلفة

21 بخاری کتا ب الايمان باب اذالم يكن الاسلام على الحقيقة

22 مسند احمد جلد1 ص17 بيروت



آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیق باپ

رسول کریمؐ کی بعثت جاہلیت کے اس دور میں ہوئی جب ہر قسم کے انسانی حقوق پامال کئے جارہے تھے۔ اولاد اور بچوں کے حقوق کا بھی یہ حال تھا۔ اگر کچھ بچے افلاس کی وجہ سے پیدائش سے قبل ہی قتل کردیئے جاتے تھے۔ تو بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ رسول کریمؐ نے آکر اولاد کے عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق قائم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنی اولاد کی بھی عزت کیا کرو۔ اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔'' (ابن ماجہ)[1]

اسی طرح فرمایا کہ والد کا اولاد کے لئے حسن تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔

پھر رسول کریمؐ نے حسنِ تربیت کے لئے یہ پُرحکمت تعلیم فرمائی کہ پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اس ارشاد کے ذریعہ دراصل آپؐ نے یہ پیغام دیا ہے کہ آغاز سے ہی بچوں کے کان میں اللہ رسول کی باتیں پڑنی چاہئیں اور آغاز سے ہی تربیت کا سلسلہ شروع کردینا چاہیئے۔ پھر آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز پڑھنے کیلئے کہا کرو۔ اس

وعظ و نصیحت کے لئے تین سال کا عرصہ دیا اور فرمایا کہ اگر دس سال کی عمر میں بچّے نماز نہ پڑھیں تو سزا بھی دے سکتے ہو۔(ابوداؤد) 2

رسول کریمؐ کا اپنا نمونہ یہ تھا کبھی تربیت کی خاطر بچوں کو سزا نہیں دی۔ بلکہ محبت اور دعا کے ذریعہ ہی ان کی تربیت کی۔ ہمیشہ اولاد بلکہ زیر تربیت بچوں کے لئے بھی دعا کرتے تھے کہ ''اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔''(بخاری) 3

قرآنی ہدایت کے مطابق اولاد کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی دعا بھی کرتے تھے اور دلی محبت کے جوش سے ان کی تربیت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو پیار سے چوم رہے تھے کہ ایک بدوی سردار نے کہا آپ بچوں کو چُومتے بھی ہیں۔میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔آپؐ نے فرمایا اللہ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہو تو میں کیا کرسکتا ہوں۔(بخاری) 4

ایک دفعہ ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو کوئی قیمتی تحفہ دیا اور اپنی بیوی کی خواہش پر رسول کریمؐ کو اس پر گواہ بنانے کے لئے حاضر ہوا۔آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا سب بچوں کو ایسا ہی ھبہ کیا ہے۔انہوں نے نفی میں جواب دیا۔آپؐ نے فرمایا پھر ظلم کی اس بات پر میں گواہ نہیں بن سکتا۔(بخاری) 5 یوں آپؐ نے عدل فی الاولاد کا سبق دیا۔

اور تربیت اولاد کے لئے اپنا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔ اولاد سے حسن سلوک کے کچھ واقعات بطور نمونہ پیش ہیں۔

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز کے انتظار میں تھے، بلالؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں نماز کی اطلاع کی۔ آپؐ تشریف لائے، آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابی العاص آپ کے کاندھے پر تھی۔ رسول اللہؐ اپنے مصّلے پر کھڑے ہوئے ہم پیچھے کھڑے تھے اور وہ بچی حضورؐ کے کندھے پر ہی تھی۔

حضورؐ کے تکبیر کہنے کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی۔ رکوع میں جاتے وقت حضورؐ نے ان کو کندھے سے اتار کر نیچے بٹھا دیا۔ رکوع اور سجدہ سے فارغ ہوکر دوبارہ اٹھا کر اسے کندھے پر بٹھا لیا۔ نماز کی ہر رکعت میں ایسے ہی کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ (ابوداؤد) 6

رسول کریمؐ کی زندہ رہنے والی اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے چار بیٹیاں تھیں۔ جو بالترتیب حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ الزھراءؓ ہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے بیٹے بھی ہوئے جن کے نام قاسمؓ۔ طاہرؓ طیبؓ، عبداللہؓ مشہور ہیں۔ صاحبزادہ قاسمؓ کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے صاحبزادہ ابراہیمؓ ہوئے جو 9ھ میں 16 ماہ کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے تمام اولاد سے نہایت محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا۔ ان کی پرورش اور اعلیٰ تربیت کے حق ادا کئے۔ یہی وجہ تھی

کہ حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔(ابن سعد)7

صاحبزادی زینب سے حسن سلوک

حضرت زینبؓ کی شادی مکہ ہی میں حضورؐ کے دعوے سے قبل حضرت خدیجہؓ کی تجویز پر ان کے بھانجے ابوالعاص ابن ربیع سے ہوگئی تھی۔ اس لئے حضرت زینبؓ مدینہ ہجرت نہ کرسکیں۔ غزوۂ بدر میں حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص کفار مکہ کی طرف سے شامل ہوکر قید ہوئے تو حضرت زینبؓ نے حضرت خدیجہؓ کی طرف سے اپنی شادی پر تحفے میں ملنے والا ہار، ان کے فدیہ کے طور پر بھجوایا جسے دیکھ کر نبی کریمؐ کا دل بھرآیا اور آپؐ کی خواہش پر ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر قید سے آزاد کردیا گیا اس معاہدہ کے ساتھ کہ وہ حضرت زینبؓ کو جو مسلمان تھیں مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دیں گے۔(ابوداؤد)8

آنحضرتؐ کی اس شفقت اور حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ ابوالعاص نے یہ وعدہ خوب نبھایا اور مکے جا کر حضرت زینبؓ کو مدینے جانے کی اجازت دے دی کفار مکہ کو پتہ چلا تو انہوں نے تعاقب کیا۔ایک مشرک ھبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کی اونٹنی پر حملہ آور ہو کر انہیں اونٹ سے گرا دیا جس سے انکا حمل ساقط ہوگیا۔(بخاری)9

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریمؐ نے صاحبزادی ام کلثومؓ کو مدینے

بلوانے کے لئے حضرت زید بن حارثہؓ اور ابورافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ صد درہم دے کر مکے بھجوایا جو حضورؐ کی صاحبزادیوں کو آپؐ کے پاس مدینہ لے آئیں۔(ابن سعد) 10

رسول اللہؐ اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد کمزوری اور مظلومیت کے عالم میں رہنے پر بے چین تھے۔وعدہ کے مطابق اُن کے شوہر ابوالعاص کی انہیں مدینہ بھجوانے کی کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے مزید تکلیف دہ انتظار کی بجائے حضرت زیدؓ کو اپنی ایک خاص انگوٹھی نشانی کے طور پر دے کر مکے بھجوایا کہ کسی طرح حضرت زینبؓ کو مدینے لے آئیں۔حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ اور ابوالعاص کے چرواہے کے ذریعے وہ انگوٹھی حضرت زینبؓ تک پہنچا دی اسی رات حضرت زینبؓ حضرت زیدؓ کی معیت میں اونٹ پر سوار ہو کر مدینے آئیں۔ان کے مدینے پہنچنے پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری اس بیٹی نے میری وجہ سے بہت دکھ اٹھائے ہیں یہ باقی بیٹیوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔(بخاری) 11

حضرت رقیہؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔جب کچھ عرصہ ان کی کوئی خبر نہ آئی تو رسول کریمؐ حبشہ سے آنے والے لوگوں سے فکر مندی کے ساتھ اپنی صاحبزادی اور داماد کا حال دریافت فرماتے تھے۔ایک قریشی عورت نے آ کر بتایا کہ اُس نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ حضرت رقیہؓ کو خچر پر سوار جاتے دیکھا تھا۔رسول اللہؐ نے دعا کی کہ اللہ ان دونوں کا حامی

و ناصر ہو۔(ابن اثیر)12

نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی کے ساتھ اپنے داماد ابوالعاص کے حسن سلوک کی تعریف فرماتے تھے کہ اس نے وعدہ کے مطابق میری بیٹی کو میرے پاس مدینے بھجوادیا۔(بخاری)13

اسی زمانے میں ایک دفعہ جب شام سے واپسی پر ابوالعاص کے تجارتی قافلہ پر مسلمانوں کے دستے نے حملہ کر کے ان کے مال پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے مدینے آکر حضرت زینبؓ سے پناہ چاہی۔ ہر چند کہ ابوالعاص کے حالت شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے حضرت زینبؓ سے جدائی ہو چکی تھی لیکن ان کے احسانات کے عوض انسانی ہمدردی کے طور پر حضرت زینبؓ نے ان کی امان کا اعلان کر دیا۔ رسول کریمؐ نے (جنہوں نے کبھی کسی مسلمان عورت کی امان رد نہیں فرمائی) حضرت زینبؓ کی امان نہ صرف قبول فرمائی بلکہ ابوالعاص کا سارا مال بھی انہیں واپس کر دیا۔ اس احسان کا یہ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوالعاص نے مکہ جا کر قریش کی امانتیں واپس کیں اور مسلمان ہونے کا اعلان کر کے مدینے آ گئے۔(ابن هشام)14

نبی کریمؐ نے ابوالعاص بن ربیع کے اسلام قبول کرنے پر حضرت زینبؓ کو چھ سال بعد سابقہ نکاح پر ہی اُن کے عقد میں دے دیا۔(ابوداؤد)15

حضرت رقیہ سے حسن سلوک

دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح نبی کریمؐ نے اپنے بہت عزیز

صحابی حضرت عثمان بن عفانؓ سے فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ عثمانؓ کا خاص خیال رکھنا وہ اپنے اخلاق میں دیگر اصحاب کی نسبت زیادہ میرے مشابہ ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ حضورؐ صاحبزادی رقیہؓ کے ہاں گئے تو وہ حضرت عثمانؓ کا سر دھو رہی تھیں۔(کنز) 16

غزوہ بدر کے موقعہ پر رقیہؓ بیمار ہوگئیں اور نبی کریمؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے مدینہ رہنے کی ہدایت فرمائی اور بدر میں فتح کے بعد مال غنیمت سے اُن کا حصہ بھی نکالا۔(بخاری) 17

نبی کریمؐ کی ایک لونڈی ام عیاش تھی۔ جو حضور کو وضو وغیرہ کرواتی تھیں۔حضورؐ نے بطور خادمہ یہ لونڈی حضرت رقیہؓ کی شادی کے وقت گھریلو کام کاج میں اُن کی مدد کے لئے ساتھ بھجوائی تھی۔(ابن ماجہ) 18

صاحبزادی رقیہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ سے بیاہ دی اس موقع پر آپؐ نے اپنی خادمہ اُمّ ایمنؓ سے فرمایا کہ میری بیٹی کو تیار کرواور اسے دلہن بنا کر عثمانؓ کے پاس لے جاؤ۔اور اس کے آگے دف بجاتی جانا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریمؐ تیسرے دن اُم کلثومؓ کے پاس آئے اور استفسار فرمایا کہ آپؐ نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ عرض کی بہترین شوہر۔ نبی کریمؐ نے فرمایا! امر واقعہ یہ ہے کہ تمہارے شوہر لوگوں میں سے سب سے زیادہ تمہارے جدامجد ابراہیمؑ اور تمہارے باپ محمدؐ سے مماثلت رکھتے ہیں۔

رسول کریمؐ کی دوسری بیٹی حضرت رقیہؓ کی وفات 2ھ میں ہوئی۔ حضورؐ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ تھا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت رقیہؓ کے جنازے میں رسول کریمؐ ان کی قبر کے پاس بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔

(بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی بعد المیت ھکا ء اھلہ)

رسول کریمؐ اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو لے کر حضرت رقیہؓ کی قبر پر آئے تو فاطمہؓ قبر کے پاس رسول کریمؐ کے پہلو میں بیٹھ کر رونے گیں۔ رسول اللہؐ دلاسا دیتے ہوئے اپنے دامن سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ (بیہقی) 19

حضرت زینبؓ کی وفات 8ھ میں ہوئی۔ نبی کریمؐ نے ان کے غسل اور تجہیز و تکفین کے لئے خود ہدایت فرمائیں۔ حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضورؐ تشریف لائے اور ہمیں فرمایا کہ زینبؓ کو تین یا پانچ مرتبہ بیری کے پتے والے پانی سے غسل دو۔ اگر تم ضروری سمجھو تو پانچ سے بھی زیادہ مرتبہ نہلا سکتی ہو۔ آخر پر کافور بھی استعمال کرنا۔ جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ وہ کہتی ہیں جب ہم فارغ ہوئے تو حضورؐ کو اطلاع دی۔ حضورؐ نے اپنا تہہ بند ہمیں دیا اور فرمایا کہ یہ چادر اُن کو بطور زیر جامہ پہناؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنانا۔ (بخاری) 20

نیز فرمایا کہ اسے دائیں پہلو سے اور وضو کی جگہوں سے غسل شروع کرنا۔ (بخاری) 21

حضرت زینبؓ کی وفات پر حضورؐ ان کی قبر میں اترے آپؐ غم زدہ تھے۔ جب حضورؐ قبر سے باہر نکلے تو غم کا بوجھ کچھ ہلکا تھا۔فرمایا میں نے زینبؓ کی کمزوری کو یاد کر کے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس کی قبر کی تنگی اور غم کو ہلکا کر دے، تو اللہ نے میری دعا قبول کر لی اور اس کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔

حضرت زینبؓ کی تدفین کے موقع پر آنحضور ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا! ہمارے آگے بھیجے ہوئے بہترین انسان عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ جنت میں جا کر اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ سن کر عورتیں رو پڑیں، حضرت عمرؓ انہیں روکنے لگے۔حضورؐ نے فرمایا رونا منع نہیں مگر شیطانی آوازیں نکالنے یعنی بین کرنے سے بچو۔ پھر آپؐ نے فرمایا'' وہ دکھ جو آنکھ اور دل سے ظاہر ہو وہ اللہ کی طرف سے ایک پیدا شدہ جذبہ ہے اور رحمت اور طبعی محبت کا نتیجہ ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ظاہر ہو وہ شیطانی فعل ہے۔'' (احمد) 22

حضرت ام کلثوم سے شفقت

حضرت ام کلثومؓ 9ھ میں فوت ہوئیں حضورؐ نے ان کا جنازہ خود پڑھایا اور قبر کے کنارے تشریف فرما ہو کر اپنی موجودگی میں تدفین کروائی ۔ رسول کریمؐ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کی وفات پر تجہیز و تکفین کا انتظام اپنی نگرانی میں کروایا۔

حضرت لیلیٰ الثقفیہ روایت کرتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں شامل تھی

جنہوں نے حضرت ام کلثومؓ کو ان کی وفات پر غسل دیا۔ رسول کریمؐ نے تہ بند کے لئے کپڑا دیا پھر قمیص، اوڑھنی اور اوپر کا کپڑا۔اس کے بعد ان کو ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔وہ بتاتی تھیں کہ غسل کے وقت رسول کریمؐ دروازے کے پاس کھڑے تھے۔حضورؐ کے پاس سارے کپڑے تھے اور آپؐ باری باری ہمیں پکڑا رہے تھے۔

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ کی بیٹی ام کلثومؓ قبر میں رکھی گئی تو رسولؐ خدا نے یہ آیت تلاوت کی مِنۡهَا خَلَقۡنَٰكُمۡ وَفِيهَا نُعِيدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرَىٰ (سورۃ طٰہٰ:56)

یعنی اس سے ہی ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں تمہیں دوبارہ لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری دفعہ نکالیں گے۔

پھر جب آپؓ کی لحد تیار ہو گئی تو نبی کریمؐ قبر بنانے والوں کو مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے ان سے اینٹوں کی درمیانی درزیں بند کرو پھر فرمانے لگے کہ مُردے کے لئے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت تو نہیں لیکن اس سے زندہ لوگوں کے دل کو ایک اطمینان ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔(احمد)[23]

حضرت فاطمہ سے محبت و شفقت

نبی کریمؐ اپنی صاحبزادی فاطمہ الزہراءؓ سے بھی شفقت کا سلوک فرماتے

تھے۔ نبی کریمؐ کی محبت بھری تربیت کا اثر تھا کہ حضرت فاطمہؓ میں بھی وہی رنگ جھلکتا نظر آتا تھا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے چال ڈھال، طور اطوار اور گفتگو میں حضرت فاطمہؓ سے بڑھ کر آنحضرتؐ کے مشابہہ کوئی نہیں دیکھا۔ فاطمہؓ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے تھے محبت سے انکا ہاتھ تھام لیتے تھے اور اسے بوسہ دیتے اور اپنے ساتھ بٹھاتے اور جب آنحضورؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی احترام میں کھڑی ہو جاتیں آپ کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتیں اور اپنے ساتھ حضورؐ کو بٹھاتیں۔ (ابوداؤد) 24

نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ کچھ غلام آئے۔ حضرت فاطمہؓ گھر کی ضرورت کے لئے خادم مانگنے آئیں نبی کریمؐ گھر پر نہیں تھے۔ جب تشریف لائے اور انہیں پتہ چلا کہ فاطمہؓ آئی تھیں تو سردی کے موسم میں اسی وقت حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم بستر میں جا چکے تھے۔ حضورؐ میرے پاس تشریف فرما ہوئے۔ میں نے آپؐ کے پاؤں کی ٹھنڈک محسوس کی۔ آپؐ فرمانے لگے خادم تو زیادہ ضرورت مندوں میں تقسیم ہو

چکے ہیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو تسلی دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے جو خادم کا مطالبہ کیا تھا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ تم لوگ جب سونے لگو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ الحمداللہ کا ورد کیا کرو۔ یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے جو تم نے مانگا ہے۔ (بخاری) 25

اولاد سے حقیقی پیار انکی اعلیٰ تربیت ہے

نبی کریمؐ کو اپنی اولاد کی تربیت کا اتنا خیال تھا کہ ایک دفعہ تہجد کے وقت حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کو سوتے پایا تو جگا کر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تم لوگ تہجد کی نماز نہیں پڑھتے ہو۔ حضرت علیؓ نے نیند کے غالب آنے کا عذر کیا تو آنحضورؐ تعجب کرتے ہوئے واپس تشریف لائے اور سورۃ کہف کی وہ آیت پڑھی جس کا مطلب ہے کہ انسان بہت بحث کرنے والا ہے۔ (بخاری) 26

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ چھ ماہ تک باقاعدہ حضرت فاطمہؓ کے گھر کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں صبح نماز کے لئے جگاتے اور فرماتے تھے کہ اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل طور پر پاک وصاف کرنا چاہتا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ (حضورؐ کی بیماری میں) آئیں نبی کریمؐ نے فاطمہؓ کو خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں طرف یا شاید بائیں طرف بٹھایا۔ حضرت فاطمہؓ کو بھی رسول کریمؐ سے بہت محبت تھی۔ رسول اللہؐ کی وفات پر حضرت فاطمہؓ کی زبان سے جو جذباتی فقرے نکلے، ان سے بھی آپؐ کی

گہری محبت کا اظہار ہوتا ہے، آپؐ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ وائے افسوس میرے اباؐ! ہم آپ کی موت کا افسوس کس سے کریں؟ کیا جبریلؑ سے؟ وائے افسوس! ہمارے اباؐ! آپؐ اپنے رب کے کتنے قریب تھے! ہائے افسوس! ہمارے اباؐ کہ ہمیں داغ جدائی دیکر جنہوں نے جنت الفردوس میں گھر بنا لیا۔ ہائے افسوس! میرے ابا! جنہوں نے اپنے رب کے بلانے پر لبیک کہا۔ اور اس کے حضور حاضر ہو گئے۔ (ابن ماجہ) 27

بیٹیوں کی اولاد سے شفقت

حضرت زینبؓ کے بچوں سے بھی حضورؐ کو بہت محبت تھی۔ حضرت زینبؓ کے ایک بیٹے کم سنی میں وفات پا گئے ان کی حالت نزع کے وقت حضرت زینبؓ نے حضورؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ آپؐ تشریف لے آئیں۔ نبی کریمؐ نے ہر قسم کے مشرکانہ خیال سے بچنے کے لئے یہ پیغام بھیجا کہ زینبؓ کو میرا سلام پہنچا دو اور کہو جو کچھ اللہ لے لے وہ بھی اسی کا ہے اور جو وہ عطا کرے اس کا بھی وہی مالک ہے اور ہر شخص کے لئے اللہ کے پاس ایک میعاد مقرر ہے اس لئے صبر کرو اور اپنے خیالات خدا کی خاطر پاک کر لو۔ (بخاری) 28

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز کے انتظار میں تھے۔ بلالؓ نے رسول اللہؐ کو نماز کی اطلاع کی آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ کی نواسی امامہ بنت

ابی العاص آپؐ کے کاندھے پر تھی۔رسول اللہؐ اپنے مصلے پر کھڑے ہوئے ہم پیچھے کھڑے تھے اور وہ بچی حضورؐ کے کندھے پر ہی تھے۔

حضورؐ کی تکبیر کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی۔رکوع میں جاتے وقت حضورؐ نے ان کو کندھے سے اتار کر نیچے بٹھا دیا رکوع اور سجدے سے فارغ ہو کر پھر اسے اُٹھا کر کندھے پر بٹھالیا۔نماز کی ہر رکعت میں ایسے ہی کیا۔یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔(ابوداؤد)29

ایک دفعہ نجاشی شاہِ حبشہ کی طرف سے کچھ زیورات بطور تحفہ آئے، ان میں ایک انگوٹھی تھی جس کا نگینہ ملک حبشہ کا تھا۔آپؐ نے عدم دلچسپی ظاہر فرماتے ہوئے اسے لکڑی یا انگلی سے پرے کیا۔پھر امامہؓ کو بلایا اور فرمایا ''بیٹی! یہ تم پہن لو۔''(ابوداؤد)30

حضرت رقیہؓ کے اکلوتے بیٹے عبداللہؓ دوسال کی عمر میں چہرے پر مرغ کے چونچ مارنے سے زخمی ہو کر وفات پا گئے تھے نبی کریم ﷺ نے عبداللہ کا جنازہ خود پڑھایا۔(ابن سعد)31

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے رسول اللہؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں ان کے صاحبزادے حسنؓ وحسینؓ ہمراہ تھے۔حضرت فاطمہؓ ہنڈیا میں کچھ کھانا حضورؐ کے لئے لائی تھیں، وہ آپؐ کے سامنے رکھا۔آپؐ نے پوچھا ابوالحسنؓ یعنی حضرت علیؓ کہاں ہیں حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ گھر میں ہیں۔

حضورؐ نے ان کو بلا بھیجا اور پھر سب اہل بیت بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔حضرت اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے کھانے سے فارغ ہوکر ان اہل بیت کے حق میں یہ دعا کی ''اے اللہ! جوان اہل بیت کا دشمن ہوتُو اس کا دشمن ہو جا اور جوا نہیں دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا'' (ھیثمی) 32

حضرت فاطمہؓ کی اولاد ے بھی نبی کریمؐ کو بہت محبت تھی۔حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریمؐ کو دیکھا حضرت حسنؓ آپ کے کندھے پر تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔(بخاری) 33

ایک دفعہ رسول کریمؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسنؓ اور حسینؓ آ گئے انہوں نے سرخ قمیص پہنے تھے اور چلتے ہوئے ٹھوکریں کھا رہے تھے رسول کریمؐ منبر سے اتر آئے اور انکو اٹھا لیا، اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہے۔میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں اپنی بات روک کر ان کو اٹھا لایا۔(ترمذی) 34

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں لیٹا ہوا تھا۔حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے پینے کیلئے کچھ مانگا۔حضورؐ اٹھے، ہمارے گھر میں ایک بکری تھی۔جس کا دودھ دوھا جا چکا تھا۔آپؐ اس کا دودھ

دوہنے لگے تو دوبارہ بکری کو دودھ اتر آیا۔حسنؓ حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ نے اُن کو پیچھے ہٹا دیا اور اُن کی بجائے حسینؓ کو دودھ دیا۔حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ آپ کو زیادہ پیارا ہے۔آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ پہلے اس نے مانگا ہے۔(ھیثمی)35

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حسنؓ نے پہلے مانگا اور حسینؓ پہلے لینے کی ضد کرتے ہوئے رونے لگے تو نبی کریمؐ نے پہلے حسنؓ کو دیا اور حضرت فاطمہؓ کے سوال پر کہ یہ آپ کو زیادہ پیارا ہے۔فرمایا دونوں میرے لئے برابر ہیں۔(مجمع الزوائد)36

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نماز پڑھتے ہوئے جب سجدہ میں جاتے تھے تو بعض دفعہ حضرت حسنؓ آپؐ کی پشت یا گردن پر چڑھ جاتے۔حضورؐ بہت نرمی سے ان کو پکڑ کر اُتارتے تا کہ گریں نہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ حضرت حسنؓ کے ساتھ آپؐ جس طرح محبت سے پیش آتے ہیں ایسا سلوک کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔فرمایا یہ دنیا سے میری خوشبو ہے۔میرا یہ بیٹا سردار ہے جو دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ سجدے کی حالت میں تھے کہ حسنؓ پشت پر آ کر بیٹھ گئے آپؐ نے اُن کو نہیں اتارا اور سجدے میں رہے یہاں تک کہ وہ خود اُترے۔(احمد)37

حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو فرزند عطا

فرمایا۔اس کا نام آپؐ نے ابراہیمؑ اپنے جدامجد کے نام پر رکھا۔حضورؐ کے نواسوں حسن وحسین سے بھی کم سن تھے۔آخری عمر کی اس اولاد سے آپ بے حد محبت فرماتے تھے۔

اس بچے کو پرورش کیلئے ام سیف کے سپرد کیا گیا۔نبی کریمؐ ان کے گھر گاہے بگاہے بچے سے ملاقات کرنے اور حال دریافت کرنے تشریف لے جاتے تھے۔ابراہیمؑ کو اپنی گود میں لے کر پیار کرتے۔اُسے چومتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔(بخاری)38

کم سنی میں اس بچے میں اعلیٰ صلاحیتوں کے جوہر دیکھ کر آپؐ خوش ہوتے تھے۔رسول اللہؐ کا یہ جگر گوشہ 16 ماہ کی عمر میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔اس کی وفات پراس کی خداداد صلاحیتوں کے بارہ میں فرمایا کہ ''اگرابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔''(ابن ماجہ)39

اس پیارے بیٹے کی جدائی پر آپؐ نے کمال شان صبر دکھائی۔ابراہیم کا جنازہ دیکھ کر آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ایک صحابی نے عرض کیا حضورؐ آپ بھی روتے ہیں۔فرمایا یہ تو اولاد سے محبت کا جذبہ ہے کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے دل غمگین ہے مگر ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہواوراے ابراہیم سچی بات تو یہ ہے کہ تیری جدائی پر ہم بہت غمگین ہیں۔(بخاری)40

اتفاق سے صاحبزادہ ابراہیمؑ کی وفات پر سورج گرہن بھی ہوا۔لوگوں

نے کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہؐ کے اتنے عظیم الشان بیٹے کی وفات پر سورج بھی گہنا گیا ہے۔ رسول کریمؐ سے بڑھ کر صاحبزادہ ابراہیمؓ سے کسے محبت ہو سکتی تھی مگر آپؐ نے یہ حق بات کھول کر بیان فرما دی کہ چاند اور سورج اللہ کے نشانات میں سے ہیں۔ کسی کی موت یا پیدائش پر ان کو گرہن نہیں لگا کرتا۔ البتہ اس نشان کو دیکھ اللہ سے ڈرتے ہوئے صدقہ وغیرہ دینا چاہئے۔ (بخاری) 41

الغرض نبی کریمؐ نے بحیثیت باپ اولاد سے حسن سلوک اور حسنِ تربیت کے لئے بہترین اور خوبصورت نمونہ پیش کیا ہے، جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

حوالہ جات

1 ابن ماجه كتاب الادب باب برالو الد

2 ابوداؤد كتاب الصلاة باب متى يؤمر الغلام بالصلاة418

3 بخاري كتاب المناقب باب ذكر اسامة بن زيد

4 بخاري كتاب الادب باب رحمة الولد و تقبيله

5 بخاري كتاب الهبه باب الاشهاد فى الهبه2398

6 ابو داؤد كتاب الصلوة باب العمل فى الصلوة

7 الطبقات الكبرى لابن سعدجلد8ص 36 مطبوعه بيروت

8 ابوداؤد كتاب الجهاد باب فى فداء الاسير بالمال

9 تاريخ الصيغرامام بخارى زير لفظ زينبؓ

10 الطبقات الكبرىٰ جلد8ص 165مطبوعه بيروت

11 تاريخ الصغير از امام بخارى زير لفظ زينبؓ

12 البدايه والنهايه لابن اثيرجز3ص66مكتبة المعارف بيروت

13 بخاري كتاب النكاح باب شروط النكاح

14 السيره النبويه لابن هشام ج2ص312مطبوعه بيوو

15 ابو داؤد كتاب الطلاق باب الى متى ترد عليه امراته اذا اسلم بعد ها

16 كنزالعمال جلد6ص24,42مطبوعه بيروت

17 بخاري كتاب المغازى باب تسمية من سمى اهل بدر

18 ابن ماجه كتاب الطهارة باب الرجل يستعين على وضوئه383

19 سنن الكبرىٰ للبيهقى كتاب الجنا ئر باب سياق اخبارعلى جواز البكاء بعد الموت

20 بخاري كتاب الجنائز باب يجعل الكا فور فى الاخيره

21 بخاری کتاب الوضو باب التیمن

22 مسند احمد جلد1ص335بیروت

23 مسند احمد جلد5ص 254مطبوعہ مصر:21163

24 ابو داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی القیام:4540

25 بخاری کتاب الجهاد باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہؐ

26 بخاری کتاب التفسیر سورة الکهف

27 ابن ماجه کتاب الجنائز باب ذکر وفاته و دفنه1620

28 بخاری کتاب الجنائزباب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء أهله1204

29 ابوداؤد کتاب الصلوة باب العمل فی الصلوة

30 ابو داؤد کتاب الخاتم ۔باب ماجا ء فی الذهب للنساء

31 الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد8ص36بیروت

32 مجمع الزوائد جلد9ص166مطبوعه بیروت

33 بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن

34 ترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین

35 مجمع الزوائد جلد9ص169بیروت بحواله مسند احمد

36 مجمع الزوائد جلد9صفحه 171بیروت

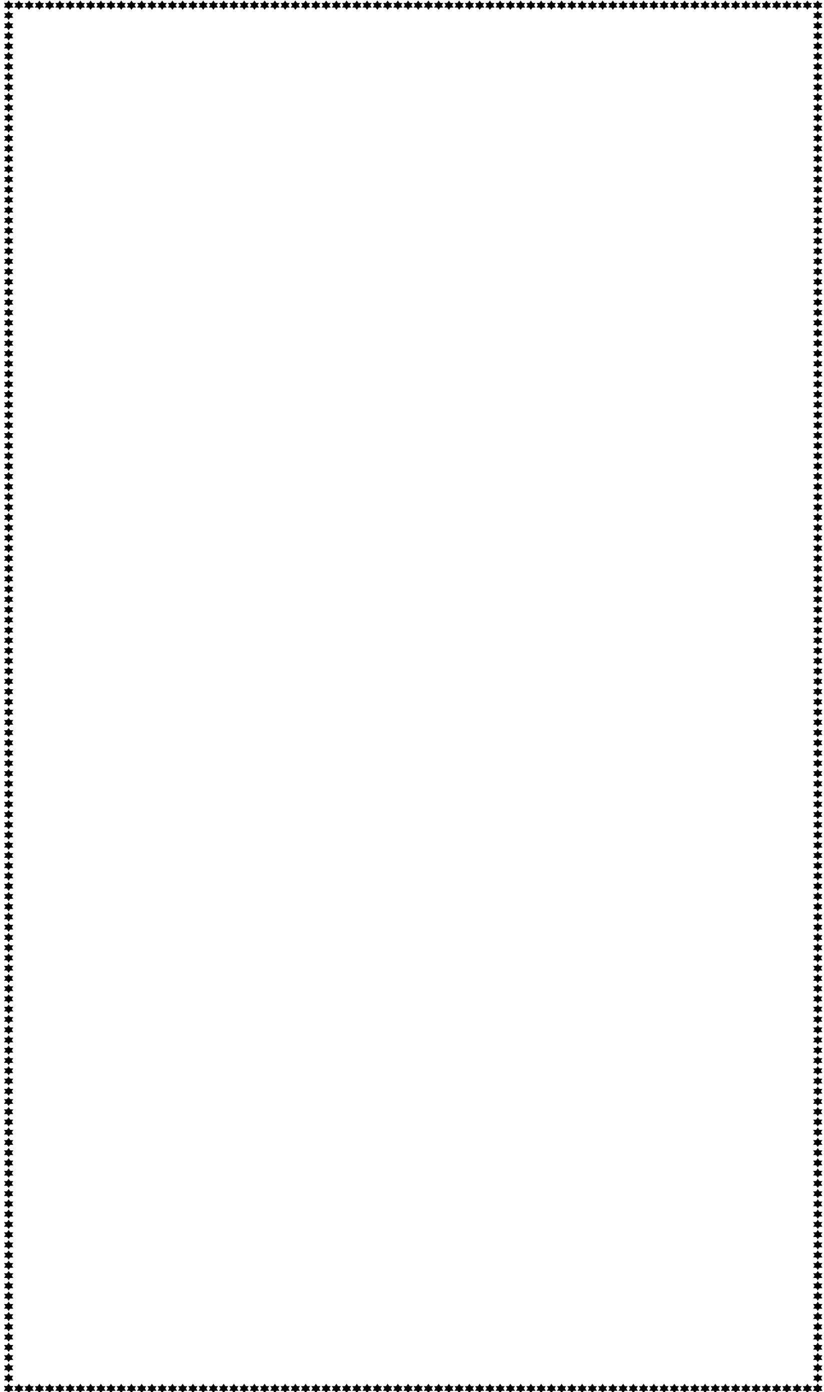
37 مسند احمد بن حنبل جلد5ص37,38,

38 بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ ان بک لمحزونون

39 ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوة علی ابن رسول الله

40 بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ ان بک لمحزونون

41 بخاری کتاب الکسوف باب الصدقة فی الکسوف



رسول کریمؐ بحیثیت شوہر

مردوں اور عورتوں کے حقوق کا نزاع بہت پُرانا ہے۔ بانیٔ اسلام حضرت محمدؐ نے نہ صرف اس پہلو سے کمال اعتدال اور انصاف پر مبنی تعلیم پیش فرمائی بلکہ عملی رنگ میں اُس کا بہترین نمونہ پیش کر کے دکھا دیا اور فرمایا

''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں بہتر ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔''(ترمذی) 1

اسلام کی پاکیزہ تعلیم میں عورتوں کے حقوق کے ساتھ اُن کے فرائض کا ذکر بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح عورتوں کے کچھ حقوق مقرر ہیں اسی طرح اُن کی کچھ ذمہ داریاں اور فرائض بھی ہیں (لیکن مجموعی طور پر گھر کا نظام قائم رکھنے کیلئے) مردوں کو اُن پر ایک فوقیت دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔(سورہ البقرہ:229)

دراصل مردوں اور عورتوں میں جسمانی وضع میں بھی فرق ہے۔عورت کے قُویٰ اور صلاحیتیں بچوں کی پیدائش، پرورش اور اُن کی تربیت کے لحاظ سے

تخلیق ہوئے ہیں مقابلۃً مرد کو مضبوط قوٰی دیے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں بھی زیادہ تر گھر سے باہر کے معمولات سے متعلق ہیں اور نان ونفقہ کا انتظام اور گھر سنبھالنے کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لحاظ ہی سے اس کی صلاحتیں رکھی گئیں ہیں۔ آنحضورؐ نے بھی یہ فرمایا کہ ''تم میں سے ہر ایک اپنے دائرہ عمل میں نگران بنایا گیا ہے اور اُس سے اس کی نگرانی اور رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک مرد اپنے گھرانے میں اور اپنے خاندان کے لوگوں کے اُوپر نگران ہوتا ہے اور ایک عورت اپنے خاوند کے گھر اور اپنی اولاد کی تربیت کی نگران ہوتی ہے۔ اورتم سے ہر ایک سے اُس کی نگرانی کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

اب دیکھو کس طرح اسلام نے عورت کو ملکہ بنا کر گھر میں ایک تخت پر بٹھا دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اپنے گھر کی ذمہ داریاں ادا کرنے والی، اپنے بچوں کو سنبھالنے والی، اپنے خاوند کے گھر اور خاندان کی ایک مکمل اور بااختیار نگران ہے لیکن نظام کسی منتظم کے بغیر چل نہیں سکتا اس لئے مرد کا یہ فرض اور ذمہ داری ٹھہرائی کہ وہ گھر کے اخراجات اور باہر کی ذمہ داریاں بھی ادا کرتا رہے اور کمزور صنف کی تربیت کیلئے اسے نگران بھی مقرر کیا اور فرمایا کہ اس پہلو سے ہم نے مردوں کو عورتوں پر نگران فرمایا ہے۔ (سورۃ النساء:35)

آج کل مرد عورت کے مساوی حقوق کے علم بردار بھی عملی طور پر مجبوراً عورتوں کی کھیلیں عورتوں کے ساتھ اور مردوں کے مقابلے مردوں کے ساتھ

کرواتے ہیں اور کبھی میدان جنگ میں مردوں کی بجائے عورتوں کو نہیں بھجواتے۔اس فرق کے باوجود مرد عورت کی برابری کا سوال اُٹھانا محض افراط و تفریط کی راہ ہے۔

آنحضور ﷺ نے عورت میں ناز و نخرے کی طبعی اور جبلی کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی یعنی اُس کی طبیعت اور مزاج میں ایک کجی ہے جو طبعًا پائی جاتی ہے۔اگر تم اس کو ایک طریق پر سیدھا چلانا چاہو تو یہ ممکن نہیں۔لیکن اگر تم اُس کی کجی کی کیفیت یعنی ناز و ادا کی کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو یقیناً بہت زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔لیکن اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے۔جسکا آخری انجام طلاق کے سوا کچھ نہیں۔(مسلم) 2

آنحضور ﷺ نے ایثار کا پہلو مدنظر رکھتے ہوئے میاں بیوی کو ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم سے کسی کو دوسرے میں کوئی عیب نظر آتا ہے یا اُس کی کوئی ادا ناپسند ہے تو کئی باتیں اسکی پسند بھی ہونگی جو اچھی بھی لگیں گی، اُن کو مدنظر رکھ کر ایثار کا پہلو اختیار کرتے ہوئے موافقت کی فضا پیدا کرنی چاہیے۔(مسلم) 3

حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اخلاق قرآن شریف کی اس پاکیزہ تعلیم کے عین مطابق تھے اور آپ کی بعثت کا بڑا مقصد ہی ان اعلیٰ اخلاق کا قیام تھا۔(احمد) 4

نان ونفقہ کی ذمہ داری

آنحضورؐ کا نمونہ گھریلو زندگی میں ہر لحاظ سے مثالی اور بہترین تھا۔آپؐ اپنے اہل خانہ کے نان ونفقہ کا بطور خاص اہتمام فرماتے تھے۔ ہر چند کہ آپؐ کے گھر میں وہ دن بھی آئے جب دو دو ماہ تک چولہے میں آگ نہ جلی اور صرف پانی اور کھجور پر گزارہ رہا۔(بخاری) 5

اپنے اہل خانہ کو حتّٰی المقدور قوُت لا یموت نہ صرف مہیا فرماتے تھے بلکہ اپنی ذات سے زیادہ اہل خانہ کا فکر فرمایا کرتے تھے۔خود بسا اوقات کھانا نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی نیت فرمالیتے تھے۔ایسے دن بھی آپؐ پر آئے جب سخت فاقے سے نڈھال ہوکر بھوک کی شدت روکنے کے لئے پیٹ پر سلیں باندھنی پڑیں لیکن اہل خانہ کا اپنے سے بڑھ کر خیال رکھتے اور بوقت وفات بھی اپنی بیویوں کے نان ونفقہ کے بارے میں تاکیدی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا خرچہ ان کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا جائے۔(بخاری) 6

اکثر یہ دعا کرتے ''اے اللہ میرے اہل کو دنیا میں قوُت لا یموت ضرور عطا فرمانا۔'' یعنی کم از کم اتنی غذا ضرور دینا کہ فاقوں نہ مریں۔(احمد) 7

نرم خو۔نرم زبان

جہاں تک اہل خانہ سے آپؐ کے حسنِ سلوک کا تعلق ہے آپؐ نے کبھی

گھر والوں کو برا بھلا نہیں کہا، گالی نہیں دی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص کی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کا بڑے دکھ کے ساتھ ذکر فرمارہے تھے۔ اتنے میں وہ شخص ملنے آ گیا۔ آپ اس کے ساتھ بہت نرمی اور ملاطفت سے پیش آئے۔ میں نے پوچھا کہ ابھی تو آپ اس کی بدسلوکی کا تذکرہ فرمارہے تھے۔ پھر اس کے ساتھ اس قدر نرم کلامی کیوں اختیار کی۔ آپؐ نے ایک جملہ میں نہ صرف حضرت عائشہؓ کی حیرت کا جواب دے دیا بلکہ خوش گفتاری کی اپنی دائمی صفت پر خود حضرت عائشہؓ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے کیا خوب فرمایا" **یَا عَائِشَۃُ مَتٰی عَاھَدْتِّنِیْ فَحَّاشًا**" اے عائشہؓ اس سے پہلے میں نے کب کسی سے بدکلامی کی ہے جو آج کرتا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔

حضرت عائشہؓ کی شہادت گھریلو زندگی کے بارہ میں یہ ہے کہ نبی کریمؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم۔ عام آدمیوں کی طرح بلاتکلف گھر میں رہنے والے۔ آپؐ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ نیز آپؓ فرماتی ہیں کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ اٹھایا نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔ (ترمذی) 8

حضرت خدیجہؓ پر آپؐ کے اخلاق کریمہ کا اثر

آنحضرت ﷺ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ ؓ وہ عظیم خاتون تھیں جنھوں نے رسول کریم ﷺ کے اخلاق عالیہ سے ہی متأثر ہوکر آپ کو شادی کا پیغام بھیجا تھا۔ شادی کے بعد بھی آپ کے اخلاق کریمہ کا ہی اثر تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنا سارا مال اور سب غلام آنحضرت ﷺ کی نذر کر دیئے اور نبی کریمؐ نے ان سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔ (ابن ھشام) 9

حضرت خدیجہؓ کی فدائیت کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی اپنے مال کی اس بے دریغ تقسیم پر کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں۔ آپ سے شکوہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہی رہیں اور جب تک زندہ رہیں مکہ کے شدید دور ابتلا میں آپؐ کی سپر اور پناہ بن کر رہیں۔

رسول کریم ﷺ کے ساتھ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزارنے کے بعد پہلی وحی کے موقع پر انہوں نے حضور ﷺ کے حسنِ معاشرت کے بارے میں جو گواہی دی وہ یہ تھی۔ ’’خدا تعالیٰ کبھی آپ کو ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے، رشتہ داروں سے حسن سلوک فرماتے ہیں اور مہمان نواز ہیں۔ (بخاری) 10

حضرت خدیجہؓ کی قدردانی

ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی اہلی زندگی میں ایک نمایاں خلق یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپ بیویوں کے نیک اوصاف کی بہت قدر فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ کے ایثار و فدائیت اور وفا کی ان کی زندگی میں بھی ہمیشہ پاسداری کی۔ اور وفات کے بعد بھی کئی سال تک آپؐ نے دوسری بیوی نہیں کی۔ ہمیشہ محبت اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا محبت بھرا سلوک یاد کیا۔ آپؐ کی ساری اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی اس کی تربیت و پرورش کا آپ نے خوب لحاظ رکھا نہ صرف ان کے حقوق ادا کئے بلکہ حضرت خدیجہؓ کی امانت سمجھ کر ان سے کمال درجہ محبت فرمائی۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی آواز کان میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور خوش ہو کر فرماتے خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی ہیں۔ گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا تو اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بھجوانے کی تاکید فرماتے۔ (مسلم) 11

الغرض آپ حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے تھکتے نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ''مجھے نبی کریم کی کسی دوسرے زندہ بیوی کے ساتھ بھی اسقدر غیرت نہیں ہوئی جس قدر حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھی۔'' (بخاری) 12

فرماتی تھیں کہ کبھی تو میں اُکتا کر کہہ دیتی یارسول اللہؐ۔ خدا نے آپ کو

اسقدر اچھی اچھی بیویاں عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں۔ آپ فرماتے نہیں نہیں۔ خدیجہ اس وقت میری ساتھی بنی جب میں تنہا تھا وہ اس وقت میری سپر بنی جب میں بے یارو مددگار تھا۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد بھی عطا کی۔ انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔ (احمد) 13

حضرت سودہؓ سے شادی

حضرت خدیجہؓ جیسے وفا شعار ساتھی مشیر و وزیر کی وفات سے نبی ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اسی سال آپ کے چچا ابو طالب کی بھی وفات ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں یہ سال عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دونوں بابرکت وجود ہمارے آقا و مولا کیلئے ظاہری تسکین اور ڈھارس کا موجب ہوتے تھے انکی جدائی سے پیدا ہونیوالے خلاء کے نتیجے میں آپکی تنہائی اور اداسی ایک طبعی امر تھا جسے آپؐ قریبی ساتھی بشدت محسوس کرتے تھے۔ اس خلاء کا پر کیا جانا مسلمانوں کی قومی زندگی کے لئے بہت اہم تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت خولہؓ بنت حکیم کو جزا عطا فرماتا رہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کی نمائندہ بن کر رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ بہت تنہا اداس ہوگئے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں آخر وہ میرے بچوں کی ماں تھیں اور گھر کی مالکہ۔ (زرقانی) 14

اس پر حضرت امّ حکیمؓ نے شادی کی تحریک کرتے ہوئے بعض رشتے بھی تجویز کئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتاً ایک معمر بیوہ خاتون حضرت سودہؓ کی تجویز پسند کرتے ہوئے انہیں عقد میں لینا قبول فرمایا، تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو انتظام اور آپکی نوعمر صاحبزادیوں کی کفالت کے اہتمام میں ممدومعاون ہوں۔

حضرت سودہؓ سے حسن سلوک

حضرت سودہؓ بہت سادہ طبیعت کی تھیں۔ وہ دین العجائز یعنی بوڑھیوں والا مسلک رکھتی تھیں یعنی نیکی اور بھلائی کی جو بات سنی اسپر مضبوطی سے جم گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ یہ آخری حج ہے اس کے بعد شائد ملاقات نہ ہو۔ ظاہر ہے حضورؐ کا اشارہ اپنی ذات سے تھا مگر حضرت سودہؓ اس کی ایسی لفظی پابندی فرماتی تھیں کہ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد اس ارشاد کی وجہ سے حج پر تشریف نہیں لے گئیں۔(زرقانی)15

سادگی کا یہ عالم تھا کہ جن دنوں نبی کریم صلی اللہ وسلم نے دجال کے بارے میں خبریں بیان فرمائیں، امت کو اس سے ڈرایا اور ابن صیاد کے بارہ میں دجال کا شبہ ظاہر فرمایا تو حضرت سودہؓ دجال کی باتیں سن کر اس سے سخت خوفزدہ ہوتی تھیں۔ ایک دن جو یہ ذکر ہوا کہ دجال ظاہر ہوگیا ہے تو وہ فوراً چارپائی کے نیچے جا چھپیں۔ وہ اپنی سادہ لوحی کی ایسی باتوں سے نبی کریمؐ کو بعض

دفعہ خوب ہنساتی تھیں۔

ایک دفعہ انکو رات کے وقت نبی کریمؐ کے ساتھ عبادت کرنے کا جوشوق ہوا تو حضورؐ کے ساتھ نماز تہجد میں کھڑی ہوگیں حضورؐ نے اپنے معمول کے مطابق لمبی نماز پڑھی۔ حضرت سودہؓ حضورؐ کے ساتھ بمشکل ایک رکعت ہی ادا کرسکیں کیو نکہ جسم خاصہ بھاری تھا۔ بعد میں نبی کریمؐ کی خدمت میں نہایت سادگی سے عرض کیا کہ رات میں نے آپ کے پیچھے تہجد کی نماز شروع کی۔ بس ایک رکعت ہی پڑھ سکی باقی تھک ہار کر چھوڑ دی کیونکہ مجھے تو نکسیر پھوٹ پڑنے کا خوف دامنگیر ہو چلا تھا۔ (زرقانی) 16

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کھیر یا حلوا بنایا جو حضرت سودہؓ کو پسند نہیں آیا حضرت عائشہؓ نے کھانے کے لئے اصرار کیا مگر وہ نہ مانیں. حضرت عائشہؓ کو کیا سوجھی کہ وہ مالیدہ حضرت سودہؓ کے منہ پر لیپ کر دیا۔ نبی کریمؐ دیکھ کر محظوظ بھی ہوئے مگر یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ حضرت سودہؓ کو بدلہ لینے کا پورا حق ہے اور یہ چاہیں تو حضرت عائشہؓ کے منہ پر وہی مالیدہ مل سکتی ہیں۔ حضرت سودہؓ نے بدلہ لیتے ہوئے مالیدہ حضرت عائشہؓ کے منہ پر مل دیا اور رسول اللہؐ دیکھ کر مسکراتے رہے۔ (ھیثمی) 17

حضرت عائشہؓ کو حضرت سودہؓ کی مرنجاں مرنج سادہ اور صاف دل طبیعت بہت پسند تھی فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تمام لوگوں سے بڑھکر حضرت سودہؓ کی

بھولی ادائیں ایسی بھلی معلوم ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ انہیں اپنانے کو جی چاہتا ہے۔ البتہ حضرت سودہؓ کی طبیعت میں کچھ تیزی بھی تھی مگر غصہ بہت جلد دور ہو جاتا تھا۔ (زرقانی) 18

شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت سودہؓ نے اپنے بڑھاپے کے باعث محسوس کیا کہ گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی ان پر بوجھ ہے۔ اور ازدواجی تعلق کی انہیں حاجت نہیں رہی مگر یہ دلی تمنا ضرور تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بابرکت عقد تادم حیات قائم رہے۔ انہوں نے ازخود نبی کریمؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ مجھے دیگر ازواج سے مقابلہ کی کوئی تمنا نہیں صرف اتنی خواہش ہے کہ قیامت کے روز آپ کی بیویوں میں میرا حشر ہو۔ آپؐ سے علیحدگی نہیں چاہتی تاہم اپنے حقوق ازدواج حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑتی ہوں بےشک میری باری ان کو دیدی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ وسلم نے انکی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انکی یہ تجویز قبول فرمالی، مگر انکے جملہ اخراجات حسب سابق ادا ہوتے رہے۔ (زرقانی) 19

مدنی دور میں آنحضرت ﷺ کو تربیتی وقومی ضروریات کی بنا پر متعدد شادیاں کرنی پڑیں اور بیک وقت نو بیویاں تک آپ کے گھر میں رہیں مگر کبھی ان کی ذمہ داریوں سے گھبرائے نہیں بلکہ نہایت حسن انتظام اور کمال اعتدال اور عدل وانصاف کے ساتھ سب کے حقوق ادا کئے اور سب کا خیال رکھا۔

آپؐ نمازعصر کے بعد سب بیویوں کو اس بیوی کے گھر میں اکٹھا کر لیتے جہاں آپ کی باری ہوتی تھی۔ یوں سب سے روزانہ اجتماعی ملاقات ہو جاتی تھی۔

ہر چند کہ آٹھ دن کے بعد ایک بیوی کی باری آتی تھی۔مگر آنحضرتؐ کی محبت وشفقت ایسی غالب تھی کہ ہر بیوی کو آپؐ کی رفاقت پر ناز تھا۔ وہ ہر حال میں رسول خداؐ کے ساتھ راضی اور خوش رہتی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ ان نو بیویوں میں سے کبھی کسی بیوی نے علیحدگی کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ فتوحات وغنائم کے دور میں بیویوں کے بعض دنیوی مطالبات کے جواب میں جب سورۃ احزاب کی آیت تخییر اتری جس میں بیویوں کو مال و دولت اور اپنے حقوق لیکر رسول کریم ﷺ سے علیحدہ ہو جانے کا اختیار دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَافَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحاً جَمِیْلًا (الاحزاب 29)

یعنی اے ازواج! اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی خواہاں ہو تو آؤ میں تمہیں دنیوی متاع دیکر جدا کر کے عمدگی سے رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر اللہ اسکے رسول کو اختیار کرنا چاہتی ہو تو ایسی نیک عورتوں کے لیے اللہ نے بڑا اجر مقرر کر چھوڑا ہے۔

اس حکم کے نازل ہونے پر رسول کریم ﷺ نے باری باری سب بیویوں سے ان کی مرضی پوچھی کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ فقر و غربت میں

گذارہ کرنا پسند کرتی ہیں یا جدائی چاہتی ہیں تو سب بیویوں نے بلا توقف یہی مرضی ظاہر کی کہ وہ کسی حال میں بھی رسول خدا ﷺ کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتیں۔سب سے پہلے جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو یہ اختیار دیکر ان کی رائے لینا چاہی تو اس خیال سے کہ نوعمر ہیں کہیں عجلت سے کوئی غلط فیصلہ نہ کر بیٹھیں۔ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ اے عائشہؓ ایک نہایت اہم اور نازک معاملے میں تمہیں حسب حکم الٰہی جو اختیار دینے والا ہوں اس کے بارے میں فیصلہ سوچ سمجھ کر اور والدین سے مشورہ کے بعد کرنا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا خود بے شک نوعمر تھیں مگر ان کا جواب کیسا کہنہ مشق اور کیا خوب تھا کہ ''یا رسول اللہؐ میں کس بارے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ کیا خدا کے رسول سے جدائی اختیار کرنے کے بارے میں صلاح کروں گی؟

حضرت عائشہؓ بڑے ناز سے فرمایا کرتی تھیں کہ شاید رسول اللہؐ نے مجھے ماں باپ سے مشورہ کرنے کو اس لئے کہا تھا کہ آپؐ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے ہرگز رسول خداؐ سے جدا ہونے کا مشورہ نہ دیں گے۔(بخاری)[20]

خانگی امور کی بجا آوری

بیویوں کی اس فدائیت کی وجہ دراصل آنحضرت ﷺ کا ان کے ساتھ بے تکلف رہن سہن اور حسن سلوک ہی تھا، باوجودیکہ تمام دنیا کی ہدایت اور ایک عالم تک پیغام حق پہنچانے کی کٹھن ذمہ داری آپؐ کے نازک کندھوں پر تھی۔

بندوں کے حق ادا کرنے کے علاوہ آپ کو اپنے مولیٰ کی عبادت کا حق بھی پورا کرنا ہوتا تھا، لیکن حیرت ہے گھر کے کام کاج میں دوسری ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی کمی واقع نہیں ہونے دیتے تھے۔آپؐ گھریلو کام کاج کو بھی اتنا ہی اہم سمجھتے تھے جیسا کہ دوسری ذمہ داریوں کو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جتنا وقت آپؐ گھر پر ہوتے تھے گھر والوں کی مدد اور خدمت میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کو نماز کا بلاوا آتا اور آپؐ مسجد تشریف لے جاتے۔(بخاری) 21

کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔فرمانے لگیں آپ تمام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے بکری خود دوہ لیتے تھے اور ذاتی کام خود کرلیا کرتے تھے۔(احمد) 22

اسی طرح بیان کیا کہ آپؐ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے، جوتے ٹانک لیا کرتے تھے اور گھر کا ڈول وغیرہ خود مرمت کر لیتے تھے۔(احمد) 23

رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر کھانا یا دودھ خود تناول فرمالیتے۔(مسلم) 24

بیویوں میں عدل

کوشش فرماتے کہ تمام بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں سرِ مُو فرق نہ آئے۔جنگوں میں جاتے ہوئے بیویوں میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے تھے اور جس کا قرعہ نکلتا اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔(بخاری)25

ہر چند کہ آیت ''تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُؤۡوِیۡۤ اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ''(سورۃ الاحزاب:52) کے مطابق آپؐ کو اختیار تھا کہ بیویوں میں سے آپؐ جس کو چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے ہاں جگہ دے دیں۔پھر بھی زندگی میں ایک دفعہ بھی آپؐ نے یہ اختیار استعمال نہیں فرمایا کہ بلاوجہ معمول کی باریوں میں کوئی تفریق کی ہو۔حضرت عائشہؓ اپنے خاص انداز محبت میں عرض کیا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو میں تو صرف آپ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔(بخاری)26

بیویوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ آخری بیماری میں بھی جب ازدواجی حقوق کی ادائیگی کے بجائے آپ کی تیمارداری کا سوال کہیں زیادہ اہم تھا۔اس وقت بھی آپؐ نے اس دلی خواہش کے باوجود کہ حضرت عائشہؓ جیسی مزاج شناس بیوی آپؐ کی تیمارداری کرے آپؐ نے باری کی تقسیم کو مقدم رکھا۔البتہ حضرت عائشہؓ کی باری کی تمنا کرتے ہوئے بار بار پوچھتے

ضرور رہے کہ کل میری باری کہاں ہے؟ یہاں تک کہ بیویوں نے خود ہی عائشہؓ کے گھر میں آپ کو تیمارداری کی اجازت دی۔(بخاری) 27

الغرض ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ جو تقویٰ کے بلند اور روشن مینار پر فائز تھے۔ بسا اوقات اس خیال سے کہ دل کے جذبوں اور طبعی میلان پر تو کوئی اختیار نہیں اس لئے اگر سب بیویوں کے برابر حقوق ادا کرنے کے بعد بھی میلان طبع کسی بیوی کی جانب ہو گیا تو کہیں میرا مولیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ اتنے مخلصانہ عدل اور منصفانہ تقسیم کے بعد بھی آپ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تو جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ انسانی حد تک جو برابر منصفانہ تقسیم ہو سکتی تھی وہ تو میں کرتا ہوں اور اپنے اختیار سے بری الذمہ ہوں۔ میرے مولیٰ اب دل پر تو میرا اختیار نہیں اگر قلبی میلان کسی کی خوبی اور جوہر قابل کی طرف ہے تو تو مجھے معاف فرما۔(ابوداؤد) 28

محبت والفت کی ادائیں

اسلام سے پہلے عورت کی ناقدری اور ذلت کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اسے سب گھر والوں سے جدا رہنا پڑتا تھا۔ خاوند کے ساتھ بیٹھنا تو درکنار اہل خانہ بھی اس سے میل جول نہ رکھتے تھے۔(مسلم) 29

آنحضرت ﷺ نے اس معاشرتی برائی کو دور کیا اور آپ کی شریعت میں یہ حکم اترا کہ حیض ایک تکلیف دہ عارضہ ہے ان ایام میں صرف ازدواجی

تعلقات کی ممانعت ہے عام معاشرت ہرگز منع نہیں۔(سورۃ البقرہ:223)چنانچہ آنحضور ﷺ بیویوں کے مخصوص ایام میں ان کا اور زیادہ لحاظ فرماتے۔ان کے ساتھ مل بیٹھتے۔بستر میں ان کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایام مخصوصہ میں بھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ میرے ساتھ کھانا تناول کرتے ہوئے حضورؐ گوشت کی ہڈی یا بوٹی میرے ہاتھ سے لے لیتے اور بڑی محبت کے ساتھ اس جگہ منہ رکھ کر کھاتے جہاں سے میں نے اسے کھایا ہوتا تھا۔میں کئی دفعہ پانی پی کر برتن حضورؐ کو پکڑا دیتی تھی حضور ﷺ وہ جگہ ڈھونڈ کر جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا تھا وہیں منہ رکھ کر پانی پیتے تھے(اور یہ آپؐ کے پیار کا ایک انوکھا اور ادنیٰ سا اظہار ہوتا تھا)۔(ابوداؤد)30

بیماری میں اہل خانہ کا خیال

بیویوں میں سے کوئی بیمار پڑ جاتی تو آپؐ بذات خود اس کی تیمارداری فرماتے۔تیمارداری کا یہ سلوک کس قدر نمایاں اور ناقابلِ فراموش ہوتا تھا اس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ہوتا ہے۔آپؓ فرماتی ہیں کہ واقعہ افک میں الزام لگنے کے زمانہ میں،مَیں اتفاق سے بیمار پڑ گئی۔تو اس وقت تک مجھے اپنے خلاف لگنے والے الزامات کی کوئی خبر نہ تھی،البتہ ایک بات مجھے ضرور کھٹکتی تھی کہ ان دنوں میں میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے محبت اور شفقت بھرا تیمارداری کا وہ کریمانہ سلوک محسوس نہیں کرتی تھی جو اس سے پہلے بیماری میں

آپ فرمایا کرتے تھے۔ واقعہ افک کے زمانہ میں تو بس اتنا تھا کہ آپؐ میرے پاس آتے۔ سلام کرتے اور یہ کہہ کر کہ کیسی ہو واپس تشریف لے جاتے۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی کہ پہلے تو بیماری میں بڑے ناز اٹھاتے تھے اب ان کو کیا ہو گیا ہے؟ (بخاری) 31

حضرت عائشہ کی دلداریاں

یوں تو آپ سب بیویوں کی دلداری کا کوئی موقع ہاتھ جانے نہ دیتے تھے۔ مگر حضرت عائشہؓ کم سنی کے علاوہ زیرکی، ذہانت اور مزاج شناس ہونے کی وجہ سے آپؐ کی شفقت کا خاص مورد ہوتی تھیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ عائشہؓ کی فضیلت باقی بیویوں پر ایسے ہے جیسے ثرید یعنی گوشت والے کھانے کو دوسرے کھانے پر فضیلت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ بیویوں نے اسپر احتجاج کیا تو فرمایا کہ بیویوں میں سے صرف عائشہؓ ہی ہے جن کے بستر میں بھی مجھے وحی ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے ساتھ خدا کا سلوک بھی نرالا ہے۔ (بخاری) 32

حضرت عائشہؓ کی نوعمری کی وجہ سے بھی ان کے ساتھ حسن سلوک تھا، حضرت عائشہؓ خود بیان فرماتی ہیں کہ

''شادی کے بعد بھی میں آنحضرت ﷺ کے گھر میں گڑیاں کھیلا کرتی تھی۔ میری کچھ سہیلیاں میرے ساتھ کھیلنے آتی تھیں۔ حضورؐ گھر میں تشریف لاتے تو وہ حضورؐ کے رعب سے بھاگ جاتیں۔ حضور میری خاطر ان کو اکٹھا کر کے

واپس گھر لے آتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔ (بخاری) 33

پروں والا گھوڑا

آپ بیویوں کے ساتھ ان کی دلچسپی اور ان کے معیار کے مطابق باتیں کرنا پسند فرماتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم کمرے میں تھے ہوا کا جھونکا آیا تو الماری کا وہ پردہ ہٹ گیا جس کے پیچھے میری کھیلنے کی گڑیاں رکھی تھیں۔ رسول کریم ﷺ دیکھ کر فرمانے لگے۔ عائشہؓ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور میری گڑیاں ہیں۔ حضورؐ اس توجہ سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمارہے تھے کہ گڑیوں کے درمیان میں چمڑے کے دو پروں والا جو ایک گھوڑا آپؐ نے دیکھا اس کے بارے میں پوچھا کہ عائشہؓ ان گڑیوں کے درمیان میں کیا رکھا ہے۔ میں نے کہا گھوڑا ہے۔ آپؐ پروں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے۔ اس کے اوپر کیا لگا ہے میں نے کہا اس گھوڑے کے دو پر ہیں۔ تعجب سے فرمانے لگے گھوڑے کے دو پرَ؟ میں نے کہا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر ہوتے تھے۔ اس پر آنحضرت ﷺ ہنسے اتنا ہنسے کہ مجھے آپ کے دانت نظر آنے لگے۔ (ابوداؤد) 34

ہار کی گمشدگی

سفر میں جو بیوی بھی ہمراہ ہوتی اس کے آرام اور دلداری کا خاص خیال

رکھتے۔ روایات میں حضرت عائشہؓ کا ہار ایک سے زیادہ مرتبہ گم ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ایک ایسے ہی موقعے پر آنحضرت ﷺ نے کمال شفقت سے حضرت عائشہؓ کے ہار کی تلاش میں کچھ لوگ بھجوائے۔ اسلامی لشکر کو اس جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں پینے کے لئے پانی میسر تھا نہ وضو کے لئے۔ ایسی صورت میں حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابو بکرؓ بھی ان سے ناراض ہوگئے اور سختی سے فرمانے لگے۔ ''عائشہؓ! تم ہر سفر میں ہی مصیبت اور تکلیف کے سامان پیدا کرتی ہو۔'' مگر آنحضرت ﷺ نے کبھی ایسے موقع پر حضرت عائشہؓ کو جھڑکا تک نہیں خواہ ان کی وجہ سے آپؐ کو پورے لشکر کے کُوچ کا پروگرام بدلنا پڑا اور تکلیف بھی اٹھانی پڑی۔ گھر میں تو دلداری کے ایسے نظارے اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتے تھے۔

عید کی رونق

عید کا دن ہے حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بُعاث کے نغمے گا رہی ہیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لاتے ہیں اور اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو ڈانٹتے ہیں کہ رسول ﷺ کے گھر میں یہ گانا بجانا کیسا؟ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کی طرفداری کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے ابو بکرؓ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے ان بچیوں کو خوشی کر لینے دو۔ (بخاری) 35

ایک اور عید کے موقع پر اہل حبشہ مسجد نبوی کے وسیع دالان میں جنگی کرتب دکھا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں کہ کیا تم بھی یہ کرتب دیکھنا پسند کرو گی اور پھر ان کی خواہش پر انہیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں دیر تک آپؐ کے پیچھے کھڑی رہی اور آپؐ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھے آپؐ کے رخسار کے ساتھ رخسار ملا کے یہ کھیل دیکھتی رہیں آپؐ میرا بوجھ سہارے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ میں خود تھک گئی۔ آپؐ فرمانے لگے اچھا کافی ہے تو پھر اب گھر چلی جاؤ۔ (بخاری) 36

حضرت عائشہؓ یہ واقعہ سنا کر فرمایا کرتی تھیں کہ نوعمر لڑکیوں کو کھیل تماشا کا شوق ہوتا ہے۔ دیکھو آنحضرت ﷺ ان کے جذبات کا کتنا لحاظ رکھتے تھے اور ان کی ہر جائز خواہش پورا کرنے میں کوئی تامل نہیں فرماتے تھے۔ ہر چند کہ عائشہؓ سے شادی کے وقت عمروں کا تفاوت چالیس برس سے بھی زائد تھا جو بہت سنجیدگی اور تکلف پیدا کر سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی دل لگی اور ناز برداری کے لئے کبھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

کہانیوں کی بے تکلف مجلس

رسول کریمؐ عائشہؓ کا دل بہلانے کے لئے ہمیں کہانیاں سناتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو تیرہ عورتوں کی کہانی بھی سنائی، جنہوں نے ایک دوسرے کو اپنے خاوندوں کے کچے چٹھے خوب کھول کر

سنائے ،مگر ایک عورت ام زرعہ جسے کہانی کے مطابق اس کے خاوند ابوزرعہ نے بعد میں طلاق دے کر اور شادی کر لی تھی ۔اس نے اپنے خاوند کی جی بھر کر تعریف کی اور کہا کہ میری اور عائشہؓ کی مثال ابوزرعہؓ کی سی ہے ۔تم میری ام زرعہ ہو اور میں تمھارا ابوزرعہ ہوں ۔مگر یہ فرق ہے کہ ابوزرعہ نے تو ام زرعہ کو طلاق دے دی تھی ۔میں تمھیں طلاق ہرگز نہ دوں گا ۔(بخاری) 37

دعوت طعام میں بیوی کی معیت

رسول کریمؐ کو عائشہؓ کے جذبات و احساسات کا جس قدر خیال ہوتا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ایرانی باشندہ رسول کریمؐ کا ہمسایہ تھا، جو سالن بہت عمدہ پکاتا تھا ۔اس نے ایک دن رسول کریمؐ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دینے آیا ۔آنحضورؐ کی باری عائشہؓ کے ہاں تھی ۔وہ اس وقت پاس ہی تھیں آپؐ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا یہ بھی ساتھ آجائیں ۔اُس نے غالبًا تکلف اور زیادہ اہتمام کرنے کے اندیشے سے نفی میں جواب دیا آپؐ نے فرمایا پھر میں بھی نہیں آتا ۔تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ بلانے آیا تو آپؐ نے پھر فرمایا میری بیوی بھی ساتھ آئے گی؟ اس نے پھر نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے دعوت میں جانے سے معذرت کر دی ۔وہ چلا گیا، تھوڑی دیر بعد پھر آکر گھر آنے کی دعوت دی تو آپؐ نے پھر اپنا وہی سوال دہرایا کہ عائشہؓ بھی آجائیں تو اس مرتبہ اس نے حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لانے کی حامی بھر لی ۔اس پر

آپؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں اس ایرانی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم) 38

آنحضرتؐ کی ایک بیوی حضرت صفیہؓ تھیں، جو رسول اللہؐ کے شدید معاند اور یہودی قبیلہ بنی نضیر کے مشہور سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جنگ خیبر میں حضرت صفیہؓ کا باپ اور ان کا خاوند مسلمانوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے، مگر آنحضرت ﷺ نے پھر بھی یہود خیبر پر احسان فرماتے ہوئے حضرت صفیہؓ بنت حیی کو اپنے عقد میں لینا پسند فرمایا۔ اپنے جانی دشمن کی بیٹی صفیہؓ کو بیوی بنا کر اپنی شفقتوں اور احسانوں سے جس طرح انہیں اپنا گرویدہ کیا اور ان کا دل آپؐ نے جیتا وہ بلاشبہ انقلاب آفرین ہے۔ جنگ خیبر سے واپسی کا وقت آیا تو صحابہ کرام نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ آنحضرتؐ اونٹ پر حضرت صفیہؓ کے لئے خود جگہ بنا رہے ہیں وہ عبا جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی اتاری اور اسے تہہ کر کے حضرت صفیہؓ کے بیٹھنے کی جگہ پر بچھا دیا۔ پھر ان کو سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ (بخاری) 39

خود حضرت صفیہؓ کا بیان ہے کہ چونکہ جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ میرے باپ اور شوہر مارے گئے تھے اس لئے میرے دل میں آپ کے لئے انتہائی نفرت تھی مگر آپؐ نے میرے ساتھ ایسا حسن سلوک فرمایا کہ میرے دل

کی سب کدورت جاتی رہی۔حضرت صفیہؓ بیان فرماتی ہیں کہ خیبر سے ہم رات کے وقت چلے تو آپؐ نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیا مجھے اونگھ آ گئی اور سر پالان کی لکڑی سے جاٹکرایا۔حضورؐ نے بڑے پیار سے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھ دیا اور فرمانے لگے۔اے لڑکی۔اے حیی کی بیٹی ذرا احتیاط ذرا اپنا خیال رکھو۔پھر رات کو جب ایک جگہ پڑاؤ کیا تو وہاں میرے ساتھ بہت بہت محبت بھری باتیں کیں۔فرمانے لگے دیکھو تمھارا باپ میرے خلاف تمام عرب کو کھینچ لایا تھا اور ہم پر حملہ کرنے میں پہل اس نے کی تھی اور یہ سلوک ہم سے روا رکھا تھا جس کی بنا پر مجبوراً تیری قوم کے ساتھ ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا،جس پر میں بہت معذرت خواہ ہوں۔مگر تم خود جانتی ہو کہ یہ سب کچھ ہمیں مجبوراً اور جواباً کرنا پڑا ہے۔حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں رسول کریمؐ کے پاس سے اٹھی تو آپؐ کی محبت میرے دل میں ایسی رچ بس چکی تھی کہ دنیا میں آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ رہا۔(ھیثمی)40

اہل خانہ کی تربیت

''قوام''اور''راعی''یعنی سرپرست اور نگران ہونے کے ناطے بیویوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے اپنی تمام تر دلداریوں اور شفقتوں کے ساتھ تربیت کی ذمہ داری ادا کرنے کا حق ہمارے آقا و مولی ﷺ نے خوب ادا فرمایا۔حسب ارشاد خداوندی جب بیویوں نے آیت

تخییر کے بعد آپؐ کے پاس رہنا ہی پسند فرمایا تو آپ کا ازواج مطہرات کو یہی درس ہوتا ہے کہ آپؐ دنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔ اسلئے تقویٰ اختیار کریں۔اورلوچ دار آواز سے بات نہ کریں کہ منافق کوئی بدخیال دل میں لائے اور زیادہ وقت گھروں میں ہی ٹھہری رہا کریں۔اور جاہلیت کے طریق کے مطابق زینت وآرائش کے اظہار سے باز رہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں کمربستہ رہیں۔جب کسی غیرمرد سے بات کرنی ہوتو برعایت پردہ ایسا کریں اور جب باہر نکلیں تو اوڑھنیاں اس طرح لیا کریں کہ پہچانی نہ جائیں''۔یہ سب احکام وہ تھے جن پر عمل درآمد کے نتیجہ میں اہل بیت اور ازواج مطہرات نے مدینہ میں ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کردیا۔

رسول اللہؐ کے گھر میں قیام عبادت کی طرف ہمیشہ توجہ رہی۔آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بہت خوش قسمت ہیں وہ میاں بیوی جو ایک دوسرے کو نماز اور عبادت کے لئے بیدار کرتے ہوں اور اگر ایک نہ جاگے تو دوسرا اس پر پانی کے چھینٹے پھینک کر اسے جگائے۔(ابن ماجہ) 41

اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپؐ کا یہی سلوک تھا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور رات کو نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی دو رکعت ادا کرلو۔(بخاری) 42

اسی طرح آپ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں تو بطور خاص آپ خود بھی کمر ہمت کس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے جگاتے تھے۔(بخاری)43

ایک رات کا ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز تہجد کے لئے اٹھے ہوئے تھے وحی الٰہی کے ذریعہ سے آپ کو آئندہ کے احوال اور فتنوں کے کچھ خبریں بتائی گئی ہیں جس کے بعد ایک پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں آپ بیویوں کو نماز اور دعا کے لئے جگانے لگے اور فرمایا ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ۔اور پھر اس نصیحت کو مزید اثر انگیز بنانے کے لئے ایک عجیب پُرحکمت جملہ فرمایا جو پوری زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔فرمایا:۔

''دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہوگی تو وہ اس لباس سے عاری ہوں گی۔''(بخاری)44

باجماعت نماز

ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع تھیں۔رسول کریمؐ نے دیکھا کہ سب اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی ہیں۔اُم سلمہؓ کو فرمایا تم نے ان کو نماز باجماعت کیوں نہ پڑھا دی؟ ام سلمہؓ نے پوچھا کیا یہ جائز ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جب تم زیادہ عورتیں ہو تو ایک درمیان میں کھڑی ہوکر امامت کروالیا

کرے۔اس طرح آپؐ نے نماز باجماعت اور عبادت الٰہی کا شوق ان میں پیدا کیا۔(مجموع)45

محبت الٰہی کے نرالے انداز

اللہ کی یاد اور اس کی صفات کا تذکرہ تو اکثر ہی گھر میں رہتا تھا۔عجب ڈھنگ اور نرالے انداز سے آپؐ اہل خانہ کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی عبادت کا شوق پیدا فرماتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے۔مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔حضرت عائشہؓ نے وفور شوق سے عرض کیا حضور پھر مجھے بھی وہ صفت بتائیے نا۔آنحضورؐ نے فرمایا میرے خیال میں تمہیں بتانا مناسب نہیں۔ حضرت عائشہؓ جیسے روٹھ کر ایک طرف جا بیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالم میں خود اٹھیں رسول کریمؐ کے پاس آکر کھڑی ہوگئیں۔آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ بات دراصل یہ ہے کہ اس صفت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اسلئے میں بتانا نہیں چاہتا۔تب حضرت عائشہؓ پھر روٹھ کر الگ ہو جاتی ہیں کہ اچھا نہ تو نہ سہی۔پھر آپ وضو کر کے مصلّٰی بچھاتی ہیں اور حضورؐ کو سنا سنا کر بآواز بلند یہ دعا کرتی ہیں کہ اے میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے ناموں اور

صفتوں کا واسطہ۔ ان صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور ان کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تو اپنی اس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک فرما۔

آنحضرتؐ پاس بیٹھے دیکھتے جاتے اور مسکراتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے عائشہؓ بے شک وہ صفت انہی صفات میں سے ہے جو تم نے شمار کر ڈالیں۔ (ابن ماجہ) 46

قیام توحید

بیویوں کے دل میں توحید باری کی عظمت کے قیام کا خیال آپ کو بوقت وفات بھی تھا۔ آپؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجے کا ذکر کیا جو ماریہ (حضرت مریمؑ) کے نام سے موسوم تھا تو اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی آپ نے بیویوں کی توجہ توحید باری کی طرف مبذول کراتے ہوئے فوراً گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا اور فرمایا ''برا ہو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔'' (بخاری) 47

گویا بالفظ دیگر اپنی وفات کو قریب جانتے ہوئے آپؐ بیویوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو تم لوگ میری قبر کو شرک گاہ نہ بنا دینا میرے بعد توحید پر قائم رہنا۔

تحمل وایثار

جہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو جذبہ غیرت کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے۔آنحضرتؐ کے لئے ایک اہم اور نازک مسئلہ یہی ہوسکتا تھا،مگر آپ اکثر و بیشتر اس کا مداوا اور حل خود تکلیف اٹھا کر اور اپنی ذاتی قربانی کے ذریعہ سے تلاش کر لیا کرتے۔ایک دفعہ آپ کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی۔کسی اور بیوی نے کچھ کھانا تحفتہً وہاں بھجوا دیا۔حضرت عائشہؓ کی رسول اللہؐ سے محبت اور طبعی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی باری میں کوئی اور بیوی حضورؐ کی خدمت کا شرف پائے۔انہوں نے غصے میں وہ کھانے سے بھرا پیالہ زمین پر دے مارا۔کھانا گر گیا،پیالہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔کھانا لانے والا خادم پاس حیران کھڑا ہے۔رسول کریمؐ بھی یہ سب تماشا کمال تحمل سے دیکھ رہے ہیں۔مگر حضرت عائشہؓ پر کوئی سختی نہیں فرماتے چپکے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے زمین پر گرا ہوا کھانا جمع کرنا شروع کرتے ہیں۔حضرت عائشہؓ کے لئے تو یہی کافی تھا حضورؐ کے اس ردعمل سے یقیناً ان کو سخت ندامت ہوئی ہوگی۔چنانچہ جب رسول کریم ﷺ نے ان کو فرمایا کہ اے عائشہؓ جو پیالہ توڑا ہے۔اس کے بدلے میں اب اپنا کوئی پیالہ واپس کر دو تو حضرت عائشہؓ نے بخوشی اس خادم کو اپنا پیالہ دے کر رخصت کیا۔(نسائی) 48

حضرت میمونہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول کریمؐ کی میرے ہاں

باری تھی۔آپؐ باہر تشریف لے گئے۔میں نے دروازہ بند کر دیا۔آپؐ نے واپس آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔آپؐ نے فرمایا تمہیں قسم ہے کہ تم ضرور دروازہ کھولوگی۔میں نے کہا آپؐ میری باری میں کسی اور بیوی کے ہاں کیوں گئے تھے۔آپؐ نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے تو پیشاب کی شدید حاجت محسوس ہوئی اسکے لئے باہر نکلا تھا۔(ابن سعد)49

اہل خانہ کیلئے ایثار

آپؐ جائز حد تک اپنی بیویوں کی خاطر اپنے نفس کی قربانی میں کوئی تامل نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک بیوی کے ہاں ٹھہر کر شہد کا شربت پیا، وہاں معمول سے کچھ زیادہ آپ کا وقت لگ گیا تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہ غیرت شہد ترک کروانے کی خاطر حضورؐ سے شہد کی خاص بو کی شکایت اس انداز میں کی کہ لگتا ہے حضورؐ نے فلاں بدبودار بوٹی کا رس چوسنے والی مکھی کا شہد پیا ہے۔حضورؐ کے لئے یہ اشارہ کافی تھا۔آپؐ نے دونوں بیویوں کے جذبات کی خاطر شہد ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا عزم کر لیا اور فرمایا کہ اب میں کبھی شہد کا شربت نہ پیئوں گا۔(بخاری)50 یہاں تک کہ قرآن شریف میں آپ کو ارشاد ہوا کہ اے نبی محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال

چیزوں کو کیوں حرام کرتے ہو۔ (سورۃ التحریم:2)

آپؐ بیویوں کی باتیں جس حد تک سنتے اور برداشت فرماتے تھے اس پر ازواج مطہرات کے عزیز و اقارب کو تو تعجب ہوتا تھا، مگر آنحضرتؐ نے کبھی اسکا بُرا نہیں منایا اور اپنی نرم خوئی میں کبھی سختی اور درشتی نہیں آنے دی۔

کمال عفو

ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت ﷺ سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے کہ خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرتؐ یہ دیکھتے ہی باپ اور بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو رسول کریمؐ حضرت عائشہؓ سے ازراہ تفنن فرمانے لگے۔ دیکھا آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا؟ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے دیکھو بھئی تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کر لو۔ (ابوداؤد) 51

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ کے ساتھ ایک دفعہ کچھ

تکرار ہوگئی آپ فرمانے لگے کہ تم کسی کو ثالث بنالو۔کیا عمر بن الخطابؓ ثالث منظور ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے کہا نہیں وہ سخت اور درشت ہیں۔آپؐ نے فرمایا اچھا اپنے والد کو ثالث بنالو۔کہنے لگیں ٹھیک ہے تب رسول اللہؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلوا بھیجا اور بات شروع کی کہ عائشہؓ کی یہ بات یوں ہوئی۔میں نے کہا آپ اللہ سے ڈریں اور سوائے سچ کے کچھ نہ کہیں۔اس پر حضرت ابوبکرؓ نے زور سے مجھے تھپڑ رسید کیا اور فرمانے لگے تمہاری ماں کھوئے۔تم اور تمہارا باپ سچ بولتے ہو اور خدا کا رسول حق نہیں کہتا اس تھپڑ کے نتیجہ میں مجھے نکسیر پھوٹ پڑی۔رسول کریم ﷺ فرمانے لگے اے ابوبکرؓ! ہم نے تجھے اس لئے تو نہیں بلایا تھا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے ایک کھجور کی چھڑی لی اور مجھے مارنے کو دوڑے۔ میں آگے آگے بھاگی اور جا کر رسول اللہؐ سے چمٹ گئی۔رسول کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا میں آپؐ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اب آپؐ چلے جائیں۔ہم نے آپؐ کو اسلئے نہیں بلایا تھا۔جب وہ چلے گئے تو میں رسول اللہؐ سے الگ ہو کر ایک طرف جا بیٹھی۔آپؐ فرمانے لگے عائشہؓ میرے قریب جاؤ۔میں نہیں گئی تو آپؐ مسکرا کر فرمانے لگے ابھی تھوڑی دیر پہلے تو تم نے میری کمر کو بڑے زور سے پکڑ رکھا تھا اور خوب چمٹی ہوئی تھیں۔(السمط) 52

اندازِ الفت

حضرت عائشہؓ کے تو آپ بہت ہی ناز اٹھاتے تھے ایک دفعہ ان سے فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہوتو اپنی گفتگو میں رب محمدؐ کہہ کر قسم کھاتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہوتو رب ابراہیمؑ کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہاں یارسول اللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر بس میں صرف زبان سے ہی آپؐ کا نام چھوڑتی ہوں (دل سے تو آپؐ کی محبت نہیں جاسکتی) (بخاری) 53

حضور کی بیوی حفصہ بنت عمرؓ کچھ تیز طبیعت تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی بیوی نے ان کو کوئی مشورہ دینا چاہا تو آپ سخت خفا ہوئے کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کی مداخلت کے کیا معنی؟ تب آپ کی بیوی کہنے لگیں کہ آپ کی اپنی بیٹی حفصہ تو رسول اللہؐ کے آگے بولتی ہے اور ان کو جواب دیتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ رسول کریم ﷺ سارا سارا دن ان سے ناراض رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اپنی بیٹی کے گھر پہنچے اور ان سے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے کہ تمہارے آگے سے بولنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ بعض دفعہ سارا دن ناراض رہتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یاد رکھو عائشہؓ کی ریس کرتے ہوئے تم کسی دن اپنا نقصان نہ کر لینا۔ پھر یہی نصیحت حضورؐ کی ایک اور بیوی حضرت ام سلمہؓ کو بھی کرنے گئے۔ وہ بھی آخر حضرت عمرؓ کی رشتہ دار تھیں فرمانے لگیں۔ اے عمرؓ اب رسول اللہؐ کے گھریلو

معاملات میں بھی تم مداخلت کرنے لگے۔ کیا اس کے لئے خود رسول اللہؐ کافی نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں خاموش ہو کر واپس لوٹا یہ واقعہ جب آنحضرت کو سنایا تو آپؐ خوب محظوظ ہوئے۔ (بخاری) 54

جائز سرزنش

ان شفقتوں کے باوجود اگر کبھی بیویوں کی طرف سے عدل سے ہٹی ہوئی کوئی بات سرزد ہوتی تو آپؐ سختی سے اس کا نوٹس بھی لیتے اور مناسب فیصلہ بھی فرماتے۔ ہر چند کہ حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پست قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھگنی (چھوٹے قد والی) کا طعنہ دے دیا۔ آنحضرتؐ کو پتہ چل گیا تو آپؐ نے بہت سرزنش کی۔ فرمایا یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔ (بخاری) 55

گویا آپ نے ''لَا تَنَابَزُوْ ابِالْاَلْقَابِ'' (سورۃ الحجرات: 12) کے قرآنی حکم کی سختی سے پابندی کروائی۔

بلا امتیاز عادلانہ فیصلوں کا یہ اصول تادم واپسیں برقرار رہا۔ آخری بیماری میں جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو امامت نماز کا ارشاد فرمایا تو حضرت

عائشہؓ نے اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو لوگ ابوبکرؓ کے مصلے پر آنے کی بدشگونی نہ لیں یہ مشورہ دیا کہ حضرت عمرؓ کونماز پڑھانے کے لئے کہہ دیا جائے۔حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر اس پر اصرار بھی کیا۔مگر آپؐ نے سختی کے ساتھ امامت ابوبکرؓ کا فیصلہ ہی نافذ کیا اور فرمایا۔

''تم یوسفؑ کوراہ راست سے بہکانے والی عورتوں کی طرح مجھے کیوں راہ حق سے ہٹانا چاہتی ہو''۔(بخاری)56

الغرض ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عدل اور احسان اور مروت کے ساتھ اہلی زندگی میں اپنے حقوق ادا کئے۔

ازواج مطہرات کی چاہت

آنخضرت ﷺ کی ان کمال ذرہ نوازیوں کا نتیجہ تھا کہ آپ کی تمام بیویاں آپ پر جان چھڑکتی تھیں۔زمانہ قرب وفات میں جب آنخضرتؐ نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ'' تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہان میں آملے گی'' تو بیویوں کی محبت کا یہ عالم تھا کہ عجب عالم شوق میں انہوں نے باہم ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے کہ وہ کون خوش نصیب بیوی ہے جو اس دار فانی سے کوچ کر کے اس دائمی گھر میں اپنے آقا کے قدموں میں سب سے پہلے پہنچتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے حسن و احسان کے ان جلووں نے بلاشبہ آپکی اہلی زندگی کو جنت نظیر بنا دیا تھا تبھی تو دوسرے جہاں کی جنت کے لئے بھی آپ کی بیویاں آپ سے ملنے کے لئے اتنی بے قرار نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم صحیح معنوں میں اپنی اہلی زندگیوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاک اسوہ اور خلق عظیم کے رنگ میں رنگین کرنے والے ہوں اور وہ پاکیزہ معاشرہ استوار کریں جس کے قیام کے لئے ہمارے سید و مولیٰ اس دنیا میں تشریف لائے۔

حوالہ جات

1 ترمذی کتاب المناقب

2 مسلم۔ کتاب الرضاع ۔باب الوصیة بالنساء۔ ۲۶۷۰

3 مسلم کتاب الرضاع باب الوصیة بالنساء۔ ۲۶۷۲

4 مسند احمد بحوالہ مجمع الزوائد جلد 9 ص5

5 بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبیؐ

6 بخاری کتاب الوصایا باب نفقة القیم للوقت

7 مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۳۲ بیرت

8 شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ

9 سیرت ابن هشام جلد ۱ ص ۲۰۴

10 بخاری بدء الوحی

11 صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل خدیجہؓ

12 بخاری کتاب الادب باب حسن العهد من الایمان

13 مسند احمد بن حنبل جلد ٦ ص ١١٨ مطبوعه بیروت

14 شر ح المواهب اللد نیه از علامه زرقانی جلد۳ص۲۲۷

15 شرح المواهب الله نیه از علامه زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۹

16 شرح المواهب ا للدنیه لزرقانی جلد ۳ ص۲۲۹

17 مجمع الزوائد جلد4ص36بیروت

18 شر ح المواهب اللدنیه از علامه لزر قانی جلد ص ۲۲۹

19 شرح المواب اللدنیه از علامه زرقانی ج ۳ ص۲۲۹

20 بخاری کتاب التفسیر سورة احزاب

21 بخاری کتاب الادب باب کیف یکون الرجل فی اهله

22 مسند احمد بن حنبل جلد ٦ ص342

23 مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص285

24 مسلم کتاب الاشربه باب اکرام الضیف

25 بخاری کتا ب الجهاد باب حمل الرجل امرأئه' فی الغزو

26 بخاری کتاب التفسیر سورةالاحزاب

27 بخاری کتاب المناقب باب فضل عائشهؓ

28 ابوداؤد کتاب النکاح باب فی القسم بین النساء

29 صیحح مسلم کتاب الحیض باب جوازغسل الحائض رأس زوجهاوترجیله

30 ابو دائود کتاب الطهاره باب فی مواکلة الحائض

31 بخاری کتاب المغازی باب غزوه بنی المصطلق

32 بخاری کتاب المناقب باب فضل عائشهؓ

33 بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس

34 ابو داؤد کتاب الادب باب فی اللعب بالبنات

35 بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین

36 بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق

37 بخاری کتاب النکاح باب حسن المعاشرة مع الاهل

38 مسلم کتاب الاطعمه باب مایفعل الضیف اذاتبعه غیر من دعاه صاحب الطعام

39 بخاری کتاب المغازی باب غزوه خیبر

40 مجمع الزوائد جلد ۹ ص15 بحواله طبرانی فی الاوسط

41 ابن ماجه اقامة الصلوة باب ماجاء فیمن ایقظ اهله من اللیل

42 بخاری کتاب الصلوة باب الصلوة خلف القائم

43 بخاری کتاب الصوم

44 بخاری کتاب الفتن باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه

45 مجموع الفقه بروایت زید بن علی ص43

46 ابن ماجه کتاب الدعاء باب اسم الله الاعظم

47 بخاری کتاب الصلوة باب الصلوة فی البیعة

48 سنن النسائی کتاب عشرة النساء باب الغیرة

49 الطبقات الکبریٰ جلد 1 ص365 مطبوعه بیروت

50 بخاری کتاب التفسیر سورة التحریم

51 ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح

52 ازواج النبی از محمد بن یوسف الصالحی مطبوعه بیروت بحواله السمط الثمین ص50

نبی کریمؐ بحثیت دوست

وفا ایک قیمتی جوہر ہے۔رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جو خدا کے بندوں کے احسانات کی قدر دانی نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔حقیقت یہ ہے وہ لوگ جو اپنے مولیٰ کے ساتھ وفا کے بے نظیر نمونے قائم کر کے دکھاتے ہیں انسانوں کے ساتھ تعلق اور دوستی میں ان سے بڑھ کر کوئی باوفا نہیں دیکھا گیا۔

نبی کریمؐ نے بحثیت دوست بھی اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھایا۔حضرت ابوبکرؓ آپ کے ابتدائی زمانہ کے ساتھی تھے۔ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کی تکرار ہوگئی۔نبی کریمؐ کو پتہ چلا تو حضرت عمرؓ سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ میرے ساتھی کو میرے لئے چھوڑو گے یا نہیں؟ (بخاری) 1

بلالؓ اور زید بن حارثہؓ جو مکی دور ابتلاء کے ساتھی تھے اور حضرت ابوبکرؓ جو سفر ہجرت کے آڑے وقت میں ہمسفر تھے، فتح مکہ کی عظیم الشان فتح کے وقت ان ساتھیوں کو رسول کریمؐ نے فراموش نہیں کیا۔اس روز آپ کی شاہی سواری کے دائیں ابوبکرؓ تھے تو بائیں بلالؓ اور زیدؓ اگرچہ فوت چکے تھے مگر اس کے بیٹے

اسامہؓ کو آپ نے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔اس طرح وفاؤں کے جلو میں یہ قافلہ مکے میں داخل ہوا۔(بخاری) 2

غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی ہورہی تھی اور نبی کریمؐ اپنے انصار اور مہاجرین دوستوں کے ساتھ مل کر یہ دعائیہ نغمے پڑھ رہے تھے۔

اللھم لا خیر الا خیر الاخرہ

فاغفر الانصار والمھاجرہ

اے اللہ! اصل بھلائی تو اخرت کی بھلائی ہے۔پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

رسول کریمؐ انصار مدینہ کی قربانیوں کی بہت قدر فرماتے تھے۔ایک دفعہ مدینہ میں انصار کی عورتیں اور بچے کسی شادی کی تقریب سے واپس لوٹ رہے تھے کہ رسول کریمؐ نے دیکھ لیا۔آپ ان کے سامنے جا کر کھڑے ہوگئے اور دو دفعہ وفور جذبات میں فرمایا ''خدا کی قسم! تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے ہو۔''(بخاری) 3

رسول کریمؐ کو اپنے خدام خاص سے خاص محبت تھی۔اوران کی خدمات کا خاص احترام آپ کے دل میں ہوتا تھا۔اس سلسلہ میں شہدائے احد کی مثال قابل ذکر ہے۔جن سے حضور کو گہری دلی محبت تھی۔چنانچہ اپنی زندگی کی شاندار فتح غزوۂ خیبر سے واپس آتے ہوئے جب احد مقام پر پہنچے تو وادیٔ احد کے شہید

آپؐ کو یاد آئے۔جن کے خون سے یہ وادی لالہ رنگ ہوئی تھی۔اور جن کو ان کے خونوں سمیت احد کے دامن میں دفن کیا گیا تھا۔آپ وادی احد سے گزرتے ہوئے فرمانے لگے۔احد کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں احد سے۔مراد اہل احد سے تھی۔ان مسکینوں سے جو دامن احد میں زیر خاک تھے اور ان زندوں سے بھی وادئ مدینہ میں آباد تھے۔(بخاری) 4

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ شہدائے احد کی شہادت کے آٹھ سال بعد (یعنی 11ھ میں اپنی وفات کے سال) رسول کریمؐ نے احد کے شہیدوں پر جاکر دعا کی۔صحابہؓ کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیسے آپ زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی الوداع کہہ رہے ہیں۔

دوستوں کے لئے غیرت

فتح مکہ کے سفر میں مرالظہران میں پڑاؤ کے دوران حضرت عبداللہؓ بن مسعود اپنے چھریرے بدن اور پتلی ٹانگوں کی وجہ سے پھرتی سے درختوں پر چڑھ جاتے اور کالی کالی پیلو اتار کر لاتے۔بعض صحابہؓ ان کی دبلی پتلی ٹانگوں کا مذاق اڑانے لگے۔آپؐ نے دیکھا کہ مذاق استہزاء کا رنگ اختیار نہ کر جائے۔تب اپنے اس صحابی کے لئے آپؐ کو غیرت آئی۔فرمایا اس کی سوکھی ہوئی ٹانگوں کو حقارت سے مت دیکھو۔اللہ کے نزدیک یہ بہت وزنی ہیں۔(ابن سعد) 5

دیرینہ ساتھی کے والد کا لحاظ

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریمؐ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے بوڑھے باپ ابوقحافہ کو ہمراہ لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رفقاء سے حسن سلوک اور کمال عجز و انکسار ملاحظہ ہو۔ اپنے دیرینہ جانی رفیق حضرت ابوبکرؓ کے والد جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ ''اپنے بزرگ اور بوڑھے باپ کو آپ گھر میں ہی رہنے دیتے اور مجھے موقع دیتے کہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔'' حضرت ابوبکرؓ اس شفقت پر وارے جاتے ہیں کمال ادب سے عرض کیا ہے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان کا زیادہ حق بنتا تھا کہ چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ حضورؐ بنفس نفیس تشریف لے جاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے بٹھا کر ابوقحافہ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمانے لگے کہ اب اسلام قبول کر لیجئے۔ ان کا دل تو رسول اللہؐ محبت بھری باتوں سے پہلے ہی جیت چکے تھے۔ ابوقحافہ کو انکار کا یارا کہاں تھا انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان سے دل لگی کی باتیں کرنے لگے ان کے بالوں میں سفیدی دیکھی تو فرمایا کہ خضاب وغیرہ لگا کر ان کے بالوں کا رنگ تو بدلو۔ (ابن ھشام) 6

فتح مکہ اور انصار مدینہ سے وفا

جب مکہ کی عظیم الشان فتح سے خدا کا رسولؐ اور جماعت مومنین خوش ہو رہے تھے عین اس وقت ایک عجیب جذباتی نظارہ دیکھنے میں آیا۔ ہوا یوں کہ کچھ عشاق رسولؐ انصار مدینہ کے دلوں میں یہ وسوسے جنم لے رہے تھے۔ ان کے دل اس وہم سے بیٹھے جا رہے تھے کہ ہمارے آقا و رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی فتح کے بعد کہیں اپنے اس وطن مالوف میں ہی مستقل قیام نہ فرمالیں۔ یہ وساوس قلب و دماغ سے نکل کر زبانوں پر آنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے جس محبت و رافت کا سلوک فرمایا ہے اس سے وطن کے ساتھ آپ کی محبت بھی ظاہر ہے۔ اگر یہ محبت غالب آگئی اور آپ یہیں رہ گئے تو ہمارا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ کہتے ہیں عشق است ہزار بدگمانی۔ دراصل یہ وسوسے انصار مدینہ کے عشق صادق کے آئینہ دار تھے۔ کمزوری اور مظلومی کے زمانہ کے ان ساتھیوں کے ٹوٹے دلوں کی ڈھارس بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی انصار کی ان قلبی کیفیات سے اطلاع فرمائی۔ آپ نے انصار مدینہ کا ایک الگ اجتماع کوہ صفا پر طلب فرمایا اور ان سے مخاطب ہوئے کہ کیا تم لوگ یہ باتیں کر رہے ہو کہ محمدؐ پر اپنے وطن اور قبیلے کی محبت غالب آگئی ہے؟ انصار نے سچ سچ اپنے خدشات بلاکم و کاست عرض کر دیئے۔ تب خدا کے رسولؐ نے اطمینان دلاتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں تو

دنیا مجھے کیا نام دے گی؟ میں پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ تو سہی کہ بھلا دنیا مجھے کسی اچھے نام سے یاد کرے گی؟ اور میرا نام تو محمدؐ ہے یعنی ہمیشہ کیلئے تعریف کیا گیا۔تم مجھے کبھی بے وفا نہیں پاؤ گے۔بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔وہ وطن جو میں نے خدا کی خاطر چھوڑا تھا اب میں لوٹ کر کبھی اس میں واپس نہیں آسکتا ہوں۔اب میں تمہارا جیون مرن کا ساتھی بن چکا ہوں۔میرے مکہ میں رہ جانے کا کیا سوال؟ اب تو سوائے موت کے مجھے کوئی اور چیز تم جیسے وفاداروں اور پیاروں سے جدا نہیں کرسکتی۔

انصار مدینہ جو جذبات عشق سے مغلوب ہوکر ان وساوس میں مبتلا ہوئے تھے سخت نادم اور افسردہ ہوئے کہ ہم نے ناحق اپنے آقا کا دل دکھایا۔ پھر کیا تھا وہ ڈھائیں مار مار کر رونے لگے۔روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔انہوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! ہم نے جو یہ بات کی تو محض خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ پیار کی وجہ سے کی تھی کہ اس سے جدائی ہمیں گوارا نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان وفادار ساتھیوں کو دلاسا دیا اور فرمایا اللہ اور رسول تمہارے اس عذر کو قبول کرتے ہیں۔اور تمہیں مخلص اور سچا قرار دیتے ہیں۔(مسلم) 7

حوالہ جات

1 بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ

2 بخاری کتاب المغازی باب فتح مکه

3 بخاری کتاب المناقب باب مناقب الانصار

4 (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃاحد)

5 الطبقات الکبری ابن سعد جز ۳ ص ۱۵۵

6 السیرۃ النبویه ابن هشام جلد ۴ صفحه ۹۱

7 (مسلم کتاب الجهاد باب فتح مکه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت آقا

خادموں اور غلاموں سے حسن سلوک

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر طبقہ کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ جس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔اس میں نہ مذہبی آزادی میسّر تھی نہ حریّت ضمیر۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول کتنا سچا ہے کہ ماؤں نے تو سب انسانوں کو آزاد جنا تھا تم نے کب سے ان کو غلام بنالیا۔مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں انسانوں کی غلامی کا رواج تھا۔طاقتور قومیں یا قبائل حملہ آور ہو کر جسے چاہے قید کر کے غلام بنا لیتے تھے۔

محسن انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت کو جن طوقوں سے نجات دلائی ان میں ایک غلامی کا طوق بھی ہے آپ کے ذریعہ غلامی کے خاتمہ کا یہ اعلان کیا گیا اور سوائے اسکے کہ خونریز جنگ ہو اور مدمقابل آپ کے آدمی قید کرے بلاوجہ کسی کو قیدی نہیں بنایا جا سکتا۔(سورۃ الانفال:69)

ایسی مجبوری میں جو لوگ قید ہو کر غلام بن جائیں۔انہیں غلامی سے نجات دلانے کیلئے آپ نے کئی طریق اعلان فرمائے۔ایک یہ کہ فدیہ بھی تاوان

جنگ دے کر جنگی قیدی آزاد ہوسکتا ہے۔ اگر یکمشت ادائیگی نہیں کرسکتا تو اس کے مکاتبت کا حق ہے یعنی قیمت مقرر کر کے بالا قساط ادائیگی کر کے وہ آزاد ہوگا۔ پھر نبی کریمؐ نے عام طور پر غلاموں کی آزادی کی تحریک فرمائی۔ اسے بہت نیکی اور ثواب کا کام قرار دیا۔ پھر آپؐ نے کئی قسم کی خطاؤں کا کفارہ غلام آزاد کرنا مقرر فرمایا مثلاً قتل خطا کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، بیوی کو ماں کہہ کر اپنے اوپر حرام قرار دے کر میاں بیوی کا تعلق قائم کرنے کا کفارہ اس طرح ہے، پختہ قسم کھا کر توڑنے کا کفارہ بھی غلام کی آزادی ہے۔

غلاموں کو تدریجی آزادی کا یہ طریق نہایت مفید اور کارآمد رہا۔ ورنہ اگر ایک روز ہی تمام غلاموں کی آزادی کا اعلان کر دیا جاتا جس طرح امریکہ میں کیا گیا تو ان مقہور غلاموں کی رہائش اور معاش کے بے شمار نا قابل حل مسائل اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور یہ غلاموں پر احسان کی بجائے ظلم ہوتا کہ ایک ہی دن میں کئی عورتیں اور بچے بے خانماں اور بے آسرا ہو جاتے۔ ان کے منہ کے لقمے بھی ان سے چھن جاتے۔ تاہم جہاں ایسا ممکن تھا وہاں آپ نے یہ بھی کر کے دکھایا چنانچہ غزوہ حنین میں بنو ہوازن کے چھ ہزار افراد قیدی ہوئے اور جب ان کے عزیز و رشتہ دار نبی کریمؐ سے آزادی کے طالب ہو کر آئے تو آپ نے سب کو ایک دن میں بغیر کسی معاوضہ کے احسان فرماتے ہوئے آزاد کر دیا، جو دنیا کی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔ (بخاری) 1

غلامی سے آزادی کی ان تمام تدبیروں کے باوجود جو غلام باقی رہ گئے

تھے ان سے آپ نے کمال شفقت اور احسان کا سلوک کرنے کی تعلیم دی۔وہ معاشرہ جہاں غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا، وہاں آپؐنے غلاموں کو آقا کے برابر لا کھڑا کیا۔اور انہیں اخوت کے مقدس رشتہ میں باندھ دیا۔عرب لوگ غلاموں کو جانوروں کی طرح مارتے تھے۔رسول کریمؐ نے اس بات سے سختی سے منع کیا۔فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنے خادموں کے لئے بہتر ہیں۔

ایک دفعہ ابو مسعود بدریؓ اپنے غلام کو کسی بات پر مار رہے تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اسے آزاد کرو۔اور انہوں نے غلام آزاد کر دیا۔(مسلم)2

نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ خادم کے مالک پر تین حق ہیں۔اول یہ کہ جب وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اسے جلدی نہ ڈالے۔دوسرے کھانا کھاتے ہوئے اسے کھانے سے نہ اُٹھائے۔اور تیسرے اسے بھوکا نہ رکھے بلکہ سیر کر کے کھانا کھلائے۔

نبی کریمؐ نے حضرت ابوذرؓ کو ایک غلام دیا اور فرمایا اس کا خاص خیال رکھنا۔ابوذرؓ نے اسے آزاد کر دیا۔بعد میں حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے غلام کا کیا حال ہے۔انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ نے جو ارشاد فرمایا تھا کہ اس سے حسن سلوک کرنا، میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔

رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ایک غلام دیا اور فرمایا

میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم لوگ اس سے اچھا سلوک کرنا۔

ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا خادم بہت غلطیاں کرتا ہے اور زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے کیا میں اسے سزا دے لیا کروں۔حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے خادم سے دن میں ستر دفعہ تک عفو کا معاملہ کرو۔(ھیثمی)3

معرور بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذرؓ سے ربذہ مقام پر ملا۔انہوں نے بھی ایک پوشاک زیب تن کی ہوئی تھی اوران کے غلام نے بھی ویسی ہی پوشاک پہنی تھی۔(آقا و غلام میں مساوات کا یہ عالم دیکھ کر تعجب سے) میں نے اسبارہ میں سوال کیا۔تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو گالی دی تھی (جو اغلبًا غلام تھا) حضورؐ نے سن کر فرمایا اے ابوذر! کیا تم نے اسے ماں کی گالی دی ہے۔بلا شبہ یہ تم نے جاھلیت کی بات کی ہے(یادرکھو) تمہارے غلام تمہارے بھائی جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔جس کا بھائی اسکے ماتحت ہو وہ ایسے اسمیں سے کھلائے جس میں سے وہ خود کھاتا ہے۔ اور ویسا ہی لباس پہنائے جیسا خود پہنتا ہے۔اور انکو ایسے کام کرنے کے لئے نہ کہو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔اور اگر کوئی ایسا مشکل کام کہہ دو تو پھر خود انکی مدد کرو۔(بخاری)4

دوسری روایت میں تصریح ہے ابوذرؓ اور انکے غلام کی چادر ایک جیسی

تھی (تہبند دونوں کے مختلف تھے) معرور نے ان سے کہا کہ اے ابو ذرؓ اگر آپ اپنے غلام کی چادر لے کر اپنا تہبند بناتے تو آپ کی پوری پوشاک بن جاتی اور غلام کو آپ کوئی اور کپڑا دے دیتے۔ ابو ذرؓ نے کہا میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو (جو غلام تھا) جس کی ماں عجمی تھی اُسے ماں (کو عجمیت) کا طعنہ دیا تو اُس نے حضورؐ کے پاس میری شکایت کردی تو آپ نے فرمایا یہ بھی تمہارے بھائی ہیں جن پر اللہ نے تمہیں فضیلت دی ہے۔ پس جس کو اسکا غلام موافق نہ ہو اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔ (ابوداؤد) 5

ایک اور موقع پر نبی کریمؐ فرمایا کہ خادم یا غلام جب کھانا لائے اُسے بھی ساتھ بٹھا کر اس میں سے کھلاؤ اگر وہ نہ مانے تو کچھ کھانا ہی دیدو کہ اس نے کھانا تیار کرتے ہوئے گرمی اور دھوًاں کھایا ہے۔ (ابن ماجہ) 6

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی عزت نفس قائم کرنے کیلئے ایک انسان ہونے کے ناطہ سے ان کی تکریم کی ہدایت کی اور فرمایا کہ انہیں میرا غلام یا میری لونڈی کہہ کر نہ پکارا کرو۔ بلکہ نوجوان یا لڑکی کہہ کر بلایا کرو۔ (تا کہ انکی عزت نفس مجروح نہ ہو)۔ (بخاری) 7

تم ان غلاموں کی اپنی اولاد کی طرح عزت کرو اور جو خود کھاتے ہو اس میں سے انکو کھلاؤ۔ (بخاری) 8

نبی کریمؐ نے غلاموں کے حقوق کا بھی تحفظ فرمایا۔ پہلے غلام کو طلاق کا

اختیار نہیں ہوتا، آپؐ نے یہ حق بھی قائم فرمایا۔(ابن ماجہ) 9

حضرت زید بن حارثہؓ حضرت ام المؤمنین خدیجہ کے غلام تھے، جو انہوں نے نبی کریمؐ کی خدمت کیلئے پیش کر دیئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور اس قدر شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا کہ جب زیدؓ کے حقیقی والدین انکو لینے کیلئے آئے۔ باوجود کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو اختیار دے دیا کہ آپ والدین کے ساتھ واپس وطن جانے کیلئے آزاد ہو مگر زیدؓ نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔اور بزبان حال ثابت کیا کہ ہزار آزادی آپؐ کی غلامی پر قربان ہے۔ نبی کریمؐ نے عربوں کے دستور کے خلاف معزز قبیلہ قریش کی خاتون اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کی شادی اس آزاد کردہ غلام سے کر کے ثابت کر دیا کہ آپ کے نزدیک عزت کا معیار تقویٰ تھا۔ یہ شادی کامیاب نہ ہوئی تو آپ نے حضرت امّ ایمنؓ سے زید کی شادی کروائی۔جن سے اسامہؓ پیدا ہوئے۔(ابن سعد) 10

رسول اللہؐ کو حضرت اسامہؓ سے بہت محبت تھی۔گھر میں بسا اوقات ایسا ہوا کہ اسامہ کی ناک بہہ رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی ناک صاف کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔حضرت عائشہؓ دیکھ کر عرض کرتی ہیں۔حضورؐ میں جو حاضر ہوں آپ رہنے دیں میں اسکی ناک صاف کر دیتی ہوں۔آپ فرماتے نہیں اور پھر خود اسامہؓ کی ناک صاف کرتے۔اپنے نواسے امام حسینؓ اور غلام زادے اسامہؓ کو گود میں لیکر دعا کرتے کہ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا

ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔(بخاری) 11

فرمایا کرتے اسامہؓ لڑکی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا۔عمدہ عمدہ کپڑے پہناتا۔(ابن ماجہ) 12

رسول اللہؐ کے ایک خادم حضرت انس بن مالکؓ تھے انکا بیان ہے کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے آپؐ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں فرمایا کسی کام کے لئے جو میں نے کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کسی کام کے لئے جو میں نہ کیا ہو اور چھوڑ دیا ہو آپؐ نے یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔(بخاری) 13

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سے خوبصورت اور بہترین اخلاق رکھتے تھے۔ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے لطافت آپؐ کے اندر ایسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ریشم بھی آپ کی ہتھیلی کے مقابلہ میں کیا نرم ہوگا۔آپؐ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔آپؐ کے پسینہ سے اٹھنے والی خوشبو کا مشک بھی کیا مقابلہ کریگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو کر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے آپؐ کے خادم حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میری ماں ام سلیمؓ نے ایک ٹوکری میں کھجوریں دے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا۔حضورؐ گھر پر نہیں تھے۔بلکہ اپنے ایک آزاد کردہ غلام کی دعوت پر اس کے ہاں تشریف لے گئے تھے اس نے حضور کا کھانا کیا ہوا تھا۔میں وہاں پہنچا تو

حضورؐ کھانا تناول فرما رہے تھے آپؐ نے مجھے بھی کھانے میں شریک ہونے کے لیے فرمایا۔ کھانے میں گوشت اور کدو کا ثرید تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کو کدو بہت پسند ہیں چنانچہ میں کدو کے ٹکڑے اکٹھے کر کے حضورؐ کے قریب کرنے لگا (اور آپؐ تناول فرماتے رہے) ہم کھانا کھا چکے تو حضورؐ واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ میں نے کھجور کی ٹوکری حضورؐ کے سامنے رکھ دی۔ آپ اسمیں سے کھاتے بھی جاتے اور تقسیم بھی فرماتے جاتے تھے۔ اس وقت اٹھے جب وہ ٹوکری آپؐ نے بانٹ دی۔ (ابن ماجہ) 14

رسول اللہؐ کے خادم اور غلام تو آپ کے ایسے عاشق تھے کہ یہ دنیا تو کیا اگلے جہاں میں بھی آپؐ کی غلامی کے لئے ترستے تھے۔ آپؐ کے آزاد کردہ غلام کو ایک روز یہی خیال آیا تو روتا ہوا آیا کہ اگلے جہاں میں جب آپؐ بلند درجوں پر ہونگے آپ کے دیدار کیسے ہوسکیں گے فرمایا انسان کو جس سے محبت ہو اسکی معیت بھی عطا کی جاتی ہے۔ (سیوطی) 15

ایک اور خادم ربیعہ اسلمیؓ کی خدمتوں سے خوش ہوکر نبی کریمؐ نے کچھ انعام اسکی مرضی کے مطابق دینا چاہا اور فرمایا مانگ لو جو مانگنا ہے۔ اس خوش نصیب نے بھی یہی کہا کہ یا رسول اللہؐ جنت میں آپ کی رفاقت چاہیے۔ فرمایا کچھ اور مانگ لو کہا یہی بس ہے آپؐ نے فرمایا پھر سجدوں، نمازوں اور دعاؤں میں میری مدد کرنا۔ (مسلم) 16

حوالہ جات

1 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حنین

2 مسلم کتاب الایمان باب صحبة الممالیک3136

3 مجمع الزوائد جلد4ص236تا238

4 بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امرالجا هلیته

5 ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الملوک4490

6 ابن ماجه کتاب الاطعمه باب اذا اتاه خادمه لطعامه

7 بخاری کتاب العتق باب العبد اذا احسن عبادة ربه2366

8 بخاری کتاب الادب باب الاحسان الی المالک

9 ابن ماجه کتاب الطلاق باب طلاق العبد2972

10 الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3ص42دارالفکر بیروت

11 بخاری کتاب المناقب ذکر اسامه بن زید3455

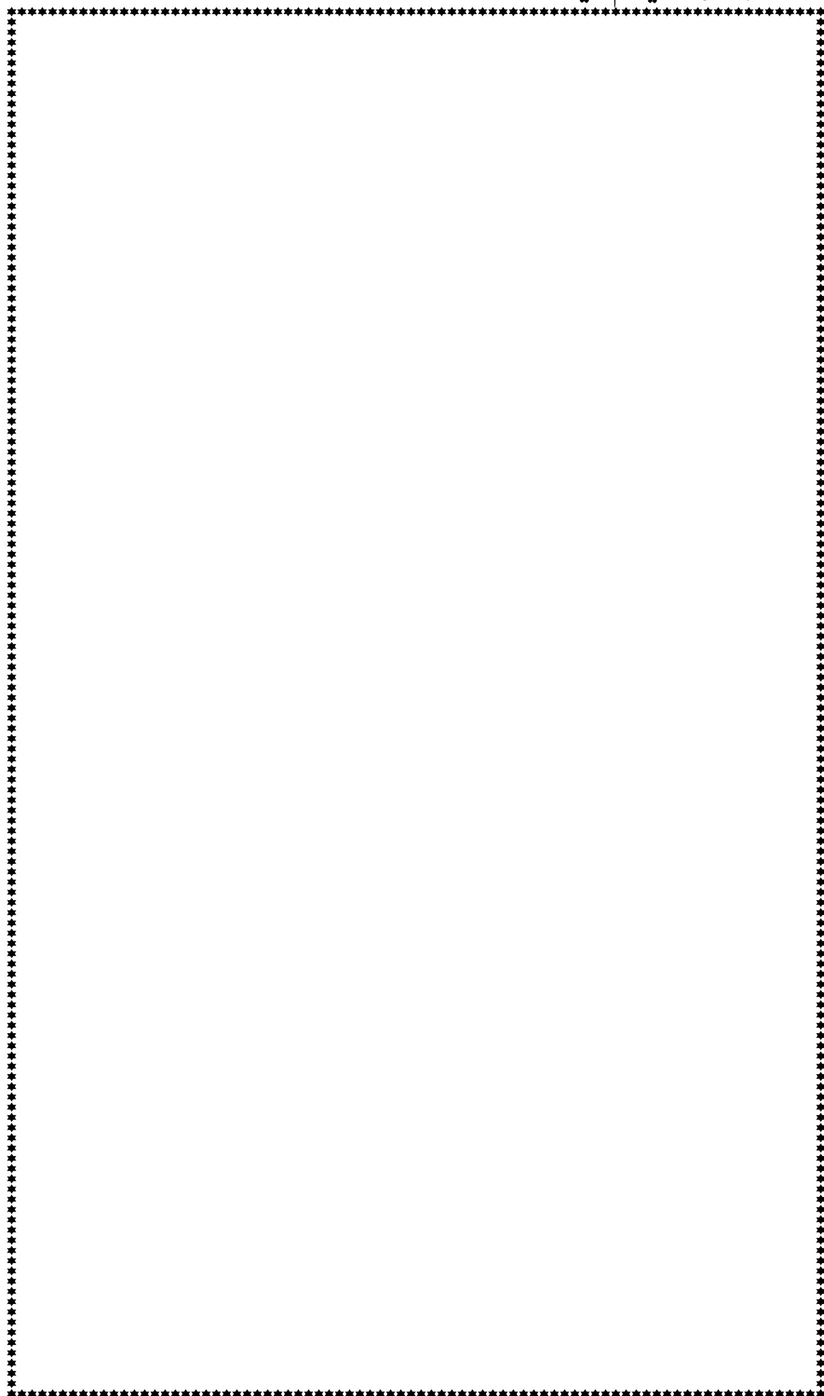
12 ابن ماجه کتاب النکاح باب الشفاعة فی الترویج1966

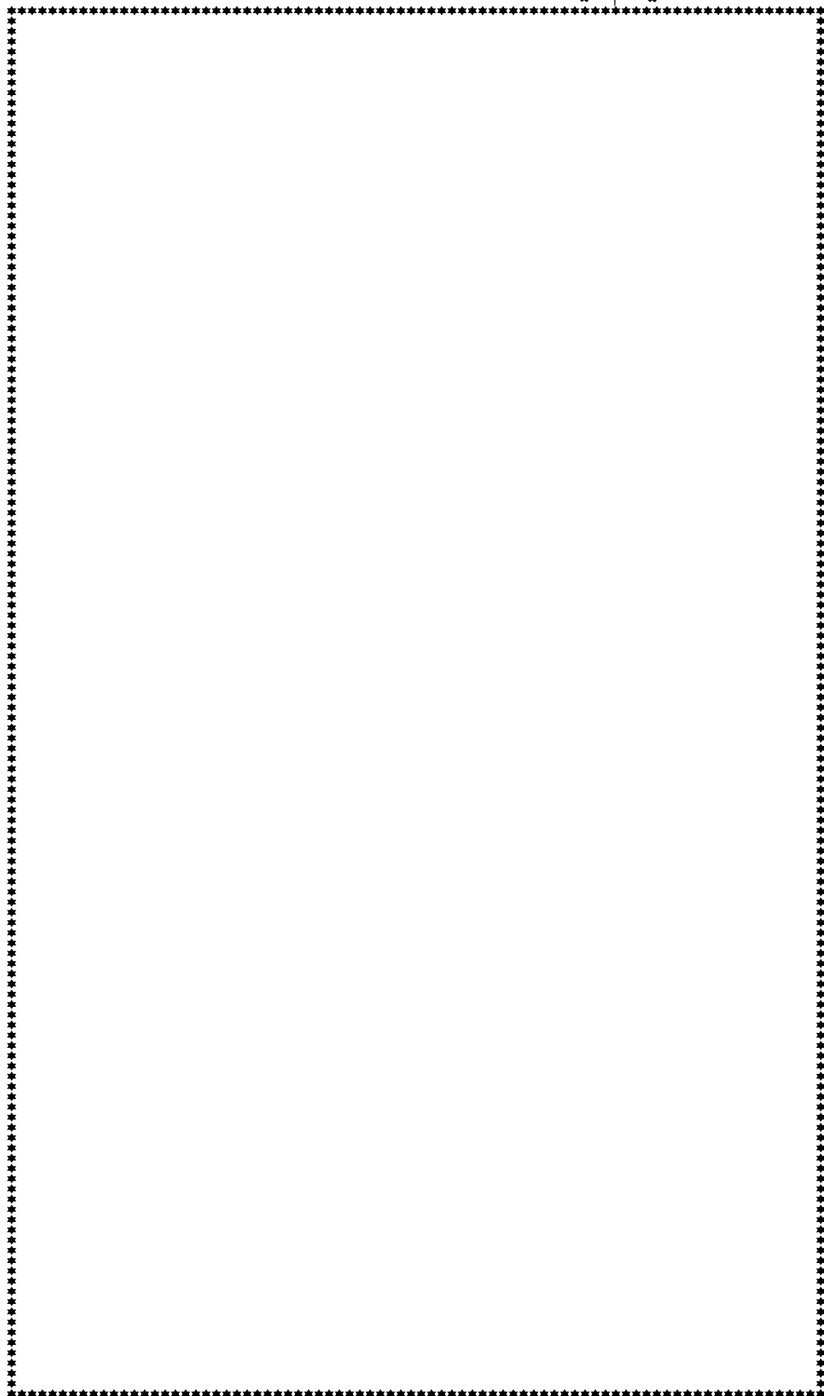
13 بخاری کتاب الادب باب39ومسلم کتاب الفضائل باب13

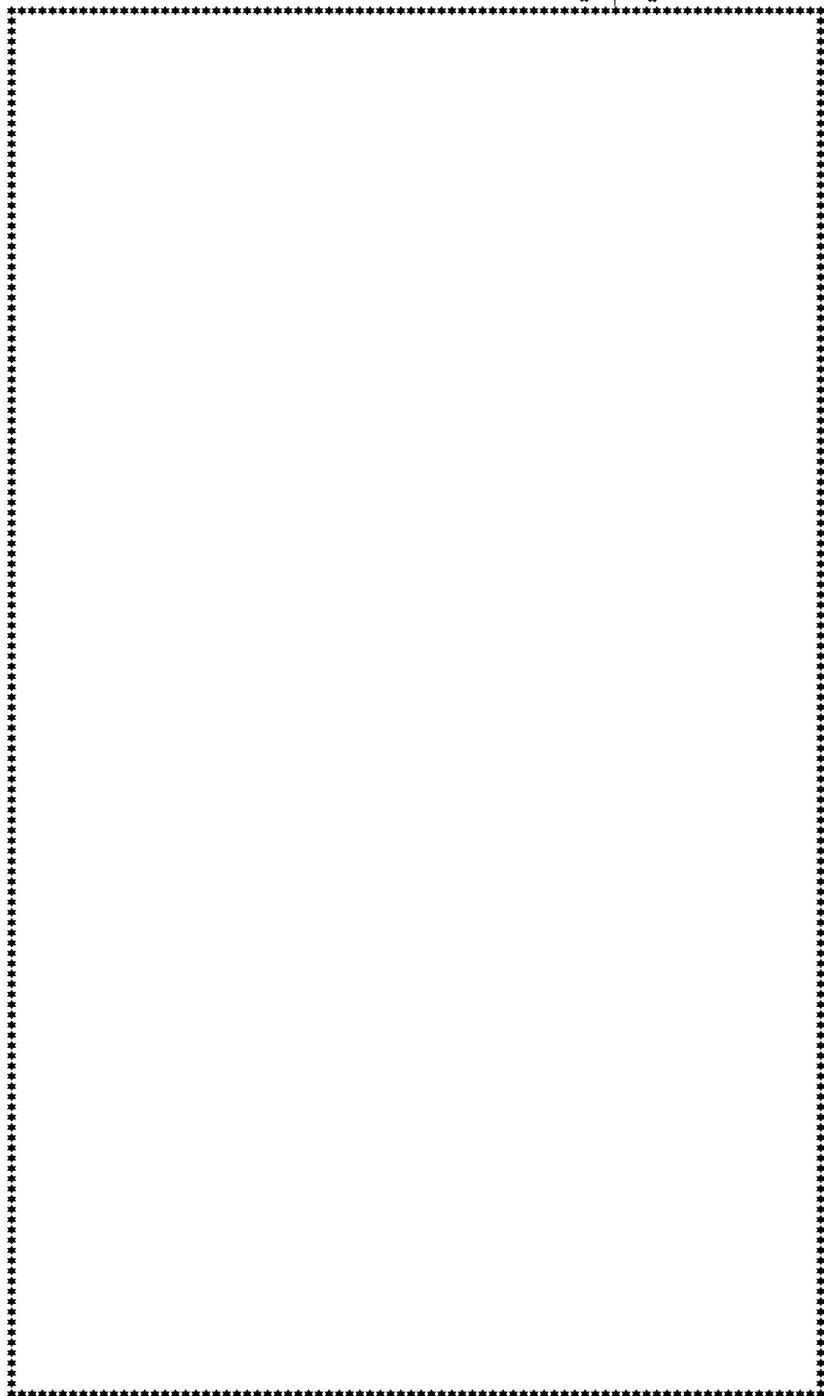
14 ابن ماجه کتاب الاطعمه باب الدباء

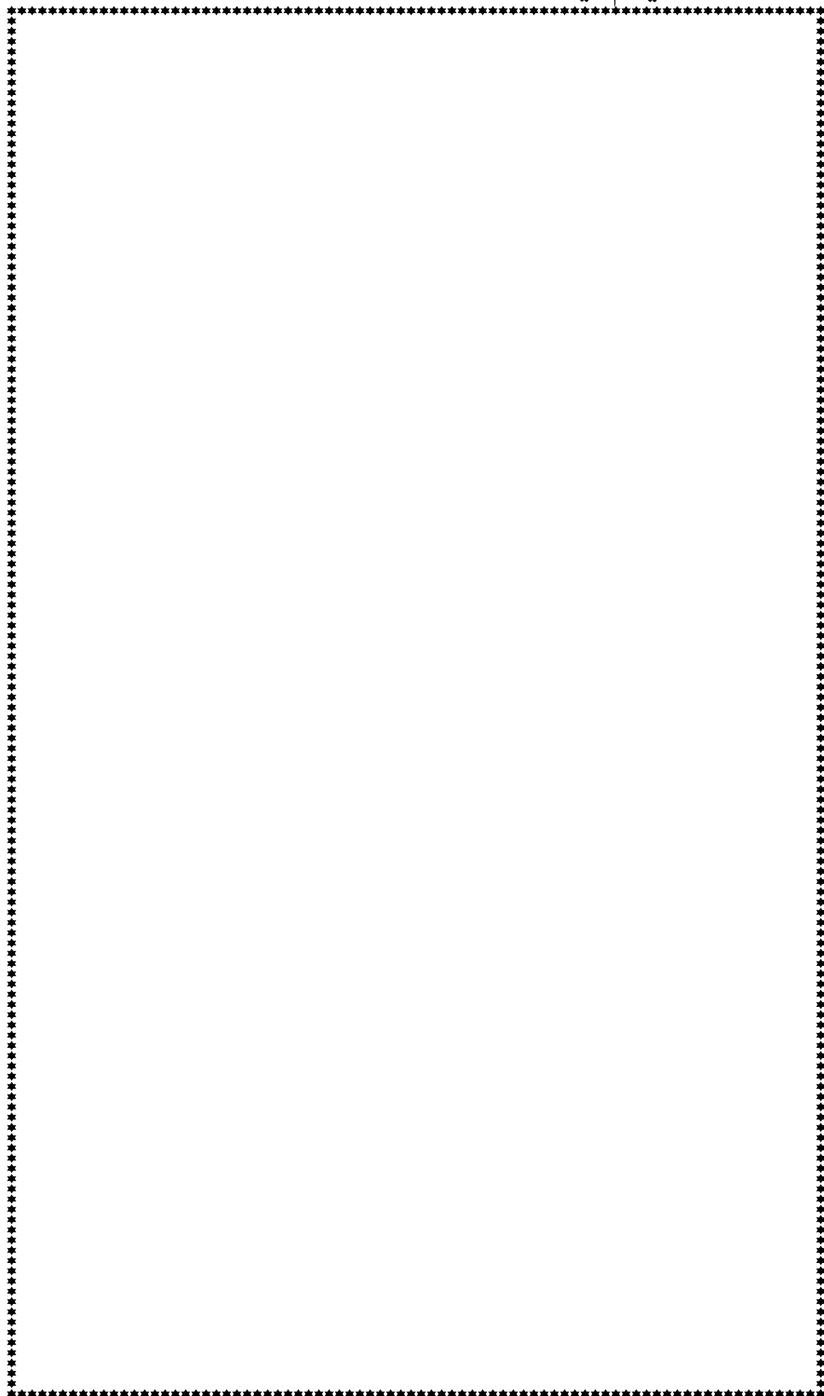
15 الدرالمنثور سورة النساء زیر آیت ومن یطع الله والرسول

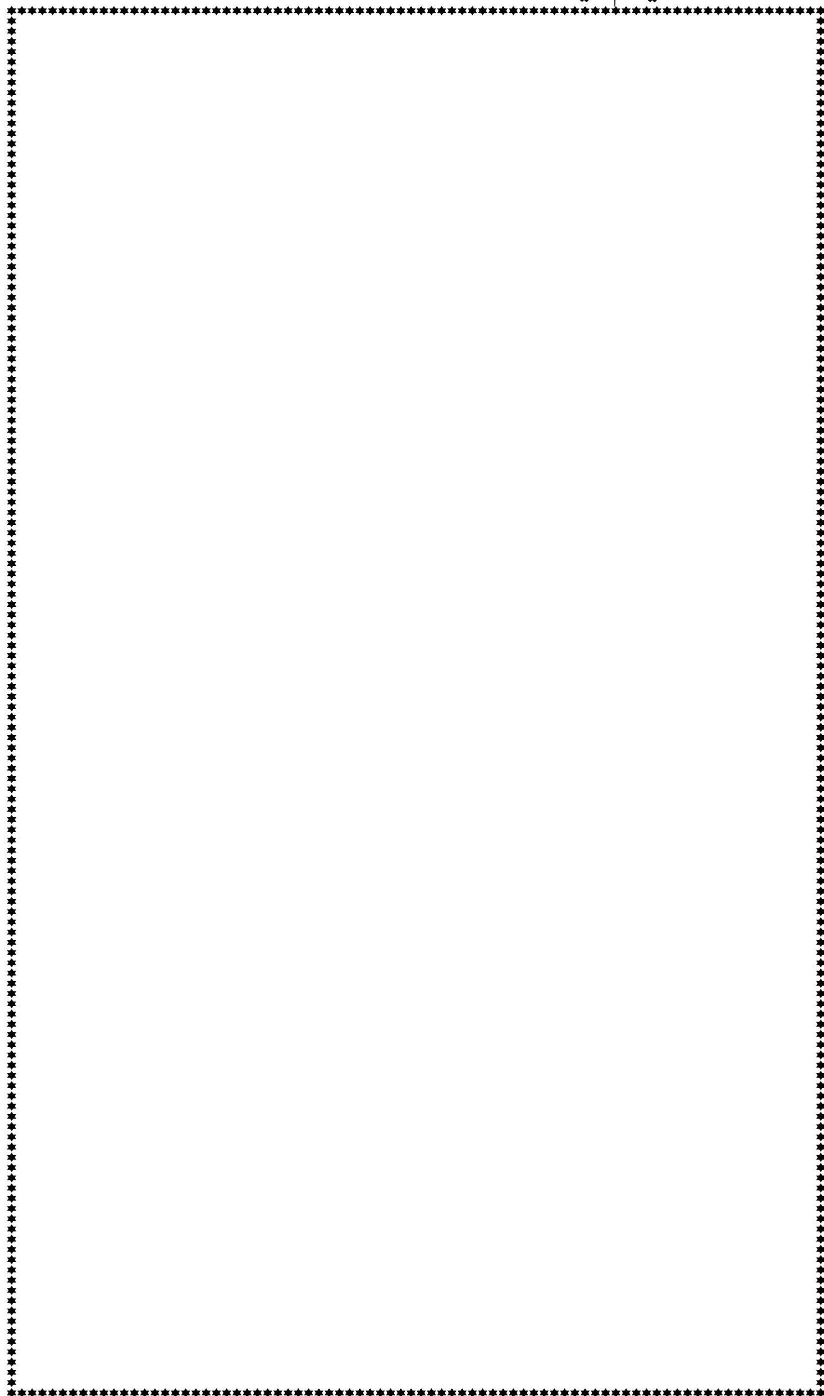
16 مسلم کتاب الصلوة باب فضل السجود754











حریّت مذہب وضمیراوررواداری کے علمبردار

بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم، بربریت اور تعصّبات کی دنیا میں مبعوث ہوکر عدل واحسان ، مذھبی رواداری اور حریتِ ضمیر ومذھب کی ایسی اعلیٰ تعلیم فرمائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

بانئ اسلام نے اعلان کیا کہ ’’دین میں کوئی جبر نہیں۔‘‘(سورۃ البقرۃ:257)

☆ فرمایا’’جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔‘‘(کہف:30)

☆ اسلامی تعلیم کی امتیازی شان یہ ہے کہ اس نے دیگر مذاہب واقوام کے ساتھ عدل وانصاف کی تعلیم دی ہے البتہ اور قیام عدل کی خاطر ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دی لیکن عفو کو زیادہ پسند کیا اور فرمایا کہ اس کا اجر خدا نے خود اپنے ذمّہ لیا ہے۔ (سورۃ الشوریٰ:41)

غیر قوموں اور مذاہب کی مذھبی زیادتیوں کے جواب میں کسی قسم کی زیادتی کرنے سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

’’ایسی قوم جس نے تمہیں بیت اللہ سے روکا، اس کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُکسائے کہ تم زیادتی کر بیٹھو بلکہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک

دوسرے کی مدد کیا کرو۔'' (سورۃ المائدہ:2)

رسول کریمؐ کے ذریعہ رواداری کی یہ اعلیٰ تعلیم دی گئی کہ غیر مذہب یا قوم میں بھی جوخوبی یا نیکی پائی جاتی اس کی قدردانی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' سارے اہل کتاب برابر نہیں ہیں ان میں سے ایک جماعت (نیکی پر) قائم ہے۔ جوراتوں کواللہ کی آیات پڑھتے اور عبادت کرتے ہیں۔

(سورۃ آل عمران:114)

اسی طرح بعض اہل کتاب کی دیانت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا '' ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھ دوتو وہ تمہیں واپس کردیں گے مگر بعض ایسے بھی ہیں جو ایک دینار بھی واپس نہیں لوٹائیں گے۔'' (سورۃ آل عمران:76)

بعض نیک فطرت خداترس عیسائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ '' جب وہ رسول کی طرف نازل ہونے والا کلام سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھوں میں آنسو بہتے دیکھتے ہیں۔اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ پس تو ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔'' (سورۃ المائدہ:84)

بانئ اسلام نے رواداری کی یہ تعلیم بھی دی ہے کہ مذھی بحثوں کے دوران جوش میں آکر دوسرے مذہب کی قابل احترام ہستیوں کو برا بھلا نہ کہو۔

فرمایا'' اورتم ان کو گالیاں نہ دو۔جن کووہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ورنہ وہ بھی اللہ کودشمنی کی راہ سے نادانی میں گالی دیں گے۔(الانعام:109)

رسول کریمؐ نے اس حقیقت سے بھی پردہ اُٹھایا کہ ہرقوم میں نبی آئے تھےاورآغاز میں ہر مذہب سچائی پر قائم تھامگر بعدمیں اپنے نبی کی تعلیم سے انحراف کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوا۔تاہم اب بھی ہر مذہب میں کچھ حصہ ہدایت کا موجود ہے۔

آپؐ نے یہ تعلیم بھی دی کہ سب اقوام کے نبی مقدس اور برگزیدہ تھے، اس لئے وہ منافرت دورکرنی چاہئے جودائرہ ہدایت کومحدودکرنے سے پیدا ہوتی ہے اور باوجود مذھبی اختلاف کے دیگراقوام و مذاہب سے اتحادرکھنا چاہئے اور انسانیت کے ناطےان کےساتھ محبت و پیارکا سلوک کرنا چاہئے۔

اسلام دیگر مذاہب کے پیروؤں کےاحساسات کا بھی احترام سکھاتا ہے کہ خواہ وہ حق پر نہ ہوں۔مگر چونکہ وہ سچ سمجھ کراس مذہب کو مان رہے ہیں انہیں اپنے مسلک پرقائم رہنے کا حق ہے۔

مدینہ میں ایک مسلمان اور یہودی کے مابین رسول اللہؐاورحضرت موسیٰؑ کی فضیلت کا تنازعہ کھڑا ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰؑ پر فضیلت مت دو۔(بخاری) 1

بانیٔ اسلام نے محض مذھبی اختلاف کی بناء پردوسری قوم پرحملہ کرنے کی

تعلیم نہیں دی۔صرف ان اقوام سے دفاعی جنگ کی اجازت دی ہے جو مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کریں۔ چنانچہ فرمایا

''ان لوگوں سے اللہ کی راہ میں لڑائی کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔اور زیادتی نہ کرو۔اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ البقرہ:191)

پھر رسول کریمؐ نے غیر مذاہب اور اقوام سے معاہدات کرنے اور ان کو پورا کرنے کی تعلیم دی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''اگر کوئی غیر قوم مسلمانوں پر ظلم اور زیادتی کی مرتکب ہو اور وہ مسلمان تم سے مدد کے طالب ہوں اور تمہارا اس قوم کے ساتھ پہلے سے کوئی معاہدہ ہو تو اسے پورا کرنا ضروری ہے اور مظلوم مسلمانوں کی خاطر بھی اس عہد شکنی کی اجازت نہیں۔'' (سورۃ الانفال:73)

البتہ اگر وہ لوگ عہد شکنی کریں تو جوابی کاروائی کا حق ہے۔فرمایا''اگر تمہیں کسی قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان سے ویسا ہی کرو جیسا کہ انہوں نے کیا ہے۔اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ الانفال:59)

پھر بانئ اسلام نے محض عدل کی ہی تعلیم نہیں دی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر احسان کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ (سورۃ النحل:91)

اسلام غیر قوموں سے تمدنی تعلقات قائم کرنے، انصاف اور نیکی کا سلوک کرنے کی ہدایت فرماتا ہے اور یہودی مذہب کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف

یہود سے سود نہ لو۔ (استثناء 23/19:) بلکہ بانیٔ اسلام نے سود کو حرام کر کے سب کے لئے منع کر دیا اور یہ اعلیٰ درجہ کی تمدنی تعلیم دی۔

’’جن لوگوں نے دین کے بارہ میں تم سے لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا۔ ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا۔‘‘ (سورۃ الممتحنہ:8)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی (مشرک) والدہ اداس ہو کر انہیں ملنے مدینہ آئیں۔ اسماءؓ نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ کیا مجھے ان کی خدمت کرنے اور ان سے حسن سلوک کی اجازت ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ تمہاری ماں ہے۔

ابن عیینہؒ کہتے ہیں اسی بارہ میں یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے بارہ میں جنگ نہیں کی۔ (بخاری)[2]

اسلامی حکومت میں مسلمانوں پر ذمہ داریاں زیادہ اور غیر مسلموں پر نسبتاً کم ہیں۔ مسلمانوں پر جہاد فرض ہے اور لڑائی کی صورت میں بہرحال اس میں شامل ہونا ان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ غیر مسلموں کے لئے یہ لازم نہیں۔ مسلمانوں پر پیداوار کا دسواں حصہ بطور عشر حکومت کو دینا واجب ہے۔ غیر مسلموں پر یہ ذمہ داری نہیں۔

اسی طرح مسلمانوں کو ہر سال اپنی آمدنی کا اڑھائی فیصد زکوۃ دینا لازم ہے۔ جبکہ غیر مسلموں پر جزیہ کی صورت میں معمولی ٹیکس مقرر ہوتا ہے۔

غیر مسلموں کی آزادی میں بھی اسلام نے مسلم غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں رکھی بلکہ اصولی طور پر غلامی کی آزادی کی تعلیم دی اور نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر ہزاروں غیر مسلم غلاموں کو آزاد کر کے اس کا عملی نمونہ عطا فرمایا۔

مشرکین مکہ سے حسن سلوک

مشرکین مکہ نے آنحضرتؐ کو مکہ سے جلاوطن کیا تھا اور مدینہ میں بھی چین کا سانس نہ لینے دیا مگر آنحضرتؐ نے موقع آنے پر ہمیشہ اُن سے احسان کا سلوک ہی روا رکھا۔ اہل مکہ کو ہجرت مدینہ کے بعد ایک شدید قحط نے آگھیرا۔ یہاں تک کہ ان کو ہڈیاں اور مردار کھانے کی نوبت آئی۔ تب مجبور ہو کر ابوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''اے محمدؐ! آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ کی قوم اب ہلاک ہو رہی ہے آپؐ اللہ سے ہمارے حق میں دعا کریں (کہ قحط سالی دور فرمائے) اور بارشیں نازل ہوں ورنہ آپؐ کی قوم تباہ ہو جائے گی''۔

آپؐ نے ابوسفیان کو احساس دلانے کے لئے صرف اتنا کہا کہ تم بڑے دلیر اور حوصلہ والے ہو جو قریش کی نافرمانی کے باوجود ان کے حق میں دعا چاہتے ہو۔ مگر دعا کرنے سے انکار نہیں کیا کیونکہ اس رحمت مجسم کو اپنی قوم کی ہلاکت ہرگز منظور نہ تھی۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت آپؐ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے

اور اپنے مولیٰ سے قحط سالی دور ہونے اور باران رحمت کے نزول کی یہ دعا بھی خوب مقبول ہوئی۔ اس قدر بارش ہوئی کہ قریش کی فراخی اور آرام کے دن لوٹ آئے۔مگر ساتھ ہی وہ انکار و مخالفت میں بھی تیز ہو گئے ۔(بخاری) 3

آنحضرتؐ نے اہل مکہ کی امداد کے لئے کچھ رقم کا بھی انتظام کیا اور وہ قحط زدگان کے لئے مکہ بھجوائی ۔(السرخسی) 4

مسلمانوں کے دشمن قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال گرفتار ہو کر پیش ہوا تو رسول کریمؐ نے از راہ احسان اسے آزاد کر دیا۔رسول اللہؐ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔اس کے بعد وہ حضورؐ کی اجازت سے عمرہ کرنے مکے گئے تو مسلمانوں کے طریق پر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنا شروع کیا۔قریش نے انہیں پکڑ لیا اور کہا کہ تمہاری یہ جرأت کہ مسلمان ہو کر عمرہ کرنے آئے ہو۔ثمامہ نے کہا خدا کی قسم تمہارے پاس یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ جب تک رسول اللہؐ اجازت نہ فرمائیں۔

قریش ثمامہ کو قتل کرنے لگے مگر بعض سرداروں کی سفارش پر کہ یمامہ سے تمہیں غلہ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ان سے دشمنی مول نہ لو۔ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ثمامہؓ نے یمامہ جا کر واقعی مکے کا غلہ روک دیا۔ یہاں تک کہ وہاں قحط پڑ گیا۔تب قریش نے رسول اللہؐ کی خدمت میں لکھا کہ آپ تو دعویٰ کرتے ہیں کہ رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ہو اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں ۔مگر ہمارا تو غلہ تک رکوا دیا۔ رسول کریمؐ نے ثمامہؓ کو لکھا کہ قریش کے غلہ کے قافلے مکہ جانے دیں۔

چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اس طرح اپنی دشمن قوم قریش پر یہ آپ نے ایک گراں قدر احسان فرمایا۔ (الحلبیہ) 5

مشرکین کے بچوں کے قتل پر ناراضگی

مشرکین مکہ نے غزوۂ احد کے موقع پر مسلمان شہدا کی نعشوں کی بے حرمتی کی تھی اور اُن کے ناک، کان وغیرہ کاٹے گئے تھے۔ حضرت حمزہؓ کا کلیجہ تک چبایا گیا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے کبھی اس کا بدلہ لینے کا نہیں سوچا بلکہ ہمیشہ اُن کے ساتھ حسن سلوک ہی کیا۔

حسن بن اسودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر مقتولین میں کچھ بچوں کی نعشیں بھی پائی گئیں۔ حضورؐ کو جب پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جنھوں نے جنگجو مردوں کے ساتھ معصوم بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ مشرکوں کے بچے ہی تو تھے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا، آج تم میں سے جو بہترین لوگ ہیں وہ بھی کل مشرکوں کے بچے ہی تو تھے۔ یاد رکھو کہ کوئی بھی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کی یہ کیفیت اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک وہ بولنا سیکھتا ہے اس کے بعد اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔ (احمد) 6

رسول کریمؐ سے پوچھا گیا مشرکوں کے بچوں کا حساب کتاب کیسے ہوگا؟ فرمایا وہ اپنے والدین کے مذہب پر شمار ہونگے۔ عرض کیا گیا پھر تو وہ بغیر کسی عمل

کے پکڑے گئے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے وہ کیا کرنے والے تھے۔(ابوداؤد) 7

ہجرت مدینہ کے وقت قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرکے لانے والے کیلئے سواونٹ کا انعام مقرر کیا تھا۔جس کے لالچ میں سراقہ بن مالک نے اپنے تیز رفتار گھوڑے پر رسول اللہؐ کا تعاقب کیا۔مگر جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔جب تین مرتبہ ایسا ہوا تو وہ توبہ کر کے معافی اور امان کا طالب ہوا۔رسول کریمؐ نے اسے امان عطا کرتے ہوئے بطور انعام کسریٰ کے کنگنوں کی بشارت دی۔فتح مکہ پر وہ مسلمان ہوا اور رسول اللہؐ کے دامن رحمت سے حصہ پایا۔بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسریٰ کے کنگن بھی اُسے عطا کئے گئے۔یوں آپؐ کا تعاقب کرنے والا بدخواہ بھی آپ کے انعام واکرام کا ہی مورد ٹھہرا۔(بخاری) 8

مفتوح قوم کے مشرک سرداروں سے حسن سلوک

ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اپنے باپ کی طرح عمر بھر رسول اللہؐ سے جنگیں کرتا رہا۔فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول کریمؐ کے اعلان عفو،امان کے باوجود ایک دستے پرحملہ آور ہوکر حرم میں خونریزی کا باعث بنا۔اپنے جنگی جرائم کی وجہ سے ہی وہ واجب القتل ٹھہرا تھا۔فتح مکہ کے بعد جان بچانے کے لئے وہ یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔اس کی بیوی رسول اللہؐ سے اس کے لئے معافی کی طالب ہوئی تو آپ نے کمال شفقت سے معاف فرمادیا۔وہ اپنے شوہر کو واپس لانے کے لئے

گئی تو خود عکرمہ کو اس معافی پر یقین نہ آتا تھا۔ چنانچہ اس نے دربارنبوی میں حاضر ہوکراس کی تصدیق چاہی۔اس کی آمد پر رسول اللہؐ نے اس سے احسان کا حیرت انگیز سلوک کیا۔ پہلے تو آپؐ دشمن قوم کے اس سردار کی عزت کی خاطر کھڑے ہو گئے پھر عکرمہ کے پوچھنے پر بتایا کہ واقعی میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔(مؤطا)9

عکرمہ نے پوچھا کہ کیا اپنے دین (حالت شرک) پر رہتے ہوئے آپ نے مجھے بخش دیا ہے۔آپ نے فرمایا ہاں۔اس پر مشرک عکرمہ کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا اور بے اختیار کہہ اُٹھا اے محمدؐ آپ واقعی بے حد حلیم وکریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔رسول اللہؐ کے حسن خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گیا۔(الحلبیہ)10

مشرکین کا ایک اور سردار صفوان بن امیہ تھا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھا۔ یہ بھی عمر بھر رسول اللہؐ سے جنگیں لڑتا رہا۔اپنے جرائم سے نادم ہو کر فتح مکہ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا تھا۔اس کے چچا عمیر بن وھبؓ نے رسول اللہؐ سے اس کے لئے امان چاہی۔آپؐ نے اپنا سیاہ عمامہ بطور علامتِ اسے امان عطا فرمایا۔صفوان بن عمیر کو واپس مکہ لایا۔اس نے پہلے تو رسول اللہؐ سے اپنی امان کی تصدیق چاہی پھر اپنے دین پر رہتے ہوئے دو ماہ کیلئے مکہ میں رہنے کی مہلت چاہی آپ نے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی۔

محاصرہ طائف سے واپسی پر رسول اللہؐ نے تالیف قلب کی خاطر اسے پہلے سو اونٹ کا انعام دیا۔ پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ گویا کل تین صد اونٹ عطا فرمائے۔صفوان بے اختیار کہہ اُٹھا اتنی بڑی عطا ایسی خوش دلی سے سوائے نبی کے کوئی نہیں دے سکتا۔ چنانچہ وہ بھی مسلمان ہوگیا۔(الحلبیہ)11

فتح مکہ کے بعد بنوثقیف کا وفد طائف سے آیا،تو نبی کریمؐ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی خاطر تواضع کا اہتمام کروایا۔بعض لوگوں نے سوال اُٹھایا کہ یہ مشرک لوگ ہیں ان کو مسجد میں نہ ٹھہرایا جائے کیونکہ قرآن شریف میں مشرکین کو نجس یعنی ناپاک قرار دیا ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس آیت میں دل کی ناپاکی کی طرف اشارہ ہے،جسموں کی ظاہری گندگی مراد نہیں۔(جصاص)12

یہود مدینہ سے سلوک

نبی کریم مدینہ تشریف لائے تو یہود مشرکین اور دیگر قبائل مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا جو میثاق مدینہ کے نام سے معروف ہے۔ یہ معاہدہ آزادی مذہب اور حرّیت ضمیر کی بہترین ضمانت ہے۔اس معاہدہ کی مذھبی آزادی سے متعلق شقوں کا ذکر یہاں مناسب ہوگا۔

اس معاہدہ کی بنیادی شرط یہ تھی کہ یہود کو مکمل مذھبی آزادی حاصل ہوگی اور اس معاہدہ کے نتیجہ میں کچھ حقوق انہیں حاصل ہوں گے اور کچھ ذمہ داریاں

عائدہونگی۔

معاہدہ کی دوسری اہم شق یہ تھی کہ مدینہ کے مسلمان مہاجرین وانصاراور یہوداس معاہدہ کی رو سے ''اُمت واحدۃ'' ہونگے۔

ظاہر ہے مذھبی آزادی اوراپنے اپنے دین پر قائم رہنے کے بعدامت واحدہ سے مراد وحدت اورامت کا سیاسی تصور ہی ہے۔

معاہدہ کی تیسری بنیادی شق میں صراحت ہے کہ بنی عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک سیاسی امت ہوں گے۔یہود کو اپنے دین کی آزادی اورمسلمانوں کواپنے دین میں آزادی ہوگی۔

معاہدہ کی چوتھی شق کے مطابق مسلمانوں اور یہود کے مدینہ پر حملہ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد لازم تھی۔مسلمان اپنے اخراجات کے ذمّہ دار اور یہوداپنے اخراجات کے ذمہ دارخود ہونگے البتہ جنگ میں باہم ملک کرخرچ کریں گے۔

فریقین ایک دوسری کی خیرخواہی کریں گے اورنقصان نہیں پہنچائیں گے۔(ابن ھشام)13

ہرچند کہ یہودی مسلسل معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوتے رہےلیکن نبی کریمؐ نے ہمیشہ ایفائے عہد کے ساتھ حسن سلوک کا خیال رکھا۔

یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضرہوتے تو آپؐ ان

سے حسن معاشرت فرماتے تھے چنانچہ کسی یہودی کو حضورؐ کی مجلس میں چھینک آجاتی تو آپؐ اسے یہ دعا دیتے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال اچھا کردے۔(خصائص) 14

یہود کا سلوک اپنے حسد اور کینہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ گستاخانہ رہا۔ وہ طرح طرح کے سوالات کے ذریعہ آپؐ کی آزمائش کرتے آپؐ کی مجالس میں آتے تو تحریف کی عادت سے مجبور حضورؐ کی مجلس میں بھی الفاظ بگاڑ کر تمسخر کرتے، اپنی طرف توجہ پھیرنے کے لئے رَاعِنَا یعنی ہماری رعایت کرکے بجائے رَاعِیْنَا کہتے جس کے معنے ہمارے چرواہے یا نوکر کے ہیں۔ یہود آپؐ کی مجلس میں آکر سلام کرنے کے بجائے السام علیکم کہتے جس کے معنے ہیں معاذ اللہ آپ پر لعنت اور ہلاکت ہو۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ کچھ یہودی آئے۔ انہوں نے السام علیک کہہ کر نبی کریمؐ کو طعن کیا۔ میں سمجھ گئی اور بول پڑی کہ اے یہودیو تم پر لعنت اور ہلاکت ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو کچھ کہنے کی بجائے مجھے سمجھایا اور فرمایا ٹھہرو اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ نے سنا نہیں انہوں نے آپؐ کو کیا کہا ہے آپؐ نے فرمایا میں نے بھی تو علیکم کہہ دیا تھا کہ تم پر۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے برا بھلا کہنے پر نبی کریمؐ نے ان کو روکا سمجھایا اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ فحش بات پسند نہیں کرتا۔ اسی سلسلہ

میں وہ آیت بھی اتری کہ وَاِذَا جَـآءُوْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ (المجادلہ:9) یعنی جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو وہ تجھے ان الفاظ میں سلام کرتے ہیں جن میں تجھے اللہ نے سلام نہیں کیا۔ (بخاری) 15

نبی کریمؐ سے کسی صحابی نے سوال کیا کہ اہل کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں ہم انہیں کیسے جواب دیں آپ نے فرمایا علیکم کہہ کر جواب دے دیا کرو یعنی تم پر بھی۔ (بخاری) 16

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور مشرک بھی تھے۔ آپؐ نے انہیں السلام علیکم کہا۔ (بخاری) 17

خیبر کی فتح کے موقع پر رسول کریمؐ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی جس میں زہر ملایا گیا تھا۔ حضورؐ نے منہ میں لقمہ ڈالا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اُگل دیا۔ پھر آپؐ نے یہود کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں ایک بات پوچھوں گا کیا سچ سچ بتاؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس چیز نے تمہیں اس پر آمادہ کیا؟ انہوں نے کہا، ہم نے سوچا اگر آپؐ جھوٹے ہیں تو آپؐ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ نبی ہیں تو آپ کو یہ زہر کچھ نقصان نہ دے گا۔ (بخاری) 18

یہود کی تمام تر زیادتیوں کے باوجود نبی کریمؐ نے مدینہ کے یہود سے احسان کا ہی سلوک فرمایا۔ ایک دفعہ یہودی کا جنازہ آرہا تھا۔ نبی کریمؐ جنازہ

کے احترام کے لئے کھڑے ہوگئے۔کسی نے عرض کیا کہ حضورؐ! یہ یہودی کا جنازہ ہے۔آپؐ نے فرمایا کیا اس میں جان نہیں تھی۔کیا وہ انسان نہیں تھا۔(بخاری)19

گویا آپؐ نے یہود کے جنازے کا بھی احترام فرما کر شرف انسانی کو قائم کیا۔

عیسائی قوم سے حسن سلوک

قرآن شریف میں عیسائیوں کی یہ خوبی بیان ہوئی ہے کہ ''تم غیر قوموں میں سے عیسائیوں کو نسبتاً اپنے زیادہ قریب اور محبت کرنے والا پاؤ گے۔''(سورۃ المائدہ:83)

نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بحث ومباحثہ کے دوران ان کی عبادت کا وقت آ گیا۔ نبی کریمؐ نے انہیں مسجد نبوی میں ہی ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

اہل نجران سے جو معاہدہ ہوا اس میں انہیں مذھبی آزادی کے مکمل حقوق عطا کئے گئے۔

معاہدہ یہ ہوا کہ وہ دو ہزار چادریں سالانہ مسلمانوں کو بطور جزیہ دیں گے نیز یمن میں خطرے کی صورت میں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس ہتھیار ہر قسم کے یعنی تلوار، تیر، نیزے عاریتاً مسلمانوں کو دیں گے۔ جو مسلمان بعد استعمال واپس کردیں گے۔'' مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ان کے

تمام مالکانہ حقوق مسلّم ہونگے۔ ان کا کوئی گرجا گرایا نہیں جائے گا، نہ ہی کسی اسقف یا کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا۔ اور نہ ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی یا کمی بیشی ہوگی، نہ ہی اُن کی حکومت اور ملکیت میں۔ نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ جب تک وہ معاہدہ کے پابند رہیں گے۔ ان شرائط کی پابندی کی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم یا زیادتی نہیں ہوگی۔'' (ابوداؤد) 20

منافقین مدینہ سے حسن سلوک

ہجرت مدینہ کے بعد جن مخالف گروہوں سے رسول اللہؐ کا واسطہ پڑا ان میں منافقین کا گروہ بھی تھا۔ ان کی ریشہ دوانیوں کے سدّ باب کیلئے حسب حکم الٰہی رسول اللہؐ اقدام فرماتے تھے، مگر بالعموم ان سے نرمی اور احسان کا سلوک ہی رہا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد وہ مسلسل نبی کریمؐ کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور اہانت و گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا، حتی کہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ پر جھوٹا الزام لگانے کی جسارت کی۔ رسول کریمؐ نے اس دشمن کے ساتھ بھی ہمیشہ عفو ورحم کا معاملہ فرمایا، اس کی وفات پر رسول کریمؐ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے اس کی زیادتیاں یاد کروا کر روکنا چاہا۔ رسول کریمؐ نہ مانے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ قرآن شریف میں ان منافقوں کے بارہ میں ذکر

ہے کہ آپ ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو وہ بخشے نہ جائیں گے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا عمرؓ پیچھے ہٹو مجھے اس میں اختیار ہے اور میں ستر مرتبہ سے زائد اس کی بخشش کی دعا کرلوں گا۔ (بخاری) 21

حوالہ جات

1 بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف

2 بخاری کتاب الادب باب صلة الو الدالمشرک

3 بخاری کتاب التفسیر سورۃ الروم لدخان

4 المسبوط للسرخسی جلد10ص92

5 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص175بیروت

6 مسند احمد بن حنبل جلد4ص24بیروت

7 ابوداؤد کتاب السنّہ باب فی ذراری المشرکین

8 بخاری کتاب بنیان الکعبہ باب ھجرۃ النبیؐ

9 مؤطا امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجته

10 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص92دار ااحیاء التراث العربی بیروت

11 السیرہ الحلبیہ جلد3ص109بیروت

12 احکام القرآن للجصاص جلد3ص109

13 السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد2ص147تا150

14 الخصائص الکبریٰ جزثانی ص167مطبوعہ بیروت

15 بخاری کتاب الادب باب الرفق فی الامرکلہ

16 بخاری کتاب الاستیذان باب کیف الرد علی ھل الذمۃ السلام

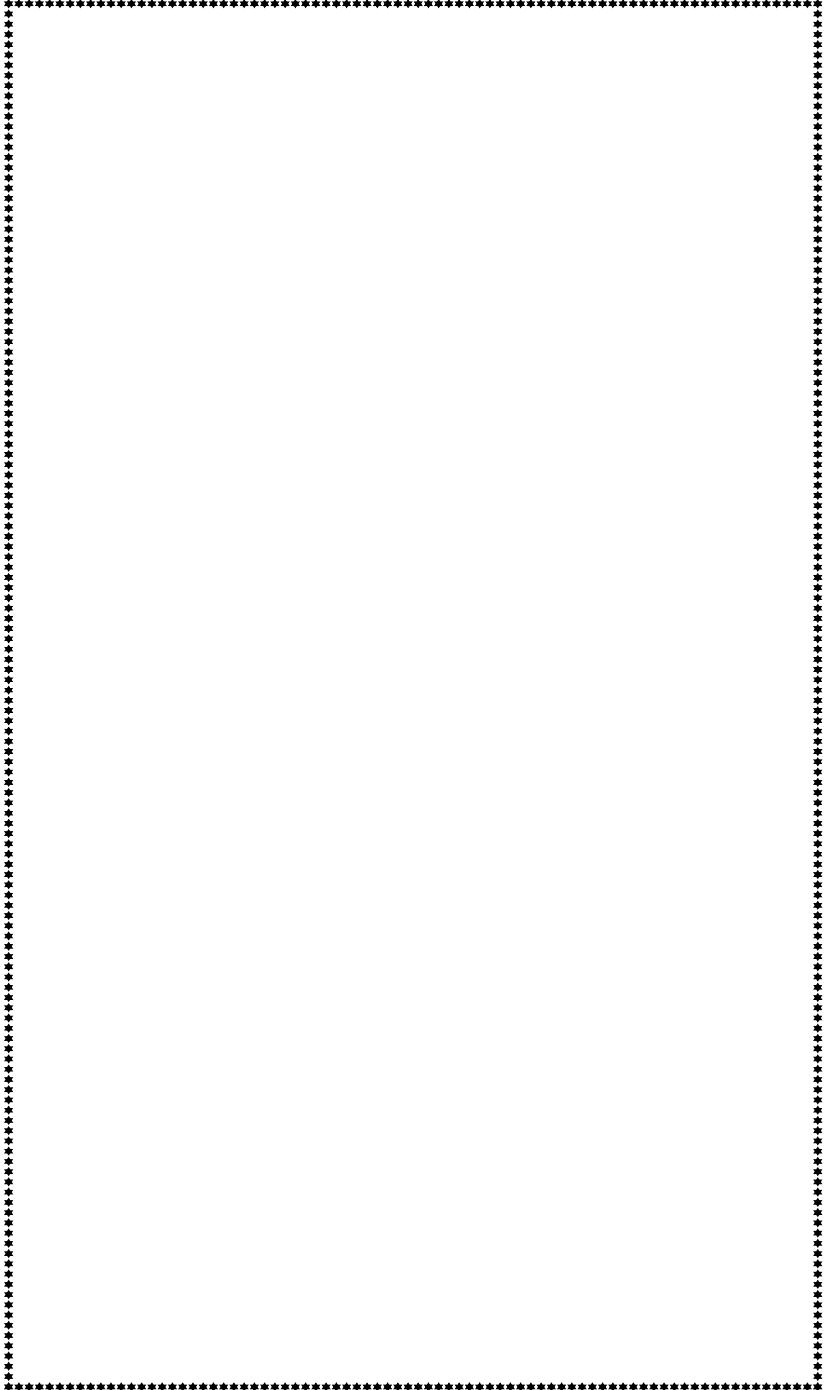
17 بخاری کتاب التفسیر سورۃ آل عمران ولتسمعن من الذین اوتوالکتاب من قبلکم

18 بخاری کتاب الجھاد باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین

19 بخاری کتاب الجنائزباب من قام لجنازۃ یھودی

20 ابوداؤد کتاب الخراج باب اخذ الجزیہ والطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1ص266

21 بخاری کتاب الجنائزباب مایکرہ من الصلوۃ علی المنافقین



رسول کریمؐ کا عفو و کرم

بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق فاضلہ کی بنیاد صفات الٰہیہ کو قرار دیتے اور حسبِ استطاعت یہ صفات اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''عَفُوًّ'' ہے یعنی وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ انسان کے لئے بھی یہ خلق اختیار کرنا ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں رنگین ہو کر وہ ایک کامل انسان بن سکے۔

اسلام پہلے تو ریت میں قصاص اور برابر کے بدلہ کی تعلیم بھی بے عدل وانصاف پر مبنی تھی۔ اسلام نے عدل ایک قدم آگے بڑھ کر احسان کی تعلیم دیتے ہوئے ''عَفُو'' کی طرف توجہ دلائی، مگر ساتھ ہی یہ وضاحت فرمائی کہ ''عفو'' کا خلق اس وقت قابل تعریف ہے، جب برمحل ہو۔ اگر کمزوری اور بدلہ لینے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کیا جائے تو یہ عفو قابل تعریف نہیں۔ عفو وہ قابل تعریف ہے، جس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''بدی کا بدلہ کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے'' پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے یقیناً وہ ظالموں

کو پسند نہیں کرتا ہے۔(سورۃ الشوریٰ:41)

رسول کریمؐ کو بطور خاص عفو کا خُلق ودیعت کیا گیا تھا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ''اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو اُن کیلئے نرم ہو گیا اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔پس ان سے عفو اور درگذر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر''۔(سورۃ آل عمران:160)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کے بے نظیر نمونے دوستوں اور دشمنوں کے بارہ میں ظاہر ہوئے اور آپؐ نے ثابت کر دکھایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفت ''عفو'' کے بہترین مظہر تھے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے رسول اللہؐ کی توریت میں بیان فرمودہ علامت پوچھی گئی تو انہوں نے بیان کیا ''کہ وہ نبی تند خو اور سخت دل نہ ہوگا۔نہ بازاروں میں شور کرنے والا۔برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا بلکہ عفو اور بخشش سے کام لے گا''۔(بخاری)[1]

دراصل ان کا اشارہ توریت کی اس پیشگوئی کی طرف تھا۔جس میں لکھا ہے۔''وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا وہ راستی سے عدالت کرے گا۔(یسعیاہ42/2-4:)

حضرت عائشہؓ نبی کریمؐ کے عفو وکرم کے بارہ میں یہ گواہی دیتی تھیں کہ نبی کریمؐ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر اپنے اوپر ہونے والی کسی زیادتی کا انتقام

نہیں لیا۔(مسلم)2

حضرت خدیجہؓ کے صاحبزادے ھند کو رسول اللہؐ کے زیر تربیت رہنے کی سعادت ہوئی تھی۔ان کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ دنیا اور اس کے اغراض کی خاطر کبھی غصے نہیں ہوتے تھے۔اپنی ذات کی خاطر نہ کبھی آپ غصے ہوئے نہ بدلہ لیا۔(ترمذی)3

مدینہ میں آنے کے بعد ایک دفعہ نبی کریمؐ انصاری سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ راستے میں یہود مشرکین اور مسلمانوں کی ایک مجلس میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی موجود تھا۔رسول اللہؐ کی سواری کے آنے سے گرد اُٹھی تو اس نے منہ ڈھانپ لیا اور رسول اللہؐ کو برا بھلا کہنے لگا۔ نبی کریمؐ جب سعد بن عبادہؓ کے گھر پہنچے اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے مدینہ کے مخصوص حالات میں عبداللہ بن ابی سے درگذر کرنے کی درخواست کی۔اور رسول کریمؐ نے اسے معاف کر دیا۔(بخاری)4

اور ایسا صدق دل سے معاف کیا کہ اس کی تمام تر گستاخیوں اور شرارتوں کے باوجود اس کی وفات اس کا جنازہ پڑھایا۔حضرت عمرؓ نے بااصرار اس کا جنازہ پڑھانے سے روکتے ہوئے رسول اللہؐ کو عبداللہ بن ابی کی سب زیادتیاں اور دشمنیاں یاد کرائیں۔مگر رسول کریمؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے عمرؓ! پیچھے ہٹ جاؤ۔ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ ”تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ

کرو (برابر ہے) اگر تم ستر مرتبہ بھی استغفار کرو تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا۔'' پھر فرمایا اگر مجھے پتہ ہو کہ ستر سے زائد مرتبہ استغفار سے یہ بخشے جائیں گے تو میں ستر سے زائد بار استغفار کروں۔ پھر آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ جنازہ کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے اور تدفین تک وہاں رہے۔ (بخاری) 5

غزوۂ ذات الرقاع میں تعاقب کر کے ارادہ قتل کے لئے آنے والے غورث بن حارث کو بھی آپؐ نے معاف فرمادیا۔ جس نے حضورؐ کے سوتے ہوئے قتل کے ارادہ سے آپؐ کی تلوار پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر آپؐ کے الٰہی رعب و ھیبت سے قتل پر قادر نہ ہوسکا۔ اس جانی دشمن کو بھی آپؐ نے معاف فرمادیا۔ (بخاری) 6

زہر دینے والی سے عفو

غزوہ خیبر کے بعد مشہور یہودی جرنیل مرحب کی بہن نے ایک بکری کے گوشت میں زہر ملا کر اس کا بھُنا ہوا گوشت آنحضرتؐ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا۔ رسول کریمؐ دستی کا گوشت کھانے لگے اور دیگر صحابہ نے بھی کھایا۔ اچانک رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کھانے سے ہاتھ روک لو۔ پھر حضورؐ نے اس یہودی عورت کو بلا کر فرمایا کیا تم نے اس کھانے میں زہر ڈالا تھا۔ اس نے کہا ہاں مگر آپؐ کو کیسے پتہ چلا۔ حضورؐ نے اپنے ہاتھ میں دستی کے گوشت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس نے بتایا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارا مقصد کیا تھا۔ کہنے لگی میں نے سوچا اگر آپ

نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں دے گا۔اگر نہیں ہیں تو آپ سے ہماری جان چھوٹ جائے گی۔آنحضورؐ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور اسے کوئی سزا نہیں دی۔

حضورؐ کے ایک صحابی، جنھوں نے یہ گوشت کھایا تھا، زہر کے اثر سے فوت بھی ہو گئے اور رسول اللہؐ پر اس زہر کا اثر آخری بیماری میں بھی تھا اور آپ اپنے گلے میں اس کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے تھے۔(ابوداؤد)7

فتح مکہ کے موقع پر رسول کریمؐ نے عفو کے شاندار اور بے نظیر نمونے قائم فرمائے اور یوں محض مکہ کی بستی اور مکان ہی فتح نہیں کئے بلکہ مکینوں کے دل بھی جیت لئے۔

مرتد کی معافی

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کاتب وحی تھا۔اس نے کلام الٰہی میں تحریف اور خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا۔جب اس کی یہ چوری پکڑی گئی تو بغاوت اور ارتداد اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے حریف قریش مکہ سے جا ملا۔وہاں جا کر اس جھوٹے الزام کی کھلم کھلا اشاعت کی کہ جو میں کہتا تھا اس کے مطابق وحی بنا کر لکھ لی جاتی تھی۔اسکی محاربانہ سرگرمیوں کے باعث اسے واجب القتل قرار دیا گیا۔اور بعض مسلمانوں نے نذر مانی کہ وہ اس دشمن خدا و رسول کو قتل کریں گے۔مگر یہ اپنے رضاعی بھائی

حضرت عثمانؓ غنی کی پناہ میں آکر معافی کا طالب ہوا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلے تو اعراض فرمایا مگر حضرت عثمانؓ کی بار بار درخواست پر کہ میں اسے امان دے چکا ہوں۔حضورؐ نے اسے معاف کر دیا اور اسکی بیعت قبول فرمالی۔

بعد میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے صحابہ سے (جن میں عبداللہ کے قتل کی نذر ماننے والے صحابی بھی شامل تھے) پوچھا کہ جب تک میں نے معافی اور بیعت منظور نہیں کی تھی اس دوران عبداللہ کو قتل کر کے اپنی نذر پوری نہ کر لینے کی کیا وجہ ہوئی ؟ کیونکہ نذر پوری کرنا اللہ کا حق ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا آپ کا ادب مانع تھا۔حضورؐ ہمیں ادنیٰ سا اشارہ ہی فرما دیتے کہ نذر پوری کرنے میں کوئی روک نہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا خوبصورت جواب ارشاد فرمایا کہ آنکھ کے مخفی اشارے کی خیانت بھی نبی کی شان سے بعید ہے۔اس طرح کلام پاک میں خیانت کے مرتکب اس مجرم کے ساتھ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ سلوک روا رکھنا گوارا نہ فرمایا کہ اسے خاموشی سے قتل کروا دیا جائے۔ غالباً صحابہ کو یہی سبق دینے کیلئے آپؐ نے ان سے یہ سوال پوچھا تھا۔ ورنہ اس رسولِ امین کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت نے بھی جسے امان دی وہ ہماری امان شمار ہوگی۔پھر حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی امان کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں کوئی کیسے جرأت کرسکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی واضح فیصلہ سے قبل ایسا اقدام کرے۔

بیعت کی قبولیت کے بعد عبداللہ اپنے جرائم کے باعث حیاء کی وجہ سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے آنے سے کتراتا تھا۔اس رحیم وکریم اور عالی ظرف رسولؐ نے اسے محبت بھرا پیغام بھجوایا کہ اسلام قبول کرنا اس سے پہلے کے گناہ معاف کردیتا ہے۔(حلبیہ)8

ھبار کی معافی

چند واجب القتل مجرموں میں ایک شخص ھبار بن الاسود بھی تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت نیزے سے قاتلانہ حملہ کیا اور وہ اونٹ پر سے ایک پتھریلی چٹان پر گر گئیں۔اس حادثہ کی نتیجہ میں ان کا حمل ضائع ہوگیا اور بالآخر یہی چوٹ انکے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔اس جرم کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے قتل کا فیصلہ فرمایا تھا۔فتح مکہ کے موقع پر تو یہ بھاگ کر کہیں چلا گیا۔بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے تو ھبار حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رحم کی بھیگ مانگتے ہوئے عرض کیا کہ پہلے تو میں آپؐ کے ڈر سے فرار ہوگیا تھا مگر پھر آپ کے عفو و رحم کا خیال مجھے آپؐ کے پاس واپس لایا ہے۔اے خدا کے نبیؐ! ہم جاہلیت اور شرک میں تھے۔خدا نے ہمیں آپؐ کے ذریعہ ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔پس میری جہالت سے صرف نظر فرمائیں بے شک میں اپنے قصوروں اور زیادتیوں کا اقراری اور معترف ہوں۔عفو وکرم کے اس پیکر نے اپنی صاحبزادی کے اس قاتل کو بھی بخش دیا اور فرمایا ’’ جا اے ھبار!

میں نے تجھے معاف کیا۔اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں قبول اسلام کی توفیق دی۔'' پھر رحمتہ للعالمین ھبار کو محبت بھری تسلیاں دیتے ہیں کہ اسلام قبول کرنا سابقہ گناہوں کا ازالہ کر دیتا ہے۔(حلبیہ)9

ابوجہل کے بیٹے سے عفو

واجب القتل مجرموں میں دشمن اسلام ابوجہل کا بیٹا اورمشرکین مکہ کا سردار عکرمہ بھی تھا جس نے ساری عمر اسلام کی مخالفت اور عداوت میں گزار دی۔ مسلمانوں اور بانی اسلام کو وطن سے بے وطن کیا، پھر مدینے میں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ان پر جنگیں مسلط کیں اوران کے خلاف لشکر کھینچ کر لے آیا۔حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کوعمرہ کرنے سے روکا اور پھراس موقع پر جو معاہدہ کیا اسے توڑنے اور پامال کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ فتح مکہ کے موقع پر امن کے اعلان عام کے باوجود ہتھیار نہ ڈالے بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خالد بن ولید کے دستے پرحملہ کر کے حرم میں خونریزی کا موجب بنا۔اپنے ان گھناؤنے جرائم کی معافی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر فتح مکہ کے بعد عکرمہ یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔اس کی بیوی ام حکیمؓ مسلمان ہوگئی تھی۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار عفو سے اپنے خاوند کی معافی اور امن کی طالب ہوئی۔سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس جانی دشمن کے لئے بھی امان نامہ عطا فرمایا۔اس کی بیوی تلاش میں اس کے پیچھے گئی، اسے جالیا اور کہا'' میں

اس عظیم انسان کے پاس سے آئی ہوں جو بہت ہی صلہ رحمی کرنیوالا ہے۔تم اپنے آپ کو ہلاک مت کرو۔ میں تمہارے لئے پروانۂ امان لیکر آئی ہوں۔'' عکرمہ کو اپنے جرائم کے خیال سے معافی کا یقین تو نہ آتا تھا مگر اپنی بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے واپس لوٹ آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ (الحلبیہ)10

عکرمہ پر لطف و کرم

عکرمہ کو نہ صرف معاف کیا بلکہ کمال شفقت و محبت کا سلوک کیا۔اپنے اس جانی دشمن کو خوش آمدید کہا اور دشمن قوم کے اس سردار کے اعزاز کیلئے کھڑے ہو گئے۔(مؤطا)11

اپنی چادر اس کی طرف پھینک دی جو امان عطا کرنے کے علاوہ احسان کا اظہار بھی تھا۔ پھر فرط مسرت سے اس کی طرف آگے بڑھے۔عکرمہ نے عرض کیا میری بیوی کہتی ہے آپؐ نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔آپؐ نے فرمایا ہاں یہ درست کہتی ہے۔عکرمہ کا سینہ کھل گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا۔اے محمد! واقعی آپ تو بہت ہی صلہ رحمی کرنیوالے اور بے حد حلیم اور بہت ہی کریم ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تب ہمارے آقا کی خوشی دیکھنے والی تھی، مشرکین کے لشکر کا سالار مسلمان ہو رہا

تھا، آج رسول اللہؐ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، آپؐ کے خوابوں کی تعبیریں پوری ہو رہی تھیں۔ آپؐ نے ایک رؤیا میں ابو جہل کے ہاتھ میں جنتی پھل انگور کے خوشے دیکھے تھے، آج ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے قبول اسلام سے اس کی تعبیر ظاہر ہوئی۔ رسول اللہؐ خوشی سے مسکرا رہے تھے۔ صحابہؓ نے استفسار کیا تو فرمایا کہ میں خدا کی شان اور قدرت پر حیران ہو کر خوشی سے مسکراتا ہوں کہ بدر میں عکرمہ نے جس مسلمان صحابی کو قتل کیا تھا وہ شہید صحابی اور عکرمہ دونوں جنت میں ایک ہی درجے میں ہوں گے۔ بعد میں جنگ یرموک میں عکرمہ کی شہادت سے یہ بات مزید کھل کر ظاہر ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عکرمہؓ کے اسلام سے خوش ہو کر فرمایا کہ اے عکرمہؓ! آج جو مانگنا ہے مجھ سے مانگ لو میں اپنی توفیق و استطاعت کے مطابق تمہیں عطا کرنیکا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ موقع تھا کہ سردار مکہ کا بیٹا شہنشاہ عرب سے منہ مانگا انعام لے سکتا تھا، مگر اب وہ دنیا دار عکرمہ یکسر بدل چکا تھا۔ توحید و رسالت کا صدق دل سے اقرار کر کے اور رسول اللہؐ کے حسنِ اخلاق سے متأثر ہو کر اس کی ہستی میں ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ اس نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ! میرے لئے اپنے مولیٰ سے بخشش کی دعا کیجئے کہ جو دشمنی میں نے آج تک آپؐ سے کی وہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسی وقت دعا کیلئے خدا کے حضور ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کرنے لگے۔ ’’مولیٰ اے میرے مولیٰ! عکرمہ کی سب عداوتیں اور قصور معاف فرما دے‘‘ اور خود آپ

نے بھی صدق دل سے عکرمہؓ کو ایسا معاف کیا کہ مسلمانوں کو تاکید کی کہ دیکھو عکرمہؓ کے سامنے اس کے باپ ابوجہل کو برا بھلا نہ کہنا اس سے میرے ساتھی عکرمہؓ کی دلآزاری ہوگی اور اسے تکلیف پہنچے گی۔ دشمن کے ساتھ حسن سلوک کے لحاظ سے نبی کریمؐ کا کتنا عظیم خلق ہے۔ جس کی نظر پیش نہیں کی جاسکتی۔ عکرمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں آج تک آپ کی مخالفت میں اپنا جتنا مال خرچ کیا ہے۔ اب میں اللہ کی راہ میں بھی اتنا مال خرچ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (ابن اثیر) 12

ھند سے حسن سلوک

ان مجرموں میں ابوسفیان کی بیوی ھند بنت عتبہ بھی تھی۔ جس نے اسلام کے خلاف جنگوں کے دوران کفار قریش کو اکسانے اور بھڑکانے کا فریضہ خوب ادا کیا تھا۔ وہ رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو انگیخت کیا کرتی تھی کہ اگر تم فتح مند ہو کر لوٹو گے تو ہم تمہارا استقبال کریں گی، ورنہ ہمشیہ کیلئے جدائی اختیار کر لیں گی۔ (ابن ھشام) 13

جنگ اُحد میں اسی ھند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا تھا۔ ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء کاٹ کر لاش کا حلیہ بگاڑا اور ان کا کلیجہ چبا کر آتش انتقام سرد کی تھی۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہؐ نے عورتوں کی بیعت لی تو یہ ھند بھی نقاب اوڑھ کر آ گئی کیونکہ اسکے جرائم کی وجہ سے اسے بھی واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ بیعت

کے دوران اس نے بعض شرائط بیعت کے بارہ میں استفسار کیا تو نبی کریمؐ پہچان گئے کہ ایسی دیدہ دلیری ھند ہی کرسکتی ہے۔آپ نے پوچھا''کیا تم ابوسفیان کی بیوی ھند ہو!''اس نے کہا''یارسول اللہؐ!اب تو میں دل سے مسلمان ہوچکی ہوں جو کچھ پہلے گذر چکا آپ بھی اس سے درگذر فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔''

نفرت کو محبت سے بدلنے کا انقلاب

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ظرف دیکھو کہ اپنے محبوب چچا کا کلیجہ چبانے والی ھند کو بھی معاف فرما کر ہمیشہ کیلئے اس کا دل جیت لیا۔ھند پر آپ کے عفو و کرم کا ایسا اثر ہوا کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی اس نے اپنا دل بھی شرک و بت پرستی سے پاک کیا اور گھر میں موجود تمام بت توڑ کر نکال باہر کئے۔

اسی شام ھند نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ضیافت کے اہتمام کی خاطر دو بکرے ذبح کروائے اور بھون کر حضورؐ کی خدمت میں بھجوائے۔خادمہ کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ ھند بہت معذرت کرتی ہیں کہ آج کل جانور کم ہیں اس لئے یہ جو حقیر سا تحفہ پیش کرنے کی توفیق پا رہی ہوں قبول فرمائیں۔

ہمارے محسن آقا و مولا نے جو کسی کے احسان کا بوجھ اپنے اوپر نہ رکھتے تھے۔اسی وقت دعا کی کہ''اے اللہ ھند کے بکریوں کے ریوڑ میں بہت برکت ڈال دے۔''یہ دعا بڑی شان کے ساتھ قبول ہوئی۔ھند کی بکریوں میں ایسی

برکت پڑی کہ سنبھالی نہ جاتی تھیں۔ پھر تو ھند رسول خدا کی دیوانی ہو گئیں، خود کہا کرتی تھیں کہ یارسول اللہ ﷺ ایک وقت تھا جب آپ کا گھر میری نظر میں دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل اور حقیر تھا، مگر اب یہ حال ہے کہ روئے زمین پر تمام گھرانوں سے معزز اور عزیز مجھے آپ کا گھر ہے۔ (حلبیہ) 14

وہ لوگ جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسکی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی۔ ذرا وہ بتائیں تو سہی کہ وہ کونسی تلوار تھی جس نے عکرمہؓ اور ھندؓ کا دل فتح کیا تھا، بلا شبہ وہ رسول اللہؐ کی بے پایاں رحمت ہی تھی۔

دشمن اسلام صفوان پر احسان

صفوان بن امیہ مشرکین مکہ کے ان سرداروں میں سے تھا، جو عمر بھر مسلمانوں سے نبرد آزما رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر عکرمہؓ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے اعلان امن کے باوجود خالد بن ولیدؓ کے اسلامی دستے پر حملہ آور ہوئے تھے۔ پھر بھی نبی کریمؐ نے صفوان کے لئے بطور خاص کسی سزا کا اعلان نہیں فرمایا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد یہ خود سخت نادم اور شرمندہ ہو کر یمن کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، کیونکہ اپنے جرائم سے خوب واقف تھا اور اپنے خیال میں ان کی معافی کی کوئی صورت نہ پاتا تھا۔ اس کے چچا حضرت عمیر بن وھبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ آپؐ نے تو ہر اسود و احمر کو امان دے دی ہے۔ اپنے چچا زاد کا بھی خیال کیجئے اور اسے معاف فرمائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صفوان کو بھی معاف فرما دیا۔ حضرت عمیرؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنی امان کا کوئی نشان بھی عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا وہ سیاہ عمامہ معافی کی علامت کے طور پر اتار کر دے دیا جو فتح مکہ کے روز آپؐ نے پہنا ہوا تھا۔ عمیرؓ نے جا کر صفوان کو معافی کی خبر دی تو اسے یقین نہ آتا تھا کہ اسے بھی معافی ہو سکتی ہے۔ اس نے عمیرؓ سے کہا ''تو جھوٹا ہے۔ میری نظروں سے دور ہو جا، میرے جیسے انسان کو کیسے معافی مل سکتی ہے؟ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔'' حضرت عمیرؓ نے اسے سمجھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ بہت احسان کرنیوالے اور حلیم و کریم ہیں، ان کی عزت تمہاری عزت اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے۔ اس یقین دہانی پر صفوان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی پہلا سوال یہی دریافت کیا کہ کیا آپ نے مجھے امان دی ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے تمہیں امان دی ہے۔ صفوان نے عرض کیا کہ مجھے دو ماہ کی مہلت دے دیں کہ اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے مکہ میں ٹھہروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چار ماہ کی مہلت عطا فرمائی۔ یوں اپنے بدترین دشمن سے بھی اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک کر کے خلق عظیم کی شاندار مثال قائم فرما دی۔ (مؤطا) 15

بالآخر چند ہی دنوں میں آپ نے صفوان کا دل اپنے جود و سخا سے جیت

لیا۔محاصرہ طائف سے واپسی پر حضورؐ ایک وادی کے پاس سے گزرے۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مال خمس وفیئ کے جانوروں کے ریوڑ چر رہے تھے۔صفوان حیران ہوکر طمع بھری آنکھوں سے ان کو دیکھنے لگا۔حضورؐ صفوان کو دیکھ رہے تھے۔فرمانے لگے ''اے صفوان ! کیا یہ جانور تجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں؟ ''اس نے کہا ہاں!'' آپؐ نے فرمایا'' جاؤ یہ سب جانور میں نے تمہیں بخش دیئے۔'' صفوان بے اختیار یہ کہہ اٹھا کہ خدا کی قسم ! اتنی بڑی عطا اتنی خوش دلی سے سوائے نبی کے کوئی نہیں کرسکتا یہ کہہ کر وہیں رسول اللہؐ کے قدموں میں ڈھیر ہوگیا اور اسلام قبول کرلیا۔(ابن ھشام)16

وحشی قاتلِ حمزہؓ سے درگذر

ان واجب القتل مجرموں میں وحشی بن حرب بھی تھا۔جس نے اپنی غلامی سے آزادی کے لالچ میں غزوۂ احد میں سامنے آکر مقابلہ کرنے کی بجائے چھپ کر اسلامی علمبردار حضرت حمزہؓ پر قاتلانہ حملہ کر کے انہیں شہید کیا تھا۔فتح مکہ کے بعد یہ طائف کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں مختلف علاقوں سے سفارتی وفود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔وحشی کو کسی نے مشورہ دیا کہ نبی کریمؐ سفارتی نمائندوں کا بہت احترام کرتے ہیں۔بجائے چھپ چھپ کر زندگی گزارنے کے تم بھی کسی وفد کے ساتھ دربارنبویؐ میں حاضر ہوکر عفو کی بھیک مانگ لو۔چنانچہ وہ طائف کے سفارتی وفد کے ساتھ آیا۔حضورؐ سے آپ

کے چچا کے قتل کی معافی چاہی۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا تم وحشی ہو۔؟ اس نے کہا ''جی حضورؐ! اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا'' حمزہؓ کو تم نے قتل کیا تھا۔'' اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ اس نے بتایا کہ کس طرح تاک کر اور چھپ کر ان کو نیزا مارا اور شہید کیا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی اپنے محبوب چچا کی شہادت کی یاد ایک بار پھر تازہ ہوگئی۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ شاید اس وقت آپؐ کو حضرت حمزہؓ کے احسانات بھی یاد آئے ہوں گے۔ وہ ابوجہل کی ایذاؤں کے مقابل پر آپؐ کی سپر بن کر اسلام کی کمزوری کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے اور آخر دم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دست و بازو بنے رہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اور قدرت و طاقت پا کر جذبات انتقام میں کسی قدر تلاطم برپا ہوسکتا ہے اس کا اندازہ اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔ مگر دوسری طرف وحشی قبول اسلام کا اعلان کر کے عفو کا طالب ہو چکا تھا۔ آپؐ نے کمال شفقت اور حوصلہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ اے وحشی! میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ میری نظروں کے سامنے نہ آیا کرو؟ تا کہ اپنے پیارے چچا کی المناک شہادت کی دکھ بھری یاد مجھے بار بار ستاتی نہ رہے۔ وحشی نے رسول اللہؐ کا یہ حیرت انگیز احسان دیکھا تو آپ کے حسن خلق کا معترف ہوکر صدق دل سے مسلمان ہوا اور حضرت حمزہؓ کے قتل کا کفارہ ادا کرنے کی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس

نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ اب میں اسلام کے کسی بڑے دشمن کو ہلاک کر کے حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ چکاؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچانے والا یہی وحشی تھا جس کا دل محمد مصطفیؐ نے محبت سے جیت لیا تھا۔ (الحلبیہ)۔ 17

حارث اور زھیر کی معافی

حارث بن ہشام اور زھیر بن امیہ بھی عکرمہ اور صفوان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امان قبول کرنیکی بجائے مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد پشیمان تھے کہ نامعلوم اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریمؐ کی چچازاد بہن ام ہانیؓ سے معافی کیلئے سفارش چاہی۔ یہ دونوں ان کے سسرالی عزیز تھے۔ حضرت ام ہانیؓ نے انہیں امان دے کر اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ پہلے اپنے بھائی حضرت علیؓ سے ان کی معافی کیلئے بات کی۔ حضرت علیؓ نے صاف جواب دیا کہ ایسے معاندین اسلام کو تو میں خود اپنے ہاتھ سے قتل کرونگا۔ تب ام ہانیؓ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ذرا سوچیئے دو ظالم دشمنان اسلام کیلئے ایک عورت کی امان کیا حیثیت رکھتی ہے! مگر اُم ہانیؓ نے نبی کریمؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ میرا بھائی علی کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو جسے میں نے امان دی ہے قتل کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وسعت حوصلہ دیکھو آپ نے فرمایا۔ ''اے ام ہانیؓ! جسے تم نے امان

دی اسے ہم نے امان دی۔'' چنانچہ ان دونوں دشمنان اسلام کو بھی معاف کر دیا گیا۔(ھشام)18

حارث بن ہشام کو جو قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ نبی کریمؐ نے صرف معاف ہی نہیں فرمایا، سو اونٹوں کا تحفہ بھی عطا کیا۔ بعد میں یہ غزوہ یرموک میں شامل ہوئے اور اس میں شہید ہوئے۔ یہ وہی حارثؓ ہیں جنہوں نے اپنے دوسرے دو زخمی مسلمان بھائیوں عکرمہؓ اور سہیلؓ کو پیاسا دیکھ کر خود پانی پینے کی بجائے انہیں پلانے کا اشارہ کیا اور یوں ایثار کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی تھی۔(ابن اثیر)19

حارث بن ہشام کا اپنا بیان ہے کہ جب ام ہانیؓ نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہؐ نے ان کی پناہ قبول فرمالی ہے تو کوئی بھی مجھ سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ البتہ مجھے حضرت عمرؓ کا ڈر تھا لیکن وہ بھی ایک دفعہ میرے پاس سے گزرے میں بیٹھا ہوا تھا مگر انہوں نے بھی کوئی تعرض نہ کیا۔ اب مجھے صرف اس بات کی شرم تھی کہ میں رسول اللہؐ کو کیا منہ دکھاؤں گا کیونکہ حضورؐ کو دیکھنے سے مجھے وہ تمام باتیں اور اپنی وہ دشمنیاں یاد آجائیں گی جو میں ہر موقعے پر آپؐ کے خلاف مشرکوں کے ساتھ مل کر کرتا رہا تھا، لیکن جب میں آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ملا، اس وقت وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ آپؐ کمال شفقت سے میری خاطر رک گئے۔ نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے میرے ساتھ ملاقات فرمائی۔ تب میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور حق کی

گواہی دے دی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ سب حمد اس اللہ کی ہے جس نے تمہیں ہدایت دی۔ تمہارے جیسا عقلمند انسان اسلام سے کس طرح لاعلم اور دور رہ سکتا تھا۔ (حلبیہ)20

دلوں کی فتح

رحمتہ اللعالمین اہل مکہ کیلئے امان کا اعلان کرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچتے ہیں اور بعض بد بخت یہ منصوبے بنا رہے ہیں کہ اگر آج اس عظیم فاتح کو قتل کر دیا جائے تو مسلمانوں کی فتح کو شکست میں بدلی جاسکتی ہے۔ طواف کے وقت ایک شخص فضالہ بن عمیر آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے آپؐ کے قریب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کے ناپاک منصوبے کی اطلاع کر دی۔ آپؐ نے نام لے کر بلایا تو وہ گھبرا گیا۔ آپؐ نے پوچھا۔ ''کس ارادہ سے آئے ہو؟'' تو وہ جھوٹ بول گیا۔ آپؐ مسکرائے اور اسے اپنے قریب کر کے پیار سے اُس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ فضالہ بعد میں کہا کرتا کہ جب آنحضرتؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا تو میری تمام نفرت دور ہوگئی اور مجھے ایسے لگا کہ دنیا میں سب سے پیارے محمد صل اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ فضالہ نے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ یہ تھی دلوں کی فتح جو ہمارے آقا و مولا کو فتح مکہ کے دن حاصل ہوئی ۔ (ابن ھشام)21

دشمن پر احسان

محاصرۂ طائف سے واپسی پر مشہور شاعر کعب بن زہیر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دراصل ان کے والد زہیر نے اہل کتاب کی مجالس میں ایک نبی کی آمد کا ذکر سن رکھا تھا اور اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ اسے قبول کریں۔ رسول اللہؐ کی بعثت پر ان کے ایک بیٹے بجیر نے تو اسلام قبول کرلیا۔ جب کہ کعب رسول اللہؐ اور مسلمان خواتین کی عزت پر حملہ کرتے ہوئے گندے اشعار کہتا تھا اور اس بناء پر رسول اللہؐ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔

کعب کے بھائی نے اسے لکھا کہ مکہ فتح ہو چکا ہے اسلئے تم آکر رسول اللہؐ سے معافی مانگ لو۔ چنانچہ اس نے رسول اللہؐ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جو ''بَانَتْ سُعَادُ'' کے نام سے مشہور ہے۔ وہ مدینہ آکر اپنے ایک جاننے والے کے پاس ٹھہرا۔ اہل مدینہ میں اسے کوئی پہچانتا نہ تھا۔ اس نے فجر کی نماز نبی کریمؐ کے ساتھ مسجد نبوی میں جا کر ادا کی اور رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنا تعارف کرائے بغیر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! کعب بن زہیر تائب ہو کر آیا ہے اور معافی کا خواستگار ہے اگر اجازت ہو تو اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ''ہاں'' تو کہنے لگا ''میں ہی کعب بن زہیر ہوں'' یہ سنتے ہی ایک انصاری حضورؐ کے سابقہ حکم کے مطابق اسے قتل کرنے کے لئے اُٹھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا نہیں اب اسے چھوڑ دو، یہ معافی کا خواستگار ہو کر آیا ہے۔ پھر اس نے اپنا قصیدہ

حضورؐ کی شان میں پیش کیا اور جب یہ شعر پڑھا۔

اِنَّ الــرَّسُــوُلَ لَسَیُفٌ یُسُتَـضَـاءُ بِــهٖ

مُهَــنَّــدٌ مِـنُ سَیُـوُفِ اَلـلّٰــهِ مَسُـلُـوُلِ

کہ یہ رسول ایک ایسی تلوار ہے جس کی چمک سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ زبردست سونتی ہوئی ھندی تلوار ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ہے۔ رسول اللہؐ نے یہ قصیدہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر دست مبارک سے بطور انعام اس کے اوپر ڈال دی۔ یوں یہ دشمن رسول بھی آپؐ کے دربار سے معافی کے ساتھ انعام بھی لے کر لوٹا۔ (الحلبیہ) 22

حوالہ جات

1 بخاری کتاب البیو ع باب کراھیة الشغب فی السوق

2 مسلم کتاب الفضائل باب20ص79

3 شمائل ترمذی باب ماجاء فی کلام رسول اللّٰہؐ

4 بخاری کتاب الاستیذان باب2

5 بخاری کتاب الجنائز باب84

6 بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع

7 ابوداؤد کتاب الدیات باب فیمن سقی رجلاسما اواطعمہ

8 السیرہ الحلبیہ جلد3ص102-104مطبوعہ بیروت

9 السیرة الحلبیہ جلد3ص106مطبوعہ بیروت

10 السیرة الحلبیہ جلد3ص92داراحیاء التراث العربی بیروت

11 مؤطا امام مالک کتاب النکاح باب المشرک اذا اسلمت زوجتہ

12 اسدالغابہ فی معرفة الصحابة جلد4ص5مطبوعہ بیروت

13 السیرة النبویة ابن ھشام جلد3ص151مطبوعہ دالمعرفہ بیروت

14 السیرة الحلبیہ جلد3ص118مطبوعہ بیروت

15 مؤطا امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المشرک اذا السلمت زو جتہ 12

16 السیرة النبویہ لابن ھشام جلد4ص60 مکتبہ المصطفی البابی الحلبی

17 السیرة الحلبیہ جلد3ص118مطبوعہ بیروت

18 السیرة النبویہ لابن ھشام جلد4ص92مطبوعہ بیروت

19 اسدالغابہ جلد1ص351,352داراحیاء التراث العربی بیروت

20 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص117مطبوعہ بیروت

21 السیرۃ النبویہ لابن ھشام جلد4ص59مکتبہ المصطفیٰ البابی الحلبی

22 السیرۃ الحلبیہ جلد3ص214,215

نبی کریمؐ کا حلم

حلم کے معنی عقل اور سمجھ کے ہیں۔ مدمقابل کی نادانی اور زیادتی دیکھ کر عجلت میں گرفت کرنے کی بجائے ڈھیل دینا، طبیعت کا دھیما پن اور زبان کی نرمی حلم کے دائرہ میں داخل ہے، جو دراصل عفو کی ہی قسم ہے۔

رسول کریمؐ کا یہ حلم بھی اپنے محل اور موقع پر شان دکھاتا تھا اور یہی قابل تعریف خُلق ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے کبھی کسی خادم یا بیوی کو نہیں مارا، نہ کبھی کسی پر ہاتھ اٹھایا، سوائے جہاد فی سبیل اللہ میں تلوار اُٹھانے کے۔ کبھی آپ نے کسی برا بھلا کہنے والے سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر کوئی اللہ کا حکم توڑتا تو اسے ضرور سزا دیتے تھے۔ (مسلم) 1

حلم کا خُلق رسول اللہؐ کی خاص شان تھا۔ رسول اللہؐ کے نواسے حضرت امام حسینؓ اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ دنیا کی کسی بات کی وجہ سے کبھی غصہ میں نہ آتے تھے۔ البتہ ناحق ظلم کی کوئی بات ہوتی تو پھر آپؐ کے غصہ کے آگے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی تھی اور اس کی سزا آپؐ ضرور دیتے تھے لیکن اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ آیا نہ کبھی بدلہ لینا پسند کیا۔ (ترمذی) 2

حلم کا خلق رسول اللہؐ کی خاص شان اور علامت تھی۔جس کے بارہ میں تورات پہلے سے پیشگوئی موجود تھی۔ چنانچہ ایک یہودی زید بن سعنہ آپؐ کا حلم آزمانے کے بعد آپؐ پر ایمان لے آیا اور حلم کے معنے عملی رنگ میں کھل کر دنیا کے سامنے آئے۔ یہ واقعہ بہت دلچسپ ہے۔

زید بن سعنہ سے حلم

حضرت عبداللہ بن سلامؓ ایک یہودی عالم تھے جن کو قبول اسلام کی سعادت عطا ہوئی۔ آپ بیان فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنہ کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا تو زید نے کہا۔ میں نے نبوت کی تمام علامات رسول کریمؐ کے چہرے میں پہچان لی ہیں سوائے دو علامتوں کے جو ابھی تک خود آزما کر نہیں دیکھیں۔ایک یہ کہ اس نبی کا حلم ہر جاہل کی جہالت پر غالب آئے گا دوسرے جہالت کی شدت اسے حلم میں اور بڑھائے گی۔زید آپؐ کے حلم کے امتحان کی خاطر اکثر جا کر آپ کی مجالس میں بیٹھتا۔ایک روز رسول اللہؐ علی بن ابی طالب کے ساتھ باہر نکلے۔ایک بدو نے آکر بتایا کہ فلاں بستی کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اور میں نے انہیں کہا کہ مسلمان ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہیں وافر رزق دے گا۔مگر ان پر تو قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ترک اسلام نہ کر دیں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو کوئی چیز ان کی امداد کے واسطے بھجوائیں۔ اس یہودی زید نے موقع غنیمت جانتے ہوئے کہا میں اتنے من غلہ

بطور قرض خرید کر دیتا ہوں ۔اور پھر اسی دینار کا غلہ خرید کر دے دیا۔ آپؐ نے اس شخص کو فرمایا کہ جلدی جا کر ان لوگوں کی حاجت پوری کرو۔قرض کی میعاد پوری ہونے سے دو تین دن قبل رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک جنازہ کے لئے نکلے ۔زید میں نے آپ کی چادر زور سے کھینچی یہاں تک کہ وہ آپ کے کندھے سے گر گئی ۔زید نے غصے والا منہ بنا کر سختی سے پوچھا کہ اے محمد! تم میرا قرض ادا کرو گے یا نہیں؟ خدا کی قسم! مجھے پتہ ہے کہ تم بنی مطلب کے لوگ بہت ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔اس پر عمر بن خطابؓ غصہ سے کانپ اُٹھے اور زیدؓ کی طرف غصے بھری نظروں سے دیکھ کر کہا اے اللہ کے دشمن کیا تو میرے سامنے خدا کے رسول کی اس طرح گستاخی کرنے کی جرأت کرتا ہے۔اگر مجھے رسول اللہؐ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اتار دیتا۔

رسول اللہؐ نے نہایت وقار اور سکون سے فرمایا اور پھر عمرؓ سے مسکراتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے اے عمرؓ! ہم دونوں کو تم سے اس کے علاوہ کی چیز کی ضرورت تھی۔

تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے قرض عمدگی سے ادا کرنے کی تلقین کرتے اور اسے قرض مانگنے کا سلیقہ سمجھاتے ۔عمر! اب آپ ہی جا کر اس کا قرض ادا کر دو اور کچھ کھجور زائد بھی دے دینا۔ جب عمرؓ نے میرا قرضہ بے باک کر کے زائد کھجور بطور انعام دی۔تو میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو زبانی کلامی

سختی میں نے تم سے کی تھی اس کے عوض یہ کھجور زائد ہے۔

تب زیدؓ نے اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ وہ زید بن سعنہ۔ یہود کے عالم ہیں۔ عمرؓ نے رسول اللہ سے بدسلوکی کی وجہ پوچھی؟ زیدؓ نے صاف صاف بتایا کہ دراصل میں نے رسول اللہؐ کی نبوت کی تمام علامات پہچان لی تھیں۔ ایک حلم کا امتحان باقی تھا، سو اب وہ بھی آزما لیا ہے۔ پس اے عمر! اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ میرا نصف مال خدا کی خاطر وقف ہے۔ اور میرا مال بہت ہے جو میں امت محمد یہ پر صدقہ کرتا ہوں۔ پھر عمر زید کو لیکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زید نے کلمہ توحید و رسالت پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ پھر اس کا سارا خاندان بھی مسلمان ہو گیا۔ زید بن سعنہ ایمان لانے کے بعد کئی غزوات میں رسول اللہؐ کے ساتھ شریک ہوئے۔ (حاکم) 3

یوں تو نبی کریمؐ کی طرف سے حلم کا یہ برتاؤ تمام یہود کے ساتھ تھا مگر ان کی بدبختی کہ آپ کو پہچان نہ سکے جبکہ زید بن سعنہؓ کی بصیرت نے پہچان لیا۔

نبی کریمؐ سخت باتیں سن کر نہ صرف عفو سے کام لیتے بلکہ بسا اوقات احسان کا سلوک فرماتے۔ بہز بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ انکا بھائی نبی کریمؐ کے پاس آیا اس کے ہمسائے کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کی وجہ سے ماخوذ تھے۔ اس نے اپنے ہمسایوں کی سفارش کی کہ اس کی ضمانت پر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی کریمؐ نے پہلے اس کی بات پر توجہ نہیں فرمائی۔

دریں اثناء وہ آپؐ پر کھلم کھلا اعتراض کرنے لگا کہ سنا ہے۔ آپؐ لوگوں کو تو زیادتی سے روکتے ہیں مگر خود اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں ایسا کروں اس کی پرسش مجھ سے ہوگی تم سے نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اس کے ہمسایوں کو رہا کردو۔ (الوفاء)4

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ یہودی نبی کریمؐ کے پاس حاضر ہوتے اور سلام کی بجائے کہتے السام علیکم یعنی تم پر لعنت اور ہلاکت کی مار ہو۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ان کو جواب دیا تکرار سے کہا تم پر اللہ کی لعنت اور غضب ہو۔

نبی کریمؐ نے فرمایا اے عائشہؓ! نرمی اختیار کرو۔ سختی اور درشت گوئی سے بچو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے سنا نہیں ان یہود نے کن الفاظ سے آپؐ کو سلام کیا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اور کیا تم نے میرا جواب نہیں سنا تھا۔ میں بھی صرف ''علیکم'' ہی کہا تھا کہ جو تم نے کہا وہی تم پر ہو۔ اور میری دعا تو ان کے بارہ میں قبول ہوگئی مگر ان کی دعا میرے خلاف کبھی قبول نہ ہوگی۔ (بخاری)5

نبی کریمؐ سے تو گھریلو خادم بھی روزمرہ معاملات میں یہی حلم کا نمونہ دیکھتے تھے۔ خادم رسول حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہؐ کی خدمت کی۔ کبھی آپؐ نے مجھے برا بھلا نہیں کہا کبھی مارا نہیں نہ ہی ڈانٹا اور نہ کبھی منہ پر تیوری چڑھائی نہ کبھی کسی حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنے پر سرزنش

فرمائی۔ بلکہ اگر اہل خانہ میں بھی کوئی مجھے ڈانٹنے لگتا تو آپؐ فرماتے جانے بھی دو جو چیز مقدر ہوتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ (مسلم) 6

رسول کریمؐ سے عرب کے نادان بدوؤں کی درشتی کے مقابل پر بھی ہمیشہ حلم ہی ظاہر ہوا۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آپؐ سے دست سوال دراز کرتے ہوئے عجیب گستاخانہ طریق اختیار کیا۔ آپؐ کی چادر کو اس نے اتنے زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے اور پھر بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگا مجھے اللہ کے اس مال میں سے عطا کریں جو آپ کے پاس (امانت) ہے۔ آپ نے اس دیہاتی کے اس رویہ پر نہ صرف صبر و ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا بلکہ نہایت فراخدلی سے مسکراتے ہوئے اس کی امداد کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری) 7

ایک دفعہ رسول کریمؐ نے ایک بدو سے ایک وسق خشک کھجور (قریبا سوا دو من) کے عوض اونٹ خریدا۔ گھر تشریف لا کر دیکھا تو کھجور ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے کمال سادگی اور سچائی سے جا کر بدو سے صاف صاف کہا کہ اے خدا کے بندے! ہم نے آپ سے خشک کھجور کے عوض اونٹ خریدا تھا اور ہمیں خیال تھا کہ اسقدر کھجور ہمارے پاس ہوگی، مگر گھر آ کر پتہ چلا ہے کہ اتنی کھجور موجود نہیں۔ وہ بدو کہنے لگا اے دھوکے باز۔ لوگ اسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے کہ رسول اللہؐ کو اس طرح کہتے ہو۔ مگر رسول کریمؐ نے فرمایا اسے جانے دو۔ (احمد) 8

مخالفین کے غلط الزامات اور نامناسب اعتراضات پر بھی رسول کریمؐ کبھی طیش میں نہیں آئے بلکہ ہمیشہ حلم دکھایا۔

غزوۂ حنین کے موقع پر آپ نے بعض سردارانِ قریش کو اسلام سے قریب کرنے کیلئے ازراہِ تالیف قلب انعام واکرام سے نوازا اور سوسو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر ایک عام شخص نے اعتراض کردیا کہ اس تقسیم میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ (اس کا مطلب ہوگا کہ اسے تو سو اونٹ نہیں ملے) نبی کریمؐ نے فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے ان پر اس سے زیادہ نکتہ چینی کرکے ایذاء دی گئی۔ مگر انہوں نے صبر کیا۔ گویا میں بھی صبر سے کام لیتا ہوں۔ اور اسے معاف کردیا۔ (بخاری) 9

رسول کریمؐ نے اپنی قوم سے مسلسل انکار اور تکذیب دیکھ کر حلم اور صبر سے کام لیا اور بددعا میں جلدی نہیں کی۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے نبی کریمؐ سے مطالبہ کیا کہ صفا پہاڑی کو سونے کا بنادیں یا مکہ سے پہاڑ ہٹا کر اسے میدانی علاقہ میں تبدیل کردیں تاکہ وہ بآسانی کھیتی باڑی کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریمؐ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان منکرین کو مہلت دے اور اگر چاہیں تو ان کا مطالبہ پورا کردیا جائے۔ مگر پھر نشان دیکھ کر بھی جو انکار کرے گا تو میں اسے ہلاک کرکے چھوڑوں گا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرنا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو مہلت ملے۔ (احمد) 10

دوس قبیلہ کے سردار طفیل بن عمروؓ نے اپنے قبیلہ کو اسلام کی طرف دعوت دی اور انکا انکار دیکھ کر رسول اللہؐ سے ان کے خلاف بددعا کروانا چاہی تو رسول کریمؐ نے ہاتھ اُٹھائے اور اپنے مولیٰ کے حضور عرض کیا اے اللہ! دوس قبیلہ کو ہدایت دے اور انہیں میرے پاس لیکر آیا۔ (احمد) 11

حوالہ جات

1 مسلم کتاب فضائل باب 20

2 شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہؐ

3 مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر اسلام زید بن سعنہ

الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1 ص88

4 الوفاء باحوال المصطفیٰ ص428 بیروت

5 بخاری کتاب الادب باب ثم یکن النبیؐ فاحشا

6 مسلم کتاب الفضائل باب13 و دلائل النبوۃ بیہقی جلد1 ص412 بیروت

7 بخاری کتاب النفقات و کتاب اللباس باب البرد

8 مسند احمد جلد6 ص268 بیروت

9 بخاری کتاب اللباس باب 7,18

10 مسند احمد جلد1 ص258

11 مسند احمد جلد2 ص243 بیروت

نبی کریمؐ کا توکل علی اللہ

توکل کے لفظی معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ اللہ پر توکل کرنے سے مراد اپنے آپ کو خدا کے بنائے ہوئے اسباب وقوانین کے سپرد کرنا ہے، اس اعتدال کے ساتھ کہ نہ تو محض ان اسباب پر کلی بھروسہ کیا جائے، نہ ہی ترک اسباب ہو۔ بلکہ خدا نے جو طاقت اور صلاحیت عطا کی ہے، اسے بروئے کار لانے کے بعد انسانی کوشش میں جو کمی رہ جائے، اسے خدا کے سپرد کیا جائے کہ وہ خود اسے پورا کرے گا۔ نبی کریمؐ نے توکل کے یہی معنی اپنی اُمّت کو سمجھائے۔

ایک دفعہ ایک بدو آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں اونٹ کا گھٹنا باندھ کر توکل کروں یا اونٹ کو چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں۔ رسول کریمؐ نے فرمایا پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو اور پھر توکل کرو۔ (ترمذی) 1

غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے دشمن کے ممکنہ مقابلہ کے لئے پہلے اپنے ۳۱۳ نہتے صحابہ کی صفیں ترتیب دیں۔ اس تدبیر سے فارغ ہو کر آپؐ دعاؤں میں لگ گئے، یہ کامل توکل کی مثال ہے۔

توکل کے مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو علمی اور

ذھنی توکل ہے کہ ظاہری اسباب موجود نہ ہوں تو بھی خدا کی ذات پر بھروسہ ہو اور اسباب میسر آجائیں تو بھی کسی گھمنڈ کی بجائے یہ خیال رہے کہ اس میں بھی کوئی رخنہ باقی ہے، جسے خدا پورا کرے گا۔ یہ ہے خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ اور عملی توکل یہ ہے کسی کام کے لئے سارے اسباب مہیا ہوجانے اور ساری تدبیروں اور کوششوں کے باوجود بھروسہ اسباب پر نہیں بلکہ خدا کی ذات پر ہو۔ یہ اصل توکل ہے جو کمزوری کے وقت نہیں طاقت کے وقت کیا جائے۔ یہی توکل ہے جس کا عرفان ہمیں نبی کریمؐ کی پاکیزہ سیرت سے عطا ہوتا ہے۔

جب اسباب بالکل معدوم نظر آتے تھے۔ اس وقت بھی رسول کریمؐ مایوس نہیں ہوتے تھے اور ہمیشہ خدا پر بھروسہ کرتے تھے۔

سفر طائف سے واپسی پر بھی توکل کا عجیب منظر دیکھنے میں آیا۔ رسول اللہؐ نے کچھ روز نخلہ میں قیام فرمایا۔ زید بن حارثہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! اب آپؐ مکہ میں کیسے داخل ہونگے۔ جب کہ وہ آپؐ کو نکال چکے ہیں۔ رسول اللہؐ نے کس شان توکل سے جواب دیا کہ ''اے زیدؓ! تم دیکھو گے اللہ تعالیٰ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔'' چنانچہ نبی کریمؐ نے سردارانِ قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپؐ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ داخلہ کا انتظام کریں۔ کئی سرداروں کے انکار کے بعد بالآخر مکہ کے ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپؐ کو اپنی پناہ میں مکہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔ (ابن سعد) 2

چنانچہ آپؐ کا توکل اپنی شان میں مسلسل بڑھتا ہی چلا گیا۔رسول کریمؐ ایک جنگ سے واپسی پر آرام فرما رہے تھے،ایک دشمن تاک میں تھا۔وہ تلوار سونت کر کہنے لگا،اب آپؐ کو مجھ سے کون بچائیگا۔نبی کریمؐ نے ظاہری اسباب کے معدوم ہونے کے باوجود کمال شان سے فرمایا میرا اللہ! اور تلوار دشمن کے ہاتھ سے گرگئی۔(بخاری) 3

ہجرت مدینہ کے سفر میں بھی رسول اللہؐ کے توکل کی عجیب شان ظاہر ہوئی۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے بیان کیا کہ جب ہم غار ثور میں پناہ گزیں تھے تو میں نے نبی کریمؐ سے کہا اگر مشرکین میں کوئی اپنے پاؤں کی جگہ پر جھک کر نظر ڈالے تو ہمیں دیکھ سکتا ہے۔آپؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ تمہارا ان دو اشخاص کے بارہ میں کیا گمان ہے۔جس کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔(بخاری) 4

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ کی تو ایک رات اور ایک دن ہی عمرؓ اور اس کی تمام اولاد سے بہتر ہیں۔اس کی ایک رات وہ تھی جب وہ رسول اللہؐ کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزیں تھے۔غار میں بچھوؤں اور سانپوں کے کئی سوراخ اور بل تھے۔حضرت ابوبکرؓ کو اندیشہ ہوا کہ کوئی موذی کیڑا حضورؐ کو نقصان نہ پہنچائے۔انہوں نے اپنے پاؤں ان سوراخوں پر رکھ کر ان کو بند کر دیا۔کسی کیڑے نے آپ کو کاٹ لیا تو تکلیف سے آپ کے آنسو گرنے لگے۔رسول کریمؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! غم نہ کر اور پریشان نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکینت

عطا فرمائی۔(بیہقی) 5

حضرت ابوبکرؓ کی اپنی روایت ہے کہ سفر ھجرت کے دوران جب سراقہ گھوڑے پر سوار تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! اب تو پکڑنے والے بالکل سر پہ آپہنچے اور میں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کی خاطر فکر مند ہوں۔آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔چنانچہ اسی وقت آپؐ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔اور وہ آپؐ کی خدمت میں امان کا طالب ہوا۔(الحلبیہ) 6

اس وقت کس شان توکل سے آپؐ نے سراقہ کے حق میں یہ عظیم الشان پیشگوئی کی کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہونگے۔

غزوۂ حنین میں صحابہ کے پسپا ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ کمال شان توکل سے تنہا آگے بڑھے تھے۔اور بالآخر فتح پائی تھی۔

الغرض رسول اللہؐ کی ساری زندگی دراصل خدا پر توکل کی ایک خوبصورت مثال ہے۔آپؐ کی دعا ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ اے خدا میں نے تجھ پر توکل کیا اور وہی آپؐ کا پہلا اور آخری سہارا ہوتا تھا۔

حوالہ جات

1 ترمذی کتاب صفة القیامه باب منه21

2 الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1ص22

3 بخاری کتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع

4 بخاری کتاب فضائل الصحابه باب مناقب الانصار

5 دلائل النبوة للبیهقی جلد2ص46بیروت

6 السیرة الحلبیه جلد2ص43داراحیاء التراث العربی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

شجاعت کی جڑ توحید خالص پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل اور بھروسہ ہے۔خدا تعالیٰ کے نبی اور مامور جو ساری دنیا کو پیغام پہنچانے اور زمانے کے دھارے کا رخ بدلنے اور دنیا میں ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے آتے ہیں۔انہیں ایک خداداد ہمت ،مردانگی اور شجاعت عطا کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے''(سورۃ الاحزاب:40)

نبی کریم ﷺ بھی کامل موحّد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر تھے۔رسول کریمؐ نے اپنی خداداد شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا'' مجھے سخاوت اور شجاعت کے اخلاق میں لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔حضرت انسؓ بیان کرتے تھے کہ نبی کریمؐ سب لوگوں سے بڑھ کر شجاع اور بہادر تھے۔(ھیثمی) 1

مکہ میں تیرہ سالہ مظالم کا اذیت ناک دور نبی کریمؐ نے جس شجاعت اور مردانگی سے گزارا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

ہر چند کہ اہل مکہ سے آپ کی جان کو خطرہ لاحق ہوتا تھا مگر آپ ان کے

درمیان چلتے پھرتے، صحن کعبہ میں جاتے، اعلانیہ عبادت کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے۔ دشمن نے بارہا آپ کے قتل کے منصوبے بنائے مگر ناکام ہوئے۔ ایک دن ابوجہل نے کہا کہ اب اگر میں نے محمدؐ کو صحن کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آ کر اس کی گردن ماردونگا۔ نبی کریمؐ نے کمال بہادری سے فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو فرشتے اسی وقت اس پر گرفت کریں گے۔ (بخاری) 2

قریش کے پہلوان سے کشتی کا مقابلہ

رکانہ بن عبد یزید خاندان قریش کا ایک بہادر سورما تھا۔ یہ رسول اللہؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ ایک دن مکہ کی گھاٹیوں میں رسول اللہؐ کی اس سے ملاقات ہوگئی۔ آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''کیا تم اللہ سے نہیں ڈرو گے اور جس پیغام کی طرف میں بلاتا ہوں اسے قبول نہیں کرو گے۔'' وہ کہنے لگا ''اگر مجھے یقین ہو جائے کہ آپ کا دعویٰ برحق ہے تو ضرور آپ کی پیروی کروں گا۔'' رسول اللہؐ نے فرمایا ''اگر میں کُشتی میں تمہیں پچھاڑ دوں تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میرا دعویٰ برحق ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا پھر آؤ کشتی کرلو۔ رکانہ آپ سے کشتی کرنے لگا رسول اللہؐ نے اسے پکڑ کر گرادیا اور وہ کچھ بھی نہ کرسکا۔ اس نے خیال کیا کہ اتفاق سے ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ دوسری کُشتی کی دعوت دی رسول اللہؐ نے اسے دوبارہ بھی گرادیا۔ اسے اپنی پہلوانی پر بہت گھمنڈ تھا، کہنے لگا مجھے تعجب ہے کہ آپؐ نے مجھے گرالیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس

سے بھی عجیب تر نشان میں تجھے دکھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری پیروی کرو۔

رکانہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اے عبد مناف! تم محمدؐ کے ذریعہ سب دنیا پر جادو کر سکتے ہو۔ میں نے اس سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر اس نے سارا قصہ سنایا اور یوں یہ واقعہ رکانہ کے قبول اسلام کا موجب بن گیا۔ (بخاری) 3

قیام مکہ کے زمانہ میں شعب ابی طالب میں اسیری کے ایام بھی رسول کریمؐ نے کمال شجاعت سے گزارے۔ اس زمانہ میں آپؐ کی زندگی کو قدم قدم پر خطرات درپیش تھے یہاں تک کہ ابو طالب ہر رات آپؐ کے سونے کی جگہ بدل دیا کرتے تھے۔

طائف کے تبلیغی سفر میں جب تن تنہا رسول کریمؐ نے طائف کے سرداروں اور سرکشوں کو نڈر اور بے خوف ہو کر پیغام توحید پہنچایا اور اہل طائف کی سنگ باری سے لہولہان ہو گئے یہاں تک کہ مشہور عیسائی مستشرق سر ولیم میور کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ ''محمد کے طائف کے سفر میں ایک عجیب شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔

پھر سفر ہجرت میں بھی رسول اللہؐ کی غیر معمولی شجاعت ظاہر ہوئی۔ غار ثور میں پناہ کے دوران دشمن سر کے اوپر ہے۔ مگر خدا کا موحد نبی کمال ثابت قدمی سے اپنے ساتھی ابوبکرؓ کو بھی تسلی اور دلاسے دے رہا ہے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دوران سفر سراقہ تعاقب کرتے ہوئے پاس پہنچ جاتا ہے اور آپ کو

پرواہ نہیں۔ وہی سراقہ اپنے گھوڑے کے دھنس جانے کے بعد واپس جاتے ہوئے آپ کا امان نامہ لیکر واپس لوٹتا ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی جب دشمن نے پیچھا نہ چھوڑا اور مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھانی پڑی تو رسول اللہؐ شمشیر برھنہ کی طرح ہر مہم خود سر کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار و آمادہ زندگی میں کبھی موت کا خوف نہ ہوا۔

آپؐ فرماتے تھے کہ اگر امت پر گراں نہ ہوتا تو ہر مہم پر بھجوائے جانے والے دستہ میں میں خود شریک ہوتا اور میری تو دلی تمنا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔ (بخاری)4

ایک رات مدینہ کے نواح میں اچانک کچھ شور بلند ہوا۔ شمال اور مغرب کی سمت سے مدینہ پر دشمن کے اچانک حملے کے خطرے تو رہتے ہی تھے۔ لوگ اکٹھے ہوکر، جتھا بنا کر آواز کی سمت جانے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار چلا آتا ہے۔ گردن میں تلوار لٹک رہی ہے۔ لوگ حیران تھے کہ کون بہادر شہ سوار رات کی تاریکی میں اتنی تیزی میں تنہا چلا آتا ہے۔ قریب جا کر معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ ہیں۔

شور سنتے ہی آپؐ نے ابوطلحہؓ کا گھوڑا لے کر صورتحال کا جائزہ لینے نکل کھڑے ہوئے تھے اور جلدی میں گھوڑے پر زین ڈالنے کا وقت بھی ضائع کرنا مناسب نہیں جانا بلکہ گھوڑے کی ننگی پشت پر ہی سوار ہوکر مدینہ کے باہر چکر لگا کر

آ گئے اور معلوم کر لیا کہ کوئی خطرہ درپیش نہیں (معلوم ہوتا ہے کوئی قافلہ گزر رہا ہے جس کا شور تھا) آپؐ لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہے تھے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر ابوطلحہؓ کے گھوڑے کے بارے میں فرمانے لگے کہ میں نے تو آج اس گھوڑے کو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارنے والا پایا ہے۔ (بخاری) 5

غزوۂ احد کے بعد ابوسفیان جب جانب مکہ روانہ ہوا تو راستہ میں اُسے کچھ لوگ ملے اور پوچھا کہ مسلمانوں کے کتنے قیدی بنائے کیا مال غنیمت ہاتھ آیا تو ابوسفیان نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔

حضورؐ نے ابوسفیان کا تعاقب کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، ستّر مسلمان شہید ہو چکے تھے، ان کے عزیز رشتہ دار گہرے دلی صدمہ سے دوچار تھے، باقی مسلمان اکثر زخمی تھے۔ یہ موقع بظاہر جیتے ہوئے لشکر کے اوپر حملے کا ارادہ اور غنیم کا تعاقب ایک بھاری امتحان تھا۔ چنانچہ حضور کی پہلی تحریک پر لوگ متذبذب تھے۔ تب حضورؐ نے واشگاف اور دوٹوک الفاظ میں اپنے عزم کا یوں اظہار فرمایا کہ اگر دشمن کے تعاقب کے لئے میرے ساتھ ایک شخص بھی نہ آیا تو میں تن تنہا لشکر ابوسفیان کے تعاقب میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا۔

یہ عزم اور شجاعت دیکھ کر تمام زخمی صحابہ بھی والہانہ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے ان میں ابوبکرؓ بھی تھے اور زبیرؓ بھی عمرؓ اور عثمانؓ بھی علیؓ اور عمارؓ بن

یاسر بھی طلحہؓ وسعدؓ اور عبدالرحمان بن عوفؓ بھی الغرض یہ ستر صحابہ تھے۔جن کو سخت زخم پہنچے تھے۔انہوں نے رسول اللہؐ کی آواز پر لبیک کہا جس پر عرش کے خدا نے بھی ان کی تعریف کی اور فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے زخمی ہونے کے باوجود رسول کی آواز پر لبیک کہا ان میں نیکی اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے بہت بڑا اجر ہے۔(بخاری) 6

غزوہ ذات الرقاع میں ایک جانی دشمن رسول اللہؐ کے تعاقب میں چلا آیا۔رسول اللہؐ اپنے اصحاب کے ساتھ دوپہر کو سایہ دار درختوں کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔دریں اثنا اس شخص نے سوتے ہوئے،آپؐ کی تلوار سونت لی اور پوچھا،اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہؐ پر ذرا خوف نہیں۔انتہائی یقین اور خدا داد رعب سے فرمایا ''میرا اللہ'' اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔(بخاری) 7

یہی شان شجاعت غزوۂ حدیبیہ میں بھی نظر آئی جب رسول کریم ﷺ ہجرت کے چھٹے سال اپنے ایک رؤیا کی بنا پر چودہ سو صحابہ کو ہمراہ لے کر پر امن طور پر طواف بیت اللہ کا قصد لئے نکلے،مگر اہل مکہ نے حدیبیہ مقام پر روک لیا اور اس شرط پر مصالحت ہونے لگی کہ مسلمان اگلے سال آ کر عمرہ کر لیں۔قصد بیت اللہ سے کسی کو روکنے کا یہ پہلا موقع تھا۔جو طواف بیت اللہ کے لئے بے چین مسلمانوں کے لئے ایک بھاری صدمہ سے کم نہیں تھا۔وہ چاہتے تو بزور شمشیر بھی

مکہ میں داخل ہو کر طواف کر سکتے تھے، مگر امن کے شہزادے کی موجودگی میں یہ ممکن نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ جب رسول اللہؐ نے شرائط صلح حدیبیہ قبول فرماتے ہوئے مسلمانوں کو حدیبیہ میں ہی اپنے جانور قربان کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت آپؐ کے جاں نثاروں کو اس دکھ اور صدمہ کی حالت میں کچھ ہوش نہ رہا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ جیسے بزرگ صحابہ سمیت کسی کو بھی یہ جرأت اور حوصلہ نہ ہوا کہ آگے بڑھ کر اس حکم کی فوری تعمیل کرتے ہوئے اپنی قربانی ذبح کر دیں، وہ ساکت و جامد اور مبہوت کھڑے دیکھتے تھے۔ شاید وہ طواف بیت اللہ کی امید کی آخری کرن کے منتظر تھے۔

اس صدمہ کی حالت میں سب بہادروں کا ایک بہادر خدا کا یہ رسول اپنے ان صحابہ کے آگے بھی لڑ رہا تھا اور پیچھے بھی، دائیں بھی لڑ رہا تھا اور بائیں بھی۔ اس وقت آپؐ کو ہی یہ ہمت اور حوصلہ نصیب ہوا کہ اللہ کے حکم کے مطابق پہل کرتے ہوئے اپنی قربانی میدان حدیبیہ میں ذبح کر ڈالی۔ پھر کیا تھا آپ کے غلام دیوانہ وار اپنی قربانیوں کی طرف لپکے اور دھڑا دھڑ میدان حدیبیہ میں قربانیاں ذبح کرنے اور سر منڈوانے لگے۔ اس نظارے نے حدیبیہ کی سرزمین کو حرم بنا دیا۔ یوں رسول اللہؐ کے عالی حوصلہ نے اپنے ہر صحابہ کی ہمتیں جمع کر کے حوصلے بڑھا دیئے اور یہ آپ کی شان اول المسلمین ہے جو ہر اہم موڑ اور نازک مرحلے پر پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر اور روشن نظر آتی

ہے۔(بخاری)8

غزوۂ حنین کے موقع پر بنوھوازن نے اچانک حملہ کر دیا، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو پیچھے ھٹنا پڑا۔صرف چند لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔رسول اللہؐ کے چچا ابوسفیان بن حارثؓ اور حضرت عباسؓ آپ کے ساتھ رہ گئے۔عباسؓ کہتے ہیں کہ میں آپؐ کے خچر کی لگام پکڑ کر اسے دشمن کی طرف بڑھنے سے روک رہا تھا،مگر رسول خداؐ تھے کہ دشمن کی طرف آگے بڑھنے کیلئے بے تاب خچر کو مسلسل ایڑ لگا رہے تھے۔دوسرے چچا ابوسفیان بن حارث نے آپ کی خچر کی رکاب پکڑ رکھی تھی۔

رسول اللہؐ نے فرمایا اے عباسؓ! انصار ومہاجرین کو بلاؤ،اور حدیبیہ میں موت پر بیعت کرنے والے ''اصحاب شجرہ'' کو بھی آواز دو۔مسلمان اس آواز پر مردانہ وار لپک کر میدان میں واپس لوٹے۔جن کی سواریاں بدکی ہوئیں تھیں،انہوں نے سواریوں سے چھلانگیں لگا دیں اور پیدل تلواریں لے کر میدان کی طرف بھاگے۔ایسا بلا کا رن پڑا کہ رسول اللہؐ نے بھی فرمایا اب میدان جنگ خوب گرم ہوا ہے،اس وقت آپ نے کفار کی طرف کنکروں کی ایک مٹھی پھینکی اور فرمایا رب کعبہ کی قسم! اب دشمن پسپا ہو گئے۔اور واقعی پھر دشمن کو پسپا ہوتے اور رسول اللہؐ کو ان کے تعاقب میں خچر دوڑاتے دیکھا گیا۔(الوفاء)9

حوالہ جات

1 مجمع الزوائد جلد8ص269بیروت

2 بخاری کتاب التفسیر سورة العلق

3 بخاری کتاب اللباس فی العمائم و السیرة النبویه لابن هشام ج2ص31مطبوعه مصر

4 بخاری کتاب الایمان باب الجهاد من الایمان

5 بخاری کتاب الجهادباب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق

6 بخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوالله و

عمدة القاری شرح بخاری جلد17ص162

7 بخاری کتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع

8 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الحدیبیه

9 الوفاء باحوال المصطفیٰ ص722

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار

تواضع اور انکساری تکبر کی متضاد صفات ہیں۔ عام طور پر تواضع اور انکسار سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ایک صاحب عزت انسان کا اپنے آپ کو تکلف کی راہ سے کم تر یا حقیر خیال کرے، حالانکہ ایسی خلافِ حقیقت بات کو عمدہ خلق قرار نہیں دیا جاسکتا جبکہ تواضع وانکسار ایک اعلیٰ درجے کا خلق ہے۔

انکسار دراصل ایثار کی ایک قسم ہے جو تھوڑی سی تبدیلی سے انکسار کا نام پاتی ہے۔ منکسر المزاج وہ نہیں جو نالائق ہو اور پھر اپنی نالائقی کا اعلان کرے، بلکہ فی الحقیقت منکسر المزاج اور متواضع وہ انسان ہوتا ہے جو صاحب فضیلت ہو کر دوسروں کی خوبیوں کے مطالعہ میں ایسا مشغول ہو کہ اپنی لیاقت وفضیلت فراموش کر بیٹھے۔ اس خُلق میں خوبی اور حسن یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور تو یہ صحیح ادب کا طریق ہے اور انسانوں کے ساتھ ایسا خُلق اختیار کرنے سے امن قائم ہوتا ہے اور فساد مٹ جاتے ہیں۔

اکثر جھگڑے اس لئے ہوتے ہیں، جب طرفین میں سے ہر فریق اپنے حق پر اڑا رہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے حق کو ترک کر دے تو جھگڑے ختم

ہو جائیں۔ پس انکسار دنیا کے امن و امان کے بڑھانے میں زبردست آلہ ہے، جو ایثار کے ساتھ مل کر تمام فساد جڑ سے اکھیڑ دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر پسند نہیں کرتا اور فرماتا ہے ''اور لوگوں کے ساتھ گال پھلا کر بات نہ کرو۔ اور نہ ہی زمین میں اکڑ کر چلو۔ اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا'' (سورۃ بنی اسرائیل:38) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جس کے دل میں ایک دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (احمد) 1

پس امن کی راہ انکساری میں ہے جو حضرت کبریاء کو بہت پیاری ہے۔ سچا منکسر المزاج وہ شخص ہے، جو کام کی اہلیت رکھتا ہو مگر خدا کے جلال پر نظر کرتے ہوئے اپنی کمزوری کا اقراری ہو، لیکن جب کام اس کے سپرد ہو جائے تو پھر پوری ہمت کے ساتھ وہ کام کرے جیسا کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پہلی وحی پر یہ عذر کرتے رہے کہ ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' مگر جب ذمہ داری سپرد ہوگئی تو اسے اس طرح ادا کیا کہ ایک دنیا کو حیران کر دیا۔

الغرض نزول وحی کا پہلا واقعہ ہی نبی کریمؐ کی منکسرانہ طبعیت پر نہایت عمدہ روشنی ڈالتا ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ انکسار سے آپ کا دل معمور تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد اصلاح خلق کا کام کیا جانے لگا اور حضرت جبریلؑ نے کہا اقرأ (آپ پڑھیئے) تو خدا کے جلال پر نظر کرتے

ہوئے، اپنی لیاقت بھول کر، آپؐ نے انکساری سے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِئٍ'' کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ نبوت ملنے سے بھی پہلے اپنی کمزوری کا یہ اقرار دراصل وہ اعلیٰ درجہ کا انکسار تھا جو آپؐ کے مزاج کا حصہ اور فطرتِ ثانیہ تھا بجائے اسکے کہ آپ خوشی سے اچھل کر چل پڑتے اور لوگوں میں فخریہ بیان کرتے پھرتے کہ یہ عظیم الشان کام میرے سپرد ہوا ہے۔ آپؐ نے انکسار کا وہ رنگ اختیار کیا جو کبھی کسی انسان نے اس سے پہلے اختیار نہ کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ انکسار دیکھ کر حامل وحی فرشتہ کا دل اُس کامل منکسر المزاج انسان کی محبت کے جوش سے بھر گیا اور اُس نے بے اختیار آپ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

تین دفعہ فرشتہ نے ''اِقْرَأْ'' کہہ کر پڑھنے کے لئے کہا اور ہر دفعہ وہی کمال انکساری کا جواب پا کر محبت کی آگ اسکے دل میں ایسی شعلہ زن رہی کہ وہ بے اختیار ہو کر آپؐ سے چمٹ جاتا، حتّٰی کہ فرشتہ نے باصرار خدا کی امانت آپ کے سپرد کر دی۔ مگر آپؐ کا انکسار دیکھو کہ (پھر بھی تسلی نہیں ہوتی اور) گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس جاتے اور فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی جان اور زندگی کے بارہ میں خوف ہے۔

اے نبیوں کے سردار! اے تمام کمالات انسانی کے جامع! اے بنی نوع انسان کے لئے ایک ہی رہنما اور ھادی! میری جان آپ پر قربان ہو آپ اب بھی اپنے کمالات سے آنکھیں بند کرتے اور یہی خیال کرتے ہیں کہ میں اس

قابل کہاں کہ اس خدائے واحد لاشریک کے کام کا بوجھ اٹھانے والا بنوں۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ بھی کہ میں اپنی جان پر ڈرتا ہوں تواضع کے عالی مقام پر فائز ہونے کا ثبوت ہے۔ چنانچہ پہلے الہام سے آپ کی گھبراہٹ اس لئے تھی کہ کہیں یہ کلام مجھ پر آزمائش بن کر نہ اترا ہو۔اس لئے اپنا خوف حضرت خدیجہؓ کے آگے بیان فرمایا۔

حضرت خدیجہؓ نے جو آپؐ کو تسلی دلائی وہ بھی آپؐ کی اعلیٰ درجہ کی انکساری کی گواہی دیتی۔اس کا حاصل یہ تھا کہ تیرے جیسے کاموں والا انسان ضائع نہیں ہوسکتا کیونکہ آپؐ تو رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں،اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور جو اخلاق فاضلہ دنیا سے اُٹھ گئے ہیں وہ آپؐ قائم کرتے ہیں۔مہمان کی اچھی طرح سے خاطر کرتے ہیں۔مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔یہ سب کام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کا انکسار ظاہر کرتے ہیں۔اوران کے بیان سے حضرت خدیجہ ؓ کا مطلب یہ تھا کہ آپ پر یہ الہام بطور آزمائش نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر ہے۔(بخاری)2

علامہ قاضی عیاض نے اپنی سیرت کی مشہور کتاب الشفاء میں لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع سب لوگوں سے بڑھ کر اور کبر سب سے کم تھا۔بعض علماء نے اس پر تنقید کرتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ حضورؐ میں

کبر تھا ہی نہیں۔ ایک پہلو سے یہ بھی درست ہے اور دوسرے پہلو سے علامہ عیاض کی بات بھی قابل فہم نظر آتی ہے، جب اس سے مراد یہ لی جائے کہ آنحضورؐ نے اپنے مقام و منصب کی عظمت کا اظہار کیا بھی ہے تو ارشادِ ربّانی کی تعمیل میں ایسا کیا، ورنہ آپ اپنی خوبی یا نیکی کا اظہار پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ بسا اوقات غائب کے صیغہ میں اُس کا ذکر فرما دیتے تھے۔ تا لوگوں کو نیکی کی تحریک ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل کبریائی تو خدائے وحدہٗ لاشریک کو ہی زیبا ہے، لیکن اس کے بعد جن وجودوں پر اس کی عظمت کا پرتو پڑتا ہے، ان کو حکم ملتا ہے کہ اپنے مقام کا اظہار کرو۔ ان کو اپنے خداداد مقام و مرتبہ کا اظہار دنیا پر اتمام حجت کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ یہ تواضع حقیقی کے خلاف نہیں ہوتا۔ دراصل تواضع کے موقع پر تواضع کا اظہار ہی اصل خلق ہے۔ چنانچہ ہمارے آقا و مولا شہنشاہ دو عالمؐ کو حسب حکم الٰہی دنیا کو دیگر انبیا کے مقابل پر اپنا امتیازی مقام بتانا پڑا۔ چنانچہ فرمایا

1- ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا مجھے تمام بنی نوع انسان کی طرف بھیجا گیا ہے۔

2- مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملا۔

3- مجھے خاتم النبینؐ بنایا گیا ہے۔ (بخاری) 3

مگر اتنے عظیم مقام اور مراتب بیان کرتے ہوئے بھی کبھی فخر اور غرور پیدا نہیں ہوا۔ بنی نوع انسان کو خطاب کرتے ہوئے تمام مفاخر کا خلاصہ آپ کا یہ

خوبصورت اعلان تھا۔ اِنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں مگر کوئی فخر نہیں کرتا۔ (احمد) 4 بلکہ حکم الٰہی کی تعمیل میں اظہار حقیقت کے لئے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے۔ یہ تھی رسول اللہ کی تواضع اور انکساری کی دلی کیفیت!

رسول اللہؐ کے قلب مطہر سے بھی اسی پاکیزہ تعلیم کے چشمے پھوٹے اور آپ نے خدا سے علم و عرفان پاکر اپنے تجربہ سے یہ حقیقت آشکار فرمائی۔

مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ الاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ کہ بندہ جب خدا کے لئے انکساری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو رفعت عطا کرتا ہے۔ (مسلم) 5

رسول اللہؐ کی اپنے مولیٰ کے حضور تضرع و ابتہال اور عجز و نیاز کا کچھ اندازہ آپ کی اس عاجزانہ مناجات سے بھی ہوسکتا ہے۔ جو آپ نے حجۃ الوداع میں عرفات کی شام میں کی۔

''اے اللہ تو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے میری پوشیدہ باتوں اور ظاہر امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔ مَیں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہی تو ہوں، تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری اور معترف ہو کر تیرے پاس (چلا آیا) ہوں مَیں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں (ہاں!) تیرے حضور میں ایک ذلیل گناہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینے کی طرح (ٹھوکروں سے) خوف زدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے

آگے جھکی ہوئی ہے اور میرے آنسو تیرے حضور بہہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا اور میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ! جو سب سے بڑھ کر التجاؤں کو قبول کرتا اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے۔ (میری دعا قبول کر لینا)۔'' (ھیثمی) 6

رسول کریمؐ کو جو بلند مقام عطا ہوا اُس میں تواضع اور انکسار کو بھی بہت دخل تھا۔ چنانچہ حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ اسرافیلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اس تواضع کی بدولت جو آپ نے اسکے لئے اختیار کی یہ انعام عطا کیا ہے کہ آپؐ قیامت کے روز تمام بنی آدم کے سردار ہونگے۔ سب سے اول حشر بھی آپؐ کا ہوگا۔ سب سے پہلے شفیع بھی آپ ہونگے، جو ایک عالم کو اپنی شفاعت کے ذریعہ عذاب الٰہی سے نجات دلائیں گے۔ (الشفاء) 7

عقل محو حیرت ہے کہ ان تمام بلند مقاماتِ کے حامل انسان کی انکساری کا یہ عالم کہ اپنے اہل خاندان کو مخاطب کر کے فرمایا اے میری پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اور اے میری لخت جگر فاطمہ میں تم کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتا۔ اپنی جانوں کی خود فکر کرلو۔ (بخاری) 8

اسی طرح نہایت درجہ انکسار کے ساتھ آپؐ اپنے صحابہ کو یہ سمجھاتے نظر

آتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو اسکے اعمال جنت میں لیکر نہیں جائیں گے۔ صحابہ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آپ کے عمل بھی؟

آپؐ نے فرمایا ہاں! مجھے بھی اگر خدا کی رحمت اور فضل ڈھانپ نہ لیں تو میں بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ (مسلم) 9

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی تجہیز و تکفین کے موقع پر جب ایک انصاریہ اُم العلاءؓ نے ان کے بارے میں جذباتی رنگ میں یہ کلمات کہے کہ اے عثمانؓ تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا ہے۔ نبی کریمؐ نے فوراً انہیں ٹوکا اور فرمایا تمہیں کیسے پتہ کہ اللہ نے اس کی عزت کی۔ ام العلاءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر ایسے نیک انسان کا اعزاز و اکرام نہیں تو پھر کس کا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا بس رہنے دو، کسی وفات یافتہ کے لئے محض یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس کے لئے خیر و بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔ اور خدا کی قسم! میں (باوجودیکہ) اللہ کا رسول ہوں مگر مجھے بھی علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ (بخاری) 10

نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ میں تو عام مزدور سا آدمی ہوں۔ عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ آپؐ کی گھریلو زندگی بھی اس پر گواہ تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مدد فرماتے تھے۔ آپ کپڑے خود دھو لیتے تھے، گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے، خود اونٹ کو باندھتے تھے، اپنے پانی لانے

والے جانوراونٹ وغیرہ کوخود چارہ ڈالتے تھے،بکری خوددوھتے ،اپنے ذاتی کام خودکرلیتے تھے۔خادم کے ساتھ اس کی مدد بھی کرتے ،اُس کے ساتھ مل کرآٹا بھی گوندھ لیتے ،بازار سے اپنا سامان خوداٹھا کرلاتے ۔(احمد)11

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کرکوئی حسین اخلاق والانہیں تھا۔آپؐ کے صحابہ میں سے یااہل خانہ میں سے جب بھی کسی نے آپؐ کو بلایا تو ہمیشہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ میں حاضر ہوں۔تب ہی تو قرآن میں اللہ کاارشاد ہے کہ آپؐ عظیم خلق پرقائم ہیں۔(الوفاء)11.a

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن علی الصبح آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ خوداپنے بیت المال کے اونٹوں کوخودداغ رہے ہیں۔(ابوداؤد)12

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رسول کریمؐ کے ساتھ بازار گیا،آپؐ کپڑے کی دکان میں گئے اور وہاں سے چار درھم کے کچھ پاجامے خریدے۔رائج الوقت طریق کے مطابق حضورؐ سے یہ رقم وصول کرنے کے لئے جب وزن کرنے والا چاندی کے سکے تولنے لگا تو آپؐ نے فرمایا کہ پلڑے کوجھکنے دو۔مقصد یہ تھا دوکاندار کوکچھ زیادہ مل جائے۔دوکاندار حیران وششدر تھا کیونکہ پہلی دفعہ کسی گاہک نے اس کے فائدہ کی بات کی تھی۔وہ لپک کرحضورؐ کے ہاتھ چومنے آگے بڑھا۔آپؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا عجمی لوگ ایسا کرتے ہیں۔میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔میں تو تم میں سے ہی ایک فرد ہوں۔پھر رسول اللہؐ نے

پاجامے خود ہی اٹھا لئے۔ ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ میں اٹھانے لگا تو آپؐ نے انکساری کی کیسی خوبصورت تعلیم فرمائی کہ جس کی چیز ہو، وہ اسکو اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے، البتہ اگر وہ کمزور وناتواں ہو اور اپنی چیز اٹھانے سے عاجز ہو تو پھر اسکا مسلمان بھائی اسکی مدد کرے۔(ھیثمی) 13

نبی کریمؐ کو صحابہ کے ساتھ مل جل کر کام کرنا پسند تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں خود پتھر ڈھوتے رہے۔ غزوۂ خندق میں خود کھدائی کرنے اور مٹی اٹھانے میں شامل ہوئے۔(بخاری) 14

ایک دفعہ صحابہ آنحضورؐ کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک جگہ پر پڑاؤ ہوا۔ آنحضورؐ نے فرمایا سب صحابہ میں کام تقسیم کئے جائیں۔ تعمیل ارشاد ہوئی۔ خیمہ لگانے، کھانا پکانے، پانی لانے وغیرہ کے سب کام تقسیم ہو چکے۔ آپؐ نے فرمایا میرے ذمہ کیا کام ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حضورؐ ہم آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ آپؐ تشریف رکھیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں میں بھی کام کرونگا۔ پھر خود ہی فرمایا آگ جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کرنے کا کام ابھی تک کسی کے سپرد نہیں ہوا۔ میں یہ کام اپنے ذمّہ لیتا ہوں (میں لکڑیاں جمع کرونگا) اور پھر آپؐ اس مقصد کے لئے جنگل میں چلے گئے۔

نبی کریمؐ کا کھانا پینا اور خوراک ولباس اتنے سادہ تھے کہ اسراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

نبی کریمؐ نے عام دینوی سرداروں کی طرح اپنی سواری کے جانور کو بھی

کبھی فخر و مباہات کا ذریعہ نہیں بنایا۔ آپؐ کی اونٹنی عضباء بہت تیز رفتار تھی۔ سب اونٹنیوں سے آگے نکل جاتی تھی۔ ایک دفعہ پیچھے رہ گئی تو صحابہ کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ آپؐ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے تھے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز جب بلند ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نیچا دکھاتا ہے۔ (بخاری) 15

رسول کریمؐ لباس کے استعمال میں بھی احتیاط فرماتے کہ عُجب و فخر کا ذریعہ نہ ہو۔ صحابہ کو بھی نصیحت فرماتے کہ کپڑے لٹکا کر چلنا کبر کی نشانی ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ جمعہ عید اور مہمانوں یا وفود کی آمد پر شایانِ شان مناسب لباس بھی پہنتے تھے مگر کبھی بڑائی کا اظہار مقصود نہ ہوا۔

آپؐ صرف ضرورت کے وقت لباس خریدتے تھے۔ غرباء کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ اپنی ضرورت کے کپڑے بھی مستحقین کو دے دیئے۔

ایک دفعہ ایک کم سن لونڈی کو بازار میں روتے دیکھا جو گھر کے مالکوں کا آٹا خریدنے نکلی تھی مگر درہم گم کر بیٹھی۔ آپؐ نے اُسے درہم بھی مہیا کئے اور اُس کے مالکوں کے گھر جا کر سفارش بھی کی۔ جنہوں نے حضورؐ کی آمد پر خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ (ھیثمی) 16

غزوۂ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ ایک سواری میں کئی اصحاب شریک تھے۔ رسول اللہؐ کے حصہ میں جو اونٹ آیا اس میں دو ساتھی اور شامل تھے۔ انہوں

نے عرض کیا کہ حضورؐ اونٹ پر سوار ہو جائیں ہم پیدل چلیں گے۔آپؐ فرماتے نہیں ہم باری باری سوار ہونگے نہ تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم پیدل چلو اور میں سوار ہوں اور نہ تمہیں ثواب اور اجر کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے کہ تم چل کر ثواب حاصل کرو اور میں اس سے محروم رہوں۔(احمد) 17

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے اصحاب کی عیادت کیلئے خود تشریف لے جاتے تھے۔اپنے یہودی غلام کی عیادت کو بھی تشریف لے گئے۔ آپؐ غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ بیٹھنے اور مجلس کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ایک غریب حبشی لونڈی جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی،فوت ہوگئی۔صحابہ نے شاید اُسے حقیر جانتے ہوئے رات کے وقت حضورؐ کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اسے دفن کر دیا۔حضور ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا مجھے کیوں اطلاع نہ کی؟ پھر آپؐ نے اس عورت کی قبر پر جا کر دعائے مغفرت کی۔(مسلم) 18

رسول کریمؐ اکثر یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا اسی حالت میں موت دینا اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں سے اٹھانا۔(ترمذی) 19

آنحضورؐ صحابہ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے۔اس انکسار کی وجہ سے بعض دفعہ کوئی اجنبی یا مسافر آپکو پہچان نہ سکتا تھا کہ آپؐ مجلس میں کہاں تشریف فرما

ہیں۔صحابہ نے درخواست کر کے مٹی کا ایک چبوترہ آپؐ کے لئے بنا دیا تا کہ آنیوالے مہمان آپؐ کو نمایاں طور پر پہچان لیں۔آپؐ کبھی اس چبوترے کے اوپر بیٹھ جاتے تھے اور کبھی انکسار سے اس کے پہلو میں ہی بیٹھ جاتے۔

ایک دفعہ آنحضورؐ مجلس میں صحابہ کے درمیان ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ ایک شتر سوار بدو آیا،اس نے مسجد کے ملحقہ حصے میں اونٹ بٹھایا، اسکا گھٹنا باندھ کر،سادگی سے پوچھنے لگا بھئی!تم میں محمدؐ کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا، یہ سفید رنگ کے جو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں محمدؐ ہیں۔وہ بدو آپؐ کی خاندانی نسبت سے بلا کر یوں مخاطب ہوتا اور کہتا ہے! اے عبدالمطلب کے بیٹے! ہمارے آقا کمال تواضع اور انکسار سے جواب دیتے ہیں ''میں حاضر ہوں۔''

وہ بدو (اس جواب سے اور حوصلہ پاکر) کہنے لگا۔ میں آپؐ سے کچھ سوال کرتا ہوں اور سوال میں ذرا سختی کرونگا۔آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔اندازہ کیجئے کہ بدو کی ایسی درشتی کیسی ہوگی؟ جس کا اُسے خود بھی احساس ہو کہ وہ ناراض کر سکتی ہے۔آنحضورؐ کمال حوصلہ اور تحمل سے فرماتے ہیں کہ جو چاہو پوچھو تب وہ بدو آپؐ کو آپ کے رب کی قسم دیکر سوال پوچھتا ہے اور حضورؐ اسے نہایت انکسار سے جواب دیتے چلے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ اس کی تسلی ہوگئی۔(بخاری)20

آپؐ تواضع اور انکساری کے باعث اپنی تعریف پسند نہیں فرماتے تھے۔حد سے زیادہ تعریف کرنے والے کو ٹوک دیتے۔صحابہ اور امت مسلمہ کو بھی

یہی تعلیم دی کہ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ سے کام نہ لینا۔ جس طرح عیسائیوں نے مسیح ابن مریم کی ناجائز تعریف کر کے مبالغہ کیا۔ فرماتے تھے کہ دیکھو! میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں۔ پس مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔ یہی کافی ہے۔ (بخاری) 21

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا اے محمدؐ! ہم میں سب سے بہترین اور اے ہم میں سے سب سے بہترین لوگوں کی اولاد! اے ہمارے سردار اور اے ہمارے سرداروں کی اولاد! آپؐ نے سنا تو فرمایا کہ دیکھو تم اپنی اصلی بات کہو اور کہیں شیطان تمہاری پناہ نہ لے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا مقام اس سے بڑھا چڑھا کر بتاؤ، جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ (احمد) 22

ربیع بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ میری شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر گانے گا رہی تھیں۔ جن میں شہید ہونے والے میرے آباء و اجداد کا قصیدہ بھی تھا۔ اچانک ان میں سے ایک لڑکی نے حضورؐ کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مصرع کہہ دیا۔

وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ

یعنی ہمارے اندر ایسا نبی موجود ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا یہ رہنے دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔ (بخاری) 23

اس میں کیا شک ہے کہ نبی کریمؐ نے آئندہ کے بارہ میں بے شمار سچی پیشگوئیاں فرمائیں ہیں، جو اپنے وقت پر پوری بھی ہوئیں مگر جب ایک بچی نے ایسا کہنا چاہا تو مبالغہ کے ڈر سے اسے روک دیا۔

رسول کریمؐ نے اپنا مقام ایک ''بشر'' انسان کے طور پر ہمیشہ پیش فرمایا، جسے خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے سرفراز فرما کر نبوت کا مقام عطا کیا۔ جتنا علم آپؐ کو اللہ کی طرف سے ہوتا، آپؐ اس کا اظہار فرما دیتے تھے۔ کوئی کمزوری ہوتی تو اسے اپنی بشریت کی طرف منسوب فرماتے۔

حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجور کے درختوں کا ''بور'' (ذرات) مادہ پر بکھیر کر جفتی کا عمل (Polination) کرتے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا دستور ہے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ اس پر انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا جس کے نتیجہ میں اس سال کھجور کا پھل کم پڑا۔ صحابہ نے نبی کریمؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا میں بھی ایک انسان ہوں۔ میں دین کی جس بات کا حکم دوں اسے اختیار کرو اور اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میری رائے ایک عام انسان جیسی سمجھو نیز فرمایا کہ دنیا کے معاملات تم بہتر جانتے ہو۔ (مسلم) 24

بعض دفعہ آپؐ نماز میں بھول گئے تو فرمایا میں بھی تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول سکتا ہوں۔(ابوداؤد)25

رسول کریمؐ عاجزی سے بھری ہوئی یہ دعا بھی کرتے تھے اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس طرح ایک عام آدمی کو غصہ آجاتا ہے۔مجھے بھی غصہ آتا ہے۔پس اگر کسی مومن بندے کے خلاف میں کوئی بددعا کروں تو اس بددعا کو اس شخص کے حق میں پاکیزگی برکت کا ذریعہ بنا دینا۔(احمد)26

اے اللہ! میں ایک انسان ہی ہوں۔اگر میں نے کسی مومن کو کوئی ایذا دی ہو یا بُرا بھلا کہا ہو تو اس بارہ میں مجھ سے بدلہ نہ لینا اور معاف فرما دینا۔(احمد)27

حضرت ابوامامہؓ باہلی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ اپنی چھڑی کو ٹیکتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ہم نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کے احترام کی خاطر کھڑے ہو گئے۔آپؐ نے فرمایا جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔تم اس طرح میری خاطر کھڑے نہ ہوا کرو۔(ابوداؤد)28

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جابر بادشاہوں کی طرز پر جبراً رعایا سے اپنی تعظیم کروانی پسند نہیں فرمائی، جو تعظیم نہ کرنیوالوں کو عبرتناک سزائیں دیتے تھے۔گویا آپؐ نے عقیدت و احترام کی خاطر کھڑے ہونا صحابہ کے لئے اختیاری امر قرار دیا، جیسے رسول اللہؐ خود حضرت فاطمہؓ کے آنے پر از راہ محبت کھڑے

ہو جایا کرتے تھے۔

چنانچہ غزوہ بنو قریظہ میں جب حضرت سعدؓ اپنی خچر پر سوار ہو کر ثالثی فیصلہ کرنے آئے تو آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اپنے سردار کے اعزاز کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ گویا عزت کے لئے کھڑے ہونا منع نہیں۔ اس کے باوجود یہ آپؐ کی کمال درجہ کی خاکساری تھی کہ بادشاہ ہو کر بھی اپنی ذات کے لئے شاہانہ انداز پسند نہ فرماتے تھے۔

حضرت ابومسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کے پاس ایک شخص آیا آپ اس سے گفتگو فرمارہے تھے۔ دریں اثنا اس پر آپ کے رعب وھیبت سے کپکپی طاری ہوگئی۔ آپؐ اسے فرمانے لگے۔

''اطمینان اور حوصلہ رکھو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں کوئی (جابر) بادشاہ تھوڑا ہوں۔ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (ابن ماجہ) 29 الغرض آپؐ کی طبیعت جابرانہ نہیں منکسرانہ تھی۔ اللہ کی رحمت خاص نے آپ کا دل نرم کر دیا تھا۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ اپنے والد مخرمہؓ (جو آنکھوں سے معذور تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کہنے لگے مجھے پتہ چلا ہے کہ نبی کریمؐ کے پاس کچھ قمیصیں آئی ہیں آؤ ہم بھی لینے جائیں۔ ہم گئے تو نبی کریمؐ گھر میں تھے مجھے ابا نے کہا کہ بیٹے حضورؐ کو آواز دو۔ مجھے یہ بات عجیب لگی کہ رسول اللہؐ کو باہر سے آواز دیکر بلاؤں۔ والد کہنے لگے بیٹے! نبی کریمؐ ہرگز سخت گیر نہیں

ہیں تم بے شک آواز دے کر بلاؤ۔ میں نے بلایا تو آپؐ تشریف لائے۔ ایک ریشمی قمیص آپ کے پاس تھا۔ جس پر سونے کے بٹن تھے، آپؐ فرمانے لگے مخرمہؓ! ہم نے پہلے ہی یہ قمیص آپ کے لئے بچا کر رکھ لیا تھا۔ (بخاری) 30

آنحضورؐ محتاجوں اور معذوروں کے ساتھ ان کی سطح پر اتر کر محبت اور نرمی سے پیش آتے۔ مدینہ کی دیوانی اور مجنون عورت بھی اسی طرح آپؐ کی شفقت کی مورد ہوتی جس طرح کوئی اور۔ وہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جا کر آپ کو اپنی بات سنانا چاہتی ہے اور حضورؐ بخوشی اس کی خواہش پوری کرتے ہیں۔ (بخاری) 31

رسول کریمؐ غرباء کی ضروریات توجہ سے سنتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ ایک حبشی لونڈی مرگی کے دوروں کا شکار تھی۔ آپ کی دعا کا آسرا ڈھونڈھ کر آئی اور درخواست دعا کی۔ آپؐ نے اُسے بھی حقیر نہیں جانا اور اُسے تسلی دی اور اس کے لئے دعا کی۔ (الشفاء) 32

ایک نابینا حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ حضورؐ میرے لئے دعا کریں کہ میری بصارت لوٹ آئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہو تو صبر کرو اور میرے خیال میں یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ جب نابینا نے دعا پر ہی زور دیا تو آپؐ نے اُسے ایک دعا سکھائی۔ (ترمذی) 33

کسی ضرورت مند کو دیکھ کر آپؐ کا دل اس کی مدد کیلئے رحم سے بھر جاتا

ہے۔

ایک دفعہ نماز پر جاتے ہوئے ایک ناتجربہ کار بچے کو جانور کی کھال اتارتے دیکھتے ہیں۔آپؐ اس کا درست طریق خود کھال اُتار کر اسے سمجھاتے ہیں اور پھر آگے نماز پر تشریف لے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ) 34

اپنے کم سن غلام زادے اسامہؓ کی ناک بہتی دیکھتے ہیں تو خود صاف کرنے کو آگے بڑھتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیالے میں ڈالا۔اپنے ساتھ اُسے کھانا کھلایا اور فرمایا اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔(ترمذی) 35

حضرت عمرؓ نے عمرہ پر جانے کے لئے اجازت چاہی تو اجازت دیدی اور کمال انکسار سے فرمایا۔اے بھیا! ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھے اس بات سے اتنی خوشی ہوئی کہ ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔(ابوداؤد) 36

تواضع و انکسار کا یہی عملی سبق نبی کریمؐ نے اپنے صحابہ کو دیا۔قرآن شریف نے بھی ان غلامانِ محمدؐ کی تعریف کی اور فرمایا کہ ان کی عاجزی کے اصل جوہر تب کھلتے ہیں، جب بارگاہ الوہیت میں ان کی گردنیں خم ہوتی اور جبینیں اس کی چوکھٹ پر سربسجود ہوتی ہیں۔انکسار کے ان پتلوں کی یہ کیفیت دراصل رضائے

باری کے حصول کی خاطر ہوتی ہے، جہاں خدا کی مرضی شدت وصلابت کے اظہار کی ہو وہاں طاقت وشوکت ظاہر کرتے اور جہاں تواضع کا اظہار مقصود ہوا انکساری دکھاتے ہیں۔گویا ان میں اپنے محل اور موقع پر تواضع دکھانے کا خلق پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

یہی سبق رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ کو دیا تھا۔جب حدیبیہ کے اگلے سال کے موقع پر صحابہ مکہ میں عمرہ کرنے آئے۔کفار مکہ کی ایک گھاٹی سے مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔مکہ میں مشہور ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور اور انکی کمروں کو خم کر دیا ہے۔نبی کریمؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جہاں سے مشرک مسلمانوں کو طواف کرتے دیکھ رہے تھے وہاں وہ دوڑ کر طواف کریں اور باقی چکر میں بے شک پیدل چلیں۔(بخاری) 37

ایک صحابی اس موقع پر طواف کرتے ہوئے جب کفار کے سامنے سے گزرے تو ان کے مقابل پر مضبوطی کے اظہار کے لئے اکڑ کر چلتے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ عام حالات میں تو اکڑ کر چلنے کا یہ انداز خدا کو پسندیدہ نہیں۔مگر آج تمہارا یہ انداز خدا کو بہت بھلا اور پیارا لگا۔کیونکہ آج تم دشمنانِ اسلام کے مقابل پر مسلمانوں کی شدت کا اظہار کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہو۔(ھیثمی) 37A

دنیا میں بڑائی کے اظہار کے ذریعے طاقت وحکومت مال و دولت، علم وفضل اور عزت و وجاہت مانے جاتے ہیں۔نبی کریمؐ نے یہ تمام نعمتیں پائیں

مگر تکبر کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا۔ ہمیشہ تقوی اور خدا خوفی کو عزت وتکریم کا حقیقی معیار قرار دیا۔

آپؐ کے پاس مال آیا تو اُسے بے دریغ خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ کوئی پیسہ جمع نہیں کیا۔ کوئی محل نہیں بنوایا۔ کوئی دربار نہیں سجایا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی یہی نعرہ بلندہ کیا کہ اِ نَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ الْمُعْطِیْ'' یہ سب خدا کی عطا ہے۔ میں تو محض تقسیم کرنیوالا ہوں۔'' (بخاری) 38

آپ کو خدائے علّام الغیوب نے علم عطا فرمایا کہ دریا بہا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے خدا نے وہ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اس لحاظ سے اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔ (سورۃ النساء:114)

رسول اللہؐ کو علم و معرفت کی اس فراوانی کے باوجود کبھی علم کے تکبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا، بلکہ جتنا علم بڑھتا گیا خدا کے حضورؐ اتنے ہی جھکتے چلے گئے۔ مدینہ کے یہودی جو علمی لحاظ سے بھی آپ کے بڑے حریف تھے۔ جن کو صبح و شام یہ قرآنی چیلنج دیئے جاتے تھے کہ قرآن کے مقابل ایک آیت ہی پیش کر دکھاؤ۔ وہ بسا اوقات آ کر اپنی طرف سے مشکل سے مشکل سوال کرتے۔ رسول کریمؐ قرآنی اخلاق کے مطابق لَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ (سورۃ بنی اسرائیل:37) پر عمل کر کے دکھاتے یعنی جس بات کا تجھے علم نہیں اس موقف کو اختیار نہ کر۔ خود فرماتے تھے کہ یہ بھی انسان کے علم کی نشانی ہے کہ جس بات کا پتہ نہ ہو صاف کہہ دے کہ مجھے اسکا علم نہیں۔ (بخاری) 39

ایک دفعہ آپؐ مدینہ کے ایک ویرانے سے گزر رہے تھے۔ یہود کی ایک جماعت کا بھی ادھر سے گذر ہوا، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق سوال پوچھو۔ بعض نے کہا مت پوچھو کیونکہ ایسا سخت جواب دیں گے جو تمہیں پسند نہ آئے گا۔ بعض نے پوچھنے پر اصرار کیا۔

چنانچہ ایک شخص نے روح کے بارہ میں سوال پوچھا تو حضورؐ خاموش ہو گئے۔ عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں میں نے سوچا کہ آپؐ کی طرف وحی ہو رہی ہے۔ جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپؐ نے (سورۃ بنی اسرائیل آیت: 86 کی تلاوت فرمائی۔ جس میں اس سوال کا جواب ہے۔ (بخاری) 40 گویا جب تک خدا کی طرف سے جواب عطا نہ ہوا آپؐ نے خاموشی کو عار نہیں سمجھا۔

انسان کو سب سے بڑا تکبر حکومت و طاقت کے بل بوتے پر ہوتا ہے۔ مگر ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عجیب شان ہے کہ سب سے زیادہ انکسار اس موقع پر دکھایا۔ جب زندگی کی سب سے بڑی فتح اپنے سب سے بڑے دشمن مشرکین مکہ پر حاصل ہوئی۔

مکہ آپ کا پیارا وطن تھا جہاں سے بزورشمشیر آپؐ کو نکالا گیا۔ مگر خدا کی شان کہ جلاوطنی کے صرف آٹھ سال بعد اُس شہر میں جب آپ فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو دس ہزار صحابہ کا لشکر آپ کے جلو میں تھا۔ آپؐ چاہتے تو ایسی ظاہری شان وشوکت اور ہیبت سے مکہ میں داخل ہوتے کہ اہل مکہ کے دل بیٹھ

جاتے۔مگر خدا کا یہ متواضع بندہ کس شان انکسار سے شہر مکہ میں داخل ہوا۔مفتوح قوم کے لوگ جوق درجوق فاتح شہر کو دیکھنے نکلے تو وہاں عجیب نظارہ تھا۔رسول اللہؐ کسی اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر نہیں بلکہ ایک اونٹ پر سوار تھے اور کسی فخر یا تکبر کا تو کیا ذکر تواضع اور انکسار کی وجہ سے آپؐ کی گردن جھکی ہوئی تھی اور جھکتی چلی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی اونٹ کے پالان کی لکڑی کو چھونے لگی۔آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالا رہے تھے۔آپؐ کی زبان اس وقت خدا کی عظمت کے گیت گا رہی تھی۔ سچ پوچھو تو اس وقت آپ کی پیشانی کا جھکنا تو انکسار کی محض ایک ظاہری علامت تھی۔ فی الحقیقت اس وقت آپؐ کے جسم کا روؤاں روؤاں خدا کے حضور سجدہ شکر بجالا رہا تھا۔(ابن ھشام) 41

یہ تھا دنیا کا عظیم فاتح،دنیا کا شہنشاہ مگر بیک وقت متواضع اور منکسر المزاج انسان۔ یہ تو آپؐ کی فتح کا موقع تھا۔آپؐ کا تو دستور تھا کہ ہر سفر میں ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے بھی اللہ اکبر پڑھتے جس میں یہ پیغام ہوتا تھا۔اللہ سب سے بڑا ہے سب بلندیاں اصل میں اسی کو زیبا ہیں۔(بخاری) 42

یہ ہے تواضع اور انکسار میں شاہ دوجہاں کا اسوۂ حسنہ جو آپ نے عرب کے اس دور میں دکھایا جسے فخر ومباہات اور اظہار کبر وغرور کا دور کہا جا سکتا ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے جملہ اوصاف و اخلاق تفاخر کے گرد گھومتے تھے، وہ جنگ کرتے تھے تو نام پیدا کرنے کے لئے،مہمان نوازی کرتے تھے تو

شہرت کی خاطر، سخاوت کرتے تھے تو نمود کے لئے، وہ اپنی ناک رکھنے اور جھوٹی عزت کی خاطر جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے، اسی ذاتی وجاہت اور خاندانی عزت کے جھوٹے کبر کا نتیجہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ادنیٰ سی بات پر شروع ہونے والی جنگیں سالہا سال چلیں۔ نبی کریمؐ نے اس معاشرہ کو خاکساری کا درس اور عملی نمونہ دیا تھا۔

آپ سردار انبیاء ٹھہرائے گئے مگر تواضع ایسی کہ ہمیشہ دیگر انبیاء کی شان بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِ مِنْ اِبْرَاھِیْمَ کہ ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حضور اطمینان قلب کے لئے احیاء موتی کا جو نشان مانگا تھا اگر وہ شک تھا تو پھر ہم اس شک کے زیادہ حقدار ہیں۔ (بخاری) 43

ایک دفعہ کسی نے آپؐ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ کہہ کر پکارا۔ یعنی اے مخلوق کے بہترین وجود! آپؐ نے فرمایا وہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔ (احمد) 44

کبھی حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے، کیسے مشکل اور کٹھن حالات سے گزرے ہونگے کہ اللہ کی مضبوط پناہ کو تلاش کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے اَوْ آوِیْ اِلٰـــی رُکْنٍ شَدِیْدٍ یعنی یا میں کسی مضبوط پناہ کی تلاش کروں۔ (بخاری) 45

کبھی حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر ہم یوسف کی جگہ قید میں رہے ہوتے تو شاہی قاصد کا قید سے آزادی کا پیغام سن کر فوراً

اس کے ساتھ چل پڑتے۔مگر یوسف علیہ السلام نے الزام تراش عورتوں سے اپنی برائت آنے تک انتظار کیا۔(بخاری)46

اس زمانہ میں نینوا کی بستی میں حضرت یونسؑ کے ماننے والے موجود تھے۔سفر طائف میں رسول اللہؐ کو نینوا کا ایک باشندہ ملا، جو آپؐ سے حضرت یونس علیہ السلام کا نام سن کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔قرآن شریف میں حضرت یونس علیہ السلام کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَآاَنْ تَدٰرَکَہ‘ نِعْمَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ مَذْمُوْمٌ(سورۃ القلم:50)

یعنی اگر اس (یونس) کے رب کی ایک خاص نعمت اسے بچا نہ لیتی تو وہ چٹیل میدان میں اِس طرح پھینک دیا جاتا کہ وہ سخت ملامت زدہ ہوتا۔اس بیان سے کسی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے نبی کریمؐ نے حضرت یونسؑ کی عزت اور مقام کا بھی لحاظ کیا اور ازراہ تواضع فرمایا مجھے یونس بن متّٰی پر بھی فضیلت نہ دو۔(بخاری)47

یہی ہدایت آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دی اور ایک ایسے موقع پر دی جب ایک یہودی کا مسلمان سے تنازعہ ہو گیا۔جس میں یہودی کی بظاہر سراسر زیادتی تھی کہ سر بازار سودا فروخت کرتے ہوئے ایک مسلمان کو چڑاتے ہوئے کہا کہ اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ کو دیگر انبیاء پر فضیلت دی۔ مسلمان نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی؟ اس نے کہا ہاں۔مسلمان نے

اُسے تھپڑ رسید کر دیا۔ یہودی مقدمہ لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے ایثار کرتے ہوئے ،کمال انکساری سے فرمایا اور لاَ تُفَضِّلُو نِیُ عَلٰی مُوْسٰی۔ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ (بخاری) 48

الغرض ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امن و آشتی کے وہ پیامبر ہیں جنہوں نے فتنہ دور کرنے اور قیام امن کی خاطر اپنی ذات کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آپؐ نے تواضع سے اپنا وجود ایسا مٹا کر دکھا دیا کہ آپ کا رفع ساتویں آسمان سے بھی آگے سدرۃ المنتھیٰ تک ہوا۔

بلاشبہ آج کی مادیت پرست دنیا میں قیام امن کا ایک راز یہی انکسار ہے اور کبر و نخوت کے عفریت سے رہائی کا ایک بڑا ذریعہ بھی یہی بھاری خلق ہے۔ جس میں اسوہ رسول کو مشعل راہ بنا کر انسان بلند دینوی و روحانی ترقیات حاصل کرسکتا ہے۔

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حواله جات

1 مسند احمد بن حنبل جلد1 ص39 بیروت

2 بخاری بدء الوحی

3 بخاری کتاب التمیم باب قول الله فلم تجدوا ماء فتیمموا سعیدا طیبا32

4 مسند احمد جلد2 ص40

5 مسلم کتاب البروالصلة باب استحباب العفووالتواضع48

6 مجمع الزوائد هیثمی مطبوعه بیروت جلد ۳ صفحه ۲۵۲ و طبرانی جلد ۱۱ صفحه ۱۷۴ بیروت

7 الشفاء قاضی عیاض جلد1 ص16 مطبوعه بیروت

8 بخاری کتاب التفسیر سوره الشعراء زیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین

9 مسلم کتاب صفة القیامه والجنة والنارباب لن یدخل أحد الجنة بعمله53

10 بخاری کتاب الجنائز باب الدخول علی میت بعدالموت16

11 مسند احمد جلد6 ص49و214 بیروت، اسد الغابه جلد1 ص29 ومشکوة ص520

11a الوفاء باحوال المصطفیٰ از علامه ابن جوزی ص41 مطبوعه بیروت

12 ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی وسم الدواب20

13 مجمع الزوائد جلد5 ص12 بیروت

14 بخاری کتاب المغازی باب غزوة الاحزاب

15 بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

16 مجمع الزوائد از علامه هيثمى جلد 9 ص14 مطبوعه بيروت

17 مسند احمد جلد1 ص42 بيروت

18 مسلم كتاب الجنائز باب الصلوة على القبر18

19 ترمذى كتاب الزهدباب ماجاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنة25

20 بخارى كتاب العلم باب القراءة والعرض على المحدث

21 بخارى كتاب الانبياء باب قول الله واذكرفى الكتاب مريم

22 مسنداحمدجلد3 ص249 مطبوعه مصر

23 بخارى كتاب النكاح باب ضرب الدف فى النكاح والوليمة460

24 مسلم كتاب الفضائل باب وجوب امتثال امره

25 ابوداؤد كتاب الصلوة باب اذا صلى خمساً

26 مسند احمد جلد6 ص52 مطبوعه بيروت

27 مسند احمد جلد6 ص28 مطبوعه بيروت

28 ابوداؤد كتاب الادب باب فى قيام الرجل للرجل

29 ابن ماجه كتاب الاطعمه باب القد يد

30 بخارى كتا ب اللباس باب المزرر بالذهب

31 بخارى كتاب الادب باب الكبر50

32 الشفا للقاضى عياض جز ثانى ص111

33 ترمذى كتاب الدعوات باب

34 ابن ماجه كتاب الاضاحى باب السلخ

35 ترمذى كتاب الاطعمه باب ماجاء فى الاكل مع المجذوم13

36 ابو داؤد کتا ب الصلوۃ باب الدعاء

37 بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء

37A مجمع الزوائد جلد6ص19 بیروت

38 بخاری کتاب الفرض الخمس باب قول اللّٰہ فان اللہ خمسہ وللرسول24

39 بخاری کتاب العلم

40 بخاری کتاب التفسیر باب قول اللہ وما اوتیم من العلم

41 السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 4 صفحہ91 مطبوعہ بیروت

42 بخاری کتاب الدعوات باب الدعا ء اذا ارادسفرا ۔536

43 بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرہ باب واذقال ابراہیم رب ارنی43

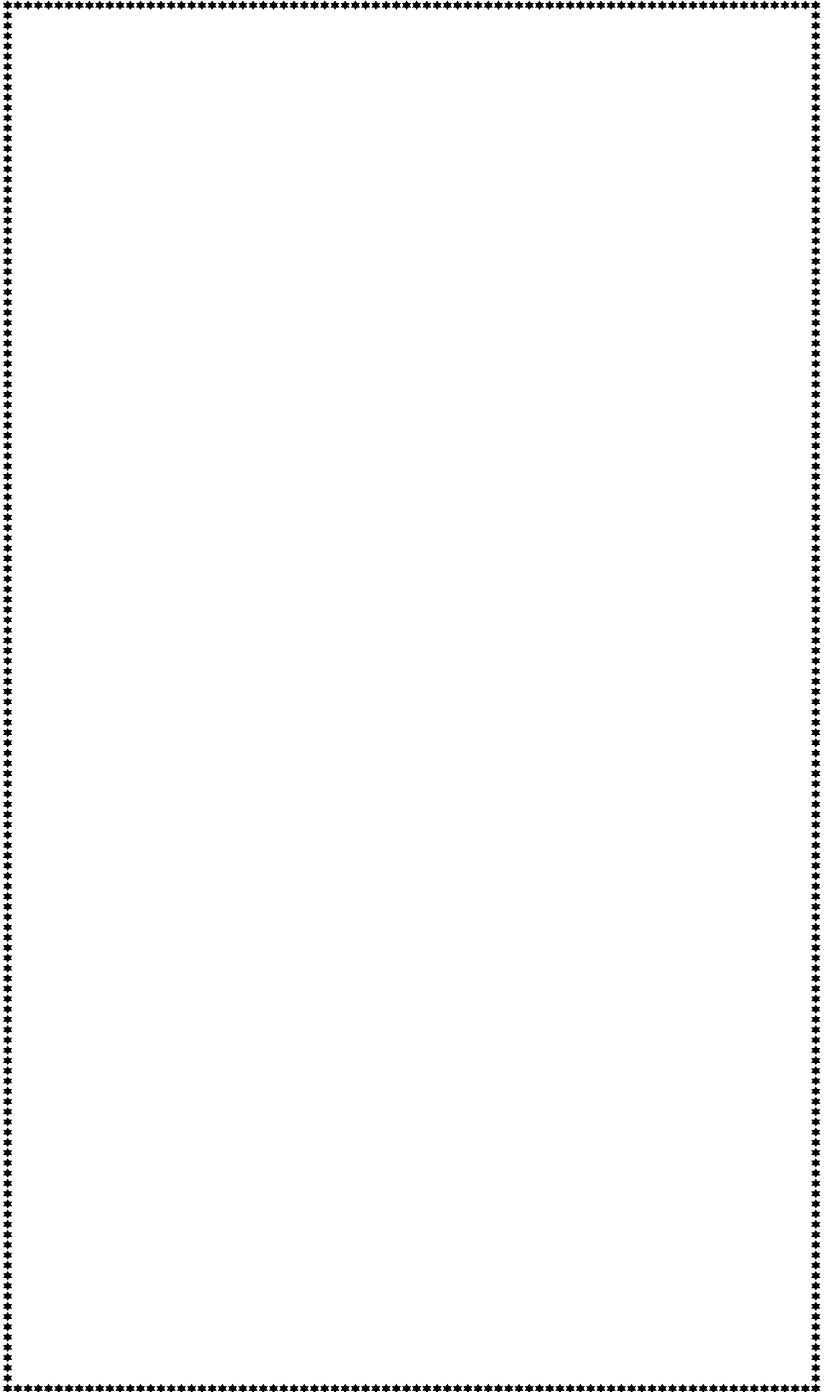
44 مسند احمد جلد 3ص13

45 بخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف فلما جاء ہ الرسول قال ارجع الی ربک

46 بخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف فلما جاء ہ الرسول قال ارجع الی ربک

47 بخاری کتاب الانبیاءؑ باب قول اللہ وان یونس لمن المرسلین

48 بخاری کتاب الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ و باب ان یونس



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور قناعت

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ قرآن شریف کی پاکیزہ تعلیم کے عین مطابق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی کی زبان سے یہ کہلوایا کہ اے نبی! تو کہہ دے کہ میں تکلف کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ خود خدائے عالم الغیب کی گواہی ہے جو نبی کریمؐ کے تکلف اور تصنع سے پاک سچے اخلاق کی تصدیق کر رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی گواہی نہیں ہوسکتی۔

نبی کریمؐ کی اپنی گواہی بھی یہی ہے۔ فرماتے تھے ''میں تو ایک سادہ سا انسان ہوں۔ عام لوگوں کی طرح کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا ہوں۔''

آپ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بھی یہی گواہی دی۔ جب پوچھا گیا کہ آنحضورؐ گھر میں کیسے رہتے تھے۔ فرمانے لگیں ''عام انسانوں کی طرح رہتے تھے اور گھریلو کاموں میں اہل خانہ کی مدد فرماتے تھے۔ اپنے کام خود کر لیتے تھے۔'' (بخاری) 1

نبی کریمؐ کی سادگی کا اصل راز آپ کی قناعت میں مضمر تھا۔ جس کی قرآن شریف میں آپ کو تعلیم دی گئی کہ

''اپنی آنکھیں اس عارضی متاع کی طرف نہ پسار جو ہم نے ان میں سے بعض گروہوں کو دینوی زندگی کی زینت کے طور پر عطا کی ہے تا کہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں۔ اور تیرے رب کا رزق بہت اچھا اور بہت زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' (سورۃ طٰہٰ:132)

آپ فرماتے تھے کہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (درمنثور) 2

اسی طرح اپنے صحابہ کو بھی یہ تلقین فرماتے تھے کہ ہمیشہ اپنے سے اوپر نظر نہ رکھو بلکہ اپنے سے کم تر کو دیکھو یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ اللہ کی نعمت کو حقیر نہ جانو اور شکر ادا کرسکو۔ (احمد) 3

آپؐ فرماتے تھے کہ جس شخص نے دلی اطمینان اور جسمانی صحت کے ساتھ صبح کی اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے۔ اس نے گویا ساری دنیا جیت لی اور ساری نعمتیں اسے مل گئیں۔ (ترمذی) 4

زکوۃ کے اونٹوں پر نشان لگانے کے لئے خود انہیں داغ لیتے تھے۔ (بخاری) 5

الغرض آپ کا کھانا پینا، لباس بستر وغیرہ سب سادہ تھے۔ زمین پر بچھونا ڈال کر سو جاتے تھے۔ بستر یا گدا چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پتے اور ان کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ (بخاری) 6

نبی کریمؐ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے اور حسب ضرورت اس میں

پیوند وغیرہ لگا کر پہننے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک نئی قمیص پہن کر نماز پڑھی۔جس میں نقش ونگار تھے۔حضورؐ نے دورانِ نماز اس کے نقش ونگار پر ایک نظر فرمائی۔جب سلام پھیرا تو فرمایا میری یہ قمیص ابوجہم (تاجر) کو واپس کردو اور میرے لئے انجان بستی کی بنی ہوئی سادہ سی چادر منگوادو۔اس چادر کے نقش ونگار کہیں نماز میں خلل انداز نہ ہوں۔(بخاری) 7

آپ نے فراخی اور بادشاہی کا زمانہ بھی دیکھا مگر اپنی سادگی میں کوئی تغیر نہ آیا۔کوئی بارگاہ نہیں بنوائی۔کوئی شاہانہ لباس تیار نہ کروایا۔اور اسی حال میں خدا کے حضور حاضر ہوگئے۔حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حضرت ابو بردہؓ کو کھدر کی موٹی چادر اور تہ بند نکال کر دکھائی اور بتایا کہ حضورؐ نے بوقت وفات یہ کپڑے پہن رکھے تھے۔(بخاری) 8

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے جب ازواج مطہرات سے ایک ماہ کیلئے علیحدگی اختیار فرمائی اور بالا خانے میں قیام فرمایا تو میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔کیا دیکھتا ہوں آپ ایک خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔جس پر کوئی چادر یا گدیلا وغیرہ نہیں۔اور چٹائی کے اثر سے آپ کے بدن مبارک پر بدھیاں پڑ چکی تھیں۔آپ ایک تکیے سے سہارا لئے ہوئے تھے۔جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے تھے۔کمرے کے باقی ماحول پر نظر کی تو خدا کی قسم! وہاں چمڑے کی

تین خشک کھالوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! آپ دعا کریں اللہ آپ کی اُمت کو فراخی عطا کرے، ایرانیوں اور رومیوں کو دنیا کی کتنی فراخی عطا ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی عبادت بھی نہیں کرتے۔“ نبی کریمؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”اے عمر! تم بھی ان خیالوں میں ہو۔ ان لوگوں کو عمدہ چیزیں اسی دنیا میں پہلے عطا کر دی گئی ہیں۔ مومنوں کو آئندہ ملیں گی۔“ (بخاری) 9

کھانے میں سادگی کا یہ عالم تھا فرماتے تھے کہ دل کرتا ہے ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہو کر کھالوں۔ جس دن بھوکا ہوں اپنے رب سے تضرع اور دعا کروں اور سیر ہو کر اللہ کا شکر بجالاؤں۔ (ترمذی) 10

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی زمانہ میں تو خاص طور پر آپ کی خوراک اور غذا بہت سادہ تھی۔ بہت قناعت سے گزارا ہوتا تھا۔ دو دو ماہ گزر جاتے اور چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ ام المؤمنین! آپؓ لوگ کھاتے کیا تھے؟ فرمانے لگیں کہ کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا یا پھر دودھ پر کہ بعض صحابہ حضورؐ کو کوئی جانور کچھ عرصہ کے لئے عاریتاً دے دیتے تھے تا کہ اس کا دودھ استعمال کر سکیں۔ (بخاری) 11

کھانے میں حضورؐ کی سادگی کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ ان کے لئے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں۔ آدمی کے لئے اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی کر دیں۔ اگر آدمی کی خواہش اس سے زیادہ کی ہو تو پھر پیٹ

میں ایک حصہ کھانے کے لئے رکھے ایک پینے کے لئے اور ایک سانس کے لئے۔
(ابن ماجہ) 12

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور اپنے گھر میں کبھی کھانا خود سے نہیں مانگتے تھے نہ ہی اس کی خواہش کرتے تھے۔ اگر گھر والے کھانا دے دیتے تو آپ تناول فرما لیتے اور جو کھانے پینے کی چیز پیش کی جاتی قبول فرما لیتے۔ (ابن ماجہ) 13

آپؐ جَو کی روٹی استعمال کرتے تھے۔ ایک دفعہ گھر کا کام کاج کرنے والی ام ایمنؓ نے آٹا چھان کر روٹی بنائی۔؟ پوچھا یہ کیا؟ انہوں نے وضاحت کی کہ ہمارے ملک حبشہ میں چھنے ہوئے آٹے کی ایسی روٹی بنائی جاتی ہے جو میں نے خاص حضور کیلئے تیار کی ہے۔ فرمایا چھان کو آٹے میں ملا کر گوندھو اور اس کی روٹی بنایا کرو۔ (ابن ماجہ) 14

ام سعدؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے میں وہاں بیٹھی ہوئی تھی حضور نے پوچھا کہ ناشتہ کے لئے کچھ ہے حضرت عائشہؓ نے کہا! ہمارے پاس روٹی کھجور اور سرکہ ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا! ''سرکہ کتنا عمدہ سالن ہے!'' پھر دعا کی۔ ''اے اللہ سرکہ میں برکت ڈال یہ میرے سے پہلے نبیوں کا بھی کھانا تھا۔ جس گھر میں سرکہ ہے وہ محتاج نہیں ہے۔'' (ابن ماجہ) 15

حضرت عبداللہؓ بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا آپ نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے۔(ابوداؤد)16

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادی یا غمی کے موقع پر بھی ہمیشہ سادگی اختیار فرمائی چنانچہ حضرت علیؓ بیان فرماتے تھے کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر نبی کریمؐ نے ان کو (بنیادی ضرورت کا) حسب ذیل سامان دیا تھا۔

۱۔خمیلہ (ریشمی چادر) ۲۔چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کے ریشے تھے۔ ۳۔آٹا پیسنے کی چکی ۴۔مشکیزہ ۵۔دو گھڑے (احمد)17

حضرت عبداللہ بن سبیلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا برتن تھا جو کھانے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ جسے چار آدمی اُٹھاتے تھے۔عید کے موقع پر قربانی کے گوشت کا کھانا ثرید اس میں تیار ہوتا تھا۔ پھر سارے لوگ اکٹھے ہوکر اس میں سے کھاتے تھے۔جب لوگ زیادہ ہوگئے تو مجبوراً اس موقع پر رسول اللہؐ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔اس طرح کہ پاؤں آپ کے زمین کے اوپر تھے اور بوجھ آپ کے گھٹنوں کے اوپر تھا۔ایک بدو وہاں آ بیٹھا ہوا تھا۔وہ کہنے لگا کہ یہ بیٹھنے کا کون سا طریق ہے۔حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک معزز بندہ بنایا ہے۔مجھے جبار سرکش دشمن نہیں بنایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا کناروں سے کھاؤ اور درمیان کے حصہ کو چھوڑ دو تاکہ اس میں برکت پڑتی رہے۔(ابوداؤد)18

رسول کریمؐ غلاموں اور خادموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔(ابن ماجہ) 19

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے اون کے موٹے کپڑے پہنتے، چمڑے کے سادہ جوتے استعمال کرتے اور جو کا دلیہ کھاتے تھے۔ جو پانی کے بغیر حلق سے نہ اُترتا تھا۔(ماجہ) 20

آنحضرتؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بے تکلف تھے۔ عبداللہؓ بن حارث کہتے ہیں ہم چھ سات افراد حضور کے ساتھ موجود تھے۔ بلالؓ نے نماز کے لئے بلایا تو ہم چل پڑے راستہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرے اس کی ھنڈیا چولہے پر تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''کیا تمہاری ھنڈیا پک چکی ہے؟'' اس نے کہا ''ہاں''۔ آپ نے اس میں سے ایک بوٹی لے لی اور کھاتے ہوئے نماز پر تشریف لے گئے۔(ابوداؤد) 21

رسول کریمؐ کی سواری بھی سادہ ہوتی تھی۔ آپ گدھے یا خچر پر سوار ہونے میں کوئی عیب نہ سمجھتے تھے بلکہ خود یہ جانور پالے ہوئے تھے۔ ایک گدھے کا نا عفیر اور دوسرے کا یعفور تھا۔ آپ ان جانوروں پر حسب ضرورت سواری بھی فرماتے تھے۔ سواری کے پیچھے کسی کو بٹھانے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ یہ آپ کی کمال سادگی تھی۔ شہر مدینہ کے لوگوں نے بہت دفعہ یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسولؐ خدا خچر یا اونٹ پر سوار ہیں اور کبھی بزرگ صحابہ میں سے حضرت ابو

بکرؓ آپ کے پیچھے بیٹھے ہیں تو کبھی حضرت عثمانؓ کبھی حضرت علیؓ تو کبھی زید بن حارثہؓ بچوں میں سے حسن وحسین، اسامہؓ بن زید اور انسؓ بن مالک بڑوں میں سے ابوداؤد، ابوطلحہؓ، ابوداؤد، ابوھریرہؓ۔ نوجوان صحابہ میں سے معاذ بن جبلؓ اور جابرؓ بن عبداللہ عورتوں میں سے کبھی ازواج مطہرات اونٹنی پر ساتھ سوار ہیں۔

ایک دفعہ آپؐ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے انہوں نے ازراہ ادب واپسی پر اپنی سواری دی اور اپنے بیٹے قیس کو ساتھ کر دیا کہ حضورؐ کو چھوڑ آؤ۔ حضورؐ نے قیسؓ سے فرمایا کہ اپنی سواری کے آگے تم بیٹھو۔ انہوں نے ازراہ ادب کچھ پس وپیش کی تو حضورؐ نے بے تکلفی سے فرمایا کہ یا تو سواری کے آگے بیٹھو یا پھر واپس چلے جاؤ۔

آپؐ کی سواری کا پالان اور گدیلا بھی نہایت سادہ ہوتا تھا۔ حجتہ الوادع آپ کی زندگی کا آخری حج تھا۔ اس سے پہلے خیبر، مکہ، حنین وغیرہ کی زبردست فتوحات آپؐ حاصل کر چکے تھے۔ آپؐ چاہتے تو بہتر سے بہتر چیز استعمال میں لا سکتے تھے۔ مگر اس وقت دنیا نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ آپ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ جس کا پالان بوسیدہ ہو چلا تھا۔ حج کے موقع پر نہایت انکساری سے آپ یہ دعا کر رہے تھے۔

''اے اللہ! یہ حج قبول کرنا، اسے ایسا مقبول حج بنانا جس میں ریا ہو نہ شہرت کی کوئی غرض۔'' (ابن ماجہ) 22

حج کے دوران اپنے لئے کوئی امتیازی سلوک پسند نہ فرمایا۔آپؐ کیلئے منیٰ میں آرام کی خاطر الگ خیمہ لگانے کی خواہش کی گئی تو فرمایا کہ منٰی میں جو پہلے پہنچ جائے پڑاؤ کا پہلا حق اسی کا ہے۔(ابن ماجہ)23

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں سے بھی بے تکلفی کا معاملہ فرماتے تھے۔ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے ایرانی ہمسائے نے دعوت پر بلایا۔آپ نے بلا تکلف فرمایا کہ کیا میری اہلیہ عائشہؓ کو بھی ساتھ دعوت ہے؟اس نے کہا 'نہیں' آپ نے فرمایا ''پھر میں بھی نہیں آتا۔'' دو تین دفعہ کے تکرار کے بعد ایرانی نے آکر کہا کہ ٹھیک ہے حضرت عائشہؓ بھی آجائیں۔تب نبی کریمؐ اور حضرت عائشہؓ خوش خوش اس کے گھر کی طرف چلے۔(احمد)24

آنحضورؐ اپنی پسند کا بلا تکلف اظہار فرما دیتے تھے۔جابرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے آنحضورؐ ایک انصاری شخص کے ہاں تشریف لے گئے وہ اپنے باغ میں پانی لے جا رہا تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اگر تو رات سے مشکیزہ میں پڑا ٹھنڈا پانی ہو تو لے آؤ ورنہ ہم اسی مشکیزہ سے پانی پی لیتے ہیں۔انہوں نے کہا '' حضور ہمارے پاس رات کے مشکیزے کا (ٹھنڈا) پانی موجود ہے۔'' پھر ہم ان کے ڈیرے کی طرف چل پڑے جہاں اس انصاری نے بکری کا دودھ اس مشکیزے کے ٹھنڈے پانی میں ملا کر پیش کیا اور حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں کو پلایا۔(ابن ماجہ)25

نبی کریمؐ اپنے نوجوان صحابہ سے بھی بے تکلفی کے ماحول میں بات کرلیا کرتے تھے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریمؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ چندروز قبل میری شادی ہوئی تھی۔ مجھے فرمانے لگے اے جابرؓ! سناؤ پھر شادی کرلی؟ میں نے کہا ''جی کرلی ہے''۔ فرمانے لگے ''کنواری سے کی ہے یا بیوہ سے؟'' عرض کیا حضورؐ بیوہ سے فرمایا ''ارے! کنواری لڑکی سے کیوں شادی نہ کی کہ ہم عمر سے بے تکلفی کا لطف بھی اٹھاتے؟'' جابرؓ نے عرض کیا ''حضورؐ آپ کو تو معلوم ہے میرے والد احد میں شہید ہوگئے اور پیچھے نو بیٹیاں چھوڑ گئے۔ اب مجھے نو بہنوں کو سنبھالنا تھا میں نے ناپسند کیا کہ ان جیسی ایک اور بے سمجھ لڑکی لے آؤں۔ اس لئے میں نے ایک ایسی بیوہ عورت سے شادی کی جو انکی کنگھی پٹی کردے اور انکا خیال رکھے۔'' (بخاری) 26

تکلف سے کام لینا آپ کو پسند نہ تھا۔ اسماءؓ بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ حضورؐ کی طرف سے ہمیں بھی کھانے کے لئے کہا گیا تو ہم نے تکلفاً کہا کہ ہمیں تو بھوک نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ''دو باتیں جمع نہ کرلو ایک بھوک دوسرے جھوٹ۔'' (ابن ماجہ) 27

حضرت اسماءؓ نے پوچھا ''یارسول اللہؐ! کیا اس طرح سے تکلف کی بات بھی جھوٹ شمار ہوتی ہے؟'' فرمایا ''ہاں اگر کوئی چھوٹی سی بات غلط کہی جائے تو وہ چھوٹا جھوٹ ہوتا ہے اور کوئی بڑی بات خلاف واقعہ ہو تو وہ بڑا جھوٹ شمار ہوگا۔''

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کام میں بے تکلفی پسند تھی اور مَـا اَنَا مِـنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡن کا سچا نعرہ آپ کا ہی تھا۔ مہمان نوازی کا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا مگر اس میں بھی تکلف روا نہ رکھتے۔ جو حاضر ہوتا پیش فرما دیتے۔

جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور کو کچھ شہد بطور تحفہ پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے صحابہ کو فرمایا کہ ایک ایک لقمہ شہد لے کر کھا لیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے اپنے حصہ کا ایک لقمہ تو کھا لیا۔ پھر حضور سے عرض کیا کہ حضور میں ایک اور لقمہ بھی لے لوں۔ آپ نے فرمایا۔ ''ہاں۔'' (ابن ماجہ) 28

ایک دفعہ رسول کریمؐ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپؐ نے اسی کے کھانے کے لئے گھر میں دیکھا تو سوائے روٹی کے ایک ٹکڑے کے کچھ نہ پایا۔ آپؐ نے اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے اور وہ لے کر آ گئے اور فرمایا '' اللہ کا نام لے کر کھا لو۔'' اس نے کھایا اور کچھ بچ رہا۔ وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا آپ بہت نیک انسان ہیں۔ (الوفاء) 29

معلوم ہوتا ہے وہ شخص بھی فاقہ سے تھا کہ سیر ہو کر صدق دل سے شکریہ ادا کیا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی اور بے تکلفی کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ بے اختیار آپ کی تعریف کرنے لگا۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب الاذان باب من کان فی حاجة اهلیه635

2 الدرالمنثور للسیوطی جلد1 ص36

3 مسند احمد جلد2 ص24 بیروت

4 ترمذی کتاب الزهد باب فی الزهادة فی الدنیا

5 بخاری کتاب الزکاة باب وسم الامام ابل الصدقة40

6 بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی ﷺ

7 بخاری کتاب الصلوة باب اذا صلّٰی فی ثوب لهااعلام

8 بخاری کتاب اللباس باب الاکسیة

9 بخاری کتاب التفسیرسورة التحریم باب تبتغی مرضاة ازواجک432

10 ترمذی کتاب الزهد باب ماجاء فی الکفاف20

11 بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی ﷺ

12 ابن ماجه کتاب الاطعمة باب الاقتصاد فی الاکل340

13 ابن ماجه کتاب الاقتصاد فی الاکل و کراهة الشبع340

14 ابن ماجه کتاب الاطعمه باب الحوارىٰ

15 ابن ماجه کتاب الاطعمة باب الائتدام بالخل39

16 ابو داؤد کتاب الایمان باب الرجل یحلف ان لا یتأدم287

17 مسنداحمد جلد1 ص107 مطبوعه بیروت

18 ابوداؤد کتاب الاطعمه باب ماجاء فی الاکل من اعلیٰ الصفحة373

19 ابن ماجه کتاب الاطعمة باب اذا اتا ه خادمه بطعامه

20 ابن ماجه كتاب الاطعمة باب خبزالشعير

21 ابوداؤد كتاب الطهارة باب فى ترك الوضوء ممامست النار

22 ابن ماجه كتاب المناسك باب الحج على الرجل [illegible]

23 ابن ماجه كتاب المناسك باب النزول بمنى [illegible]

24 مسند احمد جلد 3 ص [illegible] مطبوعه بيروت

25 ابن ماجه كتاب الاشربه باب الشرب بالا كف

26 بخارى كتاب المغازى باب غزوة احد

27 ابن ماجه كتاب الاطعمه باب عرض الطعام

28 ابن ماجه كتاب الطب باب العسل

29 الوفاء باحوال المصطفى لابن الجوزى ص [illegible] مطبوعه بيروت

رسول کریمؐ کے عورتوں پر احسانات

عورت ...... اسلام سے قبل

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ وہ پہلے مرد ہیں جنہوں نے عورتوں کے حقوق کے لئے نہ صرف آواز بلند کی بلکہ ان کے حقوق قائم کر کے دکھائے۔ عورتوں پر آپ کے بے پایاں احسانات کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں اس دور میں جانا ہوگا۔ جس میں رسول کریم ﷺ کے زمانہ کی خواتین بودو باش رکھتی تھیں۔ اس معاشرہ میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس قرآنی بیان سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور سخت غمگین ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے اس بُری خبر کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے کہ آیا وہ اس ذلت کو قبول کر لے یا اسے مٹی میں دبا دے۔ کتنا بُرا ہے وہ جو فیصلہ کرتے ہیں۔ (سورۃ النحل:60)

عرب کے بعض قبائل میں غیر وحمیت کے باعث لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا ظالمانہ رواج تھا۔ ایک دفعہ نبی کریمؐ کے سامنے ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو گڑھے میں گاڑ دینے کا دردناک واقعہ سنایا۔ وہ ابا ابا کہتی رہ

گئی مگر اُسے ترس نہ آیا اور اُسے زندہ دفن کر کے چھوڑا۔ یہ سن کر نبی کریمؐ کا دل بھر آیا اور فرمانے لگے کہ جب وہ معصوم ابا ابا کہہ رہی تھی تو تمہیں اُس پر رحم نہ آیا۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی ان کو حقدار بنا دیا۔ ایک دن میں اپنے کسی معاملہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی بولی اگر آپ اس طرح کر لیتے تو ٹھیک ہوتا۔ مَیں نے کہا تمہیں میرے معاملہ دخل اندازی کی جرأت کیوں ہوئی؟ وہ کہنے لگی تم چاہتے ہو کہ تمہارے آگے کوئی نہ بولے اور تمہاری بیٹی رسول اللہؐ کے آگے بولتی ہے۔ (بخاری) 1

عربوں کے دستور کے مطابق جاہلیت کے زمانہ میں بیوہ عورت خود شوہر کی وراثت میں تقسیم ہوتی تھی۔ مرد کے قریبی رشتہ دار (مثلاً بڑا سوتیلا بیٹا) عورت کے سب سے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو خود اس عورت سے شادی کر لیتے۔ خود نہ کرنا چاہتے تو ان کی مرضی کے مطابق ہی دوسری جگہ شادی ہو سکتی ہے۔ عورت کا اپنا کوئی حق نہ تھا۔ (بخاری) 2

نبی کریمؐ نے بیوہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذات کے بارہ میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ (بخاری) 3

یتیم بچیوں کے حقوق کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ بعض دفعہ ایسی مالدار یتیم

لڑکیوں کے ولی ان کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے خود ان سے شادی کر لیتے تھے اور حق مہر بھی اپنی مرضی کے مطابق معمولی رکھتے تھے۔قرآن شریف میں ان بدرسوم سے بھی روکا گیا۔اور ارشاد ہوا کہ یتیم بچیوں سے انصاف کا معاملہ کرو۔(بخاری)4

اسلام سے پہلے عورت کی ناقدری اور ذلت کا ایک اور پہلو یہ تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اسے سب گھر والوں سے جدا رہنا پڑتا تھا۔خاوند کے ساتھ بیٹھنا تو درکنار اہل خانہ بھی اس سے میل جول نہ رکھتے تھے۔(مسلم)5

آنحضرت ﷺ نے اس معاشرتی برائی کو دور کیا اور آپ کی شریعت یہ حکم اترا کہ حیض ایک تکلیف دہ عارضہ ہے ان ایام میں صرف ازدواجی تعلقات کی ممانعت ہے عام معاشرت ہرگز منع نہیں۔(سورۃ البقرہ:223)

چنانچہ آنحضور ﷺ بیویوں کے مخصوص ایام میں ان کا اور زیادہ لحاظ فرماتے۔ان کے ساتھ مل بیٹھتے۔بستر میں ان کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔(ابوداؤد)6

خاوند کی وفات کے بعد عرب میں عورت کا حال بہت رسوا کن اور بدتر ہوتا تھا۔اسے بدترین لباس پہنا کر گھر سے الگ تھلگ ویران حصہ میں ایک سال تک عدت گزارنے کے لئے رکھا جاتا۔سال کے بعد عربوں کے دستور کے مطابق کسی گزرنے والے کتے پر بکری کی مینگنی پھینک کر اس قید خانہ سے باہر آتی

تھی۔(بخاری) 7

عورتوں کا احترام

اس دور جہالت میں عورت کے ساتھ نفرت اور حقارت کے جذبات زائل کرنے کے لئے ہمارے آقا و مولا نے یہ بھی فرمایا کہ ''مجھے تمہاری دنیا کی جو چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان میں اول نمبر پر عورتیں ہیں۔ پھر اچھی خوشبو مجھے محبوب ہے مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبت الٰہی میں ہی ہے۔(نسائی) 8

ایک موقع پر نبی کریمؐ نے یہ اظہار فرمایا کہ بالعموم عورت مرد کے مقابل پر ذہنی صلاحیتوں میں نقص کے باوجود ایسی استعدادی رکھتی ہیں کہ مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔

نبی کریمؐ نے عورتوں کی درخواست پر ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا تھا جس میں ان کو وعظ فرماتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔(بخاری) 9

نبی کریمؐ نے عورتوں کو معاشرتی دھارے میں برابر شریک کیا۔عیدین کے موقع پر تمام مردوں عورتوں بالغ بچیوں تک کو ان اسلامی تہواروں میں شریک کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اگر کسی لڑکی کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو تو وہ عورتیں بھی جنہوں نے نماز نہیں پڑھنی اجتماع عید میں شامل ہو کر دعا میں ضرور

شریک ہو جائیں۔(بخاری)10

نبی کریمؐ ماں بیٹی اور بہن اور بیوی کے طور پر عورت کی ایسی عزت اور احترام قائم کیا کہ تاریخ میں پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔آپ نے فرمایا کہ ’’جنت ماں کے قدموں تلے ہے‘‘۔بیٹیاں زندہ درگور کرنے والوں کو آپؐ نے ان کی پرورش کرنے پر جنت کی بشارت دی۔آپؐ کی بیٹی فاطمہ تشریف لائیں تو آپ احترام میں کھڑے ہو جاتے۔بیویوں کی عزت اور احترام بھی آپ نے قائم کیا اور اسے گھر کی ملکہ بنایا۔فرماتے تھے کہ ’’سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے حسن سلوک کرتے ہیں اور میں تم میں عورتوں س سلوک میں سب سے بہتر ہوں۔‘‘

عورتوں کے احترام اور ان کی نزاکت کا آپؐ کو بہت خیال تھا۔ایک سفر میں آپ کی بیویاں اونٹوں پر سوار تھیں کہ حدی خواں انجشہ نامی نے اونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔آنحضرت ﷺ فرمانے لگے ’’اے انجشہ۔تیرا بھلا ہو ذرا یہ نازک شیشے ہمراہ ہیں۔ان آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچے۔یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں اونٹوں کو آہستہ ہانکو۔‘‘ اس واقعہ کے ایک راوی ابو قلابہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھو رسول کریم ﷺ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو شیشے کہا یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جینے دیتے ضرور اسے ملامت کرتے۔(مسلم)11

بلا شبہ رسول کریم ﷺ کا ہی حوصلہ تھا کہ اس صنف نازک کے حق میں آپ نے اس وقت نعرہ بلند کیا جب سارا معاشرہ اس کا مخالف تھا۔حقیقت یہ ہے کہ مرد ہوکر عورتوں کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہونے کی منفرد مثال صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ کی ہے جو ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔

وہ معاشرہ جس میں عورت کا کوئی حق نہیں سمجھا جاتا تھا اور ان سے گھر کی خادماؤں ،لونڈیوں سے بھی بدتر سلوک ہوتا تھا۔نبی کریمؐ نے اسے گھر کی ملکہ بنادیا اور فرمایا عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔اور اس سے اس ذمہ داری کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔آپؐ نے عورت کے حق کھول کر بیان فرمائے۔

حضرت معاویہؓ بن حیدہ بیان کرتے ہیں کہ آنخضرتؐ نے اس سوال پر کہ ہم میں سے کسی ایک شخص کی بیوی کا ہم پر کیا حق ہے ۔رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ ،خود لباس پہنتے ہو تو اسے بھی پہناؤ۔یعنی اپنی توفیق اور استطاعت کے مطابق جو تمہارا اپنا معیار زندگی ہے اُسی کے مطابق بیوی کے حقوق ادا کرو اور اُسے سرزنش کرتے ہوئے چہرے پر کبھی نہ مارو اور کبھی بُرا بھلا نہ کہو اُس سے گالی گلوچ نہ کرو۔اور اُس سے کبھی جدائی اختیار نہ کرو مگر ضرورت پیش آنے پر گھر کے اندر بستر سے جدائی اختیار کرنے کی اجازت ہے۔(ابوداؤد)12

جہاں تک مجبوری کی صورت میں عورت کو سزا دینے کا ذکر ہے۔ اُس بارہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ نے مرد کو جو گھر کا سربراہ اعلیٰ ہوتا ہے صرف بے حیائی سے روکنے کیلئے اس کی اجازت دی ہے، مگر آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ اس رخصت کا غلط استعمال ہو رہا ہے تو آپؐ نے اس سے بھی منع کرتے ہوئے فرمایا لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰہِ ۔عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں، ان پر دست درازی نہ کیا کرو۔ ایک اور موقع پر بعض لوگوں کے بارے میں جب یہ پتہ چلا کہ وہ عورتوں سے سختی کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ لَیْسَ اُولٰئِکَ بِخِیَارِکُمْ ۔یعنی یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ (نسائی) 13

آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطاب فرمایا ہے وہ ایک نہایت ہی جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں آپؐ نے عورتوں کے حقوق متعلق خاص طور پر تاکید کی اور فرمایا کہ

دیکھو میں تمہیں عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ بیچاریاں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہی تو ہوتی ہیں۔ تمہیں ان پر سخت روی کا صرف اسی صورت میں اختیار ہے کہ اگر وہ کسی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم اپنے بستروں میں اُن سے جدائی اختیار کر سکتے ہو یا اس سے اگلے قدم کے طور پر انہیں کچھ سرزنش کرتے ہوئے سزا بھی دے سکتے ہو، مگر سزا بھی ایسی جسکا جسم کے اوپر کوئی نشان یا اثر نہ پیدا ہو۔ اگر وہ اطاعت کرلیں تو پھر اُن کیلئے کوئی اور طریق

اختیار کرنا مناسب نہیں ۔ یاد رکھو جس طرح تمہارے عورتوں کے اوپر کچھ حقوق ہیں ۔ اسی طرح عورتوں کے تم پر بھی کچھ حق ، کچھ ذمہ داریاں اور فرائض ہیں جو تم پر عائد ہوتے ہیں ۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں اور تمہاری مرضی کے سوا کسی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں ۔ اور اُن کا حق تم پر یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ لباس میں، پوشاک میں اور کھانے پینے میں احسان کا سلوک کرنے والے ہو اور جس حد تک توفیق اور استطاعت ہے، اُن سے حسن سلوک کرو ۔ (ترمذی) 14

حوالہ جات

1 بخاری کتاب التفسیرسورۃ التحریم باب تبتغی مرضات ازواجک

2 بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب الایحل لکم ان ترکوا نسباء

3 بخاری کتاب النکاح باب الایم احق بنکاحھا

4 بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب قولہ وان خفتم ان لا تقسطو افی الیتامیٰ

5 صیحح مسلم کتاب الحیض باب جوازغسل الحائض رأسن زوجھاوترجیلہ

6 ابو داؤد کتاب الطھارہ باب فی مواکلۃ الحائض

7 بخاری کتاب الطلاق باب الکحل للحادہ4916

8 نسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء

9 بخاری کتاب العلم

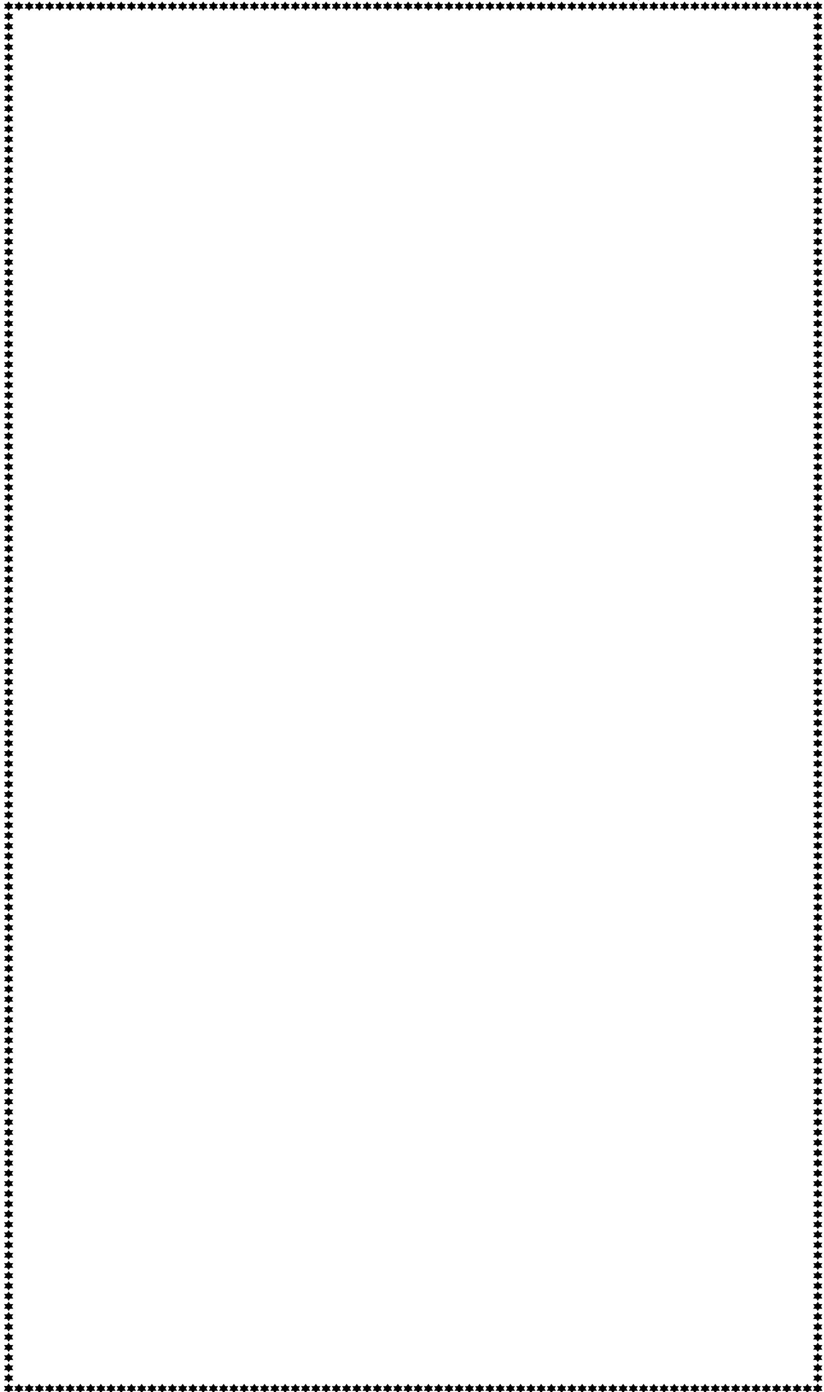
10 بخاری کتاب العیدین

11 مسلم کتاب الفضائل باب فی رحمۃ النبی ﷺ

12 سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجھا1830

13 سنن ابی داؤدکتاب النکاح باب فی ضرب النسا1834

14 سنن الترمذی۔ کتاب الرضاع۔ باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا1083



رسول کریمؐ جانوروں کیلئے رحمت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ العالمینؐ کا عظیم خطاب دے کر بھیجا گیا۔ بلاشبہ آپ تمام جہانوں کیلئے سراپا رحمت تھے۔آپؐ اس وحشی قوم میں مبعوث ہوئے جو جانوروں سے بھی بدتر تھی۔مگر آپؐ نے انہیں ایسا باخدا انسان بنادیا کہ وہ انسان تو انسان جانوروں کے ساتھ بھی رحمت اور شفقت سے پیش آنے لگے۔ یہ نتیجہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور تربیت کا۔آپؐ نے ان کے دلوں میں انسانوں کی محبت کا جذبہ بھی پیدا کیا اور حیوانوں سے پیار کرنا بھی سکھایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ کو یہ قصہ سنایا کہ ایک شخص پیدل جارہا تھا۔ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔اس نے پانی کا کنواں دیکھا اوراس سے پانی پیا۔وہاں پر ایک کتا پیاس سے بے تاب گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔اس نے سوچا کہ اسے بھی میری طرح شدید پیاس ہوگی۔ وہ دوبارہ کنویں میں اترا اوراپنے جوتے میں پانی بھر کر، اسے اپنے منہ سے پکڑ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی قدر کی اوراسے بخش

دیا۔صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں جانوروں کی وجہ سے بھی اجر ملے گا۔آپؐ نے فرمایا ''ہاں ہر ذی روح اور جاندار چیز سے نیکی اور احسان کا اجر ملتا ہے۔'' (ابوداؤد) 1

دوسری روایت میں ایک کنجنی کا ذکر ہے جس نے شدت پیاس سے بدحال ایک کتا دیکھا جو کنوئیں کے گرد چکر لگا رہا تھا، وہ اپنا موزہ اتار کر کنوئیں میں اتری اور اس میں پانی لا کر کتے کو پلایا۔اس کی اس نیکی کے باعث اللہ نے اسے بخش دیا۔(مسلم) 2

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہم سفر تھے۔ایک انصاری عورت کی اونٹنی کچھ اَڑ گئی اور رکنے لگی تو انصاری عورت نے بددعا دیتے ہوئے اس پر لعنت ڈالی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اب سامان وغیرہ اس اونٹنی سے اتار لو اور اسے خالی چھوڑ دو۔ کیونکہ اب یہ لعنت والی اونٹنی ہوگئی ہے۔اب یہ ہمارے قافلہ کے ساتھ نہ چلے، چنانچہ اس اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا۔اس طرح آپ نے پرحکمت انداز میں جانوروں کو گالی دینے سے بھی منع فرما دیا۔(مسلم) 3

عرب لوگ اپنے جانوروں پر نشان لگانے کیلئے ان کے جسم گرم لوہے سے داغا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر اونٹ، گدھے وغیرہ کو دیکھا جن کے

چہرے یا ناک وغیرہ کو داغا گیا تھا۔آپؐ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ کاش! یہ لوگ ان جانوروں کو آگ کی اذیت سے بچاتے اور منہ اور گوشت والے حصہ پر گرم لوہے سے نہ داغتے۔کیا انہیں احساس ہے کہ اس اذیت کا ان سے بدلہ لیا جائے گا۔پھر آپؐ نے سمجھایا کہ اگر ضرور داغنا ہی پڑے تو دُم کے قریب پیٹھ کی ہڈی پر نشان لگایا جاسکتا ہے۔جس سے جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔(ھیثمی) 4

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں شرف انسانیت کی خاطر کسی کے چہرے پر مارنے سے منع کیا۔ جانوروں پر بھی رحم اور ان کے چہرے کی عزت قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ جانوروں کے چہرے پر نہ مارا کرو کیونکہ ہر چیز منہ سے تسبیح کرتی ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنی سواریوں پر سوار ان کو روکے ہوئے کھڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ سواریوں پر مناسب طریق سے سواری کرو اور اس کے بعد اچھے طریق سے ان کو چھوڑ دیا کرو۔ بازاروں اور راستوں میں باتیں کرنے کیلئے ان کو کرسیاں بنا کر کھڑے نہ ہو جایا کرو۔بعض سواریاں اپنے سوار سے بھی بہتر ہوتی اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والی ہوتی ہیں۔(ھیثمی) 5

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں پر رحم کی خاطر تین آدمیوں کے

سواری پر اکٹھے سوار ہونے سے منع فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جو لاغر ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا "ان بے زبان جانوروں پر اس حال میں سواری کرو جب یہ صحت مند ہوں اور ان کو صحت کی حالت میں ذبح کر کے کھاؤ۔" (ھیثمی) 6

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور ایک انصاری کے باغ میں لے گئے۔ وہاں پر ایک اونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہہ نکلا۔ حضورؐ اس کے پاس آئے اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ نبی کریمؐ نے پوچھا "یہ کس کا اونٹ ہے؟" ایک انصاری نوجوان آگے بڑھا اور کہا کہ میرا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا اس جانور کے بارے میں تم اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ جس کا خدا نے تجھے مالک بنایا ہے۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک سفر میں پڑاؤ کیا۔ ایک شخص نے جا کر ایک چڑیا کے گھونسلے سے انڈے نکال لئے۔ وہ چڑیا آ کر حضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کے سر پر منڈلانے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پرندہ کو کس نے دُکھ پہنچایا ہے۔ ایک شخص نے کہا "میں نے اس کے انڈے اُٹھائے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ''جاؤ اس کے انڈے واپس گھونسلے میں رکھ دو۔'' (احمد) 7

دوسری روایت میں چڑیا کے دو بچے اُٹھا لینے کا ذکر ہے۔ آپؐ نے چڑیا کو سروں پر پھڑ پھڑاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے دکھ پہنچایا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔''

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کا بِل دیکھا، جسے آگ لگائی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا ''اسے کس نے جلایا؟'' صحابہ نے بیان کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ فرمایا ''کسی کو اللہ کا عذاب دینا مناسب نہیں۔'' (ابوداؤد) 8

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ وہ قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے، جو ایک پرندہ کو باندھ کر اس کے نشانے لے رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھ کر وہ ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا ''کس نے پرندے کو باندھ کر نشانے بنانے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔'' اور پھر کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو جانداروں کو نشانہ بناتے ہیں۔ (مسلم) 9

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے شکاری پرندے نیز چیونٹی، شہد کی مکھی اور ھد ھد کو مارنے سے منع کیا۔ (ابن ماجہ) 10

مقصد یہ ہے کہ بے فائدہ کسی جانور کی جان نہ لی جائے۔ بعض پرندے

دیکھنے کو خوبصورت ہوتے ہیں ان کو مارنا مناسب نہیں جیسے ھد ھد، طوطا وغیرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو باندھ کر مارنے یا ان کا مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔(ابن ماجہ) 11

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ بکری کو اس کے کان سے پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا۔آپؐ نے فرمایا ''اس کا کان چھوڑ دو اور اس کی گردن سے پکڑ لو۔'' (گویا جانور کی تکلیف بھی آپؐ پر گراں گزری)۔(ابن ماجہ) 12

شدادؓ بن اوس بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے۔(یعنی ہر ذی روح پر احسان کرنا انسان کے لئے لازم ہے۔) پس جب تم کسی کو قتل کرو (بطور قصاص کے) تو قتل میں بھی احسان کا پہلو اختیار کرو۔اور جب تم کوئی جانور ذبح کرو تو احسان کا دامن نہ چھوڑو۔اور (ذبح کرنے میں احسان یہ ہے کہ) چھری تیز کرلو اور ذبح ہونے والے جانور کو اس کے ذریعے آرام پہنچاؤ۔''یعنی کند چھری کی وجہ سے جانور کی جان دیر سے نکلے گی اور اُسے تکلیف ہوگی۔اس سے بچو۔(ابن ماجہ) 13

ابولبابہؓ بدری کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سفید رنگ کے چھوٹے بے ضرر سانپوں کو مارنے سے منع

فرمایا۔(ابن ماجہ) 14

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو اذیّت پہنچانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے ڈرایا ہے۔ایک دفعہ فرمایا کہ ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جس نے اس کو قید کر دیا تھا۔نہ خود اسے کچھ کھانے پینے کو نہیں اور نہ ہی اُسے آزاد چھوڑا کہ وہ زمین سے ہی کوئی چیز کھالیتی۔اس وجہ سے وہ عورت آگ میں ڈالی گئی۔(بخاری) 15

حوالہ جات

1 ابودائود کتاب الجهاد باب مايؤمر به من القيام على الدواب

2 مسلم کتاب السلام باب فضل سعى البهائم4162

3 مسلم کتاب البرو الصلة باب النهى عن لعن الدواب

4 مجمع الزوائد جلد8ص110 بیروت

5 مجمع الزوائد جلد8ص107,105

6 مجمع الزوائد جلد8ص109بیروت

7 مسند احمد جلد1ص404بیروت

8 ابودائود کتاب الجهاد باب كراهية حرق العلم وبالنار

9 مسلم کتاب الصید باب النهى عند صبرالبهائم

10 ابن ماجه کتاب الصید باب ماینهی عن قتله

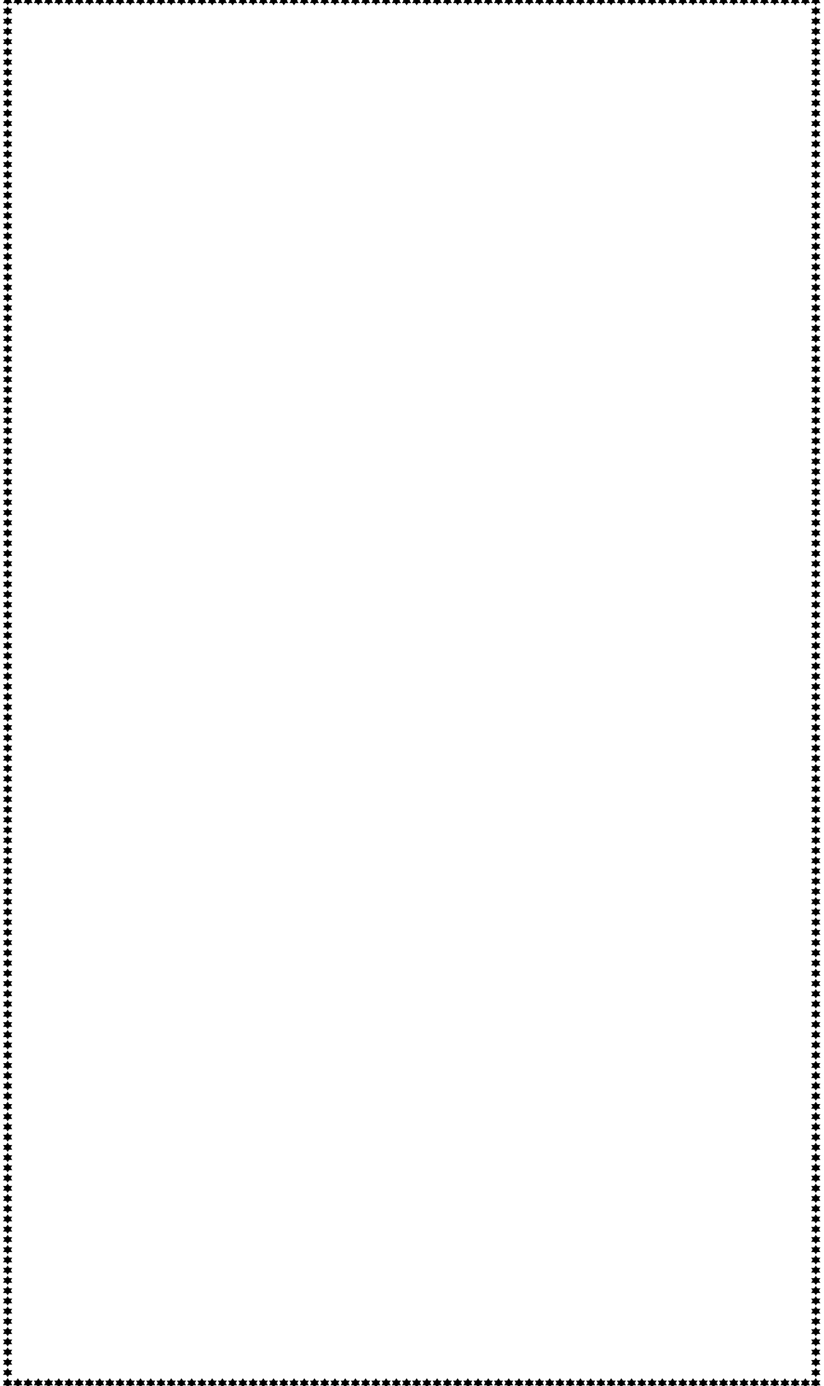
11 ابن ماجه كتاب الذبائج باب النهى عن صبر البهائم

12 ابن ماجه كتاب الذبائح باب اذاذبحتم فاحسنو االذبح

13 ابن ماجه كتاب الذبائح باب اذاذبحتم فاحسنوا الذبح

14 بخاری کتاب المغازی باب شهود الملائكه بدراً

15 مسلم کتاب السلام باب تحريم قتل الهرة4120



رسول کریمؐ کی طہارت و پاکیزگی

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔(البقرہ:223) اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا۔(مسلم)1

ایمان جس طرح باطنی طہارت اور تقویٰ کا متقاضی ہے اسی طرح ظاہری پاکیزگی اور صفائی کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ نماز کے لئے وضو کو ضروری قرار دیا جس سے قریباً آدھا غسل ہوجاتا ہے اور فرمایا کہ اسکے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔(ترمذی)2 وضو کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔پس جس طرح چھلکا کسی پھل کے مغز کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح ظاہری صفائی باطنی طہارت کی حفاظت کے لے ضروری ہے۔

ظاہری جسمانی حالتوں کا روح پر بہت اثر ہوتا ہے۔ وضوء کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالی نشاط نماز کی توجہ اور خشوع وخضوع کے لئے نہایت مفید ہے۔ اسلئے ہر نماز کے وقت باوضو ہونے کے باوجود دوبارہ وضو تازہ کرنے کو باعث ثواب

قرار دیا گیا بلکہ نُورٌ علیٰ نوُرٍ کہا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے آداب بھی سکھائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک دفعہ کسی یہودی نے از راہ استہزاء طعنہ دیا کہ تمہارا نبی کیسا ہے؟ تمہیں پیشاب پاخانہ کے آداب سکھاتا پھرتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے اسی بات کو ایک دوسرے انداز میں فخریہ طور پر پیش کرتے ہوئے کہا ہاں رسول اللہؐ نے ہمیں یہ سب آداب سکھائے ہیں کہ ہم قضائے حاجت کے وقت دایاں ہاتھ صفائی کے لئے استعمال نہ کریں، ہڈی یا گوبر سے استنجا نہ کریں اور صفائی کیلئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کریں۔

صفائی کے لئے نبی کریمؐ پانی استعمال کرنا زیادہ پسند فرماتے۔ نبی کریمؐ نے پاکیزگی اور طہارت کے آداب سکھاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ پیشاب کرتے ہوئے اس کے چھینٹوں وغیرہ سے بچنا چاہئے اور اس کے لئے بہت سخت تنبیہ فرمائی۔ ایک دفعہ قبرستان سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں قبر والے کو اس لئے عذاب دیا جارہا ہے کہ وہ پیشاب کرتے وقت کپڑے چھینٹوں وغیرہ سے نہیں بچاتا تھا۔ (بخاری) 3

اہل قبا جو پانی سے استنجاء کرتے تھے ان کی تعریف میں وہ آیت اتری جس میں یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں سے خدا محبت کرتا ہے جو پاک صاف رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (سورۃ التوبہ:108)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے پر اہل قبا سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی اور تمہارے لئے اپنی رضا اور محبت کا ذکر کیا ہے۔ بتاؤ تو سہی تمہاری طہارت کا طریق کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم رفع حاجت کے بعد صفائی کے لئے محض ڈھیلے یا پتھر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پانی ضرور استعمال کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی ہے۔'' (ترمذی) 4

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ہر اچھا کام) ہر کام دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا۔ جوتا پہلے دایاں پہنتے، کنگی دائیں طرف سے کرتے، وضوء بھی دائیں سے شروع کرتے۔ غرضیکہ ہر کام میں دائیں کو ترجیح دیتے۔ (اسی طرح نہانے، بال منڈوانے وغیرہ امور میں)۔ (بخاری) 5

صفائی وغیرہ کے لئے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جن باتوں کی تلقین فرماتے تھے سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاتے۔ چنانچہ اکثر باوضوء رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ غسل کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کرتے اور اسکی تلقین فرماتے۔ خوشبو بھی استعمال فرماتے۔

رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ دین کی بناء صفائی پر ہے۔ آپؐ اعلیٰ درجہ کی خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے تھے کہ میں نے کبھی مشک

وغیرہ یا کسی اور چیز کی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہؐ کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ میرے گال پر ہاتھ پھیرا تو آپؐ کے ہاتھ سے میں نے ایسی اعلیٰ درجہ کی خوشبو محسوس کی۔ جیسے وہ ابھی عطار کی صندوقچی سے باہر نکلا ہو۔ (مسلم) 6

نبی کریمؐ کے پسینہ سے بھی خوشبو کی مہک آتی تھی۔ آپؐ ایک دفعہ حضرت انسؓ بن مالک کے گھر سو گئے۔ تو انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ (جو آپؐ کی رضاعی خالہ تھیں) ایک شیشی لے کر آئیں اور اس میں حضورؐ کا پسینہ جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہؐ نے اس کی وجہ پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ ہم یہ پسینہ کے قطرے اپنی خوشبو میں ملا دیں گے تو وہ بہترین خوشبو بن جائے گی۔ (مسلم) 7

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ جس راستہ سے گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی پیچھے جاتا تو حضورؐ کی مخصوص خوشبو کی وجہ سے اسے پتہ چل جاتا تھا کہ ابھی حضورؐ یہاں سے گزر کر گئے ہیں۔ (بخاری) 8

نبی کریمؐ گھر کی عورتوں کو بھی صاف ستھرا رہنے کی تلقین فرماتے۔ ایّام مخصوصہ کے بعد نہانے کا حکم دیتے۔ اسی طرح میاں بیوی کے تعلقات کے بعد نہانے کا ارشاد فرماتے اور بڑی پابندی سے اس پر عمل فرماتے۔ ذاتی جسمانی صفائی پر بھی زور دیتے اور اسکا خاص خیال رکھتے بالخصوص بغل کے بال صاف کرنے، مونچھیں کاٹنے اور ناخن کٹوانے کی ہدایت فرماتے۔ (بخاری) 9

فرماتے تھے ’’ناخنوں کی میل دیکھ کر مجھے وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔‘‘ دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیتے۔ فرماتے کہ اگر میں امت پر گراں خیال نہ کرتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔ (بخاری) 10

خود کئی مرتبہ دن میں مسواک کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر داخل ہوتے ہوئے بھی مسواک کرتے اور باہر جاتے ہوئے بھی۔ (مسلم) 11

فرمایا کرتے تھے کہ مسواک منہ کو صاف رکھنے کا آلہ اور اللہ کی رضا مندی کا موجب ہے۔ (بخاری) 12

آخری بیماری میں حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمانؓ کو مسواک کرتے دیکھا تو اُسے لینے کے لئے خواہش کے ساتھ دیکھا جسے حضرت عائشہ سمجھ گئیں۔ انہوں نے بھائی سے مسواک لے کر حضورؐ کو چبا کر دی جو آپؐ نے استعمال فرمائی۔ (بخاری) 13

رسول کریمؐ کھانے پینے میں بھی صفائی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرماتے۔ ارشاد فرماتے کہ ہاتھ صاف کر کے دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔ (بخاری) 14

برتن میں کتا منہ ڈال جائے تو سات مرتبہ دھونے کی ہدایت فرماتے۔ (مسلم) 15

طبیعت میں نفاست بہت تھی۔ گندے رہنے والے جانور کا گوشت پسند

نہ تھا۔گوہ کا گوشت شاید اسی لئے ناگوار ہوا بلکہ گوہ کے چمڑے میں ،رکھا ہوا گھی بھی اس کی مخصوص بُو کی وجہ سے پسند نہ فرمایا۔(ابن ماجہ) 16

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ مسجد کے سامنے کی دیوار پر تھوک پڑا دیکھا۔آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ نماز میں انسان قبلہ رخ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے کھڑا ہوتا ہے۔ایسے میں سامنے کی طرف ہرگز تھوک نہیں پھینکنا چاہیے۔(احمد) 17

حوالہ جات

1 مسلم کتاب الطھارت باب فضل الوضوء328

2 ترمذی کتاب الطھارت باب ماجاء لاتقبل صلاۃ بغیر طھور:1

3 بخاری کتاب الادب باب النمیمۃ

4 ترمذی ابواب تفسیر القرآن سورۃ الفال

5 بخاری کتاب الوضوء باب التیمن فی الوضوء

6 مسلم کتاب الفضائل باب طیب رائحۃ النبیؐ4297

7 مسلم کتاب الفضائل باب طیب عرق النبیؐ و التبرک 4300

8 تاریخ الکبیر للبخاری

9 بخاری کتاب الا ستیذان باب قص الشارب5939

10 بخاری کتاب الجمعہ باب السواک یومر الجمعۃ838

11 مسلم کتاب الطھارۃ باب السواک37:1

12 بخاری کتاب الصوم باب سواک الرطب والیابس للصائم

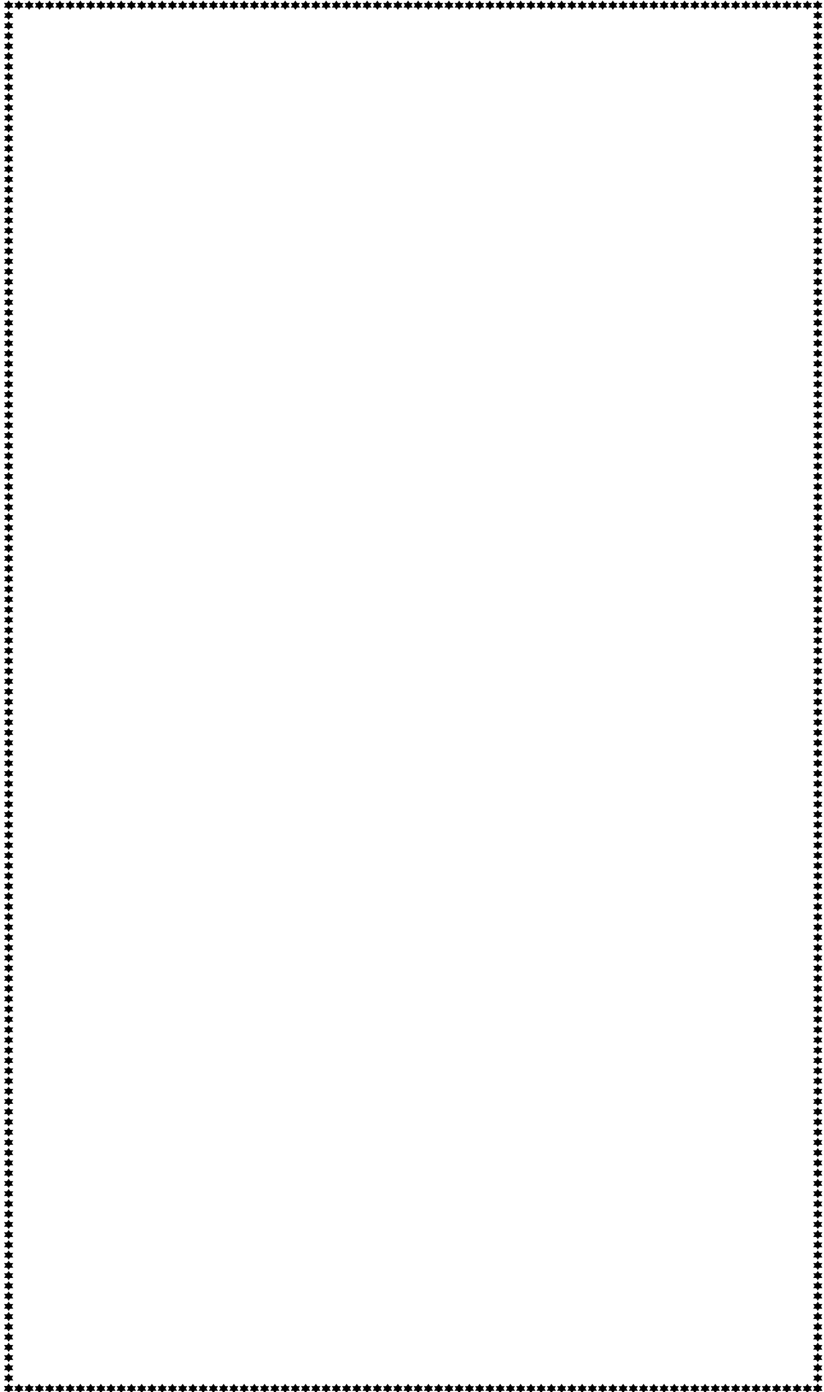
13 بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ودفاتہ4095

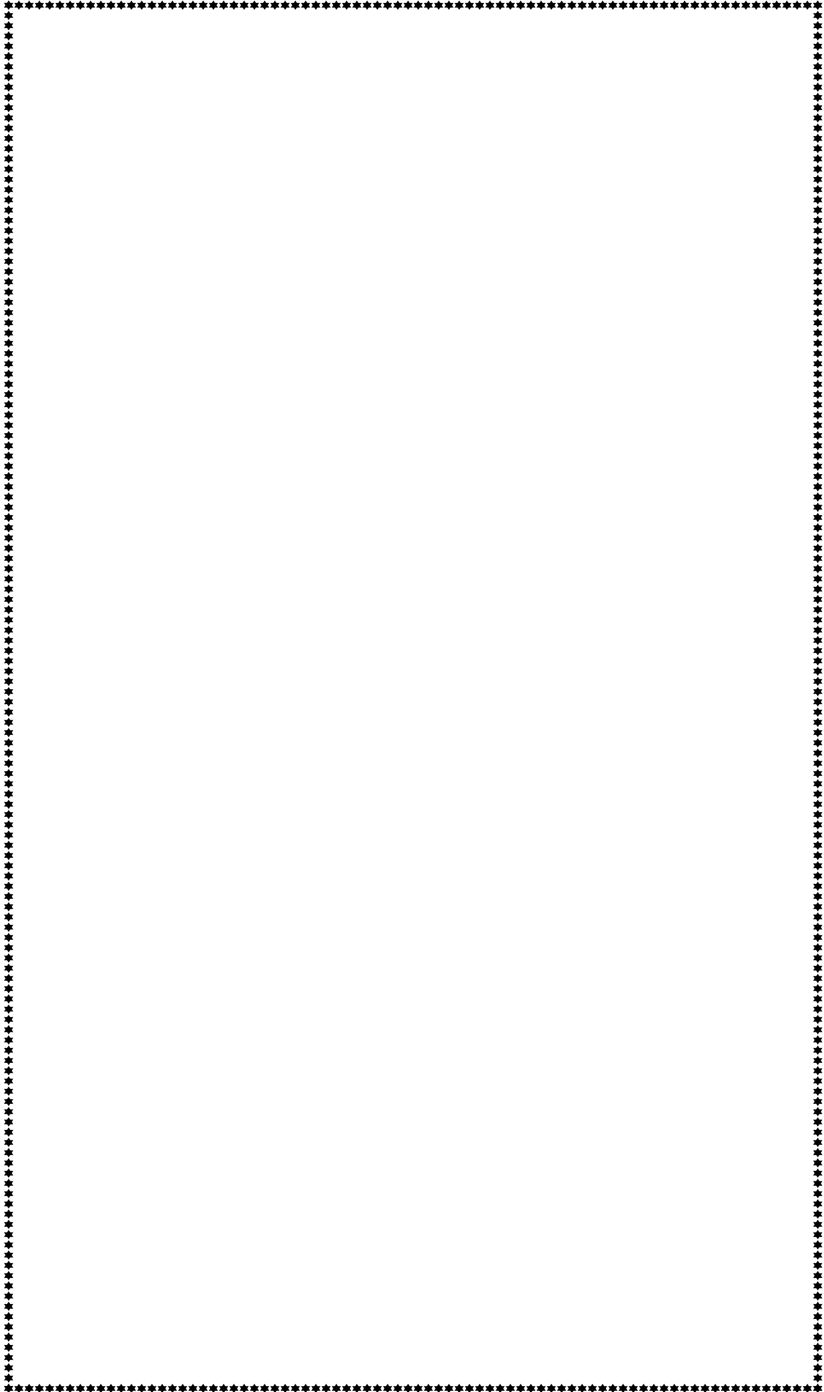
14 بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین4957

15 مسلم کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکب418

16 ابن ماجہ کتاب الصید باب الضب3230

17 مسند احمد جلد2ص141مطبوعہ مصر





رسول کریمؐ کی حیا داری

حیاء کے معنی ملامت کے ڈر سے برائیوں سے بچنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ ہر قسم کے عیب سے منزہ ہے۔اسلئے خدا تعالیٰ کیلئے صفتِ حیاء کا مطلب یہ ہوگا کہ قبائح سے پاک اور محاسن کا فاعل۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیادار اور کریم ہے جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے تو اسے خالی واپس لوٹاتے وہ شرم محسوس کرتا ہے جب تک وہ اسے کوئی خیر یا بھلائی عطا نہ کردے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کی جڑ تو صفاتِ الٰہیہ میں ہی تھی اور اللہ تعالیٰ صفت حیاء بھی آپؐ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔قرآن شریف میں آپؐ کی صفت حیاء کا ذکر ایک پاکیزہ خلق کے طور پر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود مومنوں کو نبی سے ملاقات کے وہ آداب تعلیم فرماتا ہے جن کو سکھاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیاء اور لحاظ مانع ہوتا تھا،مگر اللہ کے حکم سے آپؐ کو یہ کہنا پڑا کہ ''اے مومنو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے تمہیں کھانے وغیرہ کے لئے بلایا جائے۔تم کھانے کے انتظار میں زیادہ

دیر نہ ٹھہرے رہا کرو بلکہ جب تم کو بلایا جائے تو آ جاؤ، اور جب کھانا کھالو تو پھر منتشر ہو جاؤ اور لمبی باتیں شروع نہ کر دیا کرو۔ یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے مگر وہ (خود) تم سے حیاء (کرتے ہوئے اظہار نہیں) کرتا۔ مگر اللہ تو حق بیان کرنے سے رکتا نہیں۔'' (سورۃ الاحزاب:54)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء کی بہت برکات بیان کی ہیں۔ ایک دفعہ آپؐ نے آداب مجلس بیان کرتے ہوئے ذکر فرمایا کہ تین آدمی ایک مجلس میں آئے اور رسول اللہؐ کی باتیں سننے لگے، ایک تو واپس چلا گیا۔ باقی دو میں سے ایک آگے جا بیٹھا، دوسرے نے مجلس میں جہاں خالی جگہ پائی بیٹھ گیا۔ اسے حیاء آئی کہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس سے حیاء کا سلوک کیا اور اسے بخش دیا۔ (بخاری) 1

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گزشتہ نبیوں کے کلام میں سے یہ بھی ہے کہ جب تمہیں حیاء نہیں تو پھر جو چاہو کرو۔ (بخاری) 2

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حیاء کا نتیجہ لازماً خیر و بھلائی ہی ہوتا ہے۔ خود آپؐ میں اتنی حیاء تھی کہ کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر حیادار تھے۔ کوئی چیز آپؐ کو ناپسند ہوتی تو چہرے کے تغیّر سے اس کا پتہ چل جاتا تھا۔ (مسلم) 3

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ

اپنے بھائی کو اس کے شرمیلے پن کی وجہ سے سرزنش کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم تو اتنا شرماتے ہو کہ اس میں اپنا نقصان کر بیٹھتے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹوکا اور فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ حیاء سے منع نہ کرو کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ (بخاری) 4

تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حصولِ علم دین اور شرع کی باتوں میں یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ حیاء کی وجہ سے کوئی روک پیدا ہو۔

حضرت عائشہؓ مدینہ کی مسلمان خواتین کی تعریف فرماتی تھیں کہ انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں۔ حیاء انہیں مسائل دین سیکھنے میں مانع نہیں ہوتا۔ (بخاری) 5

ایک دفعہ رسول اللہؐ نے اپنی مجلس میں سوال کیا کہ وہ کون سا درخت ہے جس سے مومن کی مثال دی جاسکتی ہے اس درخت کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔ صحابہ مختلف درختوں کے نام لینے لگے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں مجھے خیال آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر شرم سے نہیں بولا۔ حضرت عمرؓ نے بعد میں کہا اگر تم بتا دیتے تو مجھے دنیا اور اس میں موجود تمام دولتوں کے مل جانے سے بڑھ کر خوشی ہوتی۔ (بخاری) 6

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ علم اور حق باتوں میں حیاء مناسب نہیں۔

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ بہت حیادار تھے۔ جب

بھی آپؐ سے کوئی سوال کیا جاتا آپؐ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔(حاکم)7

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریمؐ کو جب کسی شخص کے بارے میں کوئی شکایت پہنچی تو آپؐ کبھی اسے مخاطب کر کے یہ نہیں فرماتے تھے تم نے یہ یہ کہا ہے۔(ابوداؤد)8

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ایک آدمی پر زرد رنگ کے نشان دیکھے تو اسے ناپسند کیا مگر خود حیاء کے باعث منع نہ کیا۔ صحابہؓ سے فرمایا آپؐ لوگ اسے سمجھا دو کہ ہاتھوں سے رنگ دھو کر صاف کر دے تو مناسب ہے۔(ابوداؤد)9

حوالہ جات

1 بخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتھی به المجلس

2 بخاری کتاب الادب باب اذا لم تستحی

3 مسلم کتاب الفضائل باب16

4 بخاری کتاب الادب باب الحیاء

5 بخاری کتاب العلم باب الحیاء من الایمان

6 بخاری کتاب العلم باب طرح الامام المسئلة علی الصحابه

7 مستدرک حاکم جلد4ص16,17

8 ابوداؤد کتاب الادب باب حسن العشرة

9 ابوداؤد کتاب الترجل باب فی الخلوق للرجال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تکلفی اور مزاح

انسان کی سچی خوشی اور خوشحالی اپنے خالق و مالک کے ساتھ ربط و تعلق اور راضی برضاء الٰہی رہنے میں ہے۔خدا سے کامل تعلق پیدا کرنے والوں کو ''نفس مطمئنہ'' کا مقام عطا ہوتا ہے۔ایمانی و عملی استقامت کے نتیجہ میں ایسے لوگ ملائکہ کی تسکین آمیز آواز سنتے ہیں کہ ڈرو نہیں اور خوف نہ کھاؤ بلکہ اُس جنت کی بشارت پاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔(سورۃ حم السجدہ:21)

ایسے مومنوں کی یہی دنیا جنت بن جاتی ہے اور الٰہی بشارتوں اور خوشخبریوں کا ایک سلسلہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔جس پر انہیں کامل ایمان ہوتا ہے۔(سورۃ یونس:64,63)

اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور رحم پر وہ بجا طور پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ اس پر انہیں خوش ہونا چاہئے۔(سورۃ یونس:59)

رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کا حال بھی عجیب ہے کہ جب اسے کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بخوشی صبر کرتا اور خدا سے اجر پاتا ہے۔اور جب اسے انعام ملے تو شکر کرتا ہے اور اس کا بھی اجر پاتا ہے۔گویا مومن ہر حال میں خوش

اور راضی برضا ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے خوش طبعی نہ صرف انسان کے صحت مند جسم، ذہن اور ذوق کی علامت ہے بلکہ اس کے ایمان کی نشانی بھی بن جاتی ہے۔

ہمارے نبی کریمؐ سے بڑھ کر کون ہے جسے مقام رضا نصیب ہوا ہو۔ نبی کریمؐ ہمیشہ خوش رہتے، مسکرانا آپؐ کی عادت تھی۔ اپنے صحابہ کو بھی تلقین فرماتے تھے کہ کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو خواہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے پیش آنے کی نیکی ہو۔ (مسلم) 1

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ گھر میں ہمیشہ خوش اور ہنستے مسکراتے وقت گزارتے تھے۔ (زرقانی) 2

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسّ مزاح بہت لطیف تھی۔ آپ صاف ستھرا اور سچا مذاق کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں مذاق میں بھی جھوٹ نہیں کہتا۔ (ترمذی) 3

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ بہت مزاح کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سچے مزاح کرنے والے پر ناراض نہیں ہوتا۔ (سیوطی) 4

صحابہ رسولؐ بیان کرتے تھے کہ نبی کریمؐ ہماری مجلس میں آکر بیٹھ جاتے تھے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم ہنسی خوشی بیٹھے ہوں اور آپؐ نے کوئی مایوسی یا غم والی

بات کردی ہو۔آپؐ ہمارے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے اور خوش ہوتے تھے، لطیفے وغیرہ سنتے اور سناتے تھے۔(مسلم) 5

حضرت جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ سو سے زیادہ مجالس میں فیض صحبت پایا۔آپ کے اصحاب آپ کے سامنے اعلیٰ اشعار اور جاہلیت کی دیگر متفرق باتیں بیان کرتے۔رسول اللہؐ خاموشی سے ان کی باتیں سنتے اور بسا اوقات آپ بھی تبسّم فرماتے۔(ترمذی) 6

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہؐ کی مجالس میں جب ہم دنیاداری کی باتوں کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ اس میں شریک ہوتے۔جب ہم کھانے وغیرہ کی باتیں کرتے تو اس میں بھی حصّہ لیتے۔(بیہقی) 7

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہؐ کیسا مذاق کرتے تھے۔انہوں نے مثال دی کہ مثلاً ایک دفعہ ایک زوجہ محترمہ کو ایک کپڑا اوڑھا کر فرمایا اللہ کی حمد وثناء کرو اور دلہنوں کی طرح اپنا دامن گھسیٹ کر چلو۔(کنز) 8

رسول کریمؐ کے مزاح کا ایک اچھوتا اسلوب یہ تھا کہ کسی روزمرہ بات کو ایسے ہلکے پھلکے انداز میں پیش کرتے کہ مزاح کی کیفیت پیدا ہوجاتی۔مثلاً ہر شخص کے دو کان تو ہوتے ہی ہیں۔رسول اللہؐ کا پیار سے اپنے خادم انسؓ کو یوں پکارنا کہ اے دو کانوں والے ذرا ادھر تو آنا۔کیسا مزاح پیدا کردیتا ہے۔(ترمذی) 9

اس مزاح میں یہ لطیف فلسفہ بھی تھا کہ اطاعت شعار انسؓ رسول اللہؐ کے

ارشاد پر کان لگائے رکھتے تھے۔اسی طرح ایک مرتبہ لمبے قد کے آدمی کو ''ذوالیدین'' یعنی لمبے ہاتھوں والا کہہ کر یاد فرمایا۔

ایک دفعہ ایک صحابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے سواری کے لئے اونٹنی کی ضرورت ہے۔آپؐ نے فرمایا میرے پاس تو اونٹ کا بچہ ہے۔اُس شخص نے عرض کیا۔حضور میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ فرمایا اونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ پھر ایک اونٹ اس کے حوالے کر دیا۔(ابوداؤد) 10

ایک دفعہ ایک بڑھیا عورت ملنے آئی۔آپؐ نے فرمایا بوڑھی عورتیں تو جنت میں نہ ہوں گی وہ رونے لگی۔آپؐ نے فرمایا بی بی آپ جوان ہو کر جنت میں جاؤ گی ،یعنی وہاں بڑھاپا نہیں ہوگا۔اس پر وہ خوش ہوگئی۔آپؐ نے اپنی بات کی تائید میں سورۃ الواقعہ کی آیت بھی تلاوت فرمائی کہ ہم نے جنت کی عورتوں کو نوعمر اور کنواریاں بنایا ہے۔(ترمذی) 11

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عام گفتگو میں بھی توجہ اور سرعت فہم کے نتیجہ میں مزاح کا نکتہ پیدا کر لیا کرتے تھے۔

ابورمشہؓ اپنے والد کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ازراہ تعارف ان کے والد سے پوچھا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ حضورؐ کا زور ''یہ'' پر تھا انہوں نے اپنی سادگی میں سمجھا کہ پوچھ رہے ہیں واقعی تمہارا ہی بیٹا ہے۔

نہایت سنجیدگی سے کہنے لگے۔رب کعبہ کی قسم یہ میرا ہی بیٹا ہے۔حضورؐ معاملہ سمجھ گئے مگر ان کے اصرار پر ازراہ تفنن فرمایا واقعی پکی بات ہے؟ وہ اس پر اور سنجیدہ ہو کر کہنے لگے حضورؐ! میں پختہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ رسول کریمؐ یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے اور ہنستے مسکراتے رہے۔خصوصاً ابو رمثہؓ کے باپ کی قسمیں کھانے کی وجہ سے حضورؐ محظوظ ہوئے، کیونکہ بچے کی شباہت والد سے اتنی ملتی تھی کہ کسی شبہ کا احتمال نہ تھا۔(ابوداؤد) 12

رسول کریمؐ بچوں سے بھی ازراہ شفقت مذاق کرتے اور انہیں مانوس رکھتے تھے۔اپنے ایک خادم انسؓ کے ہاں گئے۔ان کے چھوٹے بھائی کو اداس دیکھ کر سبب پوچھا تو پتہ چلا کہ اس کی پالتو مینا مرگئی ہے۔آپ اس کے گھر جاتے تو اُسے محبت سے چھیڑتے اور کنیت سے یاد فرما کر کہتے۔اے ابوعمیر (عمیر کے ابا) تمہاری مینا کا کیا ہوا؟اس طرح بچوں سے پیار بھرے مزاح سے باتیں کرتے تھے۔

حضرت محمود بن ربیعؓ نے کم سنی میں حضورؐ کے محبت بھرے مزاح کی ایک بات عمر بھر یاد رکھی۔وہ فرماتے تھے کہ میری عمر پانچ سال تھی حضورؐ ہمارے ڈیرے پر تشریف لائے۔ہمارے کنوئیں سے پانی پیا اور بے تکلفی سے میرے ساتھ کھیلتے ہوئے ڈول سے پانی کی کلی میرے اوپر پھینکی۔(بخاری) 13

ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا کہ میرے والد مجھے رسول اللہؐ کے پاس لے کر آئے۔حضورؐ کے دونوں شانوں کے درمیان گوشت کا

ابھرا ہوا ایک ٹکڑا، کبوتری کے انڈے کے برابر تھا۔ پرانی کتابوں میں اس نشان کو مہر نبوت کا نام دیا گیا تھا، جو آنحضورؐ کی شناخت کی ایک جسمانی علامت تھی۔ میں نے قمیص میں سے وہ گوشت کا ٹکڑا دیکھا تو اُس سے کھیلنے لگ گیا۔ والد نے مجھے ڈانٹ دیا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا بچہ ہے اسے کچھ نہ کہو، کھیلنے دو۔

اپنے صحابہ میں بھی حضورؐ نے حس مزاح بیدار کر دی تھی۔ صحابہ جانتے تھے کہ اگر وہ مزاح کے رنگ میں حضورؐ سے بات کریں گے تو حضور خوش ہوں گے، ناراض نہ ہونگے۔

عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ چمڑے کے ایک چھوٹے سے خیمے میں تھے، میں نے سلام عرض تو کیا تو آپؐ نے فرمایا اندر آجاؤ۔ میں نے خیمہ کے چھوٹے سائز پر مذاق کرتے ہوئے عرض کیا کہ کیا سارے کا سارا ہی آجاؤں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں سارے کے سارے ہی آجاؤ۔ (ابوداؤد) 14

ایک دفعہ حضرت صہیبؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ کے سامنے کھجوریں اور روٹی پڑی تھی۔ آپؐ نے صہیبؓ کو بھی دعوت دی کہ شریک طعام ہوں۔ صہیبؓ روٹی کی بجائے کھجور زیادہ شوق سے کھانے لگے۔ رسول کریمؐ نے انکی آنکھ میں سوزش دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری ایک آنکھ دکھتی ہے۔ اس میں اشارہ تھا کہ کھجور کھانے میں احتیاط چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں صحت مند آنکھ والی طرف سے کھا رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ اس مزاح سے بہت محظوظ

ہوئے اور اس صحابی کی حاضر جوابی پر تبسّم فرمانے لگے۔(احمد)15

آنحضور ﷺ ہلکے پھلکے انداز میں مذاق کے رنگ میں تربیتی امور کی طرف توجہ دلا کر نصیحت فرما دیتے تھے۔

حضرت خوات بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں نے رسول کریمؐ کے ساتھ مرالظہر ان میں پڑاؤ کیا۔ اپنے خیمہ سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عورتیں ایک طرف بیٹھی باتیں کر رہی ہیں۔ میں خیمہ میں واپس آیا اور اپنی ریشمی پوشاک پہن کر ان عورتوں کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ دریں اثناء رسول اللہؐ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ مجھے دیکھا تو فرمانے لگے اے ابوعبد اللہؓ! تم ان عورتوں کے قریب آ کر کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے رسول اللہؐ کے رعب سے ڈر کر جلدی میں یہ عذر گھڑ لیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرا اونٹ آوارہ سا ہے، اسے باندھنے کو رسی ڈھونڈتا ہوں۔

رسول کریمؐ نے اپنی چادر اوپر لی اور درختوں کے جھنڈ میں قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ وضوء فرما کر واپس آئے تو مجھے چھیڑتے ہوئے فرمانے لگے۔ ابوعبداللہؓ! تمہارے اونٹ کی آوارگی کا کیا حال ہے؟ خوّات دل ہی دل میں سخت نادم تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے وہاں سے کوچ کیا رسول کریمؐ ہر پڑاؤ پر مجھے دیکھتے ہی فرماتے۔

"السلام علیکم۔ اے ابوعبداللہؓ تمہارے اونٹ کی آوارگی کا کیا حال

ہے؟'' خیر خدا خدا کر کے مدینہ پہنچے۔اب میں رسول کریمؐ سے آنکھیں بچانے لگا اور رسول اللہؐ کی مجالس سے بھی کنی کترا جاتا۔ جب کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک روز میں نے مسجد میں تنہائی کا ایک وقت تلاش کرلیا اور نماز پڑھنے لگا۔اتنے میں رسول کریمؐ اپنے گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور آ کر نماز پڑھنے لگے۔

آپؐ نے دو رکعت نماز مختصر سی پڑھی اور انتظار میں بیٹھ رہے۔ میں نے نماز لمبی کر دی کہ شاید حضورؐ گھر تشریف لے جائیں۔آپؐ نے یہ بھانپ کر فرمایا۔ اے ابوعبداللہؓ! نماز جتنی مرضی لمبی کرلو۔ میں بھی آج تمہارے سلام پھیرنے سے پہلے نہیں اٹھونگا۔

میں نے دل میں سوچا کہ خدا کی قسم! اب تو مجھے رسول اللہؐ سے معذرت کر کے بہر حال آپ کو راضی کرنا ہوگا۔ جونہی میں نے سلام پھیرا۔رسول اللہؐ نے فرمایا۔السلام علیکم اے ابوعبداللہ تمہارے اونٹ کی آوارگی اب کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں۔ میرا اونٹ کبھی نہیں بھاگا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔آپ نے دو یا تین مرتبہ یہ دعا دی۔اس کے بعد آپؐ نے میرے ساتھ کبھی مذاق نہیں فرمایا۔ (طبرانی) 16

آخر میں ایک ایسے دلچسپ مزاح کا ذکر جسے رسول اللہؐ کی مجلس میں ایک سال تک سنا کر صحابہ محظوظ ہوتے رہے۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کی وفات سے ایک سال قبل تجارت کے لئے بصریٰ گئے۔ آپؐ کے ساتھ نعیمانؓ اور سویبطؓ بھی تھے۔ ان دونوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ نعیمانؓ کی ڈیوٹی کھانے وغیرہ پر مقرر تھی۔ سویبطؓ بہت مزاحیہ طبیعت کے (ذہین) انسان تھے۔ دوران سفر انہوں نے نعیمانؓ سے کھانا طلب کیا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کام سے واپس آجائیں تو پھر دوں گا۔ (معلوم ہوتا ہے حضرت ابوبکرؓ کے آنے میں دیر ہوگی) تھوڑی دیر کے بعد ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ سویبطؓ ان کو کہنے لگے کہ تم مجھ سے ایک غلام خریدو گے۔ انہوں نے کہا ضرور خریدیں گے۔ یہ کہنے لگے بس ایک خامی اس غلام میں ہے کہ وہ تمہیں یہی کہے گا کہ میں آزاد ہوں۔ غلام نہیں ہوں۔ اگر تم نے اس کی یہ بات سن کر مجھے واپس کر دینا ہو تو پھر میں اسے نہیں بیچتا۔ تم میرا غلام خراب کر کے مجھے نہ لوٹاؤ۔ انہوں نے ہر طرح سے تسلّی دلائی کہ وہ ضرور یہ غلام خریدیں گے اور دس اونٹوں کے عوض انہوں نے نعیمانؓ کا سودا کر دیا۔

جب وہ نُعیمانؓ کو لینے آئے اور اس کے گلے میں پٹکا ڈالا کہ چلو ہمارے ساتھ۔ وہ کہنے لگے۔ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔

وہ کہنے لگے یہ تو ہمیں پہلے سے پتہ تھا کہ تم یہ کہو گے۔ چنانچہ وہ اسے پکڑ کر لے گئے۔ (اب سُویبطؓ نے آرام سے کھانا وغیرہ کھالیا)۔ حضرت ابوبکرؓ کام

سے واپس تشریف لائے تو ان کو اس قصہ کا پتہ چلا، وہ اس قافلہ کے پیچھے گئے اور انہیں کو دس اونٹ واپس کر کے نعیمانؓ کو چھڑا کر لے آ گئے۔

جب سفر سے واپس نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کو یہ قصہ سنایا تو حضورؐ بہت محظوظ ہوئے اور آپ کے صحابہ ایک سال تک یہ واقعہ یاد کر کے ہنستے رہے۔ (ابن ماجہ) 17

تفریح کے مواقع

معمول کی زندگی میں تفریح کا اہم کردار ہے۔ اس کے گہرے اثرات انسانی زندگی پر پڑتے ہیں اور انسان تازہ دم ہو کر پھر مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ نبی کریمؐ کی باقاعدہ زندگی میں تفریح کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

رسول کریمؐ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ پیدل مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ گاہے بگاہے اپنے صحابہ کے ساتھ پکنک منانے کا بھی شغل رہتا تھا۔

حضرت ابوطلحہؓ کا ایک باغ بیرحاء نامی (مسجد نبوی کے سامنے تھا) حضورؐ وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے۔ تازہ کھجوریں نوش فرماتے۔ اس کے چشمہ کا ٹھنڈا پانی پیتے اور کچھ وقت وہاں گزار کر خوش ہوتے۔ (بخاری) 18

عید وغیرہ کے موقع پر بھی تفریح کے مواقع پیدا کئے جاتے۔ گھر میں بچیاں نغمے وغیرہ گاتی اور خوشی مناتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عید کے موقع پر رسول اللہؐ گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ دولڑکیاں جنگ بعاث کے نغمے گا رہی ہیں۔آپؐ بستر پر لیٹ گئے اور رخ دوسری طرف کرلیا۔حضرت ابوبکرؓ نے آکر مجھے ڈانٹا اور کہا رسول اللہؐ کے گھر میں یہ شیطان کا باجا؟ رسول اللہؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو خوشی کر لینے دو۔ ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔اور یہ ہمارا عید کا دن ہے۔(بخاری)19

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ عید کے موقع پر اہل حبشہ نے مسجد نبوی میں کرتب دکھائے۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم بھی دیکھنا چاہو گی؟ چنانچہ میں آپؐ کے پیچھے کھڑی ہوکر دیر تک ان کے کرتب دیکھتی رہی۔(بخاری)20

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریمؐ کے مدینہ میں ابتدائی زمانے کے ایک سفر کا ذکر ہے، میں لڑکی سی تھی، ابھی موٹا پا نہیں آیا تھا۔ نبی کریمؐ نے قافلہ کے لوگوں سے فرمایا تم آگے چلے جاؤ۔ پھر مجھے فرمانے لگے آؤ میرے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کرلو۔میں نے آپؐ سے دوڑ لگائی تو آگے نکل گئی۔

حضورؐ خاموش رہے(معلوم ہوتا ہے آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کی خوشی کی خاطر انہیں آگے نکلنے دیا تبھی کوئی تبصرہ نہیں فرمایا اور خاموشی اختیار کی)۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعد میں جب میرا جسم کچھ فربہ ہوگیا اور وزن بڑھ گیا ہم ایک اور سفر کے لئے نکلے۔رسول اللہؐ نے پھر قافلہ سے فرمایا کہ

آپؐ لوگ آگے نکل جائیں۔ پھر مجھے فرمایا آؤ آج پھر دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم نے دوڑ لگائی اس دفعہ رسول کریمؐ آگے نکل گئے۔آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے لو پہلی دفعہ تمہارے جیتنے کا بدلہ آج اُتر گیا۔(احمد) 21

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت کی شادی ایک انصاری شخص سے ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔اے عائشہ! تمہارے پاس کوئی رونق وغیرہ کا سامان نہیں ہے۔انصار کو (ایسے موقع پر) رونق پسند ہے۔(بخاری) 22

ایک دفعہ ایک عورت نبی کریمؐ کے پاس آئی۔حضورؐ نے فرمایا عائشہؓ تمہیں پتہ ہے، یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ نے فرمایا۔ یہ فلاں قبیلے کی مغنّیہ ہے۔کیا تم اس سے کوئی گانا سننا چاہتی ہو؟ عائشہؓ نے عرض کیا، کیوں نہیں، پھر حضرت عائشہؓ نے اس کو ایک طشتری دی، جسے بجا کر اس نے گانا گایا۔ جب وہ گا چکی تو نبی کریمؐ نے اس پر تبصرہ فرمایا۔اس کے نتھنوں میں شیطان پھونکتا ہے۔(احمد) 23

اس طرح آپؐ نے اس کے فن کی داد بھی دے دی اور گانے بجانے سے اپنی طبعی بے رغبتی کا اظہار بھی فرما دیا۔

حوالہ جات

1 (مسلم کتاب الاداب باب استحباب طلاقة الوجه)

2 (شرح مواهب اللدنيه للزرقانی جلد4ص253)

3 (ترمذی کتاب البرو الصلة باب ماجاء المزاح)

4 (جامع الکبیر للسیوطی ص142)

5 (مسلم کتاب الفضائل باب تبسمه)

6 (ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی انشادالشعر)

7 (دلائل النبوة للبیهقی جلد1ص324 مطبوعه بیروت)

8 (کنزالعمال جلد4ص43مطبوعه بیروت)

9 (شمائل الترمذی باب فی صفة مزاح رسول اللهؐ)

10 (ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح:4998)

11 (شمائل ترمذی باب فی صفة مزاح رسول اللهؐ)

12 (ابوداؤد کتاب الدیات باب لایوخذاحد بجریرة احد)

13 (بخاری کتاب العلم باب متی ایصح سماع الصغیر)

14 (ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح)

15 (مسند احمد جلد4ص61دارالکتاب العربی بیروت)

16 (معجم الکبیر للطبرانی جلد4ص243)

17 (ابن ماجه کتاب الادب باب المزاح)

18 (بخاری کتاب التفسیرسورة آل عمران باب لن تنالو البرحتی تنفقوا)

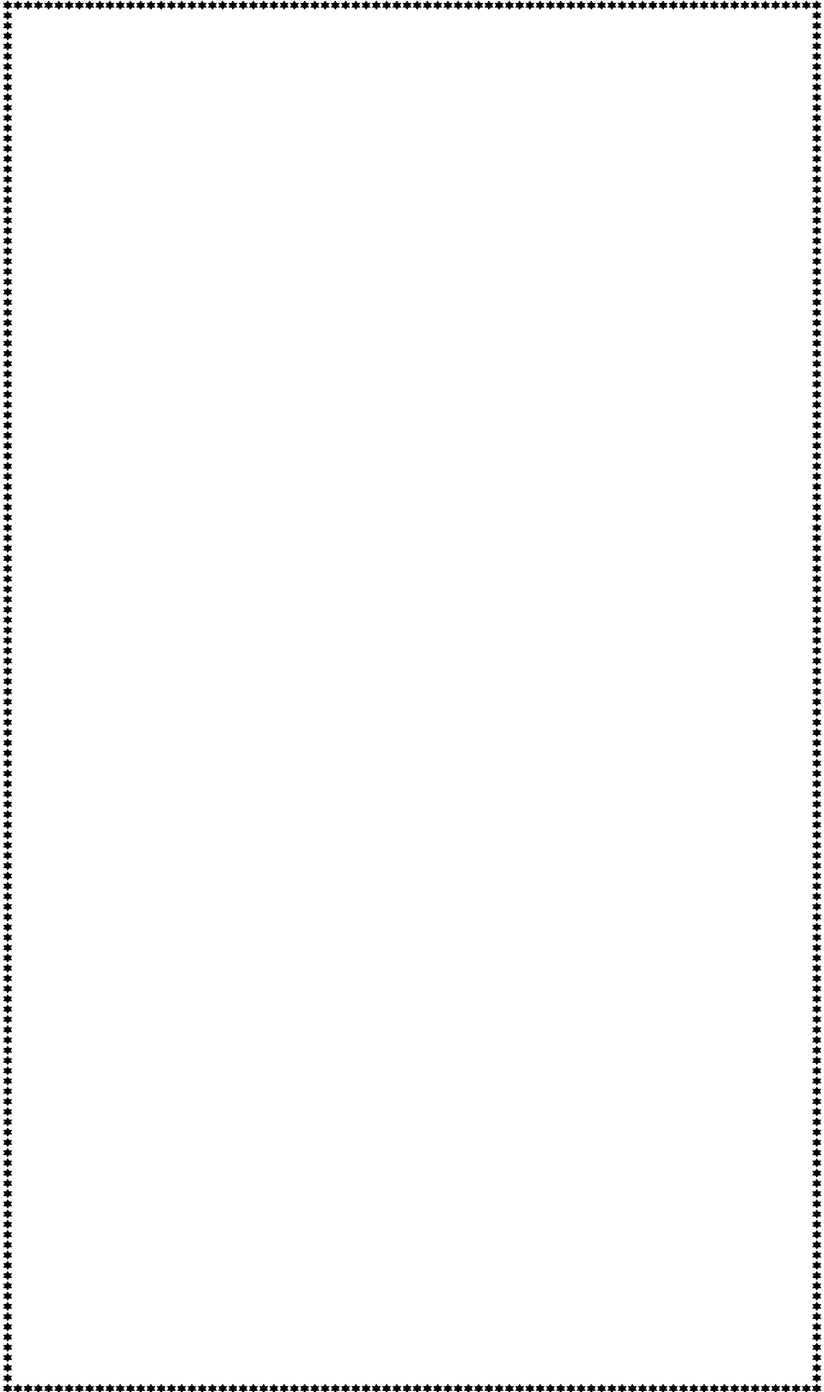
19 (بخاری کتاب العیدین باب سنة العیدین لاهل الاسلام)

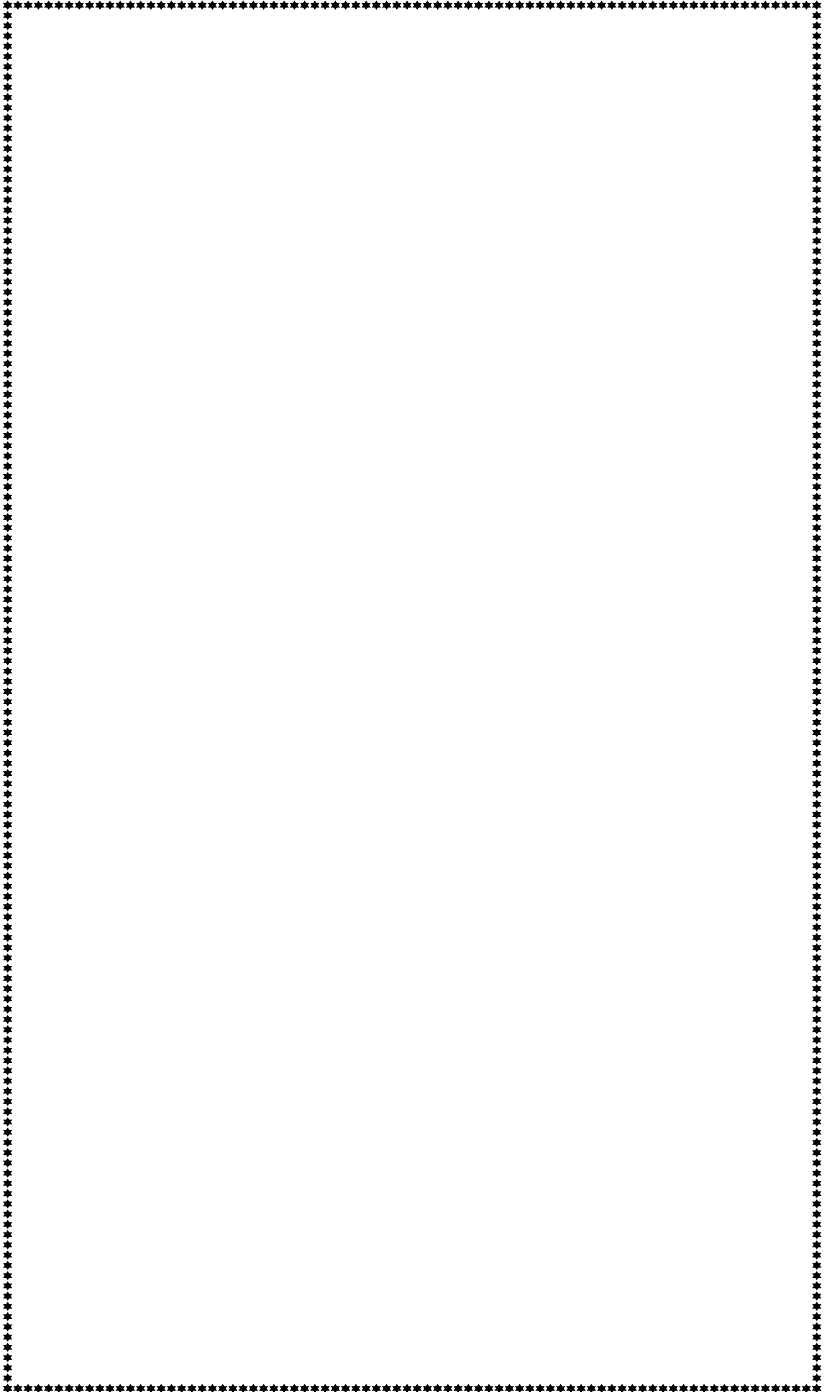
20 (بخاری کتاب الصلوۃ باب اصحاب الحراب فی المسجد454)

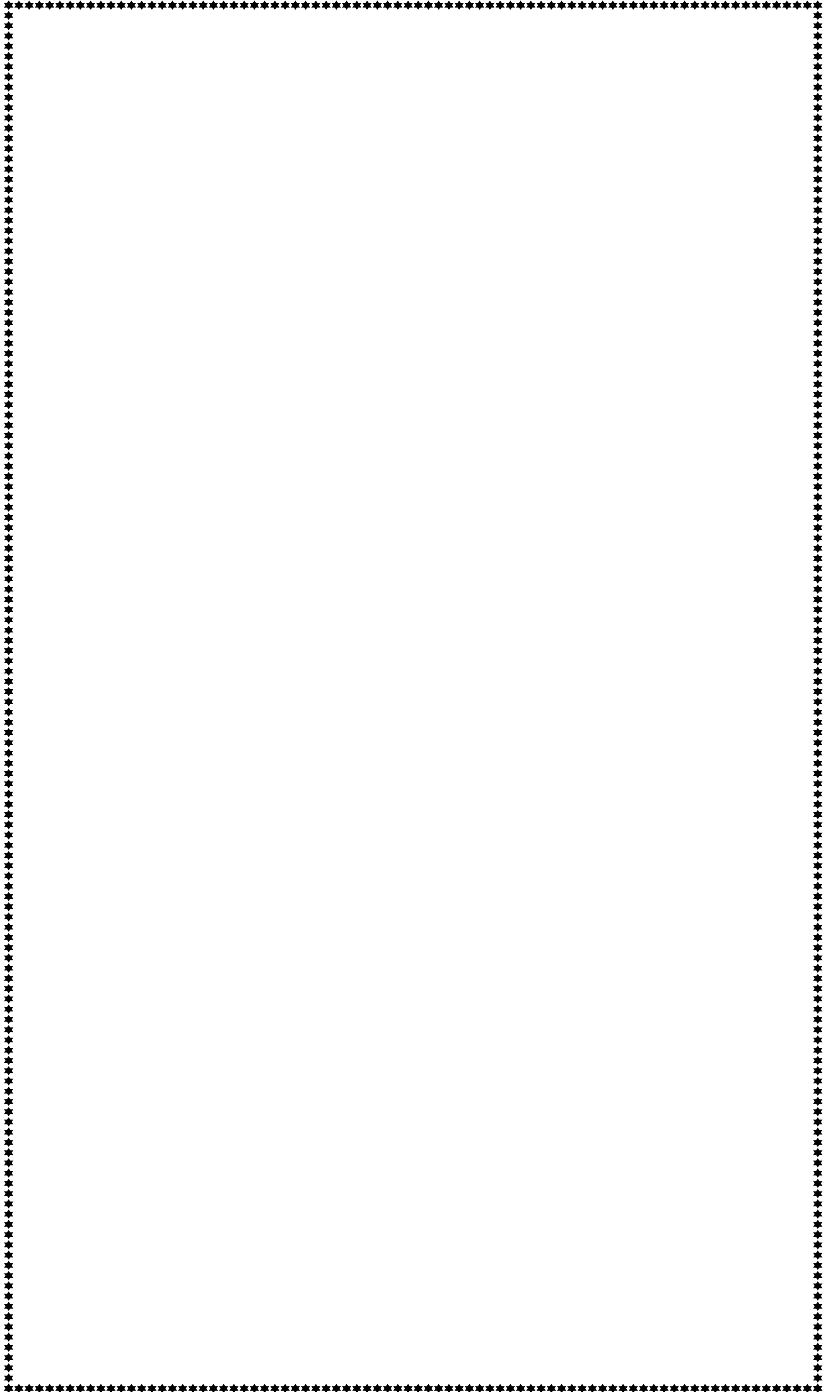
21 (مسند احمد بن حنبل جلد6ص264مطبوعہ بیروت)

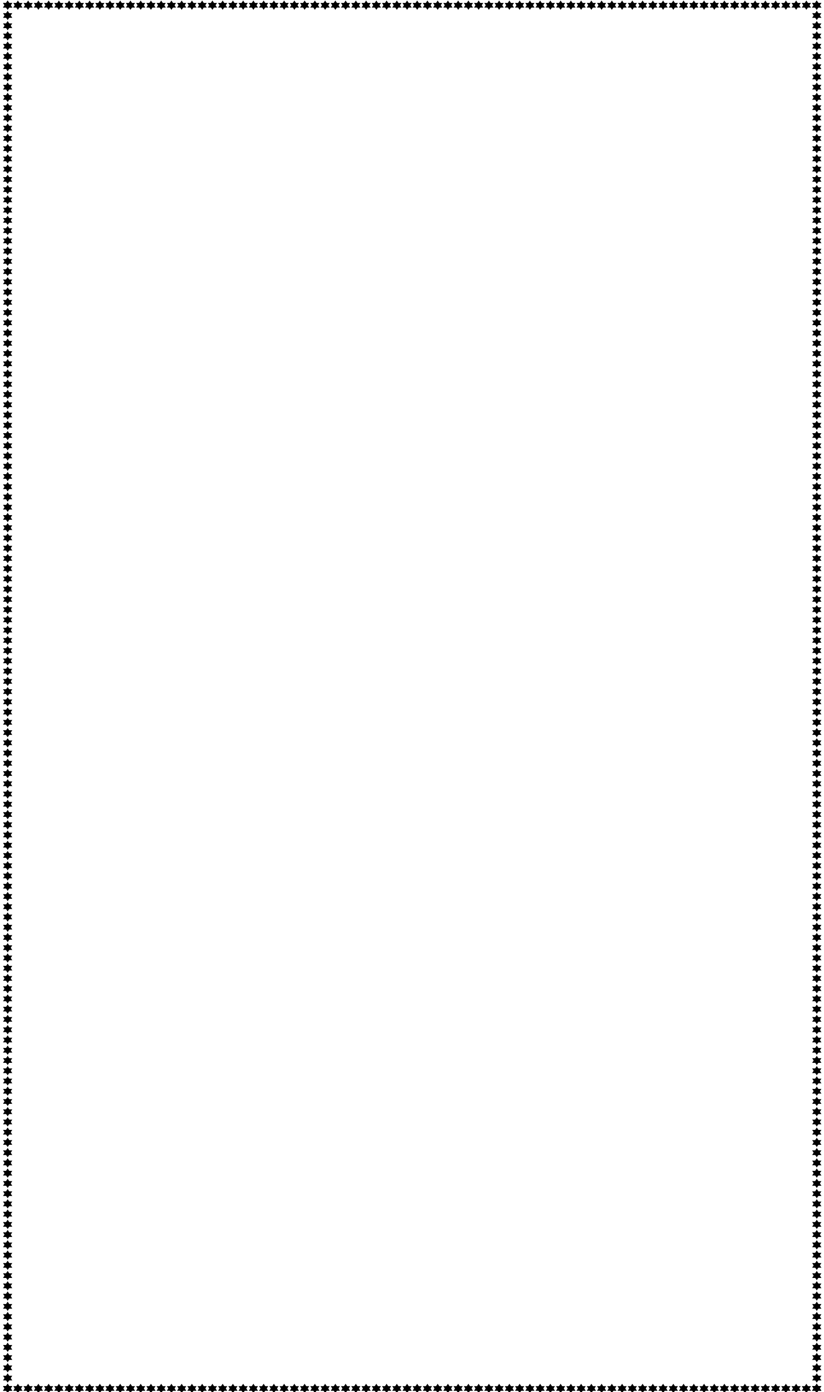
22 (بخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللتی یھد ین المرأۃ)

23 (مسند احمد جلد3ص449بیروت)









بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت محمد عربی خاتم النبیین ﷺ کی عظمت کے ترانے اس وقت سے بھی پہلے گائے جا رہے تھے جب آدمؑ کا خمیر ابھی مٹی سے اٹھایا جا رہا تھا۔ آپ تخلیق عالم کی علت غائی تھے۔ آپ انبیاء کے سرتاج تھے اس لئے وہ آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ حضرت ابراہیم نے اس مبارک وجود کے لئے دعائیں کیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے مثیل ایک نبی کے برپا ہونے کا مژدہ سنایا کہ وہ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوگا۔ حضرت سلیمانؑ کی زبان مبارک سے ایک محبوب سرخ و سفید کی خوشخبری دی گئی اور آپ کا نام تک بتا دیا گیا کہ وہ ''محمدیم'' ہے جس کا ترجمہ سراپا عشق انگیز کیا جاتا ہے مگر مطلب یہ تھا اس کی مدح و ستائش کی جائے گی یسعیاہ نے ایک ابدی سلامتی کے شہزادے کی نوید مسرت سنائی تو دانیال نبی نے آسمانی ابدی سلطنت کی پیش از وقت اطلاع دی اور حضرت یسوع مسیح نے اپنے بعد ''احمد رسول'' کی بشارت دی۔

الغرض ازل سے تمام افلاک اور سارا عالم اپنے اس مقصود حقیقی کی تلاش میں سرگرداں اس کی شان کے قصیدے گاتا ہوا رواں دواں تھا کائنات اپنے

مقصود کے لئے گردش لیل ونہار میں تھی۔تو میں اس عظیم ہستی کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئی تھیں کہ اس مبارک صد مبارک ہستی کا ورود ارض جہاز سے ہوا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوان لرزا اٹھے اور عرش یوں نغمہ سرا ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَه، يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا – (سورہ الاحزاب:57)

کہ اللہ یقیناً اس نبی پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی یقیناً اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔اے مومنو! تم بھی اس پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور خوب جوش و خروش سے ان کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

یہ حضرت آمنہ کے مبارک خواب کی تعبیر تھی کہ نور عالم آپ سے ظاہر ہوا اور پھر چہار سو پھیل گیا اور اَشْـرَقَـتِ الْاَرْضُ بِنُـوْرِ رَبِّهَـا کا نظارہ دنیا نے دیکھا۔

حضرت آمنہ نے آپ کا نام الٰہی اشارہ کے مطابق ''محمدؐ'' رکھا اور اس نام پر عربوں کا تعجب دیکھ کر ابو طالب نے سچ ہی تو کہا:

''بلاشبہ میرا یہ بیٹا عظیم ہو گا۔اس کی بہت تعریف ہو گی۔''

اور ایسا ہی ہوا ملائک کو ارشاد ہوا کہ آسمانوں کو اس عظیم وجود کی تعریف سے بھر دو اور زمین میں اس کی مقبولیت پھیلا دو بندگان خدا کو حکم ہوا

کہ اس ہستی پر سلام و درود بھیجو اور آسمان سے یہ فیصلہ صادر ہوا کہ ’’وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ‘‘ (الانشراح: 5) کہ اے محمدؐ عربی ہم نے تیرے ذکر کو بہت بلند کیا ہے۔

گویا تو عظمت و رفعت کا ایک مینار ہے اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہؐ پر آج تک جس قدر سلام و درود بھیجا گیا ساری دنیا کے انسانوں کے لئے بھی اتنی دعائیں نہ کی گئی نہ ہوں گی۔ جس قدر تعریف اور ذکر آپ کا ہوا۔ اس کی نظیر لا حاصل ہے۔ مشتے از خروارے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

آپؐ کی صداقت و دیانت سے متاثر ہو کر قوم نے آپؐ کو صدوق و امین کا خطاب دیا۔ بلا شبہ آپ مکارم اخلاق اور خلق عظیم کے مالک تھے۔ اسی لئے قرآن کریم میں آپؐ کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا ہے اہل عرب کہتے ہیں کہ:

اس پہلو سے رسول اللہ کے پاکیزہ اخلاق کے بارہ میں حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہؓ کی شہادت نیز آپ کے دیگر اصحابؓ دوستوں اور دشمنوں کی گواہیاں اس کتاب میں بیان ہو چکی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ رسول کریمؐ اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم تھے۔ بیس سال تک آپ کی نگہداشت کرنے والے آپ کے چچا ابو طالب نے بھی کہا تھا:

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ　　ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

کہ محمدؐ کے روشن چہرے کا واسطہ دے کر بارش مانگی جائے تو بادل برس

پڑتے ہیں آپؐ یتیموں کے والی اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

آپ کے چچا زاد بھائی جعفر طیارؓ نے شاہ حبشہ کے سامنے گواہی دی تھی کہ ''خدا نے ہمارے درمیان ایسا شخص کھڑا کیا ہے جس کی سچائیؐ دیانت اور اخلاص ہم آزما چکے ہیں۔''

دنیا کی ہر زبان میں مختلف اقوام کے مشاہیر نے آپ کی سوانح عمریاں لکھیں اور آپ کے حالات زندگی پر بحث کی ان کا غیر جانبدار اشخاص کی بے لوث تحریروں سے بھی آپ کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔

کتاب ''دی ہنڈرڈ'' (The Hundred) ہے جس کے مصنف مائیکل ہارٹ ہیں۔اس میں شائع ہونے والے مضمون ''محمد۔دنیا کا سب سے بڑا مؤثر انسان'' کا پچھلے بیس سالوں میں بہت چرچا ہوا ہے کہ ان ایک سو عظیم شخصیتوں کی فہرست میں نمبر ایک شخصیت سرور کونین محمد مجتبیٰ ﷺ قرار دیا گیا ہے کتاب کا پورا نام یہ ہے:۔

A Ranking of the most influential persons of History, 1987 NY

فاضل مصنف نے اربوں انسانوں (ایک اندازہ کے مطابق بیس ملین) میں سے جو روئے زمین پر اب تک پیدا ہو چکے ہیں ان میں سے حضورؐ سرور پاک کو سب سے مؤثر ترین انسان قرار دیا ہے جس نے تاریخ انسانی میں سب سے

زیادہ اور دیرپا اثر چھوڑا ہے ایسا اثر جس نے لوگوں کی زندگیوں کو خاص رنگ میں رنگین کیا اور دنیا کو بھی ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا۔

مصنف لکھتا ہے'' دنیا کی مؤثر ترین شخصیات کی فہرست میں پہلے نمبر پر محمد ﷺ کا انتخاب کرنے پر غالباً کچھ لوگ حیران ہوں گے اور کچھ شاید استفسار بھی کریں گے' لیکن تاریخ انسانی میں آپ وہ تنہا شخصیت تھے جو مابہ الامتیاز مذہبی اور دنیوی سطحوں پر کامیاب رہے تھے۔

حضرت محمد ﷺ کا نسب اگرچہ منکسر المزاج خاندان سے تھا اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی وسیع اشاعت وتشہیر کے بھی وہی بانی مبانی تھے اسی وجہ سے وہ موثر سیاسی لیڈر بھی بن گئے آج ان کی رحلت کے تیرہ صدیوں بعد بھی ان کا اثر بہت طاقت ور اور وسیع ہے۔(ترجمہ از انگریزی مترجم محمد زکریا ورک آف کینیڈا)

چنانچہ یورپ کے عالی دماغ مؤرخ مسٹر آرتھر نے اپنی کتاب'' ہسٹری آف اسلام'' میں لکھا ہے کہ:

'' محمدؐ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے ان کی سادگی ان کی پرہیزگاری کا تمام محققین کو اعتراف ہے وہ نہایت رحم دل پیغمبر تھے۔''

فرانس کا مشہور مصنف ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے:

'' آپؐ اپنے نفس پر قادر تھے۔آپ کی سادگی اور آپ کا انکسار قابل

تعریف ہے۔ آپ انتہا درجہ کے رحم دل اور اعلیٰ اخلاق رکھنے والے پیغمبر تھے۔''

یورپ کے نامور محقق مسٹر اسٹینلے لین پول اپنی کتاب سپیچز آف محمد (Speaches of Muhammad) میں لکھتا ہے کہ:

''آپ نہایت با اخلاق اور رحم دل ریفارمر تھے۔ آپؐ کی خدا پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ بے شک آپؐ ایک مقدس پیغمبر تھے۔''

مسٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ (Heroes and Hero Worship) میں رقمطراز ہیں کہ:

''صاف شفاف پاکیزہ روح رکھنے والا محمد دنیوی ہوا و ہوس سے بالکل بے لوث تھا اس کے خیالات نہایت متبرک اور اس کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔''

مشہور مؤرخ مسٹر گبن کے ریمارکس ہیں کہ:

''ہر انصاف پسند شخص یقین کرنے پر مجبور ہے کہ محمدؐ کی تبلیغ و ہدایت خالص سچائی پر مبنی تھی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایک پاکباز اور مقدس بزرگ تھے۔''

روسی محقق کانٹ ٹالسٹائی اپنی تصنیف ''برین آف اسلام'' (Brain of Islam) میں لکھتے ہیں :

''حضرت محمدؐ ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ وہ دنیا میں مصلح اعظم بن کر آئے۔ بلاشک وہ سچے پیغمبرؐ بغایت متواضع، خلیق اور صاحب

بصیرت تھے۔'' (بحوالہ دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں صفحہ 13)

ڈاکٹر گستاوویل آنحضرتؐ کی پاکیزہ سیرت کے متعلق یوں گویا ہیں کہ'' محمدؐ نے اپنے لوگوں کے لئے ایک روشن نمونہ قائم کیا آپ کے اخلاق پاک اور بے عیب ہیں۔آپؐ کی سادگی' آپؐ کی انسانی ہمدردی' آپ کا مصائب میں استقلال آپ کا طاقت کے وقت فروتنی اختیار کرنا' آپ کی مضبوطی' آپؐ کی کفایت شعاری' آپ کا درگزر' آپ کی متانت' آپ کا قوت کے وقت عاجزی کا اظہار کرنا' آپ کی حیوانوں کے لئے رحم دلی' آپ کی بچوں سے محبت' آپ کا انصاف اور عدل کے اوپر غیر متزلزل ہو کر قائم ہونا' کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی اور مثال ہے جہاں اس قدر اعلیٰ اخلاق ایک ہی شخص کی ذات میں جمع ہوئے ہوں۔''

مشہور یورپین عالم مسٹر باسورتھ سمتھ'' محمد اینڈ محمدن ازم'' (Muhammad and Muhammaden Ism) میں لکھتے ہیں کہ

''اگر یہ پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ کل دنیا کو مسیحی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔آہ! محمدؐ کو اگر قریش ہجرت سے پہلے خدانخواستہ قتل کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں میں گمراہی پھیل جاتی۔اگر آپؐ مبعوث نہ ہوتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا۔اگر آپؐ نہ ہوتے تو یورپ میں اور زیادہ تاریکی پھیل جاتی۔اگر آپ نہ ہوتے تو انسان گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے۔جب ہم محمدؐ کے جملہ صفات اور

تمام کارناموں پر انصاف سے نظر ڈالتے ہیں تو ان کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور آپؐ دنیا کے رہبروں میں سب سے برتر ثابت ہوتے ہیں۔''

(بحوالہ ''برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول'')

''وہ (محمدؐ) ایک ایسی سرزمین میں مبعوث ہوا جو سیاسی تنظیمؑ معتدل عقیدہ اور خالص اخلاق سے بالکل ناآشنا تھی۔ محمد نے یہ ہر سہ چیزیں اس سرزمین کو دیں اور اپنی استادانہ جودت کی ایک ہی ضرب سے اس نے بیک وقت اپنے اہل وطن کے سیاسی حالاتؑ مذہبی عقائد اور اخلاقی کوائف کو منقلب کر دیا۔''

(بحوالہ پیام امین صفحہ 190)

اطالوی پروفیسر ڈاکٹر وگلیری اپنی کتاب ''انٹر پریٹیشن آف اسلام (Interpretiation of Islam) میں لکھتی ہیں۔

''فی الحقیقت اس مصلح (محمد) کا کام نہایت اعلیٰ اور شاندار تھا۔ ہاں یہی وہ مصلح تھا جس نے ایک بت پرست اور وحشی قوم کو کیچڑ سے نکال کر ایک متحد اور موحد جماعت بنا دیا اور ان میں اعلیٰ اخلاق کی روح پھونک دی۔''

(اسلام پر ایک نظر اردو ترجمہ صفحہ 16)

مسٹر لیمر ٹین لکھتا ہے:

''ایک فلاسفر ایک منجھے ہوئے مقررؑ ایک مصلحؑ مقننؑ بہادر جنگجوؑ خیالات کے فاتح اور برخلاف بتوں کے طریق عبادت کے معقول نظریہ کے

محافظؒ ایک آسمانی بادشاہت اور بیس زمینی سلطنتوں کے شہنشاہ محمدؐ ہیں۔ جہاں تک اس معیار کا تعلق ہے جس سے انسانی عظمت اور اقدار کو پرکھا جاتا ہےؒ ہم ضرور پوچھیں گے کہ کیا اس (محمد) سے عظیم تر کوئی انسان ہوسکتا ہے؟ محمد کا کردار اور اوصاف انسانی صلاحیتوں کا شاندار امتزاج تھا۔ جس نے آپ کو ایسے ارفع مقام پر فائز کر دیا کہ جب سے کائنات ظہور میں آئی کوئی انسان اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔''

جی لیونارڈ کہتا ہے:۔

''اگر روئے زمین پر کبھی کسی انسان نے خدا کو پایا۔ اگر کسی انسان نے خدا کو پانے کے عظیم مقصد کے لئے زندگی وقف کی تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ شخص محمد عربی ﷺ ہیں۔ محمد نہ صرف عظیم ترین تھے بلکہ آپ وہ صادق ترین انسان تھے جسے انسانیت نے کبھی جنم دیا۔''

ایک آریہ سماجی ایڈیٹر زیر عنوان ''وشواش (یقین) ایک زبردست طاقت ہے''، رقمطراز ہے کہ:

''عرب کا صحرا دھوپ سے تپ رہا تھا۔ اہل عرب گمنامی کی حالت میں تھے ان کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یکا یک ایک ستارہ آسمان سے اترا جس نے عرب کے ریتلے میدانوں میں روشنی پھیلا دی۔ اس نے اہل عرب کو ایک ''وشواش'' (یقین) دیاؒ ایک ایمان دیا۔ عرب اس طاقت کو لے کر اٹھے۔ صحرا کی ریت

بارود میں تبدیل ہوگئی جہاں ایک طرف غرناطہ میں اسلام کے جھنڈے گڑ گئے وہاں دوسری طرف دہلی کے تخت نے اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ افریقہ کا دشوار گزار صحرا اسلامی وشواش سے پریت (متحرک) بہادروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج اٹھا۔'' (برگزیدہ رسول)

انگلستان کے نامور محقق ومفکر جارج برنارڈ شا نے 1930ء میں بمبئی میں اخبار ''لائٹ'' لاہور کے نمائندہ کے ایک سوال کے جواب میں کہا:

''میں نے (حضرت) محمدؐ کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے' وہ بڑے بلند پایہ انسان تھے اور میری رائے میں انہیں انسانیت کا نجات دہندہ کہنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ان جیسا انسان دنیائے حاضر کا ڈکٹیٹر بن جاتا تو اس کے پیچیدہ مسائل کو ایسے طریقے پر حل کر دیتا کہ کائنات اور انسانیت مطلوب امن اور راحت کی دولت سے مالا مال ہوتی۔''

